قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت اطہار
بزرگان دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفرین، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰

عجیب و غریب واقعات

تصنیف لطیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

۱- حج ۲۰ اہم مسئلہ ص ۱۴ تا ص ۱۹
۲- چراغ رکھنے کا مسئلہ ص ۲۵
۳- آدمی باز رہی کا اظہار ص ۲۹ تا ص ۳۱
(۴) شان درود شریف ص ۴۸ تا ص ۵۰
(۵) بابا تاج الدین ص ۱۲۱ تا ص ۱۲۸
(۶) ایک تبلیغی ص ۱۴۲ تا ص ۱۴۹ خاص
(۷) نماز کا بیان ص ۱۷۰
۸- عبداللہ بن مبارک کا حج ص ۱۷۴
۹- ماشاء اللہ کہے ص ۱۷۷ تا ۱۷۸
۱۰- خیانت کرنے والا کا حشر ص ۱۷۹
۱۱- عبداللہ بن مبارک کا نکاح ص ۱۸۳
۱۲- اللہ کا فضل ص ۲۳۷
۱۳- بزرگوں کی ترک سونا ص ۲۳۹
۱۴- اللہ کا فیصلہ ص ۲۴۸
۱۵- اسم اعظم کا خواستگار ص ۲۶۶
۱۶- دو عالم [illegible] ص ۲۸۶
۱۷- بادشاہوں کے تحفے ص ۲۸۸
۱۸- آقا مع اسم [illegible] ص ۳۱۴
۱۹- باعظمت پیر کی [illegible] ص ۳۲۳

شان اولیاء ص ۲۰ شراب شہد بنا۔
نمازی ص ۲۲ ایک ہزار درہم ص ۲۷
ص ۹۸ ص ۱۳۰ ص ۱۳۱ ص ۱۳۵
ص ۱۳۹ بزرگی کی برکت ص ۱۵۷ (ص ۱۷۰
رابعہ بصری) علماء کی کرامات ص ۱۸۷ ص ۱۹۸
ص ۲۰۰ ص ۲۳۷ ص ۲۷۸ ص ۲۸۰ ص ۲۹۱
ص ۲۹۷ ص ۳۱۰ (ص ۳۱۹ تا ۳۲۰) ص ۳۵۵
شیطان کا بیمار ہونا (ص ۳۰۲ شکر کا عذاب)

ایصال ثواب ص ۶۲ سورۃ الکافرون۔
(ص ۳۲۴ مرحومین کا [illegible])

شان والدین ص ۱۰۲ گدھا ص ۴۲۶ ص ۴۳۰

ابو حنیفہ ص ۱۴۰ ص ۲۰۵ ص ۴۲۶

(حقوق زوجین ص ۱۴۱ چہرہ دیکھنا)

جنت کی خوشبو معراج کی رات ص ۲۹۹ خاص

ہر حال میں شکر ہے ص ۲۵۶ ص ۲۷۶

عدل و انصاف کا بول بالا ص ۳۰۵

موت کا بیان (کفن) کلام ص ۶۷
جنازہ با قبر دیکھ کر [illegible] ص ۱۴۷
مرحوم کا باپ خواب ص ۲۴۱ مسافر کی [illegible] ص ۲۴۹
دنیا کے مسافر ص ۲۵۸ قبر کی منزل ص ۲۶۲ قبر کا عذاب ص ۳۰۷
بادشاہ کی موت ص ۴۲۱ (جنازہ کفن ص ۴۸۲ ص ۴۶۳)
قبر میں نماز ص ۵۳۶ قبر والے کا اعلان ص ۵۲۹
قبر سے خوشبو ص ۵۵۷ میتی کے مرکز زندہ ہے ص ۵۶۲

اولاد کی فرض ص ۲۰۲
ص ۵۵۰

رزق حلال ص ۳۱۲ ص ۳۲۶

شہر بے چراغ ص ۳۸۴

احتیاط کا عالم ص ۵۰۳

۴۹- خواجہ قمر السلیمانی ص ۵۶۷
۵۰- ہزار داستان ص ۵۸۵
۵۱- حضرت یحییٰ کا [illegible] ص ۵۸۶
۵۲- سیال شریف کی [illegible] ص ۵۸۸
۵۳- مرد صلوات کی نگری ص ۶۰۳
۵۵- [illegible] ص ۶۰۹
۵۶- بکریاں [illegible] ص ۶۱۰
۵۷- پیر مکان ص ۶۱۴
۵۸- پانچ تسبیح ص ۶۱۶
۵۹- بہلول ص ۶۱۹
۶۰- زین العابدین ص ۶۲۸
۶۱- رزق کا دروس ص ۶۳۳ خاص
۶۲- ابوبکر صدیق کا وصال ص ۶۳۷

(۵۲۹) قبر میں [illegible] ص ۵۲۶ قبر کے [illegible] ص ۵۲۵ قبر کی آواز
[illegible] ص ۵۴۴ اللہ والوں کی [illegible] ص ۵۲۷
[illegible] ص ۶۲۴ ص ۶۳۵ خاص

۱۹- مولانا فخر الدین ص ۳۲۰
۲۰- خواجہ سلیمان تونسوی کا ص ۲۳۹
۲۱- خواجہ اللہ بخش تونسوی ص ۲۵۷
۲۲- عمرو بن زبیر ص ۳۷۳ تا ص ۳۷۵
۲۳- خواجہ محمد حامد تونسوی ص ۳۷۶
۲۴- مشائخ سیال کے جرائد ص ۳۹۴
۲۵- پیر کی صدا [illegible] ص ۳۹۶
۲۶- اسود عنسی ص ۳۹۸
۲۷- آشنائے سیال ص ۴۰۸
۲۸- تین دعا [illegible] ص ۴۱۵
۲۹- قاری قرآن ص ۴۲۳
۳۰- متکبر بادشاہ ص ۴۲۹
۳۱- پتھر سے پانی ص ۴۳۲
۳۲- [illegible] ص ۴۳۵
۳۳- [illegible] حسنی ص ۴۵۶ [illegible]
۳۴- بشر حافی کی بہن ص ۴۷۴
۳۵- نومولود کی گواہی ص ۴۷۷
۳۶- عبداللہ بن مبارک کا حج ص ۴۸۰
۳۷- میلاد شریف ص ۴۹۱
۳۸- گا کے پر ٹیکس ص ۴۹۵
۳۹- بچے کا اعلان ص ۴۹۸
(۴۰) انبیاء کے واقعات ص ۵۰۰
۴۱- بلنے کی خبر ص ۵۰۲
۴۲- قبر کا بوسہ ص ۵۰۹ تحقیق
۴۳- حضرت جرجیس علیہ السلام ص ۵۱۹
۴۴- جاسوس کا عدد ص ۵۲۹
۴۵- ابو حازم خلیفہ سلیمان ص ۵۳۱
۴۶- نام کی برکت ص ۵۴۳
۴۷- تاجدار سیال ص ۵۴۵
۴۸- بادشاہ کا بیٹا زندہ ہو گیا ص ۵۵۴

قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت اطہار
بزرگان دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفریں، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰

عجیب و غریب واقعات

تصنیف لطیف
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

Scanned with CamScanner

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

الصلوة والسلام عليك يا سيدى يا رسول الله
وعلى الك واصحابك يا حبيب الله

نام کتاب .... ٢٠٠ عجیب وغریب واقعات
مؤلف .... الحافظ القاری مفتی غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور
پروف ریڈنگ .... مولانا قاری پیر محمد اصغر نورانی قادری رضوی برکاتی
خصوصی دعا .... پیر سید طاہر حسین شاہ کاظمی پاک پتن شریف
حسب فرمائش .... پیر حافظ محمد عثمان نوشاہی قادری
الحافظ القاری محمد اختر سیالوی، گڑھی شاہو لاہور
تحریک وتشویق .... حضرت مولانا قاری خدا بخش بصری
حضرت مولانا قاری ریاض احمد فاروقی
حضرت مولانا محمد عبدالرشید قادری عطاری
صفحات 640
تعداد 600
کمپوزنگ .... آصف حفیظ
اشاعت .... مارچ 2014ء
ناشر .... محمد اکبر قادری
قیمت .... 450 روپے

مدینہ کتب خانہ
0300-6990739
067-3354593
بوریوالا

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر اردو بازار لاہور

إن الله وملائكته يصلون على النبي يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما

الصلوة والسلام عليك يا سيدي يا رسول الله

وعلى آلك واصحابك يا سيدي يا حبيب الله

سُنّیم من نعرۂ تکبیر و رسالت می زنم
دم ز بوبکر و عمر و عثمان و حیدر می زنم
قادریم نعرۂ یا غوث اعظم می زنم
دم ز شیخ احمد رضا خان قطبِ عالم می زنم
سروریم نعرۂ سلطانِ باہو می زنم
دم ز ابو البرکات حضرت سیّد احمد می زنم

کتبہٗ: غلام حسن قادری حزب الاحناف لاہور

شرفِ انتساب

اپنے مشفق و مہربان استاذ گرامی فقیر سلطانی حضرت علامہ مولانا

غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

قادری، سروری، سلطانی

خطیب جامع مسجد نور غلہ منڈی شیخوپورہ کے نام جن کی شفقتوں اور محبتوں کے طفیل مجھے دین کی سمجھ بوجھ نصیب ہوئی اور کچھ لکھنے کے قابل ہوا

....

الاہداء

واعظ خوش الحان مقرر شیریں لسان حضرت العلام مولانا قاری

محمد یوسف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

(خطیب مدینہ مسجد شیخوپورہ)

کی خدمت میں جن کی نوازشات حفظ القرآن کے دوران میرے ساتھ رحمت کا سایہ بن کر رہیں اور دو سال کا عرصہ مسلسل ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا رہا

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

فہرست

عنوان	صفحہ
شرفِ انتساب	۵
الاهداء	۵
ابتدائیہ	۱۱
عرضِ ناشر	۱۲
خطبۃ الکتاب	۱۳
(۱) حضرت سعید بن جبیر اور حجاج بن یوسف	۱۴
(۲) شراب، شہد اور گھی بن گئی	۲۰
(۳) ترستے ہیں اس سجدے کو منبر و محراب	۲۲
(۴) چراغ و مسجد و محراب و منبر	۲۵
(۵) استقامت علی الحق کا انعام	۲۷
(۶) آدابِ فرزندی کا شاندار مظاہرہ	۲۹
(۷) وزیر کی ماں اور کھوٹے درہم	۳۲
(۸) اسی مقام سے آدم ہے "ظلِ سبحانی"	۳۴
(۹) اسم محمد ﷺ التزام ولزوم کفر اور مسئلہ تعظیم	۳۸
(۱۰) یہ پہلا سبق ہے کتاب ہدیٰ کا	۴۱
(۱۱) عہد شکنی کا ڈر	۴۴
(۱۲) حضور اکرم ﷺ کا فرمان حق ہے	۴۶
(۱۳) مومنو! پڑھتے رہو تم اپنے آقا پر درود	۴۸
(۱۴) حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام	۵۱
(۱۵) حضور پاک ﷺ کی ظاہری حیات کے آخری الفاظ	۵۳
(۱۶) اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت	۵۵
(۱۷) بادشاہ کی ہوشیاری	۵۷
(۱۸) دینِ حق کی تلاش	۶۰
(۱۹) سورۂ اخلاص کا ثواب	۶۲
(۲۰) کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم	۶۴
(۲۱) زندگی کے آخری سانسوں میں کس نے کیا کہا؟	۶۷
(۲۲) بداخلاقی پر بھی حسنِ سلوک	۹۸
(۲۳) ماں کی ممتا	۱۰۲
(۲۴) آگ سے نجات کا پروانہ	۱۰۴
(۲۵) زندہ ہے ملت بیضا غرباء کے دم سے	۱۰۶
(۲۶) ایک مناظرے کی روئیداد	۱۰۹
(۲۷) خوفِ خدا تعالیٰ سے کھجوریں قبول نہ کیں	۱۱۳
(۲۸) دور اندیشی کی انتہا	۱۱۵
(۲۹) نیت کا اثر	۱۱۸
(۲۹) صوفیاء کی گرفتاری اور رہائی	۱۲۰
(۳۱) بابا رتن ہندی دربارِ رسالت میں	۱۲۱

عنوان	صفحہ
(۲۳) انڈہ روٹی کھانے کی خواہش اور غیبی آواز	۱۲۹
(۳۳) شیطان اپنا سامنہ لے کے رہ گیا	۱۳۱
(۳۴) راشی وزیر کا حشر اور ظالم کی موت	۱۳۲
(۳۵) حیرت انگیز باتیں	۱۳۵
(۳۶) ابن حنبل اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما	۱۳۹
(۳۷) ایک غیرت مند شوہر کا قصہ	۱۴۱
(۳۸) خوابِ غفلت میں سونے والو! جاگو	۱۴۲
(۳۹) جنازہ یا قبر دیکھ کس نے کیا کہا	۱۴۷
(۴۰) چراغ میرا ہے رات ان کی	۱۵۴
(۴۱) سبب مغفرت اور بزرگ کی برکت	۱۵۷
(۴۲) ایک حقیقی طالبِ علم	۱۶۲
(۴۳) سخاوت پہ تعجب	۱۶۹
(۴۴) کیا تو نے نمازی، یہ بھی غور کیا ہے	۱۷۰
(۴۵) ابن مبارک، حضرت خضر اور حج بیت اللہ	۱۷۴
(۴۶) ماشاءاللہ کہنے پہ انعامات	۱۷۷
(۴۷) حق دار کو حق مل گیا	۱۷۹
(۴۸) سیاہ فام غلام اور حسین وجمیل لڑکی	۱۸۳
(۴۹) علماء کرام اور کرامات	۱۸۷
(۵۰) مفلسی و تنگ دستی دور کرنے کا وظیفہ	۱۸۹
(۵۱) کسریٰ پر عربوں کی پہلی جیت	۱۹۱
(۵۲) نیک نیتی کا انعام	۱۹۸
(۵۳) بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی	۲۰۰
(۵۴) غمِ اولاد کوئی صاحبِ اولاد ہی جانے	۲۰۲
(۵۵) امام اعظم علیہ الرحمۃ کی نگاہِ بصیرت	۲۰۵
(۵۶) کامیاب کون ہے؟	۲۰۸
(۵۷) سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے	۲۱۲
(۵۸) کیا تماشہ ہے کہ اب ناقہ سواران عرب	۲۱۳
(۵۹) خوش بختوں کا حصہ	۲۱۵
(۶۰) عربوں کی مہمان نوازی	۲۱۷
(۶۱) اللہ بندے کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتا ہے	۲۱۹
(۶۲) مرحومین کے بارے میں خواب	۲۲۱
(۶۳) عارضی عیش وعشرت	۲۲۲
(۶۴) وعدہ وفائی	۲۲۴
(۶۵) ایک گناہ گار پر اللہ کا فضل	۲۲۷
(۶۶) غیبی امداد	۲۲۹
(۶۷) یا الٰہی مغفرت کر بے کس و مجبور کی	۲۳۱
(۶۸) ایفائے عہد اور پاسِ وفا	۲۳۳
(۶۹) تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے	۲۳۸
(۷۰) بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے	۲۳۹
(۷۱) قاضی صاحب نے جو کیا درست کیا	۲۵۲
(۷۲) مکن تکیہ برعمر ناپائیدار	۲۴۴
(۷۳) ہر حال میں شکر گزاری	۲۴۶
(۷۴) دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے	۲۴۸
(۷۵) اسم اعظم کا خواہش مند	۲۶۶

Scanned with CamScanner

عنوان	صفحہ
(۷۶) شاہانِ ایران کے خدائی دعوے	۲۶۸
(۷۷) اللہ والوں کی آزمائش	۲۷۶
(۷۸) جذام کا علاج	۲۷۸
(۷۹) بزرگوں کی باتیں	۲۸۰
(۸۰) دو عظیم محدّث	۲۸۶
(۸۱) شاہانِ ایران وروم کی عیاشیاں	۲۸۸
(۸۲) درندوں کے ذریعہ نیک بندوں کی مدد	۲۹۱
(۸۳) قبر کی آواز پہ کان دھرو	۲۹۲
(۸۴) درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا	۲۹۴
(۸۵) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ	۲۹۷
(۸۶) جان کی قربانی دینے والی مومنہ	۲۹۹
(۸۷) عدل وانصاف کا بول بالا	۳۰۵
(۸۸) قبر کا عذاب حق ہے	۳۰۷
(۸۹) آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی	۳۱۰
(۹۰) ایک کفن چور کا انکشاف	۳۱۲
(۹۱) ہمارے آقا علیہ السلام کے جدامجد	۳۱۴
(۹۲) نوے ہزار درہم کا صدقہ	۳۱۶
(۹۳) حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ کا قارورہ	۳۱۸
(۹۴) حضرت مولانا فخر جہان علیہ الرحمۃ	۳۲۰
(۹۵) دو بزرگ اور دو پرندے	۳۲۶
(۹۶) سچی توبہ	۳۲۸
(۹۷) باعصمت بیوی	۳۳۰
(۹۸) مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب	۳۳۳
(۹۹) حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ	۳۳۹
(۱۰۰) چارسو سالہ محنت ضائع ہوگئی	۳۴۷
(۱۰۱) ظالم کا عبرت ناک انجام	۳۵۰
(۱۰۲) نوازشِ شاہاں اور حیلہ	۳۵۲
(۱۰۳) جو بیمار تھا وہ حکیم بن گیا	۳۵۵
(۱۰۴) حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ	۳۵۷
(۱۰۵) غلامیِ سادات کی برکات	۳۶۰
(۱۰۶) غلاموں کا آقا صلی اللہ علیہ وسلم	۳۶۶
(۱۰۷) وسیلہ کرم الٰہی سے ہی ملتا ہے	۳۶۸
(۱۰۸) اللہ کے ہاں حساب ہوگا	۳۷۰
(۱۰۹) علم کے سمندر جو کبھی خشک نہ ہوگا	۳۷۳
(۱۱۰) کون کہتا ہے ہم مرگئے ہیں	۳۷۶
(۱۱۱) ایک شریر جن کا قصہ	۳۸۲
(۱۱۲) ہمارے خدشات درست نہ تھے	۳۸۵
(۱۱۳) عقل مند لڑکی	۳۸۷
(۱۱۴) ایک صالح نوجوان عالم دین	۳۸۹
(۱۱۵) دوزخ کا قیدی اور جنت کا مہمان	۳۹۰
(۱۱۶) مشائخ سیال شریف کے جداعلیٰ	۳۹۴
(۱۱۷) نہر کی صدائیں	۳۹۶
(۱۱۸) پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا	۳۹۵
(۱۱۹) انوکھا خریدار	۴۰۵

عنوان	صفحہ
(۱۲۰) شیر کے پنجرے میں نماز پڑھنے والا	۴۰۶
(۱۲۱) آفتاب سیال شریف	۴۰۸
(۱۲۲) ید بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں	۴۱۵
(۱۲۳) باپ کی عدالت سے بیٹے کے خلاف فیصلہ	۴۱۹
(۱۲۴) ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے	۴۲۱
(۱۲۵) قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن	۴۲۳
(۱۲۶) نافرمان بیٹے کا عبرت ناک انجام	۴۲۶
(۱۲۷) ایک متکبر کی داستان	۴۲۹
(۱۲۸) پتھر سے پانی نکل آیا	۴۳۲
(۱۲۹) ایک خواب کی عجیب تعبیر	۴۳۵
(۱۳۰) شہزادے کی عقل مندی	۴۳۶
(۱۳۱) اصحابِ اقتدار کی توجہ کے لیے	۴۴۲
(۱۳۲) قادر مطلق اللہ کی ذات ہے	۴۴۶
(۱۳۳) دعائے حسن انس رضی اللہ عنہما	۴۵۶
(۱۳۴) احکاماتِ الٰہی کو پامال کرنے کا انجام	۴۶۰
(۱۳۵) لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے	۴۶۵
(۱۳۶) آدھی میں عیب پوری میں فضیلت	۴۶۸
(۱۳۷) عمر بھر کا روزہ دار	۴۷۲
(۱۳۸) تقویٰ کی انتہا	۴۷۴
(۱۳۹) نومولود کی گواہی	۴۷۷
(۱۴۰) صدقہ حج کی راہ ہموار کرتا ہے	۴۸۰
(۱۴۱) مزارات کی برکات	۴۸۲
(۱۴۲) ذکرِ الٰہی کی مجلس میں شمولیت پہ بخشش	۴۸۵
(۱۴۳) فرشتہ صفت نوجوان شیطان کے نرغے میں	۴۸۷
(۱۴۴) انسانِ کامل	۴۹۱
(۱۴۵) دلائل الخیرات شریف کے مصنف علیہ الرحمۃ	۴۹۳
(۱۴۶) گائے پہ ٹیکس	۴۹۵
(۱۴۷) شیر خوار بچے کا اعلانِ حق	۴۹۸
(۱۴۸) عجیب ترین واقعات	۵۰۰
(۱۴۹) احتیاط کا عالم	۵۰۳
(۱۵۰) بوڑھے مجاہد کی دعا	۵۰۴
(۱۵۱) کامیاب حربہ	۵۰۶
(۱۵۲) حضرت ہارون علیہ السلام وفات کے بعد زندہ ہوئے	۵۰۸
(۱۵۳) مزمار اور بوسۂ مزار کی تحقیق	۵۰۹
(۱۵۴) اولاد کی تربیت سے غفلت کا نتیجہ	۵۱۳
(۱۵۵) بت حاضرِ خدمت ہوگئے	۵۱۹
(۱۵۶) ایک بزرگ کی کرامات	۵۲۷
(۱۵۷) چالیس کا عدد	۵۲۹
(۱۵۸) عالمِ ربانی کی شان	۵۳۱
(۱۵۹) قبر میں نماز وتلاوت	۵۳۹
(۱۶۰) صدقہ کی برکات	۵۴۰
(۱۶۱) نام محمد ﷺ کے میں قربان	۵۴۵

Scanned with CamScanner

عنوان — صفحہ

(۱۶۲) فرزندانِ عالی شان ___ ۵۴۹
(۱۶۳) قبر والے کا اعلان ___ ۵۵۰
(۱۶۴) صابرہ خاتون ___ ۵۵۰
(۱۶۵) دنیا سے بے رغبتی بہترین نیک سیرتی ہے ___ ۵۵۳
(۱۶۶) بادشاہ کا بیٹا زندہ ہوگیا ___ ۵۵۴
(۱۶۷) قبر سے آواز اور خوشبو کا آنا ___ ۵۵۷
(۱۶۸) درسِ صبر وشکر ___ ۵۵۹
(۱۶۹) شیطان کی تجارت ___ ۵۶۱
(۱۷۰) عیسیٰ (ؑ) کے معجزوں نے مردے جلا دیے ہیں ___ ۵۶۲
(۱۷۱) درویشانِ خدا مست ___ ۵۶۷
(۱۷۲) کہ آفتاب پہ غالب ہے روشنی ان کی ۵۷۴
(۱۷۳) قبر کے اندر مہکتے پھول ___ ۵۷۵
(۱۷۴) ہائے! میں تو نماز پڑھتا تھا ___ ۵۷۶
(۱۷۵) عادل حکمرانوں کے ساتھ زمین کا سلوک ___ ۵۷۷
(۱۷۶) نابینا بینا اور مردہ زندہ ہوگیا ___ ۵۷۸
(۱۷۷) مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں ___ ۵۸۰
(۱۷۸) رحمتِ الٰہی کی برسات ___ ۵۸۳
(۱۷۹) الف لیلیٰ کی خرافات ___ ۵۸۵
(۱۸۰) حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سرِ انور ۵۸۶
(۱۸۱) غائبانہ مدد ___ ۵۸۸
(۱۸۲) مگر محبت دینی کہ وہ نہیں جاتی ___ ۵۹۵
(۱۸۳) بادشاہوں کی کھوپڑیاں ___ ۵۹۷
(۱۸۴) اخلاصِ نیت ___ ۶۰۱
(۱۸۵) مردہ عورت زندہ ہوگئی ___ ۶۰۳
(۱۸۶) غازی مرید حسین شہید ___ ۶۰۵
(۱۸۷) کراماتِ اہلِ حق ___ ۶۰۶
(۱۸۸) مردے نے بول کر کہا...... ___ ۶۰۹
(۱۸۹) مہمان کا اکرام ___ ۶۱۰
(۱۹۰) آدم علیہ السلام کا بیٹا قابیل ___ ۶۱۳
(۱۹۱) شجاع الملک اور حضرت پیر پٹھان ۶۱۴
(۱۹۲) اللہ رے مستوں کی "کرامات" کا عالم ___ ۶۱۶
(۱۹۳) سعید وشقی کی پہچان کا انوکھا طریقہ ۶۲۴
(۱۹۴) امام ابوحنیفہ اور کمال احتیاط ___ ۶۲۶
(۱۹۵) حضرت زید بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ___ ۶۲۸
(۱۹۶) مخدوم سمنان علیہ الرحمۃ ___ ۶۲۹
(۱۹۷) مال کا حق اور ایک دعا ___ ۶۳۰
(۱۹۸) دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب ___ ۶۳۲
(۱۹۹) خبردار! یہ معمولی گناہ نہیں ___ ۶۳۵
(۲۰۰) تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ ۶۳۷

ابتدائیہ

مستند اور باحوالہ واقعات کے سلسلہ کی یہ (عجیب وغریب واقعات) ساتویں کڑی ہے اس میں بھی حسبِ سابق دوسو باقاعدہ نمبرنگ کے ساتھ واقعات لکھے گئے ہیں اگرچہ مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک نمبر کے تحت پچاس واقعات بھی لکھے گئے ہیں تاہم تمام جلدوں کو تقریباً برابر کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ مواد جمع کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین اور بالخصوص واعظین ومبلغین کے لیے ایک بیش بہا خزانہ جمع ہو۔ ابتدا میں تو یہی پروگرام تھا کہ ایک ہزار باحوالہ واقعات پانچ جلدوں میں جمع کیے جائیں گے لیکن اللہ والوں کی نگاہِ کرم سے زلفِ یار کی طرح یہ سلسلہ بڑھتا ہی جا رہا ہے اب یہی سوچا ہے کہ جہاں تک بھی جائے جاتا رہے جتنا بھی پھیلے گا نتیجہ تو یہی نکلے گا

داستانِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نامؐ بن کر رہ گئی

طالبِ دعا
غلام حسن قادری

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام

علٰی سیّد الانبیاء والمرسلین

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حد وشمار شکر کہ اس کی رحمتِ کاملہ اعانت ونصرت اور اس کے محبوبِ کریم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے وسیلۂ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ الحمد للہ۔

ہم اہلِ شوق ومحبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی وکاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہو تو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہیے' تاکہ ہماری مزید رہنمائی ہو اور ہم اپنی کتب کو اور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔

امید ہے زیرِ نظر کتاب ''۲۰۰ عجیب وغریب واقعات'' متلاشیانِ علم وعرفان کے لئے باعثِ تسکین ہوگی۔

آپ کا خیر اندیش

محمد اکبر قادری

خطبۃ الکتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ السَّمِيْعِ الْبَصِيْرِ ○ اَلْمَلِكِ السُّلْطَانِ الْقَدِيْرِ ○ الْعَلِيِّ عَنِ الشَّبِيْهِ وَالنَّظِيْرِ ○ اَلْغَنِيِّ عَنِ الْمُعِيْنِ وَالظَّهِيْرِ ○ فَسُبْحَانَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اَوْجَدَ الْمَخْلُوْقِيْنَ بِقُدْرَتِهٖ وَدَبَّرَهُمْ بِحِكْمَتِهٖ وَهٰٓؤُلَآءِ قَوَالِهِمْ سَامِعٌ وَاِلَيْهِمْ نَاظِرٌ اَحْمَدُهٗ سُبْحَانَهٗ عَلٰى مَآ اَوْلَاهُ مِنْ بِرِّهٖ وَاِحْسَانِهِ الْمُتَظَاهِرِ وَاَشْكُرُهٗ وَقَدْ وَعَدَ بِالْمَزِيْدِ لِلشَّاكِرِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا ضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا مُعِيْنَ وَلَا مُظَاهِرَ شَهَادَةً اَدَّخِرُهَا لِيَوْمٍ لَّا تَنْفَعُ فِيْهِ الْاَمْوَالُ وَلَا الْعَشَآئِرُ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُطَهَّرُ الطَّاهِرُ الْمُؤَيَّدُ بِالْاٰيٰتِ الْمُعْجِزَاتِ وَالْبَصَائِرِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اُولِى الْفَضَآئِلِ وَالْمَفَاخِرِ ۔ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

(۱)

حضرت سعید بن جبیر اور حجاج بن یوسف

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ۴۵ ہجری کوفہ میں پیدا ہوئے' ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ جلیل القدر عالم اور ملتِ اسلامیہ کے ائمۂ کبار میں سے تھے' حدیث پر ماہرانہ دسترس تھی' فقہ کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ملاقات کی ٹوہ میں رہتے تھے' ان سے احادیث معلوم کرتے اور مسائل سیکھتے تھے۔ قرآنِ کریم کے نہایت خوش آہنگ قاری تھے۔ تفسیر قرآن کا اسلوب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سیکھا۔ حجاج بن یوسف ان کے علم وفضل کا بے حد مداح تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے انہیں کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ پھر وہ آپ کا دشمن اس وجہ سے بنا کہ آپ بنواُمیہ کے حریف ابن اشعث کے ہمنوا تھے اور بنواُمیہ کے مقابلے میں ابن اشعث کو حق پر سمجھتے تھے۔ ابن اشعث حجاج کے خلاف معرکہ آرائی میں مارا گیا تو حجاج سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پڑ گیا۔ آپ حجاج کی حمایت سے معذوری ظاہر فرماتے رہے' حجاج نے انہیں موت کے گھاٹ اُتارنے کی دھمکی دی مگر وہ اپنے مؤقف کے جواز پر قائم رہے۔ بالآخر ۹۵ ہجری میں شہید کر دیئے گئے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جب ان کا تذکرہ کرتے تھے تو بے ساختہ رو کر فرماتے تھے:

وَاللّٰہِ! لَقَدْ قُتِلَ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ وَّمَا اَحَدٌ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا وَھُوَ بِحَاجَۃٍ اِلٰی عِلْمِہٖ ۔

''اللہ کی قسم! سعید بن جبیر اس حال میں قتل کیے گئے کہ روئے زمین کا ہر مسلمان ان کے علم کا محتاج تھا''۔

اس جلیل القدر عالم' اللہ کے ولی' صوام وقوام' محدث عصر' فقیہ اُمت اور شیخ الاسلام کو

قتل کرنے والا حجاج بن یوسف ہے جس نے اس حق پرست عالم کا ناحق خون کر ڈالا۔

تفسیر وحدیث یا فقہ کی کوئی بھی کتاب اُٹھائیے جب آپ کتاب کھولیں گے اور اس کی ورق گردانی شروع کریں گے آپ کو جا بجا سعید بن جبیر کا تذکرہ ملے گا ایسی قیمتی شخصیت کو وقت کے سفاک حاکم نے قتل کر ڈالا۔ سعید بن جبیر کا جرم کیا تھا؟ کون سی ایسی غلطی تھی جو ان کے خونِ ناحق کا باعث بن گئی؟ ان سے ایسا کون سا گناہ سرزد ہوا تھا جو وہ زیرِ شمشیر رکھ لیے گئے؟

سعید بن جبیر کا جرم صرف اور صرف یہ تھا کہ وہ حق پرست اور بے باک عالمِ دین تھے۔ انہوں نے حجاج بن یوسف سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور بہ بانگ دہل کہہ دیا تھا:

اَخْطَأْتَ وَ ظَلَمْتَ' اَسَأْتَ وَتَجَاوَزْتَ ۔

''تم نے خطا کی ہے اور ظلم کیا ہے' بُرائی کی ہے اور حد سے آگے بڑھ گئے ہو''۔

حجاج بن یوسف نے اپنے بارے میں یہ کڑوا سچ سنا تو اس نے سعید بن جبیر کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ میرے خلاف کوئی لب کشائی نہ کر سکے چنانچہ حجاج نے اپنے فوجیوں کو سعید بن جبیر کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ فوجی سعید بن جبیر کے گھر گئے اور دروازے پر دستک دی۔

سعید بن جبیر نے یہ ڈراؤنی دستک سن کر دروازہ کھولا تو ان کے سامنے فوجیوں کا جتھا کھڑا تھا' انہیں دیکھ کر سعید بن جبیر نے فوراً کہا: حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۔

''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے''۔ (آل عمران: ۳/۱۲۳)

پھر آپ نے پوچھا: ''تم کیا چاہتے ہو؟''

فوجیوں نے کہا: ''حجاج نے آپ کو فوراً طلب کیا ہے''۔

سعید بن جبیر نے فرمایا: ''تھوڑی دیر میری انتظار کرو''۔

پھر اندر جا کر غسل فرمایا اور بدن پر حنوط ملا (حنوط چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب ہوتا ہے جو مردے کو غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں) اور کفن پہن کر فرمایا:

اَللّٰھُمَّ یَا ذَا الرُّکْنِ الَّذِیْ لَا یُضَامُ' وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ' اِکْفِنِیْ

Scanned with CamScanner

شَرَّهٗ .

''اے پروردگار! اے قوت وصلابت والے جس پر ظلم وزیادتی نہیں ہوسکتی۔
اے عزت وشان والے جس کے حصول کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ میرے لیے
حجاج کے شر سے کافی ہوجا''۔

فوجی حضرت سعید بن جبیر کو لے کر حجاج کے پاس چل پڑے اور سعید بن جبیر کی لسانِ حق ترجمان راستے بھر یہی ورد کرتی رہی: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ خَسِرَ الْمُبْطِلُوْنَ .

''اللہ کی توفیق کے بغیر نیکی کرنے کی طاقت ہے نہ برائی سے بچنے کی ہمت'
باطل پرست خسارے میں پڑ گئے''۔

سعید بن جبیر جب حجاج کے دربار میں پیش ہوئے تو وہ غصے میں بھرا بیٹھا تھا اور اس کی آنکھیں غیظ وغضب کے شرارے برسا رہی تھیں۔

سعید بن جبیر: اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

''جو سیدھی راہ اختیار کرے اس پر سلامتی ہو''۔

حجاج: ''تمہارا نام کیا ہے؟''

سعید: ''سعید بن جبیر''

حجاج: ''تم سعید بن جبیر نہیں تم تو شقی بن کسیر ہو''۔

سعید: ''یہ نام میری ماں نے رکھا تھا یقیناً وہ زیادہ جانتی تھی''۔

حجاج: ''تم اور تمہاری ماں دونوں بد بخت ہو''۔

سعید: ''غیب کا علم صرف اللہ رب العزت کو ہے''۔

حجاج: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

سعید: ''وہ ہدایت کے نبی اور رحمت کے امام ہیں''۔

حجاج: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟''

سعید: ''اللہ کو پیارے ہوگئے' رحمت کے امام تھے''۔

حجاج: ''میرے بارے میں کیا رائے ہے؟''

سعید: ''تم ظالم ہو' اللہ کے پاس اپنی گردن پر مسلمانوں کے ناحق خون لے کر جاؤ گے''۔ حجاج: ''میں تمہیں سونے چاندی سے نوازنا چاہتا ہوں''

یہ کہہ کر حجاج نے خدام کو حکم دیا کہ سونے چاندی کے دو تھیلے سعید بن جبیر کے سامنے ڈال دو جو فوراً ڈال دیئے گئے۔

سعید: ''یہ کیا ہے اے حجاج؟ اگر تو نے یہ مال ومتاع اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب سے بچنے کے لیے اکٹھا کر رکھا ہے تو یہ قابلِ تعریف ہے اس کے برعکس اگر تو نے اپنے ظلم وتکبر سے فقراء ومساکین کی دولت ہڑپ کر رکھی ہے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تجھے اس دن سے ڈرنا چاہیے جس دن ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی''۔

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ○(الحج: ۲۲/۲) .

''جس دن تم وہ (قیامت کا زلزلہ) دیکھ لوگے اس دن دودھ پلانے والی مائیں اپنا دودھ پیتا بچہ بھول جائیں گی اور حاملہ خواتین کے حمل (قبل از وقت) گر جائیں گے اور تو لوگوں کو اس حال میں دیکھے گا کہ وہ مدہوش دکھائی دیں گے حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے''۔ حجاج: ''تم بھی ہماری طرح کیوں نہیں ہنستے؟''

سعید: ''جب بھی اس دن کا تصور میرے ذہن میں آتا ہے جس دن قبروں میں جو کچھ ہے نکال دیا جائے گا اور سینوں کی پوشیدہ باتیں ظاہر کر دی جائیں گی تو میری ہنسی غائب ہو جاتی ہے''۔ حجاج: ''پھر ہمیں کیوں ہنسی آتی ہے؟''

سعید: ''لوگوں کے دل یکساں نہیں ہوتے''۔

حجاج: ''ہم تمہاری دنیا کو ایسی آگ میں تبدیل کر دیں گے جو بڑی شعلہ بار ہوگی''۔

سعید: ''اگر تو اس پر قادر ہوتا تو میں اللہ کو چھوڑ کر تیری عبادت کرتا''۔

Scanned with CamScanner

حجاج: ''میں تمہیں اس طرح قتل کروں گا جس کی مثال نہیں ملے گی''۔

سعید: ''اللہ کی قسم! تم جس طرح مجھے قتل کرو گے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن قتل کرے گا''۔

حجاج: ''اسے قتل کردو''۔

سعید بن جبیر نے یہ دعا پڑھی:

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (الانعام: ۷۹/۶)

''میں نے (تو ہر طرف سے منہ موڑ کر) اپنا رُخ صرف اسی ہستی کی طرف کرلیا ہے جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز ان میں سے نہیں جو اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں''۔

حجاج: ''اس کا چہرہ قبلے سے پھیر دو''۔

سعید بن جبیر نے یہ آیت پڑھی:

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ ۔

''جس طرف بھی تم رُخ کرو گے اسی طرح اللہ تمہارے سامنے ہے''۔

حجاج: ''اسے زمین پر ڈال دو''۔

سعید بن جبیر نے مسکراتے ہوئے یہ آیت پڑھی:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ○

''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا' اسی میں پھر لوٹائیں گے اور اسی سے تم سب کو دوبارہ نکال لیں گے''۔ (طٰہٰ: ۵۵/۲۰)

حجاج: ''ارے! تم تو اب بھی ہنس رہے ہو؟''

سعید: ''جو لوگ اللہ رب العزت کو اپنا دل دے دیتے ہیں' وہ تیغ وتفنگ سے کب ڈرتے ہیں''۔ سعید بن جبیر موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بدستور مسکراتے رہے جیسے کہہ رہے ہو

عشرتِ قتل گہِ اہلِ تمنا مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا!

پھر انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر کس قدر حلیم وبردبار ہے لیکن تو اللہ تعالیٰ پر کس قدر جرأت مند ہے''۔ حجاج: ''اسے ذبح کردو''۔

سعید: اَللّٰهُمَّ ! لَا تُسَلِّطْ هٰذَا الْمُجْرِمَ عَلٰى أَحَدٍ بَعْدِىْ ۔

''اے اللہ! میرے بعد اس مجرم کو کسی اور پر مسلط نہ کرنا''۔

ادھر یہ جملہ ادا ہوا ادھر سعید بن جبیر کو اس شقی القلب نے قتل کرادیا اور اللہ تعالیٰ نے سعید بن جبیر کی دعا کو معاشرفِ قبولیت سے نوازا۔

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند!

یعنی مکافاتِ عمل میں دیر نہیں لگی' جلد ہی حجاج بن یوسف کے بدن میں ایک زہریلی پھنسی نکلی اس کی اذیت اتنی شدید تھی کہ وہ درد کے مارے پورے ایک مہینے تک پاگل بیل کی طرح ڈکراتا رہا اور اس دوران وہ زندگی کے وظائف ہی بھول گیا۔ اسے کھانا پینا' سونا جاگنا اور اُٹھنا بیٹھنا دوبھر ہوگیا۔ دن کا چین اور رات کی نیند حرام ہوگئی۔ وہ تڑپ تڑپ کر بار بار کہتا تھا:

وَاللهِ! مَانِمْتُ لَيْلَةً اِلَّا وَرَأَيْتُ كَاَنِّىْ أَسْبَحُ فِىْ أَنْهَارٍ مِّنَ الدَّمِ ۔

''اللہ کی قسم! جس رات بھی میری آنکھ لگی' میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خون کی نہروں میں تیر رہا ہوں''۔

پھر حجاج رہ رہ کر یہی جملہ دہراتا رہا: مَالِىْ وَلِسَعِيْدٍ' مَالِىْ وَلِسَعِيْدٍ ۔

''نہ جانے میرا اور سعید کا کیا حشر ہونے والا ہے' نہ جانے میرا اور سعید کا کیا حشر ہونے والا ہے''۔ یہی جملہ کہتے کہتے وہ لقمۂ اجل بن گیا۔

(البدء والتاریخ: ۳۸/۶ والمنتظم فی تاریخ الملوک والامم: ۷/۷ وسیر اعلام النبلاء: ۳۳۰/۴)

Scanned with CamScanner

(۲)

شراب، شہد اور گھی بن گئی

بیان کرتے ہیں: شیخ عیسیٰ ہتان (ہائے ہوز کو زیر اور تائے فوقانی بلا تشدید کے ہے) ایک زانیہ عورت سے ملے اور اس سے فرمایا: ''آج رات میں تیرے پاس آؤں گا''۔

وہ یہ سن کر نہایت خوش ہوئی اور اپنا بناؤ سنگھار کیا۔ چنانچہ عشا کے بعد وہ بزرگ اس کے پاس آئے اور اس کے گھر میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر وہ نکل کر چلے اس فاحشہ نے کہا: ''میں دیکھتی ہوں کہ آپ یہاں سے باہر چلے جا رہے ہیں''۔

اس کے جواب میں شیخ نے اس سے فرمایا: ''اللہ کے فضل و کرم سے میرا مقصود حاصل ہو گیا''۔

اس فرمان نے اس پر ایسا اثر ڈالا کہ اس کو اکھیڑ دیا اور پریشان کر دیا۔ چنانچہ وہ شیخ کے پیچھے لگ گئی، ان کے ہاتھوں پر توبہ کی، اس کے بعد شیخ نے فقیروں میں سے ایک فقیر کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا اور فرمایا: ''حلوا کا ولیمہ کرو اور اس کے لیے سالن نہ خریدو''۔

چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پس یہ خبر اس امیر کو پہنچی جو اس عورت کا آشنا تھا۔ اس امیر نے مذاق کے طور پر دو شیشے (بوتلیں شراب کی) شیخ کے پاس بھیجے اور قاصد سے کہا: شیخ سے کہو کہ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کی اطلاع ہم کو پہنچی اور ہم خوش ہوئے اور یہ بوتلیں لو اور اس کا سالن بناؤ۔ شیخ نے قاصد سے فرمایا: ''ہمارے پاس آنے میں تو نے دیر کی''۔

اور ان دونوں شیشیوں میں سے ایک کو لیا اور اس کو ہلایا تو اس سے شہد بہا پھر دوسرا شیشہ لیا اس کو ہلایا تو اس سے گھی بہا۔ قاصد سے فرمایا: ''بیٹھو اور ہمارے ساتھ کھاؤ''۔

چنانچہ وہ بیٹھا اور ایسا سالن کھایا کہ اس نے ویسا سالن نہ دیکھا تھا پھر واپس ہو کر امیر کو

اس کی خبر کی اس کے بعد وہ امیر حاضر ہوا تا کہ اس کی صحت کو دیکھے جب اس نے اس میں سے کھایا تو تعجب کیا۔ اس نے شیخ سے معذرت کی اور ان کے ہاتھوں پر توبہ کی۔ شیخ کی برکت سے اس کی توبہ قبول ہوئی۔

(انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

(۳)

ترستے ہیں اس سجدے کو منبر ومحراب

قاضی امام ابویوسف وامام محمد (شاگردانِ ابوحنیفہ) کے ایک مایۂ ناز وقابلِ فخر شاگرد رشید معلیٰ بن منصور رازی بہت ہی صداقت شعار اور پرہیزگار بزرگ اور اعلیٰ درجہ کے نمازی تھے۔ نمازوں میں ان کے خضوع وخشوع اور توجہ الی اللہ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ عین نماز کی حالت میں ان کے سر پر بھڑوں کا چھتہ گر پڑا۔ غضب ناک بھڑوں نے ان کو ڈنک مارنا شروع کر دیا مگر یہ انتہائی استغراق کے عالم میں بدستور نماز میں مشغول رہے آخر اسی حالت میں نماز ختم کی جب یہ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ بھڑوں کے ڈنک سے ان کے تمام سر میں ورم آ گیا تھا۔ اصلی وطن رے تھا مگر یہ بغداد آئے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے اور ۲۱۱ ہجری میں بغداد ہی کے اندر وفات پا کر مدفون ہوئے۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... احمد بن اسحاق محدث کا بیان ہے کہ میں نے حافظ الحدیث محمد بن نصر مروزی فقیہ سے زیادہ اچھی نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ حالتِ نماز میں ان کی پیشانی پر ایک بھڑ بیٹھ گئی اور اس نے اس قدر ڈنک مارا کہ ان کی پیشانی پر خون بہہ نکلا مگر کیا مجال کہ ان کے خضوع وخشوع میں بال برابر بھی فرق پیدا ہو اس حالت میں بھی پورے سکون و اطمینان کے ساتھ نماز میں مشغول رہے اور ذرا بھی حرکت نہیں کی۔ ۲۹۴ھ میں وصال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب)

ان دونوں واقعات کو پڑھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور فرطِ حیرت سے سر دھننے کو جی چاہتا ہے کہ واللہ ان علماء سلف کی نمازوں میں استغراق اور حضوری کی کیفیت کا وہ عالم تھا کہ آج کل کے عبادت گزاروں کے لئے اس کا تصور بھی دشوار ہے۔ حقیقت تو یہ

ہے کہ نماز تو درحقیقت ان ہی بزرگوں کی نماز تھی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس ارشاد کے مطابق تھی:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ۔

''تم اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اپنے رب کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم کو اس حد تک حضور نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی دھیان رکھو کہ وہ رب تمہیں دیکھ رہا ہے''۔ (تہذیب التہذیب)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ واقعی وہی نماز سچ مچ نماز کہلانے کی مستحق ہے جس میں نمازی کی کمال خضوع وخشوع سے یہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ بھڑ کا ڈنک تو کیا چیز ہے تلوار کی مار کو بھی احساس نہ ہو؟ کسی شاعر نے اسی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے خوب فرمایا ہے:

نماز وہ ہے جو سینوں میں بجلیاں بھر دے
نہ وہ کہ صرف رکوع و قیام بن کے رہی

مگر آج کل ہماری نماز کہ ''سر سجدے میں دل دغابازی میں'' اس کے لیے تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے

وہ سجدہ تو سجدہ ہوا ہی نہیں
کہ سر جھک گیا دل جھکا ہی نہیں

خالقِ کائنات ہم پر اپنا فضل وکرم فرمائے اور ہماری پیشانیوں میں سجدوں کی ایسی لذت بخش دے کہ بوقتِ نماز ہمارے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں حضور مع اللہ کی تجلیوں سے ایسی بجلیاں پیدا ہو جائیں کہ ہمیں نماز کا سرور جاوداں حاصل ہو جائے اور بدن کی بوٹی بوٹی بلکہ بدن کا بال بال خدا کے جاہ وجلال کے نورانی تصور سے پُرنور بلکہ نور علیٰ نور ہو جائے ورنہ ہماری ان نمازوں کو دیکھ کر تو کسی حق گو شاعر نے جو کچھ کہا ہے وہ ایک ایسی حقیقت کا اظہار ہے جو آفتاب نصف النہار کی طرح عالم آشکار ہے

نہیں ہے جوشِ بلالی و حیدری تجھ میں
ستم ہے اپنی نمازوں پر گر تو ناز کرے

خود کو چھوڑ کے محو نمازیوں ہو جا
کہ خود نماز ہی تیری ادا پہ ناز کرے

☆......مشہور محدث منصور بن معتمر کوفی کی علمی عظمت کا یہ عالم ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل وعبدالرحمٰن بن مہدی وعلی مدینی وغیرہ حدیثوں کے جلیل القدر ائمہ نے یہ شہادت دی کہ اپنے دَور میں کوفہ کے سب سے ثقہ اور اعلیٰ محدث ''منصور بن معتمر'' ہیں۔ان کی نماز کے بارے میں حضرت سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ اگر تم منصور بن معتمر کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تو یہ سمجھتے کہ بس ابھی ان کا انتقال ہو جائے گا۔ داڑھی سینے سے لگی ہوئی انتہائی استغراق کے عالم میں رات بھر نماز میں مشغول رہتے چنانچہ منقول ہے کہ جب منصور بن معتمر کا انتقال ہو گیا تو ان کے پڑوسی کی ایک چھوٹی لڑکی نے اپنے باپ سے پوچھا:

''ابا جان! ہمارے پڑوسی کی چھت پر ایک ستون تھا وہ کب گر گیا؟''

بچی کے اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ منصور بن معتمر دن میں کبھی چھت پر نہیں چڑھتے تھے صرف رات کو چھت پر کھڑے ہو کر ساری رات نماز پڑھا کرتے تھے تو وہ بچی جو رات کو اپنی چھت پر سوتی تھی اور یہ سمجھتی تھی کہ یہ کوئی ستون ہے۔آپ رات بھر جاگتے تھے مگر اپنی شب بے داری کو چھپانے کے لیے صبح کو آنکھوں میں سرمہ لگا کر اور چہرے پر تیل کی مالش کر کے اس شان سے درس گاہ میں بیٹھا کرتے تھے کہ گویا پوری رات آرام سے سوتے رہے ہیں۔

نماز کے علاوہ آپ کی باکرامت عبادت کا ایک منظر یہ بھی ہے کہ آپ ساٹھ برس تک روزانہ ہمیشہ روزہ دار ہی رہے اور ہر رات تہجد گزاری اور گریہ وزاری میں گزار دی۔

(طبقات شعرانی)

وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ اُٹھتی تھی
ترستے ہیں اسی سجدے کو منبر و محراب

(۴)

چراغ ومسجد ومحراب ومنبر

شیخ الاسلام والمسلمین قمر الملۃ والدین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''ایک بار لاہور میں داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ عالیہ والی مسجد میں ہم بیٹھے تھے' ایک مشہور مناظر آریہ سامنے آ کر بیٹھ گیا اس نے بہت بڑی پگڑی باندھی ہوئی تھی۔لوگوں نے بتایا: یہ آریہ مذہب کا آدمی ہے' بڑے بڑے علماء کرام کے ساتھ بحث کرتا ہے اور بہت ہی تنگ کرتا ہے' کسی سے لاجواب نہیں ہوا۔میری طرف متوجہ ہو کر بولا کہ مسجدوں پر یہ شعر کیوں لکھا جاتا ہے؟

چراغ و مسجد و محراب و منبر
ابوبکر و عمر ' عثمان و حیدر

مجھے یہ تو یقین ہو گیا کہ اس شعر کا ترجمہ اور معنی تو یہ شخص جانتا ہے لیکن اس کا مقصد کوئی اعتراض کرنا ہے۔بہر صورت اسے بتایا: مختلف مسلک والوں نے اپنی اپنی مساجد بنائی ہوئی ہیں۔شیعہ' اہلِ حدیث وغیرہ کی مسجدوں سے امتیاز کے لیے اہلِ سنت مسلمان اپنی مساجد پر لکھ دیتے ہیں تا کہ اس شعر کے دیکھتے ہی نو وارد لوگوں کو معلوم ہو جائے یہ اہلِ سنت اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے غلاموں کی تعمیر شدہ ہے۔دوبارہ کہنے لگا: ''میرا دل تسلیم نہیں کرتا''۔اسے کہا گیا کہ تیرا دل تسلیم کرے یا نہ کرے جواب تو دے چکا ہوں لیکن بار بار تکرار واصرار کرتے ہوئے کہنے لگا:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اظہارِ شان تو بجائے خود ہے' جبکہ اس شعر سے ان کی تنقیص شان ہے کیونکہ جو تعریف صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف منسوب ہے درحقیقت وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہیے تھی''۔

(آریہ کو بتایا گیا کہ) یہ شعر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں لکھے ہوئے قصیدہ سے لیا گیا، جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کا اظہار مفصل ہے۔ مذکورہ شعر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعریف میں ذکر کیا گیا ہے۔ مصنف نے تو مکمل طور پر علی حسب مراتب کتاب لکھی ہے اور صرف اس شعر کا مساجد پر لکھنے کا مقصد امتیازی صورت کے لیے حسبِ ضرورت ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ منکرینِ صحابہ کی یہ مسجد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو انکار وہ نہیں کرتے ان کی مساجد بھی ہوتی ہیں۔ کہنے لگا: ''میری تسلی نہیں ہوئی''۔

آپ نے فرمایا اس وقت میں نے دیکھا ایک نورانی شعاع داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ انور سے نکلی اور سیدھی میرے قلب پر آئی۔ فوراً مسکت جواب میرے دل میں آیا۔ نہایت کشادہ قلبی اور وضاحت کے ساتھ اسے بتانا شروع کر دیا کہ دیکھ قبائل عرب کی حالت محبوبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے پہلے کس قدر ابتر ہو چکی تھی۔ ظلمت وضلالت کی انتہا تک نہ رہی تھی، ضد وہٹ دھرمی، کبر وبغض وعداوت جیسی امراض میں پھنسے ہوئے تھے۔ معمولی معمولی باتوں پر بیسیوں سال ان کی آپس میں جنگیں رہتی تھیں بلکہ قبائل کے قبائل نسل درنسل ایک دوسرے کے ختم کرنے کے درپے رہتے تھے۔ ہر قسم کی رذالت والے کمینہ پن لوگ تہذیب واخلاق سے دُور اور تمدن سے بعید ترین قومیں اس خطہ میں آباد تھیں۔ ان قبائل میں سے بعض کو محبوبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس نے چراغ جیسا روشن ورہنما بنا دیا۔ کسی کو مسجد جیسی شان بخشی کسی کو محراب ومنبر کا مالک بنا دیا جو آنے والی نسلوں کے پیشوا ومقتداء ہوئے یہ شان اسی رسالت مآب محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی نہیں تو اور کس کی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ آریہ مذہب والا اپنی پشت کے بل گرا اس کی پگڑی بھی گر گئی۔ اپنے آپ کو سنبھال کر اُٹھا اور کہنے لگا:

''یہ جواب آج مجھے نصیب ہوا ہے۔ پہلے کسی نے نہیں دیا نہ ہی کسی سے میں نے سنا۔ واقعی اس شعر میں درحقیقت ''محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعریف ہے''۔ (انوا[illegible] یہ ملفوظات حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ)

(۵)

استقامت علی الحق کا انعام

حضرت سیدنا ابراہیم بن حسین بن دیزیل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جن دنوں خلقِ قرآن کا مسئلہ زوروں پر تھا، علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو سخت اذیتوں کا سامنا تھا، ظالم خلیفہ ہر اس شخص کو سخت سزا دے رہا تھا جو خلقِ قرآن کے عقیدے میں اس کا مخالف تھا۔ حضرت سیدنا عفان علیہ الرحمۃ کو بھی شاہی دربار میں بلایا گیا، وہ خچر پر سوار ہوئے، میں نے خچر کی لگام تھامی اور ہم دونوں شاہی دربار پہنچے بھرے دربار میں جب ان سے پوچھا گیا:

''کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ کلام اللہ مخلوق ہے؟''

انہوں نے جواب دینے سے انکار کر دیا اور خاموش رہے انہیں بار بار مجبور کیا گیا کہ کلام اللہ کو مخلوق کہو لیکن انہوں نے یہ غلط بات تسلیم نہ کی اور اس عقیدے پر ڈٹے رہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اس کی صفت ہے نہ کہ مخلوق۔ ان سے کہا گیا:

''اگر تم نے قرآن پاک کو مخلوق نہ مانا تو ایک ہزار درہم جو ہر ماہ تمہیں بطورِ وظیفہ دیے جاتے ہیں وہ بند کر دیے جائیں گے''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی:

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۔ (پ۲۶ الذریت:۲۲)

''اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے''۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لائے تو گھر کے تمام افراد جو کم وبیش چالیس تھے، سب نے آپ سے دُوری اختیار کر لی۔ آپ اکیلے رہ گئے پھر دروازہ کھٹکھٹا کر ایک اجنبی شخص اندر آیا جو گھی فروش لگ رہا تھا اس کے پاس ہزار درہم کی ایک تھیلی تھی اس نے وہ تھیلی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھی اور کہا: اے ابوعثمان! جس طرح آپ نے دین کو قائم

رکھا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی قائم رکھے' یہ ہزار درہم آپ کی بارگاہ میں تحفتہً پیش کر رہا ہوں' قبول فرمالیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ہر ماہ آپ کی خدمت میں ہزار درہم پیش کیا کروں گا''۔یہ کہہ کر وہ شخص وہاں سے چلا گیا۔

(عیون الحکایات)

(۶)

آدابِ فرزندی کا شاندار مظاہرہ

عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ مہاجر خواتین میں سے تھیں' یہ بہت ہی خوب صورت اور ذہین وفطین تھیں' ان کی شادی عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔وہ غزوۂ طائف میں شہید ہو گئے تو انہوں نے قسم کھالی کہ اب شادی نہیں کریں گی مگر کفارہ ادا کرنے کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی۔ایک قول یہ بھی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ان کے بھائی زید بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی تھی جب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو کچھ دنوں کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عاتکہ رضی اللہ عنہ کو شادی کا پیغام بھیجا مگر انہوں نے یہ کہہ کر شادی سے معذرت کر لی: اِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکَ اَنْ تُقْتَلَ ۔ ''مجھے خوف ہے مبادا آپ بھی قتل کر دیئے جائیں (جیسا کہ میرے سارے ہی سابقہ شوہر قتل کر دیئے گئے)''

چنانچہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بعد انہوں نے شادی نہیں کی۔ان کی وفات امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں ہوئی۔

(اسد الغابۃ: ۷/۰۸۷' والاستیعاب: ۳۴۲/۱۷' والاصابۃ: ۴۵۲/۱۱' والبدایۃ والنہایۃ: ۱۵۲/۱۱)

بہر حال عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید بن عمرو بن نفیل کی صاحب زادی عاتکہ سے شادی کی۔وہ نہایت حسین وجمیل خاتون تھیں۔عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی خوش شکل تھے اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک میں منفرد تھے جب انہوں نے اپنی بیوی عاتکہ

Scanned with CamScanner

رضی اللہ عنہا کے ساتھ ازدواجی زندگی کا آغاز کیا تو وہ حسن و جمال کی اس پیکر پر ایسے شیدا ہوئے کہ اہلیہ سے ان کی والہانہ محبت نقطۂ عروج پر جا پہنچی۔ وہ ہر وقت اپنے حریمِ اُلفت ہی میں رہنے لگے اور ان کی اہلیہ محترمہ ان کے دل و دماغ پر حکمرانی کرنے لگیں۔ محبت بڑا عظیم اور قابلِ قدر جذبہ ہے مگر رب جمیل کی محبت کے علاوہ کسی اور کی محبت حدِ اعتدال سے بڑھ جائے تو یہ جذبہ مضر ثابت ہوتا ہے۔ یہی حالت حضرت عبداللہ بن ابوبکر کو بھی پیش آئی۔ وہ اہلیہ کی محبت و فدویت میں اس قدر بے خود ہو گئے کہ بعض معاملاتِ دینیہ میں بھی کوتاہی ہونے لگی اور جہادی مہم میں بھی سستی آ گئی۔ یہ بات سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر شاق گزری۔

چنانچہ ایک موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یَابُنَیَّ! اِنَّ هٰذِهِ الْمَرْاَةَ قَدْ اَذْهَلَتْ رَاْيَكَ وَغَلَبَتْ عَلٰى عَقْلِكَ فَطَلِّقْهَا ۔

''جانِ پدر! اس خاتون نے تمہیں حواس باختہ کر دیا ہے اور تمہارے عقل و شعور پر چھا گئی ہے اس لیے (میری رائے یہ ہے کہ) اسے طلاق دے دو''۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: لَسْتُ اَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ ۔

''پدرِ عالی قدر! یہ میرے بس کا روگ نہیں ہے''۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے تیری طلاق کی قسم کھالی ہے''۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا دل اہلیہ کی محبت سے سرشار تھا مگر یہی دل تھا جس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے آدابِ فرزندی کا سبق بھی سیکھا تھا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے والدگرامی کے حکم پر اپنی گردن بے دریغ زیرِ تیغ رکھ دی تھی اور باپ کے کہنے پہ اپنی چوکھٹ بھی تبدیل کی یعنی اپنی بیوی کو طلاق دے کر جسم و جان کی آزمائش میں پورے اُترے تھے لیکن حضرت عبداللہ کو جس آزمائش کا سامنا کرنا پڑا' وہ جسم و جان کی نہیں' نہایت نازک جذبات کی آزمائش تھی۔ ایک طرف اہلیہ کی لازوال اُلفت اور دوسری طرف والد ماجد کا حکم! حضرت عبداللہ اس آزمائش کے پلِ صراط سے آناً فاناً گزر گئے۔ انہوں نے اپنے جذبات کی شہ رگ پر چھری پھیری' والدگرامی کے حکم کی تعمیل کی اور اہلیہ کو بلا تامل طلاق دے دی۔ انہوں نے طلاق تو دے دی مگر وہ اپنے ٹوٹے ہوئے دل کو

اہلیہ کی محبت سے خالی نہ کر سکے۔ وہ بدستور ان کے حجرۂ دل میں مقیم رہیں۔ یہ صورتِ حال ان پر اتنی شدت سے اثر انداز ہوئی کہ وہ جزع فزع کرنے لگے' کسی چیز کا ہوش نہ رہا' کھانا پینا بھی ترک کر دیا۔

یہ حالت دیکھ کر لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکوہ کیا کہ آپ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو برباد کر دیا اس فیصلے پر نظرثانی فرمائیں اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گزر عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا تو انہوں نے یہ دردناک اشعار سنے جو عبداللہ رضی اللہ عنہ ہر طرف سے بے خبر ہو کر اہلیہ کے فراق میں گنگنا رہے تھے

أَعَاتِكَ! لَا أَنْسَاكِ مَا ذَرَّ شَارِقٌ
وَمَا نَاحَ قُمْرِيُّ الْحَمَامِ الْمُطَوَّقُ

''اے عاتکہ! جب تک سورج کرن افشانیاں کرتا رہے گا اور جب تک گلے میں ہالہ پہنے ہوئے قمری کبوتر نوحہ خواں رہے گا' میں تجھے بھلا نہ سکوں گا''۔

فَلَمْ أَرَ مِثْلِيْ طَلَّقَ الْيَوْمَ مِثْلَهَا
وَلَا مِثْلُهَا فِيْ غَيْرِ جُرْمٍ تُطَلَّقُ

''اس دَور میں کوئی میرا ثانی نہیں جس نے ایسی مثالی خاتون کو طلاق دے دی ہو نہ اس جیسی کسی عورت کو یوں بلا جرم طلاق دی جاتی ہے''۔

لَهَا خُلُقٌ جَزْلٌ' وَرَأْيٌ وَمَنْصِبٌ
وَخَلْقٌ سَوِيٌّ فِي الْحَيَاءِ وَمَصْدَقُ

''عمدہ اخلاق' بصیرت پر مبنی رائے' بلند رُتبہ' حیا سے مزین دل کش خدوخال' عمدہ قد و قامت اور سچائی پر مبنی گفتگو اس خاتون کے نمایاں اوصاف تھے''۔

چنانچہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حالتِ زار پر رحم کھاتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں عاتکہ رضی اللہ عنہ سے رجوع کرنے کا حکم دے دیا اور انہوں نے رجوع کر لیا۔

(سنہرے حروف بحوالہ کتب تاریخ)

Scanned with CamScanner

(۷)

وزیر کی ماں اور کھوٹے درہم

محمد بن عبدالرحمٰن ہاشمی کہتے ہیں: ''عیدالاضحیٰ کے دن میں اپنی ماں کی خدمت میں آیا' میں نے ان کے پاس ایک ایسی عورت دیکھی جس کے کپڑے بہت ہی میلے تھے۔ میری والدہ نے مجھ سے فرمایا: ''کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟'' میں نے کہا: ''نہیں!''

پس انہوں نے کہا: ''یہ جعفر برمکی کی ماں عتابہ ہیں (جعفر برمکی ہارون رشید کا وزیر تھا اور خاندان برامکہ کی فیاضی آج تک مشہور ہے)''

میں نے ان کو سلام کیا اور کہا: ''اپنے حالات کچھ مجھ سے بیان کیجئے''۔

انہوں نے کہا: ''میں مجملاً ایک ایسی بات تم سے کہتی ہوں جسے سن کر تمہیں عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ وہ یہ کہ ایک دن عید کا ایسا بھی تھا جب کہ میرے سر پر چار سو لونڈیاں کھڑی تھیں اور باایں ہمہ میں اپنے لڑکے جعفر برمکی کو نافرمان خیال کرتی تھی۔ آج میں تمہارے پاس آئی ہوں اور تم سے بکریوں کی دو کھالیں مانگتی ہوں تا کہ ان میں سے ایک کا استر کروں اور دوسری کا ابرہ بناؤں''۔ یعنی اپنا لباس بنالوں۔

میں نے ان کو پانچ سو درہم دیئے اور عرض کیا: ''وہ ہمارے پاس اس وقت تک آتی جاتی رہیں جب تک کہ موت ہمارے درمیان تفرقہ نہ ڈالے''۔

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر رحم کرے۔ (نوادر القلیوبی)

☆..... بیان کرتے ہیں: مجاہدین میں سے ایک غازی نے اپنے گھوڑے پر سوار کر ایک بے دین پر حملہ کیا تا کہ اس کو قتل کرے اس کے گھوڑے نے کام میں کوتاہی کی اور اس پر بے دین نے حملہ کیا اور قریب تھا کہ وہ بے دین اس کو مار ڈالے کہ اس بے دین کے گھوڑے

نے بھی اسی طرح اس میں کوتاہی کی اس کے بعد غازی نے اس بے دین پر دوسری اور تیسری مرتبہ حملہ کیا اور اس کے گھوڑے نے کام میں کمی کی وہ غازی رنجیدہ ہو کر واپس آیا کیونکہ کافر بے دین کا قتل اس سے فوت ہو گیا اور اس کو اپنے گھوڑے سے ایسی بات واقع ہوئی جو اس سے پہلے کبھی نہیں واقع ہوئی تھی اس کے بعد وہ غازی اپنے خیمہ کی چوبوں پر سویا اس کا گھوڑا اس کے سامنے کھڑا تھا اس نے یہ دیکھا کہ گویا اس کا گھوڑا اس سے کلام کرتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ کیا تم مجھے میرے قصور پر ملامت کرتے ہو حالانکہ تم نے کل میرے دانہ اور گھاس میں کھوٹا درہم خرچ کیا تھا''۔

چنانچہ وہ اپنے خواب سے بے دار ہوا۔ گھاس بیچنے والے کے پاس گیا اور اس سے کھوٹا درہم لے کر اچھے درہم سے بدلا اس کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر اس بے دین کی طرف گیا اور اس کو مار ڈالا۔ (ایضاً)

(۸)

اسی مقام سے آدم ہے ''ظلِ سبحانی''

مشہور صاحبِ علم وعمل بزرگ حضرت سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ سنن ابی داؤد کے مصنف امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے آئے۔ امام موصوف نے بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ حضرت سہل کو اپنی مسند پر بٹھایا جب وہ اطمینان سے بیٹھ گئے تو امام ابوداؤد نے فرمایا: میں ایک درخواست لے کر آیا ہوں مگر جب تک آپ یہ وعدہ نہ فرمائیں گے کہ حتی الامکان میری درخواست ضرور شرفِ قبولیت سے باریاب ہوگی اس وقت تک میں اپنی عرضی نہیں پیش کروں گا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جب منظوری دے دی تو حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی لجاجت کے ساتھ یہ عرض کیا کہ آپ اپنی زبان جس سے میرے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان فرماتے ہیں' باہر نکالیے تاکہ میں اس کو چوم لوں۔ چنانچہ امام ابوداؤد نے اپنی زبان نکالی اور حضرت سہل نے نہایت گرم جوشی کے ساتھ امام ابوداؤد کی زبان کو چوم لیا۔ (ابن خلکان: ج ۱ ص ۲۱۴)

☆......ایک مرتبہ بادشاہ دہلی حضرت مولانا فخر الدین چشتی کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے دستور کے مطابق اس کی تعظیم فرمائی اس کے بعد ادنیٰ اعلیٰ جو بھی آتا آپ سب کی تعظیم فرماتے رہے پھر بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر حضرت خواجہ مظہر مرزا جانِ جاناں نقشبندی کی خانقاہ میں پہنچا تو آپ نے اس کی بالکل کوئی تعظیم نہیں فرمائی پھر بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس کی

تعظیم فرمائی لیکن بادشاہ کے بعد جب اس کا وزیر آیا تو آپ نے ذرا بھی اس کی تعظیم نہیں فرمائی پھر جب شاہی چوب دار آیا تو آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ بادشاہ نے حیران ہو کر ہر جگہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا اور اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا: حضرت مولانا فخر الدین چشتی چونکہ توحید وجودی کے مقام میں ہیں اس لیے ہر ادنیٰ واعلیٰ میں انہیں یارِ حقیقی کا جلوہ نظر آتا ہے لہٰذا وہ سب کی تعظیم کرتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب چونکہ توحید شہودی کی منزل پر فائز ہیں لہٰذا وہ عظمتِ الٰہی میں مستغرق ہونے کے سبب سے کسی کی بھی تعظیم روا نہیں رکھتے اور فقیر چونکہ پابند شرع عالم ہے اور آپ اولوالامر میں سے ہیں لہٰذا میں نے آپ کی تعظیم کی اور آپ کا وزیر چونکہ رافضی ہے اس لیے یہ میرے نزدیک بالکل ہی لائقِ تعظیم نہیں اور آپ کا چوب دار حافظِ قرآن ہے اس لیے میں نے اس کی تعظیم کی۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۹۲)

مذکورہ بالا واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علماء کرام کو اپنے معاصرین علماء کا اعزاز و اکرام کرنا یہی سلف صالحین کا مبارک طریقہ ہے۔ کوئی بدمذہب اگرچہ وہ کتنے ہی بڑے عہدہ پر فائز ہو' علماء حق کے نزدیک ہرگز ہرگز وہ لائقِ تعظیم نہیں ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کو ان کی وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو آپ نے فرمایا: ارحم الراحمین نے میری صرف ایک بات پر عتاب فرمایا اور تیس برس تک مجھ کو کھڑا رکھا اور وہ بات یہ تھی کہ میں نے ایک مرتبہ ایک بدمذہب بدعتی کو محبت و پیار کی نظر سے دیکھ لیا تھا تو میرے رب نے اس وجہ سے مجھ پر عتاب فرمایا کہ تم نے میرے دشمن کو محبت و پیار کی نظر سے کیوں دیکھا اور میرے دشمنوں سے دشمنی کیوں نہیں رکھی؟

(روح البیان: ج ۳ ص ۱۲۶)۔

اسی طرح سے مروی ہے کہ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام بھیجا تو آپ نے قاصد سے فرمایا: ''تم لوٹ کر اس سے میرا سلام مت کہنا کیونکہ وہ بدمذہب ہو گیا ہے''۔

الغرض کوئی بھی بدمذہب یا کوئی بھی کافر اگرچہ کتنے ہی بڑے عہدہ پر پہنچا ہوا ہو ہرگز

Scanned with CamScanner

ہرگز جائز نہیں ہے کہ اہلِ ایمان اس کی تعظیم کریں اور علماء حق کو تو اس سے بے حد اجتناب و پرہیز کرنا لازم ہے۔

دیکھ لیجیے! حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بادشاہ کے سامنے اس کے وزیر اعظم کی کوئی تعظیم نہیں فرمائی اور بادشاہ کے منہ پر کہہ دیا کہ چونکہ یہ رافضی ہے لہٰذا لائق تعظیم نہیں ہے۔ آج کل پابند شرع عالموں پر جو سیاسی صلح کلی حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے تنگ نظر ہیں نہ لیڈروں کی تعظیم کرتے ہیں نہ منسٹروں کی۔ ان کے لیے سلف صالحین کا یہ طرزِ عمل تازیانۂ عبرت ہے۔ کاش! خداوند کریم انہیں ہدایت دے اور ان کی ایمانی خودی اور عالمانہ خودداری میں بے داری پیدا ہو جائے اور وہ اس حقیقت کا مشاہدہ کرنے لگیں

خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی
یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار
اسی مقام سے آدم ہے "ظلِ سبحانی"

دوستی ہو تو ایسی ہو:

مشہور امام تاریخ علامہ واقدی فرماتے ہیں:

"ہم تین گہرے دوست تھے' ایک میں' دوسرا ہاشمی اور تیسرا نبطی۔ میں ایک مرتبہ عید کے موقع پر انتہائی تنگ دستی میں مبتلا ہو گیا۔ گھر والی نے بچوں کے کپڑے اور عید منانے کا سخت تقاضہ کیا۔ میں نے مجبور ہو کر اپنے دوست ہاشمی کو امداد کے لیے خط لکھا اس نے فوراً ایک ہزار دینار کی تھیلی میرے پاس بھیج دی لیکن جیسے ہی یہ تھیلی مجھے ملی فوراً میرے دوست نبطی کا خط ملا کہ میں ان دنوں افلاس کا شکار ہو گیا ہوں' میری مدد کرو۔ میں نے فوراً وہ تھیلی اپنے دوست نبطی کے یہاں بھیج دی۔

پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرا دوست ہاشمی وہی تھیلی لیے میرے پاس آیا اور پوچھا: کیا معاملہ ہے کہ یہ تھیلی جو میں نے تمہارے پاس بھیجی تھی' وہ نبطی کے پاس کیسے پہنچ گئی؟

میں نے کہا' دوست کیا عرض کروں جیسے ہی تمہارے تھیلی میرے یہاں آئی' نبطی دوست کا خط آیا کہ میں انتہائی فاقہ مستی میں ہوں تو میری غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ یہ تھیلی موجود ہوتے ہوئے ایسے وقت میں اپنے دوست کی مدد نہ کروں اس لیے یہ تھیلی میں نے اس کے پاس بھجوا دی۔ یہ سن کر ہاشمی کہنے لگا کہ میرے پیارے دوست میں کیا بتاؤں؟ جب تمہارا خط آیا تو میرے پاس بس یہی ایک تھیلی رہ گئی تھی۔ میں نے تمہارے پاس بھیج دی چونکہ پھر میں بالکل تہی دست ہو گیا۔ میں نے نبطی دوست کے پاس امداد کے لیے قاصد بھیجا تو اس نے یہ تھیلی میرے پاس بھیج دی۔

اس طرح یہ تھیلی تمہارے اور نبطی کے پاس سے ہوتی ہوئی پھر سے میرے ہی پاس بھیج دی گئی۔ اچھا اب یہ بہتر ہے کہ اس میں سے ایک سو دینار تم اپنی بیوی کو عید کے اخراجات کے لیے دے دو' باقی نو سو دینار ہم تینوں دوست تقسیم کر لیں"۔

چنانچہ تینوں دوستوں نے تین تین سو دینار بانٹ لیے۔

علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ اچانک ہم تینوں دوستوں کی خبر خلیفہ بغداد کو پہنچ گئی تو اس نے مجھے دربار میں طلب کیا اور خزانہ شاہی سے سات ہزار دینار یہ کہہ کر دیئے کہ ایک ہزار دینار تم اپنی بیوی کو خرچ کے لیے دے دو اور دو دو ہزار دینار تم تینوں دوست لے لو۔

(ثمرات الاوراق: ج ا' ص ۲۳۲)

Scanned with CamScanner

(۹)

اسمِ محمد ﷺ التزام ولزوم کفر اور مسئلہ تعظیم

مؤلف انوارِ قمریہ حضرت مولانا قاری غلام احمد سیالوی مفتی دارالافتاء آستانہ عالیہ سیال شریف لکھتے ہیں: ''۱۴ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ بشب جمعۃ المبارک بعد نمازِ عشا بنگلہ شریف میں حاضری نصیب ہوئی۔ طلباء نے صلوٰۃ وسلام میں اسمِ گرامی کے حروفِ تہجی کو توڑ کر یوں پڑھا۔

اسلام اے میم' ح اور میم دال　　　السلام اے بے نظیر و بے مثال

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ سنتے رہے' میں نے عرض کی: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کو توڑ کر پڑھنا گستاخی نہیں؟ فرمایا: اس طرح پڑھنے میں گستاخی نہیں ہے؟ مزید فرمایا: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کا ہر حرف بے شمار برکات کا حامل ہے۔ صاحبِ ذوق لوگ اس طرح محبت کے انداز میں پڑھتے ہیں جس طرح کسی شاعر نے لکھا ہے

مُحَمَّدٌ مِیْمُهٗ مَوْتٌ لِکُفْرٍ
حَیَاةُ الْقَلْبِ لِلْمُؤْمِنِ بِحَاهُ
وَمِیْمُ ثَانِیْ مَوْجُ الْمَرَاهِبِ
وَدَالٌ خَیْرُ دَالٍ لَا اشْتِبَاهُ
شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ مَلَاذُ اُمَّةٍ
وَمَنْ یَکْفُرْ بِهٖ تَبَّتْ یَدَاهُ

''محمد کا (پہلا) میم کفر کے لیے موت ہے اور اس کی حا مومن کے دل کے لیے

حیات ہے اور دوسرا میم آپ کی بخشائش کی موج ہے اور دال خیر کی دلالت کرنے والا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں گناہ گاروں کی شفاعت فرمانے والے اور اُمت کی جائے پناہ ہیں اور جو آپ کی ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں''۔

☆......مزید فرمایا:

۱) محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر کا منکر

۲) سابِ شیخین رضی اللہ عنہما (ابوبکر وعمر کو گالی بکنے والا) مرتد ہیں۔

شرح عقائد کی عبارت: مَنِ اسْتَحَلَّ حَرَامًا قَدْ عُلِمَ فِیْ دِیْنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کَنِکَاحِ ذَوِی الْاَرْحَامِ کَالْبِنْتِ وَالْاُمِّ وَالْاُخْتِ اَوْ شُرْبِ الْخَمْرِ اَوْ اَکْلِ مَیْتَةٍ اَوْ دَمًا اَوْ لَحْمِ خِنْزِیْرٍ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَةٍ فَکَافِرٌ۔

اس کا مطلب راقم الحروف نے جناب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ایک ہوتا ہے التزام کفر اور دوسرا لزوم کفر اس عبارت سے التزام کفر مراد ہے نہ کہ لزوم کفر لہٰذا محصنہ منکوحہ عورت دیدہ دانستہ دوسری جگہ نکاح کرلے تو تعزیراً کافرہ ہوگی اور یہ لزوم کفر ہے۔ گناہِ کبیرہ کی مرتکبہ ہوگی اس دوسرے نکاح سے پہلا نکاح نہیں ٹوٹے گا البتہ اگر یہ عقیدہ رکھے کہ پہلے نکاح کے باوجود دوسرا نکاح جائز ہوتا ہے تو التزام کفر ہوگا۔ نیز پہلی صورت خواہشات نفسانی کے ماتحت اختیار کرتی ہے نہ کہ دوسری اسی طرح سیّدنا وسندنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا گستاخ اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا منکر دونوں شخص عقیدہ کے لحاظ سے اس کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہ التزام کفر ہے جس سے نکاح نہیں رہتا لہٰذا جس فعل کا تعلق عقیدہ سے ہو اور اہل سنت کے خلاف ہو تو مرتد قطعی ہے۔ العیاذ باللہ اس کا قتل واجب ہے اور اگر خواہشاتِ نفسانی کے درپے ہو کر غیر شرع عمل کرے گا تو لزوم کفر ہوگا اسے توبہ لازم ہے۔

☆......آپ نے فرمایا:'' کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث پاک سے ثابت

Scanned with CamScanner

ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے درود پاک پہنچاتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود سماع نہیں فرماتے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے تو پھر فرشتوں کے پہنچانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث پاک ہی سے ثابت ہے کہ انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صبح شام فرشتے لے جاتے ہیں اور ذاتِ باری تعالیٰ تو سمیع بصیر ہے اس ذاتِ اقدس کو فرشتوں کے واسطے کی کیا ضرورت ہے؟ خود سنتا ہے، دیکھتا ہے اس کے باوجود فرشتوں کا حاضر ہو کر عرض کرنا کہ خدایا فلاں بن فلاں نے آج یہ اعمال کیے اس کی بھی ضرورت نہیں ہونا چاہیے"۔

علاوہ ازیں مجالسِ ذکر میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں پھر بارگاہِ رب العزت میں پیش ہو کر ذکر کرنے والوں کے حالات اور ان کی عبادات پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام کی عبادات وذکر وغیرہ دیکھتا، سنتا، جانتا ہے، فرشتوں کے مقرر فرمانے کی کیا ضرورت ہے؟

ازاں بعد فرمایا: دراصل یہ تمام فرشتوں کی عبادات ہیں جو مختلف طور پر ان کے ذمہ ہیں۔ اعمال نامے لکھنے والوں کی عبادات اعمال ناموں کا لکھنا مجالسِ ذکر میں حاضر ہو کر بارگاہِ رب العزت میں پیش ہونا انسانوں کی عبادات وحالات کا پہنچانا ان کی عبادت ہے اسی طرح بارگاہِ رسالت میں درود پاک پہنچانا ان کی عبادت ہے جو مشاغل فرشتوں کے ذمہ ہیں، ان کو بجالانا ان کی عبادات ہیں محبوبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں فرشتوں کا حاضر ہوتے رہنا شانِ محبوبیت کا اظہار ہے۔ فرمایا بعض لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسمِ گرامی لکھ کر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنے کی بجائے صلعم لکھ دیتے ہیں، یہ سراسر جہالت اور ثواب سے محرومی ہے اسی طرح رب تبارک وتعالیٰ کا اسمِ ذات لکھ کر اس پر (جل یا ج) لکھ دیتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے بلکہ مکمل طور پر جل جلالہ لکھنا چاہیے۔ یہ باعثِ برکت وذریعۂ ثواب و نجات ہے۔ (ص ۱۰۶ تا ۱۰۸)

(۱۰)

یہ پہلا سبق ہے کتابِ ہدیٰ کا

ابوالعباس ولید بن مسلم سے منقول ہے کہ کسی خلیفہ نے لوگوں کو اس طرح نصیحت کی:

"اے اللہ تعالیٰ کے بندو! بقدرِ استطاعت (جتنا تم سے ہو سکے) اللہ تعالیٰ سے ڈرو! ان لوگوں کی طرح ہو جاؤ جو سستی وغفلت کا شکار تھے پھر بیدار ہو گئے اور انہوں نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی کہ یہ دنیا ہمارا دائمی ٹھکانہ نہیں۔ ہمیں اس سے پلٹ جانا ہے اس لیے انہوں نے آخرت کی تیاری شروع کر دی۔ اے بندگانِ خدا! موت کے لیے تیار ہو جاؤ، بے شک وہ تم پر چھائی ہوئی ہے، زادِ راہ تیار رکھو، کجاوے کس لو، بے شک تمہیں کوچ کا حکم مل چکا ہے۔ بے شک منزل لحہ بہ لحہ قریب ہوتی جا رہی ہے۔ ہر ہر منٹ طویل مدت میں کمی کر رہا ہے، زندگی کی مدت کم ہوتی جا رہی ہے، زندگی کے قلعہ کو وقت کی ضربیں کمزور کر رہی ہیں، جانے والے جا رہے ہیں، نئے لوگ آ رہے ہیں۔ بے شک دن اور رات بڑی تیزی سے واپسی کے لیے پر تول رہے ہیں جو پیش قدمی کا مظاہرہ کرے گا، وہ زندگی کی دوڑ میں کامیاب ہو جائے گا اور جو زندگی کے دنوں کو گننے میں لگا رہا اور بیٹھے بیٹھے سوچتا رہا وہ یقیناً ناکام ہو جائے گا۔

سمجھدار انسان اپنے رب سے ڈرتا، اپنے آپ کو نصیحت کرتا اور اپنی توبہ پر ثابت قدم رہتا ہے۔ اپنی خواہشات کے دھارے میں نہیں بہتا بلکہ ان پر غالب رہتا ہے۔ بے شک انسان کی موت اس سے پوشیدہ ہے، لمبی لمبی امیدیں اسے دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں۔ شیطان ہر دم انسان کے ساتھ رہتا ہے، اسے توبہ کی امید دلا کر معصیت میں مبتلا کر دیتا ہے پھر اسے توبہ بھی نہیں کرنے دیتا اور اس طرح ٹال مٹول کرواتا رہتا ہے کہ کل توبہ کر لینا فلاں

Scanned with CamScanner

وقت کر لینا اس طرح کی کھوکھلی امیدوں میں اسے جکڑے رکھتا ہے' گناہ کو آراستہ کر کے پیش کرتا ہے تاکہ انسان گناہوں پر دلیر ہو جائے حالانکہ موت اس پر اچانک چھا جائے گی پھر سوائے حسرت کے کچھ نہ ہوگا۔ انسان کو موت کی طرف سے بے خبری نے غافل کر رکھا ہے۔

اے لوگو! تمہارے اور جنت یا دوزخ کے درمیان صرف موت کی دیوار آڑ ہے جیسے ہی یہ دیوار گری غافل انسان کفِ افسوس ملتا رہ جائے گا پھر تمنا کرے گا کہ کاش! کچھ وقت مہلت مل جائے لیکن پھر یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی اب انسان سمجھ جائے گا کہ وقت کے ضیاع نے اسے ناکامی کی طرف دھکیل دیا۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنائے جو دنیوی نعمتوں کے بل بوتے پر اکڑ جاتے اور مغرور سرکش ہو جاتے ہیں بلکہ ان لوگوں میں سے بنائے جو نعمتوں پر مغرور نہیں ہوتے' اپنے پاک پروردگار کی نافرمانی نہیں کرتے جنہیں موت کے بعد حسرت و افسوس نہیں ہوتا۔ اے ہمارے خالق! ہماری دعاؤں کو قبول فرما' بے شک تو دعاؤں کو قبول فرمانے والا' بہت مہربان ہے! اے ہمارے رب! ہماری خالی جھولیاں گوہرِ مراد سے بھر دے''۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

☆......حضرت سیّدنا احمد بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''مجھے حضرت ابو صالح عبداللہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا: ابو محفوظ حضرت سیّدنا معروف کرخی علیہ الرحمۃ کو بچپن سے ہی اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں چُن لیا گیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والدین نصرانی تھے اس لیے انہوں نے آپ کو اور آپ کے بھائی عیسیٰ کو ایک نصرانی عالم کے پاس بھیجنا شروع کر دیا۔ وہ نصرانی معلم بچوں کو شرک کی تعلیم دیتا اور کہتا: ''خدا صرف ایک نہیں بلکہ تین ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ)''

جب معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو پکار کر کہا:

''خدا صرف ایک ہے باقی سب اس کی مخلوق ہیں اس کا کوئی شریک نہیں''۔

معلم نے یہ بات سن کر آپ کو بہت مارا۔ دوسرے دن پھر اس نے شرک کی تعلیم دی

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر علی الاعلان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا۔ نصرانی معلم کو بہت غصہ آیا اور بڑی بے دردی سے آپ کو مارنے لگا آپ مار کھاتے رہے لیکن کفریہ کلمات نہ کہے بلکہ آپ کی زبان پر احدٌ احد کا ورد جاری رہا پھر آپ وہاں سے بھاگ گئے۔

آپ کی والدہ جو ابھی ایمان نہ لائی تھی' آپ کی محبت میں روتی رہتی۔ وہ کہتی اگر اللہ تعالیٰ مجھے میرا بیٹا لوٹا دے تو میں بھی اس کا دین اختیار کر لوں گی' یا اللہ تعالیٰ! میرا بیٹا میری آنکھوں کی ٹھنڈک مجھے واپس کر دے۔ کافی سال بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر تشریف لائے تو ماں نے پوچھا: ''بیٹا! تمہارا کون سا دین ہے؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میرا دین اسلام ہے اور یہی سچا دین ہے''۔

یہ سن کر ان کی والدہ نے کہا: ''میرے بیٹے! گواہ رہنا کہ میں بھی نصرانیت سے توبہ کرتی ہوں اور کلمۂ شہادت:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

پڑھ کر اسلام قبول کرتی ہوں۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے آپ کے تمام خاندان والے دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر صلوٰۃ و سنت کے پابند بن گئے۔ (عیون الحکایات)

Scanned with CamScanner

(۱۱)

عہد شکنی کا ڈر

عمرو بن معدی کرب بن ربیعہ بن عبداللہ الزبیدی' ابوثور کی کنیت سے معروف تھے' ان کا شمار ملکِ یمن کے شہسواروں میں ہوتا تھا۔ ۹ ہجری میں بنی زبید کے دس افراد کے ساتھ مدینہ منورہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے وفد کے ساتھ اسلام قبول کر کے یمن واپس چلے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یمن کے مرتدین میں یہ بھی شامل تھے مگر جلد ہی سنبھل گئے اور دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں شام روانہ کیا وہاں سے انہوں نے جنگِ یرموک میں شرکت کی اس میں ان کی ایک آنکھ چلی گئی۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں شام سے عراق بھیجا وہاں انہوں نے قادسیہ کی جنگ میں حصہ لیا۔ یہ ادیب اور شاعر تھے' ان کے اشعار کا مجموعہ ''دیوان عمرو بن معدیکرب'' کے زیرِ عنوان شائع ہو چکا ہے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے جو ان کی بصیرت کی گواہی دیتا ہے

اذا لم تستطع شیئا فدعه وجاوزه الی ما تستطیع

''جب تم کوئی کام کرنے کی سکت نہیں رکھتے تو اسے چھوڑ کر ایسے کام کا رُخ کرو جسے تم کر سکتے ہو''۔

ان کی وفات مقامِ رے (نیشاپور سے ۱۶۰ فرسخ کے فاصلے پر مشہور شہر) کے قریب ہوئی۔ ایک قول کے مطابق جنگِ قادسیہ میں شدتِ پیاس کی حالت میں جامِ شہادت نوش فرمایا (دیکھیے الاعلام: ۸۶/۵' والاصابۃ: ۵۹۷۲)

شعبی [illegible] اللہ علیہ کہتے ہیں: ''ایک دن عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ ایک قبیلے میں پہنچے اس کے افراد سے انہیں عداوت تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے اور ایک نیزہ زمین پر پڑا ہے جب کہ اس کا مالک قریب کے ایک گڑھے میں رفع حاجت کر رہا

ہے۔ عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اسے للکارا: خُذْ حِذْرَكَ فَإِنِّي قَاتِلُكَ۔ ''اپنے ہتھیار سنبھال لے! میں تجھے قتل کرنے والا ہوں''۔

اس نے پوچھا: ''تو کون ہے؟'' میں نے جواب دیا: ''عمرو بن معدیکرب''

کہنے لگا: أَبَا ثَوْرٍ! مَا أَنْصَفْتَنِي أَنْتَ عَلٰی ظَهْرِ فَرَسِكَ وَأَنَا فِي بِئْرٍ۔

''ابوثور! تم نے مجھ سے انصاف نہیں کیا' تم گھوڑے پر سوار ہو اور ادھر میں کنویں (گڑھے) میں پڑا ہوں (آخر یہ کہاں کی بہادری ہے؟)''

فَأَعْطِنِي عَهْدًا أَنَّكَ لَا تَقْتُلُنِي حَتّٰى أَرْكَبَ فَرَسِي وَآخُذَ حِذْرِي۔

''مجھ سے عہد کرو کہ جب تک میں گڑھے سے نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہو جاؤں اور اپنے ہتھیار سنبھال نہ لوں اس وقت تک تم مجھے قتل نہیں کرو گے''۔

میں نے عہد کیا کہ جب تک وہ گڑھے سے نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہو جائے گا اور اپنے ہتھیار سنبھال نہ لے گا اس وقت تک میں اسے قتل نہیں کروں گا۔

وہ میرے وعدے کے مطابق گڑھے سے نکل آیا اور اپنی تلوار نیام میں ڈال کر آرام سے بیٹھ گیا۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیا تماشہ ہے؟''

کہنے لگا: مَا أَنَا بِرَاكِبٍ فَرَسِي وَلَا مُقَاتِلُكَ' فَإِنْ كُنْتَ نَكَثْتَ عَهْدًا فَأَنْتَ أَعْلَمُ۔ ''میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوں گا نہ تم سے قتال کروں گا اگر تم اس کے باوجود اپنا عہد توڑو گے تو تم ہی جانو (کہ زندگی بھر اپنے منہ پر عہد شکنی کا دھبہ لگائے پھرو گے)''

قارئینِ کرام! اب اگلا فقرہ پڑھنے سے پہلے ذرا رک جائیے اور غور فرمائیے کہ عرب کے بادیہ نشینوں کو وعدے کی پاس داری کس حد تک عزیز تھی اور وعدہ خلافی کو وہ کس قدر زبردست عیب اور عار کا باعث سمجھتے تھے۔ ایفائے عہد کی کتنی روشن مثال ہے عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''میں نے اپنے دشمن پر قابو پانے کے باوجود اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اور وہاں سے چل دیا۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے بڑا حیلہ ساز نہیں دیکھا''۔ (کتاب الاذکیا' ص: ۱۳۷)

Scanned with CamScanner

(۱۲)

حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان حق ہے

بیان کرتے ہیں: قیس بن خرشہ رضی اللہ عنہ ایلچی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! میں آپ سے اس پر بیعت کروں گا جو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور نیز اس پر کہ میں حق ہی بات کہوں گا''۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''عنقریب تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جو تم کو ایک ایسی سلطنت کے ساتھ آزمائے گا کہ تم کو اس میں حق کہنے کی قدرت نہ ہوگی''۔

یہ سن کر قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''خدا کی قسم جس چیز پر میں بیعت کروں گا اس کو ضرور پورا کروں گا''۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس وقت تم کو کوئی شخص ضرر نہیں پہنچا سکتا''۔ چنانچہ قیس رضی اللہ عنہ زیاد اور اس کے بیٹے عبیداللہ کو اس وجہ سے بُرا کہتے تھے کہ یہ لوگ شرع کی مخالفت کرتے تھے اور جور وظلم وغیرہ کے مرتکب تھے۔ (اور عبیداللہ بن زیاد یہ وہی مردک ہے جو یزید کی طرف سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر مامور ہوا تھا) پس عبیداللہ بن زیاد مذکور کو بھی یہ خبر پہنچی چنانچہ اس نے قیس رضی اللہ عنہ کے پیچھے آدمی بھیجا اور اس نے ان کو ابنِ زیاد کے سامنے حاضر کیا اور اس نے قیس رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تم ہی وہ شخص ہو کہ اللہ اور اس کے رسول پر بہتان لگاتے ہو''۔

قیس رضی اللہ عنہ نے کہا:

''نہیں! لیکن اگر تو چاہے تو میں اس کا تجھے بتلاؤں جو اللہ اور اس کے رسول پر افتراء

کرتا ہے''۔ ابنِ زیاد نے کہا: ''مجھے بتلاؤ وہ کون ہے؟''

پس قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''وہ شخص ہے جس نے کتاب اللہ اور سنتِ رسول پر عمل کو ترک کیا''۔ ابنِ زیاد نے کہا: ''وہ کون ہے؟''

قیس نے فرمایا: ''وہ تم ہو اور تمہارا باپ اور جس نے تم دونوں کو لوگوں پر امیر مقرر کیا ہے یعنی یزید''

اس کے بعد ابن زیاد نے کہا: ''تم ہی یہ گمان کرتے ہو کہ تم کو کوئی شخص ضرر نہیں پہنچا سکتا''۔ قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں!''

ابنِ زیاد نے کہا: ''آج تم کو معلوم ہو جائے گا کہ بے شک تم جھوٹے ہو''۔

اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ جلاد کو لاؤ۔ چنانچہ لوگ گئے تا کہ اس کو لائیں۔ قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا تو مجھ کو کسی طرح ضرر نہیں پہنچا سکتا ہے''۔

یہ کہہ کر اس کے سامنے قیس رضی اللہ عنہ زمین کی طرف جھکے۔ پس لوگوں نے ان کو ہلایا تو دیکھا کہ وہ مر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور ان کی مغفرت فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ قیس کعب احبار رضی اللہ عنہما کے ہمراہ ہوئے اور دونوں صاحبوں نے سفر کیا حتیٰ کہ مقامِ صفین تک پہنچے۔ پس کعب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر تھوڑی دیر غور کرنے لگے پھر انہوں نے فرمایا:

''لا الہ الا اللہ! یقیناً زمین کے اس مقام اور ٹکڑے میں مسلمانوں کے خون اس قدر بہائے جائیں گے کہ زمین کے کسی ٹکڑے میں اس قدر خون نہ بہایا جائے گا''۔

(یہ سن کر) قیس رضی اللہ عنہ غصہ ہوئے اور فرمایا:

''اے ابا اسحٰق! آپ کو یہ کس نے بتلایا اور یہ امر تو غیب کی وہ بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے''۔ پس کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ایک بالشت برابر زمین بھی ایسی نہیں ہے کہ اس توراۃ میں جو حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی نہ لکھا ہو کہ یوم قیامت تک اس حصہ میں یہ واقعہ ہوگا یعنی ہر وہ واقعہ جو قیامت تک ہوگا اس کے وقوع کا مقام توراۃ میں لکھا ہوا ہے''۔ (قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(۱۳)

مومنو! پڑھتے رہو تم اپنے آقا پر درود

حضرت سفیان ثوری محدث رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے طواف کعبہ کے دوران ایک شخص کو دیکھا کہ وہ درود شریف کے سوا کوئی بھی دعا نہیں پڑھتا تھا اور ہر قدم پر ایک بار درود شریف پڑھ کر دوسرا قدم اُٹھاتا تھا۔ آخر مجھ سے صبر نہ ہو سکا تو میں نے اس سے دریافت کیا: تم تسبیح، تہلیل، تکبیر، سب کچھ چھوڑ کر ہمیشہ صرف درود شریف ہی کیوں پڑھتے رہتے ہو؟ میرا یہ سوال سن کر وہ چونکا کہ تم کون ہو؟ جب میں نے اس کو بتایا: میں سفیان ثوری محدث ہوں تو وہ شخص بالکل باادب ہو گیا اور کہنے لگا:

''اگر آپ اپنے وقت کے ایک عظیم الشان محدثِ اعظم نہ ہوتے تو میں اپنا یہ راز ہرگز ہرگز آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے والد کے ہمراہ حج کے لیے چلا اچانک ایک منزل پر میرا باپ بیمار ہو کر وفات پا گیا اور ایک دم اس کا چہرہ بالکل سیاہ، آنکھیں نیلی اور شکم بھری مشک کی طرح پھول گیا۔ میں اپنے باپ کی یہ بگڑی ہوئی شکل دیکھ کر رونے لگا اور روتے روتے سو گیا۔ ناگہاں میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت ہی نورانی صورت والے بزرگ تشریف لائے اور میرے باپ کے چہرے اور شکم پر ہاتھ پھیر دیا۔ تو میرے باپ کا چہرہ نہایت ہی حسین و جمیل ہو کر چمکنے لگا اور شکم کا ورم بالکل ختم ہو کر اپنی اصلی حالت پر آ گیا پھر میں خواب ہی میں ان بزرگ کی چادر پکڑ کر مچل گیا کہ للہ! مجھے آپ یہ بتا دیجیے کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں ''محمد رسول اللہ'' (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ تمہارا باپ بہت ہی بدکار تھا مگر وہ درود شریف بکثرت پڑھا کرتا تھا اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے مرتے وقت اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور صورت بگڑ گئی لیکن مرتے وقت اس نے مجھ سے فریاد کی تو میں اس کی فریادرسی کے لیے آ گیا ہوں اور میں ہر مسلمان کا فریادرس ہوں جو دنیا میں مجھ پر درود شریف

پڑھتا رہے گا۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میرے باپ کا چہرہ روشن ہو کر چمک رہا ہے اور شکم کا ورم بالکل ختم ہو گیا اس واقعہ سے میں اس قدر متاثر ہوا کہ کسی حال میں بھی درود شریف کے سوا کچھ بھی نہیں پڑھتا''۔ (روح البیان: ج ۷، ص ۲۲۵)

درود شریف کے وظیفہ کے فضائل و برکات کا کیا کہنا؟ خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتوں کا یہ وظیفہ ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم لوگ ان پر درود پڑھو اور سلام بھیجو جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے''۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۔

حدیث شریف میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے بیان فرمایا: ''میں نے ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ پر بکثرت درود شریف پڑھتا ہوں تو میں دن رات کا کتنا حصہ درود خوانی میں صرف کروں؟ ارشاد فرمایا: تم جس قدر چاہو۔ میں نے عرض کیا: کیا چوتھائی حصہ میں درود شریف پڑھ لیا کروں؟ ارشاد فرمایا: تم جس قدر چاہو لیکن اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو تمہارے لیے ہی بہتر ہوگا پھر میں نے عرض کیا: کیا نصف حصہ درود خوانی میں گزار دوں؟ ارشاد فرمایا: تم جتنے حصے میں چاہو مگر زیادہ کرو گے تو تمہارے حق میں بہتر ہی ہوگا پھر میں نے کہا: کیا دو تہائی حصے میں درود شریف پڑھا کروں؟ فرمایا: تم جتنے حصے میں چاہو پڑھتے رہو مگر جس قدر زیادہ درود شریف پڑھو گے تمہارے لیے بہتر ہی ہوگا۔ یہ سن کر میں نے کہہ دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے تمام اوقات میں درود شریف ہی پڑھتا رہوں گا۔ ارشاد فرمایا: جب تو تمہارا ہر کام بن جائے گا اور تمہارے گناہوں کا کفارہ بھی ہو جائے گا''۔ (مشکوٰۃ شریف: ۸۶)

برادرانِ ملت! یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین و علماء صالحین نے قسم قسم کے درود شریف پر

''دلائل الخیرات'' وغیرہ قسم کی کتابیں تقسیم فرمائیں اور مختلف صیغوں کے ساتھ ساتھ نئے نئے درود شریف کے مجموعے مرتب اور تیار کیے تاکہ اُمتِ رسول اس وظیفہ کریمیہ کے فیوض و برکات سے قیامت تک فیض یاب ہوتی رہے مگر افسوس کہ تاریخِ اسلام کا یہ کتنا خون رُلانے والا حادثہ ہے کہ ۱۹۵۸ء میں راقم الحروف (مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی) جب مدینہ طیبہ کی حاضری کی سعادت سے سرفراز ہوا تو یہ دیکھا کہ نجدی سپاہی مسجد نبوی شریف میں لوگوں کے ہاتھوں سے ''دلائل الخیرات شریف'' لے کر مسجد نبوی میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ ان ظالموں کی بے ادبی اور وحشت و بربریت دیکھ کر مارے غصہ کے میرا خون گرم ہو گیا اور آخر ایک منبر نبوی پر کھڑے ہو کر تقریر کرنے والے نجدی مولوی سے میری جھڑپ ہو ہی گئی مگر خداوندِ عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ میرے سوالوں کا کوئی جواب نہیں دے سکا اور وہ کوئی شر بھی نہیں پیدا کر سکا۔ میرا ایمان ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے دامنِ نصرت وحمایت میں پناہ عطا فرمادی تھی ورنہ اس نجدی مولوی سے بہت بڑے شر کا خطرہ تھا جب کہ میں نے جوشِ غضب میں نجدی مولوی کا ہاتھ پکڑ کر اس کو منبر سے نیچے اُتار دیا تھا اور مسجد نبوی کی پولیس نے اس منظر کو دیکھ لیا تھا۔ خدا گواہ ہے کہ بالکل سچ فرمایا حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے:

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِیْ آجَامِهَا تَجِمِ

''جس شخص کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و نصرت نصیب ہو جائے اگر بڑی تعداد میں شیر اپنی جھاڑی میں بھی اس شخص کا سامنا کریں گے تو شیروں کا غول اس شخص کی ہیبت وجلالت سے لرزہ براندام ہو کر بزدلی کرتے ہوئے بھاگ نکلے گا''۔ کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت قبلہ نے:

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خاطر میں لاتا نہیں کتا تیرا

(روحانی حکایات)

(۱۴)

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین (خواجہ محمد قمر الدین سیالوی) رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا:

''میرا ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ عیسائی مذہب کے متعلق ایک رسالہ لکھوں گا جس میں انہیں چیلنج کروں گا کہ تم ہائی کورٹ میں حضرت عیسیٰ روح اللہ کی صلیب پر چڑھائے جانے کا دعویٰ کرو اور میں صفائی کا گواہ بنوں گا''۔

فرمایا: ''خود عیسائیوں کو بھی یقین نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام صلیب پر چڑھائے گئے تھے بلکہ بہت سے اختلافات ان کی روایات میں ہیں جن سے انہیں خود تسلیم کرنا پڑتا ہے اور یقیناً تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ زندہ ہیں۔

۱) ان کی انجیل میں ہے کہ جب اس کام کو سرانجام دینے کے لیے معاندین نے ارادہ کیا تو انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہچان نہ تھی۔ شمعون نامی ایک آدمی نے کہا: میں جس کے ہاتھ چوموں گا تم اسے سمجھنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہی ہیں۔ چنانچہ اس نے ایک شخص کے ہاتھ کو بوسہ دیا جس کو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام سمجھ لیا اور صلیب پر چڑھایا گیا۔ یہ شہادت صرف ایک آدمی کی ہے جو معتبر نہیں ہے۔ دوسرا شخص جو بڑا حواری تھا جس کا نام پطرس تھا' وہ کہتا ہے کہ جسے صلیب پر چڑھایا گیا' وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں اور یہ بات اس نے عین موقع پر بوقتِ صلیب کہی تھی۔

۲) صلیب سے تیس سال بعد تک تو تمام عیسائیوں کا اور حواریوں' پادریوں کا اتفاق

رہا کہ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر نہیں چڑھائے گئے جو ہمارے لیے لعنتی (معاذ اللہ) بنا وہ کوئی اور شخص تھا۔

۳) بوقتِ صلیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا جس نے مجھے بھیجا ہے وہ ہمیشہ میرے ساتھ ہے، مجھے نہیں چھوڑتا۔

۴) بوقتِ صلیب کہا ایلی، ایلی لم سبقتانی اے میرے خدا! میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کی متعارض ہیں۔

۵) بوقتِ صلیب دو عورتیں پاس تھیں جن میں سے ایک مریم بنت لینی تھی۔

۶) دوسری روایت میں ہے کہ بوقتِ صلیب صرف ایک ہی عورت تھی جو آپ کی والدہ ماجدہ تھی تو صلیب پر چڑھنے والے نے کہا اے عورت! میں تیرا لڑکا نہیں ہوں۔

۷) ایک روایت میں ہے کہ اس وقت تین عورتیں پاس تھیں۔

۸) ایک اور روایت میں ہے کہ اس وقت کوئی مرد اور عورت موجود نہ تھے یعنی اتنے اختلافات تو مردوں اور عورتوں کے متعلق ہیں پھر وقت کے متعلق بھی اختلافات ہیں۔ پچھلا وقت تھا، پہلا وقت تھا، چار بجے کا وقت تھا وغیرہ وغیرہ

ان تمام اختلافات کو پڑھ کر کوئی ذی شعور آدمی ان آیات پر اعتبار نہیں کر سکتا پھر سب سے پہلے جو انجیل لکھی گئی وہ انجیل متی ہے اور اصل انجیل کے متعلق تو یہ خود کہتے ہیں کہ لا پتہ ہے، جس کا کسی کو کوئی علم نہیں، ان کے بڑے بڑے سکالر میرے سامنے تسلیم کر گئے ہیں کہ اصل انجیل نہیں ملتی اور کہتے ہیں کہ اخبارات و بیانات میں اختلافات ہیں۔

(انوار قمریہ: ص ۱۳۵، ص ۱۳۶)

(۱۵)

حضور پاک ﷺ کی ظاہری حیات کے آخری الفاظ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری وفات میں آپ پر بار بار غشی کا دورہ پڑتا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے شدتِ غم میں یہ لفظ نکل گیا کہ وَاکَرْبَ اَبَاہُ ہائے رے میرے والد کی بے چینی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے بیٹی! آج کے بعد تمہارا باپ پھر کبھی بے چین نہیں ہوگا۔

(بخاری: ج ۲، ص ۶۴۱، باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی اور آپ کا سر مبارک میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اور بار بار آپ یہ پڑھتے رہے:

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ ۔ "ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا کا انعام ہے"۔

اور کبھی یہ فرماتے: اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ۔ "خداوند! بڑے رفیق میں"۔

اور لا الٰہ الا اللہ پڑھتے اور فرماتے تھے:

"بے شک موت کے لیے سختیاں ہیں"۔ (بخاری: ج ۲، ص ۶۴۰)

یاد رہے! وفات اقدس سے تھوڑی دیر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما تازہ مسواک ہاتھ میں لیے حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر جما کر دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سمجھا کہ مسواک کی خواہش ہے۔ انہوں نے فوراً ہی مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی اور دستِ

Scanned with CamScanner

اقدس میں دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی۔ سہ پہر کا وقت تھا کہ سینۂ اقدس میں سانس کی گھر گھراہٹ محسوس ہونے لگی۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہونٹ ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے: اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ۔

''نماز اور لونڈی غلام کا خیال رکھو''۔ (مشکوٰۃ: ص ۳۹۱)

پاس میں پانی کا ایک طشت تھا اس میں بار بار ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ انور پر ملتے اور کلمہ پڑھتے اور چادر مبارک کو کبھی منہ پر ڈالتے کبھی ہٹا لیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سر اقدس کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں آپ نے اپنا مقدس ہاتھ اُٹھا کر تین مرتبہ فرمایا: بَلِ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ۔

''(اب کوئی نہیں) بلکہ وہ بڑا رفیق چاہیے''۔

یہی الفاظ زبانِ اقدس پر تھے کہ ناگہاں مقدس ہاتھ نیچے تشریف لے آئے اور جسم مقدس حالتِ سکون میں آگیا اور آپ کی روح اقدس عالمِ اقدس میں پہنچ گئی اور آخری لفظ جو زبانِ اقدس سے ادا ہوا وہ یہی تھا:

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ۔ (بخاری: ج ۲، ص ۶۴۱)

(۱۶)

اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت

حضرت سیّدنا عمر بزّار علیہ الرحمۃ سے منقول ہے: ''میں نے منصور ماہی گیر کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''ایک مرتبہ عید کے دن جب میں مچھلیاں پکڑنے جا رہا تھا تو راستے میں حضرت سیّدنا بشر بن حارث حافی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی' وہ عید کی نماز پڑھ کر آرہے تھے۔ مجھے دیکھ کر پوچھا: ''آج عید کے دن بھی تم مچھلیاں پکڑنے جا رہے ہو؟''

میں نے کہا: ''حضور! کیا کروں ہمارے گھر مٹھی بھر آٹا بھی نہیں اور نہ ہی کوئی اور ایسی چیز ہے جسے پکا کر بھوک مٹائی جا سکے''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''گھبراؤ مت! بے شک ہمارا پاک پروردگار مدد فرمانے والا ہے' چلو اپنا جال اُٹھاؤ' میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں''۔

میں جال اُٹھا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ چل دیا۔ دریا پر پہنچ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے منصور رحمۃ اللہ علیہ! وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو''۔

جب میں نماز پڑھ چکا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اب بسم اللہ شریف پڑھ کر جال پھینکو''۔

میں نے بسم اللہ شریف پڑھ کر جال پھینکا۔ کچھ ہی دیر بعد محسوس ہوا کہ جال میں کوئی بھاری چیز پھنس گئی ہے' میں سمجھا کہ شاید کوئی وزنی پتھر ہے جب جال کھینچا تو بہت بھاری تھا۔ میں نے پکار کر کہا: ''اے ابونصر! میری مدد کیجئے' جال میں کوئی بھاری چیز پھنس گئی ہے' مجھے اندیشہ ہے کہ جال ہی نہ ٹوٹ جائے''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فوراً میری طرف آئے ہم نے مل کر جال کھینچنا شروع کر دیا جب

Scanned with CamScanner

باہر آیا تو اس میں ایک بہت بڑی مچھلی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے منصور رحمۃ اللہ علیہ! اسے بیچ کر اپنے اہل وعیال کے لیے ضرورت کی اشیاء خریدو''۔

حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مچھلی لے کر بازار کی طرف چل دیا۔ راستہ میں ایک خچر سوار ملا اس نے پوچھا: ''یہ مچھلی کتنے میں بیچو گے؟'' میں نے کہا: ''دس درہم میں''۔

اس نے فوراً دس درہم ادا کیے اور مچھلی لے کر چلا گیا۔ میں کھانے کا سامان خرید کر گھر آیا، کھانا تیار ہوا اور سب گھر والوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے گھر والوں سے کہا:

''دو چپاتیاں اور حلوہ لے کر آؤ تا کہ حضرت سیّدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کروں، مطلوبہ اشیاء تیار کی گئیں۔ میں انہیں لے کر حضرت سیّدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر پہنچا اور دستک دی۔ پوچھا: ''کون؟'' میں نے کہا: ''منصور''۔

فرمایا: ''اے منصور! جو چیزیں تم اپنے ساتھ لائے ہو انہیں دروازے کے باہر ہی رکھ دو اور خود اندر آجاؤ''۔

میں نے کہا: ''حضور! میں اور تمام گھر والے کھانا کھا چکے ہیں۔ میں آپ کی بارگاہ میں چپاتیاں اور حلوہ لے کر حاضر ہوا ہوں، یہ قبول فرمالیں''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے منصور رحمۃ اللہ علیہ! اگر ہم اپنے آپ کو کھلاتے تو یہ مچھلی ہرگز نہ نکلتی، جاؤ! یہ چیزیں تمہیں اور تمہارے بچوں کو مبارک ہوں، ہمیں ان کی حاجت نہیں''۔ (عیون الحکایات)

(۱۷)

بادشاہ کی ہوشیاری

ابوالحسن بن ہلال نے اپنی تاریخ میں ایک تاجر کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ تاجر کا کہنا ہے کہ میں ایک فوجی چھاؤنی میں تھا، ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ سلطان جلال الدولہ اپنی عادت کے مطابق شکار کے لیے نکلا تو اسے ایک دیہاتی روتا ہوا ملا۔ سلطان نے پوچھا: ''کیا ماجرا ہے؟''

دیہاتی نے عرض کیا: ''تین لڑکوں نے میرا تربوز چھین لیا ہے، وہی میری کل پونجی تھی''۔

سلطان نے کہا: ''تو لشکر گاہ میں چلا جا وہاں سرخ رنگ کا ایک قبہ ہے اس کے پاس بیٹھ جا۔ شام تک وہیں بیٹھے رہنا۔ میں واپس آؤں گا تو تیری منشا پوری کر دوں گا''۔

شام کو سلطان شکار سے واپس آیا تو اپنے ایک ملازم سے کہا:

قَدِ اشْتَهَيْتُ بِطِّيْخًا فَفَتِّشِ الْعَسْكَرَ وَخِيَمَهُمْ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْهُ .

''مجھے تربوز کھانے کی خواہش ہے، چھاؤنی میں جا کر دیکھو شاید کسی فوجی کے پاس مل جائے''۔

ملازم چھاؤنی گیا اور چند ہی لمحے بعد سلطان کی خدمت میں تربوز پیش کر دیا۔

سلطان نے ملازم سے دریافت کیا: ''تربوز کس کے پاس سے ملا ہے؟''

ملازم نے بتایا: ''فلاں دربان کے خیمے میں''۔

سلطان نے اسے پیش کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں دربان سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سلطان نے دربان سے پوچھا:

Scanned with CamScanner

(۱۸)

دینِ حق کی تلاش

بیان کرتے ہیں: زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے دینِ ابراہیم علیہ السلام کے طالب تھے اور وہ نہ تو بتوں کے واسطے جانور ذبح کرتے تھے۔ نہ مردار اور خون کھاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ورقہ بن نوفل کے ہمراہ دینِ ابراہیمی کی تلاش کرتے ہوئے گھر سے نکلے۔ پس یہود نے دونوں پر اپنا دین پیش کیا۔ چنانچہ ورقہ بن نوفل یہودی ہو گئے اور زید نہیں ہوئے پھر دونوں نصاریٰ سے ملے۔ نصاریٰ نے ان دونوں پر اپنا دین پیش کیا۔ پس ورقہ نصرانی ہو گئے اور زید نے کہا: یہ سب دین تو ہماری قوم کے ہیں جو شرک کرتی ہے پھر زید ایک راہب (عابد تارک الدنیا) کے پاس گئے۔ پس راہب نے ان سے کہا: ''تم ایسا دین تلاش کرتے ہو جو فی الحال روئے زمین پر نہیں ہے''۔

زید نے کہا: ''دینِ ابراہیمی کیا تھا؟''

راہب نے جواب دیا: ''وہ دین یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو''۔

چنانچہ زید اسی طریقہ پر رہے حتیٰ کہ وہ مر گئے اور مروی ہے کہ زید بعثت سے پہلے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ ابوسفیان کے ساتھ تشریف فرما تھے اور ابوسفیان دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے۔ ابوسفیان نے زید کو کھانے پر بلایا تو انہوں نے ان سے کہا:

''اے بھتیجے جو جانور بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے میں اس کو نہیں کھاتا''۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور روایت کیا گیا ہے کہ سعید بن زید مذکور (اور یہ سعید رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی جا چکی ہے) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بلاشبہ اس کی خبر آپ کو پہنچ چکی ہے۔ جس پر میرے باپ تھے۔ پس کیا آپ ان کے لیے استغفار فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا:

''ہاں!'' پس آپ نے ان کے واسطے استغفار کیا اور فرمایا:

''وہ قیامت کے دن ایک اُمت ہو کر اُٹھائے جائیں گے''۔

(انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

(١٩)

سورۂ اخلاص کا ثواب

حماد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

’’میں ایک رات مکہ مکرمہ کے قبرستان میں گیا اور ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قبرستان والے گروہ کے گروہ ادھر آ جا رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا: کیا قیامت قائم ہو گئی؟ لوگوں نے کہا: نہیں! لیکن ہمارے زندہ بھائیوں میں سے ایک شخص نے قل ھو اللہ پڑھ کر اسکا ثواب قبرستان والوں کو بخشا ہے تو ہم لوگ اسی ثواب کو ایک سال سے آپس میں تقسیم کر رہے ہیں۔

سبحان اللہ! خداوند قدوس کے فضلِ عظیم کے قربان جائیے کہ قل ھو اللہ کی تلاوت پر اتنا کثیر وعظیم ثواب عطا فرما دیا کہ پورے قبرستان والے ایک سال سے اس ثواب کو تقسیم کر رہے ہیں مگر وہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ سچ فرمایا خداوند عالم جل جلالہ نے:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۔

’’یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل بہت ہی بڑا ہے‘‘۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زندوں کا ایصالِ ثواب کس شان کے ساتھ قبرستان والوں کے پاس پہنچتا ہے۔ کاش مسلمان اس کی اہمیت کو سمجھتے اور قبرستان والوں کو تلاوت یا کھانے وغیرہ پر فاتحہ دلا کر ایصالِ ثواب کرتے رہتے مگر علماء سوء کی اس ستم ظریفی کا کہاں تک ماتم کیا جائے کہ سوئم، دسواں، چالیسواں، برسی کے ذریعے جو کچھ بھی ایصالِ ثواب کا سلسلہ مسلمانوں میں جاری تھا اس پر بھی حرام و بدعت کا فتویٰ لگا کر بند کیا جا رہا ہے! کوئی

نہیں جو ان لوگوں سے یہ پوچھے کہ آخر فاتحہ کو بند کرنے کا انجام اس کے سوا اور کیا ہوگا؟ کہ لوگ جو ان ذرائع کی بدولت کچھ نہ کچھ اموات کو ایصالِ ثواب کر دیا کرتے ہیں اور اپنے اسلاف کو یاد کر لیا کرتے ہیں وہ اس سے بھی کنارہ کش ہو جائیں گے نہ اموات کو کوئی ثواب پہنچا کرے گا نہ زندوں کو اپنے وفات پائے ہوئے اسلاف سے کوئی روحانی تعلق باقی رہے گا اس لیے للہ! ان لوگوں کو چاہیے کہ مسلمانوں پر رحم کریں اور فاتحہ وغیرہ نیک کاموں کے خلاف زبانی و قلمی زہر پھیلا کر مسلمانوں میں اختلاف اور سر پھٹول کا سامان بھی پیدا نہ کریں اور مسلمان زندوں اور مردوں کے روحانی تعلقات پر کلہاڑی چلا کر ان کے وداد و محبت کے روحانی رشتوں کو منقطع نہ کریں بلکہ مسلمان جو دوسری بے شمار بدعات و خرافات کی لعنتوں میں گرفتار ہیں اور سینما تھیٹر جوا، سٹہ بازی اور شادی بیاہ کی مشرکانہ رسموں سے برباد اور زیر بار ہیں، ان کے خلاف زبانی اور قلمی جہاد کر کے اُمتِ رسول کی اصلاح و فلاح کا انتظام کریں۔ ورنہ یاد رکھیے

قریب ہے یار و روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(روحانی حکایات)

(۲۰)

کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم

پوچھا گیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کریم کا بیٹا' کریم کا پوتا' کریم کا پڑپوتا اور خود کریم کون ہے؟ فرمایا: ''یوسف نبی اللہ بن نبی اللہ بن نبی اللہ ابن نبی اللہ یوسف بیٹا یعقوب کا وہ بیٹا اسحٰق کا وہ بیٹا ابراہیم علیہم السلام کا''۔ (مفہوم حدیث بخاری: ج۲'ص۶۷۹)

مؤلف انوار قمریہ لکھتے ہیں کہ ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ مسجد میں بیٹھے ہوئے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں جب تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ کا قصد کیوں فرمایا اس لیے اس کے متعلق میرے ذہن میں بھی تو ہم ہی تھا جب علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر دیکھی تو یہ اشکال دُور ہو گیا''۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں کچھ اس طرح ہیں:

۱) وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۔

میں شرط مؤخر ہے یعنی اصل عبارت یوں ہے:

لَوْلَا اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ هَمَّ بِهَا ۔

اگر برہان اپنے رب کی نہ دیکھتے تو ارادہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ ارادہ وقوع ہی میں نہیں آیا تھا اور قصد پایا ہی نہیں گیا۔

۲) اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ۔

یہ فرمان الٰہی شیطان مردود کو ہوا کہ میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہو سکے گا اور اس میں

ریب نہیں کہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا عباداللہ سے ہونا نص قطعی سے ثابت ہے لہٰذا شیطانی وساوس کا وہم بھی محال ہے۔

۳) قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۔

اس فرمان باری تعالیٰ سے ثابت ہے کہ زنانِ مصر نے بھی آپ کی بریت پیش کردی۔

۴) قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۔

اس فرمانِ باری تعالیٰ سے اظہر من الشمس ہے کہ خود زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی ومعصومیت کی شہادت دی۔

۵) وَاِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۔

معصوم بچے کی یہ شہادت آپ علیہ السلام کی برأت کا ثبوت ہے۔

۶) قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۔

اس فرمان باری تعالیٰ میں ہے کہ شیطان لعین نے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم بارگاہِ رب العزت میں اُٹھا کر کہا تیرے مخلص بندوں پر میرا تسلط نہ ہو گا اور جیسا کہ گزر بھی چکا اور آگے بھی آ رہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام مخلص عباداللہ سے ہیں جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ وَاِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۔

۷) علاوہ ازیں آپ نے فرمایا: حضرت یوسف علیہ السلام کی اس ناپاک ارادہ سے برأت وشہادت مائی زلیخا رضی اللہ عنہما نے اس طرح بھی دی اور یہ بھی امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں تحریر فرمایا: جب عزیزِ مصر نے ہر دو کو دوڑتے ہوئے دروازے پر پایا تو اس کی حالت کے مطابق مائی زلیخا بھانپ گئی کہ عزیزِ مصر کو ناپاک فعل کے سوا اور کچھ بھی دل میں خیال نہ آئے گا تو اس خیال کو اس کے ذہن سے محو کرنے کے لیے فوراً پہلے یہ کہہ دیا:

مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔

Scanned with CamScanner

تا کہ لفظ سوء اور معمولی سزا سجن وغیرہ سے عزیزِ مصر کا خیال بدکاری کی طرف نہ جائے بلکہ جسمانی ایذاء یا زبانی تکلیف کی طرف منتقل ہو کیونکہ لغت عربی میں لفظ سوء جسمانی تکلیف دینے کو کہتے ہیں یعنی کسی کو ہاتھ یا زبان سے تکلیف دینا نفسانی فعل فحش یا زنا کاری یا بدکاری وغیرہ کو سوء سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔ نیز لغتِ عرب میں ''سجن'' چار یا پانچ ماہ کی قید کو کہتے ہیں۔ زیادہ قید کو ''حبس'' کہتے ہیں تو اَلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ سے ایذاء رسانی کی قید کی طرف اشارہ ہے نہ کہ فحش فعل کے ارادہ کی طرف اور عذابِ الیم کا مطلب اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ کے برابر و مساوی درد و تکلیف دینا مراد ہے مثلاً اگر کوئی کسی کو کہے کہ اس شخص کو ایک روپیہ دے دو یا کوئی اور اچھی چیز تو اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ ایک روپیہ یا گھوڑا دے دو بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک روپیہ یا ایک روپیہ کے برابر کوئی چیز بھی دے دو لہٰذا اس عذابِ الیم سے صاف ظاہر ہے کہ دردناک عذاب نہیں بلکہ سجن کے برابر عذاب جس طرح بیان ہوا تو مائی صاحبہ کے مذکورہ الفاظ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں شہادت و برأت ثابت ہوئی۔

(انوارِ قمریہ ملفوظات حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ، ص ۱۳۶ تا ۱۳۸)

(۲۱)

زندگی کے آخری سانسوں میں کس نے کیا کہا؟

موت کے وقت انسان کے آخری کلمات کا بڑا اعتبار ہوا کرتا ہے کیونکہ دنیا سے جاتے ہوئے آدمی کا آخری کلام اس کے خیالات و اعتقادات بلکہ عمل و کردار کا بڑی حد تک آئینہ دار ہوا کرتا ہے اور سامعین کے لیے بھی اس کلام میں بڑی بڑی عبرتوں کا نشان اور طرح طرح کی نصیحتوں کا سامان ہوا کرتا ہے اس لیے ہم یہاں چند ناموروں کے آخری کلام کا تذکرہ کرتے ہیں کہ وہ کیا بول کر دنیا سے گئے اور پھر اس کے بعد ان کی بولی نہیں سنی گئی تا کہ ناظرین اس سے عبرت و نصیحت حاصل کریں۔

☆...... حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے مرضِ وفات کے آخری دن بے ہوش ہو گئے تو میں نے روتے ہوئے کہا: ''ہائے میرے باپ پر عجیب سخت مرض کا حملہ ہو گیا''۔

میرے یہ الفاظ سن کر آپ ہوش میں آ گئے اور مجھ سے فرمایا: ''اے بیٹی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن وفات پائی تھی؟'' میں نے کہا: ''دوشنبہ کے دن''۔

پوچھا: ''آج کون سا دن ہے؟'' میں نے کہا: ''دوشنبہ ہے''۔

فرمایا: ''میری موت آج ہی دن رات کے درمیان ہوگی''۔

پھر فرمایا: ''بیٹی! میرے بدن پر بیماری کی حالت میں جو کپڑا رہا ہے اس میں زعفران کے کچھ داغ دھبے ہیں اس کو دھو لینا اور دوسرے دو کپڑے اور ملا کر انہیں تین کپڑوں کو میرا کفن بنانا''۔ تو میں نے کہا: ''یہ تو پرانا کپڑا ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''نیا کپڑا تو زندوں کا حق ہے۔ کفن تو مردہ کے گلنے سڑنے اور پیپ کے لیے ہے! آپ نے وصیت فرمائی کہ میری بیوی اسماء بنت عمیس مجھ کو غسل دیں اور

Scanned with CamScanner

میرے فرزند عبدالرحمٰن غسل دینے میں میری بیوی کی مدد کریں۔ مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ ان دو کے سوا کوئی تیسرا میرے ننگے بدن کو دیکھے‘‘۔ (ازالۃ الخفاء: ج ۲‘ص ۴۲)

پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر فرمایا۔ لوگوں نے کہا:

’’اے امیر المومنین! آپ نے اتنے سخت مزاج آدمی کو خلیفہ بنا دیا۔ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے؟‘‘ آپ نے فرمایا: ’’میں خداوند تعالیٰ سے یہی کہہ دوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر ایک بہترین شخص کو خلیفہ بنا دیا‘‘

پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے بلا کر کچھ وصیتیں اور نصیحتیں فرمائیں پھر اس کے بعد فوراً ہی آپ کی وفات ہوگئی۔ بوقتِ وفات آپ اس آیت کو تلاوت فرما رہے تھے: وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝

(پارہ ۲۶‘ سورہ ق‘ آیت ۱۹)

’’اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا‘‘۔ (کنزالایمان)

آپ کی وفات ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ منگل کی رات بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور روضہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں آپ مدفون ہوئے۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر شریف ۶۳ سال تھی۔ (تاریخ الخلفاء‘ ص ۶۰)

جب لوگ آپ کا مقدس جنازہ لے کر حجرہ منورہ کے پاس پہنچے‘ لوگوں نے عرض کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ ۔

’’حضور! آپ پر سلام ہو یہ ابوبکر آئے ہیں‘‘۔

یہ عرض کرتے ہی حجرۂ مقدسہ کا بند دروازہ ایک دَم خود بخود کھل گیا اور تمام حاضرین نے قبرِ انور سے یہ غیبی آواز سنی: اُدْخِلُوا الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ ۔

’’حبیب کو حبیب کے دربار میں داخل کردو‘‘۔ (تفسیر کبیر: ج ۵‘ص ۴۷۸)

وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا سقر

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمازِ فجر پڑھانے کے لیے مصلے پر کھڑے ہوئے

اور تکبیر تحریمہ کہی کہ بالکل اچانک فیروز ابولولو مجوسی نے جو آپ سے بغض رکھتا تھا‘ صف سے نکل کر آپ کے شکم میں خنجر مارا اور بھاگتے ہوئے تیرہ دوسرے نمازیوں کو بھی خنجر مار دیا جن میں سے نو آدمی شہید ہوگئے۔ ایک نمازی نے ابولولو مجوسی کو پکڑ لیا تو اس نے اپنے کو بھی خنجر مار کر خودکشی کر لی پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مصلیٰ پر جا کر مختصر طور پر نماز پڑھائی‘ زخمی ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: ’’میرا قاتل کون ہے؟‘‘ لوگوں نے بتایا: ’’ابولولو مجوسی تو آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَجْعَلْ مَنِيَّتِيْ بِيَدِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ ۔

’’خدا کے لیے حمد ہے کہ اس نے میری موت کسی مردِ مسلمان کے ہاتھ سے نہیں بنائی‘‘۔

پھر لوگ آپ کو اُٹھا کر مکان پر لائے اور آپ کو کھجور کا شربت پلایا گیا تو وہ شکم سے باہر نکل پڑا پھر دودھ پلایا گیا تو وہ بھی شکم کے راستہ سے باہر نکل آیا پھر طبیب نے کہہ دیا: امیر المومنین! اب آپ وصیت کر دیں کیونکہ اب آپ کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے‘‘۔

مکان آدمیوں سے بھرا ہوا تھا اور لوگ آپ کی مدح و ثنا کر رہے تھے۔ آپ نے سن کر فرمایا: ’’میری تو یہی تمنا ہے کہ میرا دورِ خلافت برابر سرابر ہو جائے نہ اس کا مجھے کوئی ثواب ملے نہ کوئی مواخذہ ہو‘‘۔

پھر آپ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پاس بٹھا کر اپنے قرضوں کی ادائیگی کے بارے میں ہدایتیں فرمائیں اور ان کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس روضہ منورہ میں دفن ہونے کی اجازت لینے کے لیے بھیجا جب حضرت عبداللہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو وہ رو رہی تھیں۔ انہوں نے فرمایا:

’’روضہ منورہ کے اندر ایک قبر کی جگہ ہے جس کو میں نے اپنے لیے رکھا تھا مگر آج میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں‘‘۔

جب حضرت عبداللہ نے واپس ہو کر اجازت کی خوش خبری سنائی تو امیر المومنین نے

Scanned with CamScanner

خوش ہوکر فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَا کَانَ شَیْءٌ اَھَمَّ مِنْ ذٰلِکَ ۔

"خدا کے لیے حمد ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز میرے لیے اہم نہ تھی"۔

پھر آپ نے فرمایا: "میرے انتقال کے بعد میرا جنازہ لے کر تم لوگ پھر حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اگر وہ اجازت دیں تو مجھے روضہ منورہ میں دفن کرنا ورنہ تم لوگ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں مدفون کردینا"۔

اس کے بعد لوگوں نے اصرار کیا: "اے امیر المومنین! آپ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیجیے"۔ آپ نے فرمایا: "میں اس کام کے لیے ان چھ آدمیوں سے بہتر کسی کو نہیں سمجھتا جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے اور وہ چھ آدمی یہ ہیں:

۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ

۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

۳) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

۴) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۶) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

ان میں سے اس کو جس پر مسلمان کا اتفاق ہو جائے خلیفہ بنالیا جائے۔ خلیفہ بنائے جانے کے وقت میرا بیٹا عبداللہ بھی حاضر رہے گا مگر خلافت کے معاملہ میں اس کا کوئی حصہ اور عمل دخل نہ ہوگا"۔

پھر آپ نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے لیے یہ وصیت فرمائی کہ وہ مہاجرین اوّلین کے اعزاز واکرام کا خاص طور پر خیال ولحاظ رکھے اور انصار کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرتا رہے اور شہریوں کے ساتھ بھلائی اور دیہاتیوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور ذمیوں کا خاص طریقے سے خیال رکھے اور ان سب لوگوں کے بارے کچھ تعریفی کلمات بھی فرمائے پھر فوراً ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ بوقتِ

وفات آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ نے ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ چہارشنبہ کو زخمی ہو کر تین دن بعد دس برس چھ ماہ چار دن خلیفہ رہ کر ۲۹ ذوالحجہ وفات پائی اور یکم محرم کو مدفون ہوئے۔

(احیاء العلوم: ج ۴، ص ۴۰۶ وازالۃ الخفاء ج ۲، ص ۳۲۰ و بخاری ج ۱، ص ۵۲۴)

یہ دیکھو تو پیارے عثمان غنی کو

جب مصر کے باغیوں نے مکان کے پیچھے سے مکان کے اندر داخل ہوکر رات کو تلاوت کرتے ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو حضرت ضبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "میں نے یہ دیکھا کہ خون کی دھار آپ کی مقدس داڑھی پر بہہ رہی ہے اور آپ یہ پڑھ رہے ہیں:

لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَعْدِیْکَ عَلَیْھِمْ وَاَسْتَعِیْنُکَ عَلٰی جَمِیْعِ اُمُوْرِیْ وَاَسْئَلُکَ الصَّبْرَ عَلٰی مَا ابْتَلَیْتَنِیْ ۔

"اے اللہ! کوئی معبود نہیں مگر تو ہی تو پاک ہے بے شک میں گناہ گاروں میں سے ہوں اے اللہ! میں ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے انتقام کا طلب گار ہوں اور اپنے تمام معاملات میں تیری مدد کا خواست گار ہوں اور جس بلا میں تو نے مجھے مبتلا فرمادیا ہے اس پر صبر کا میں تجھی سے سوال کرتا ہوں"۔

اس کے بعد آپ کی مقدس روح عالمِ بالا کو پرواز کر گئی اور آپ مسلمانوں کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ بوقتِ شہادت آپ کی عمر شریف اسی یا بیاسی برس کی تھی۔ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعۃ المبارک کے دن آپ کی شہادت ہوئی۔

(اکمال فی اسماء الرجال ص ۶۰۲ واحیاء العلوم ج ۴، ص ۴۰۷)

شاہِ مرداں علی رضی اللہ عنہ

جب عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے سیدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر تلوار ماری اور آپ کی مقدس پیشانی اور چہرۂ انور پر شدید زخم لگا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے: فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ ۔

Scanned with CamScanner

"کعبہ کے رب کی قسم! میں تو کامیاب ہوگیا"۔

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے صاحب زادوں کو جمع کر کے کچھ وصیتیں فرمائیں پھر اس کے بعد لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَـمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے سوا کوئی دوسرا لفظ آپ کی زبانِ مبارک سے نہیں نکلا اور کلمہ پڑھتے ہوئے آپ کی روحِ اقدس عالمِ اقدس کو روانہ ہوگئی۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

بوقتِ شہادت آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال کی تھی۔ آپ کے صاحب زادگان نے آپ کو غسل دیا اور بڑے صاحب زادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ جمعۃ المبارک کی رات میں آپ زخمی ہوئے اور دو دن زندہ رہ کر جامِ شہادت سے سیراب ہوگئے اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ۱۹ رمضان شب یک شنبہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(اکمال فی اسماء الرجال ص ۶۰۳ و احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۷ و تاریخ الخلفاء وغیرہ)

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بوقتِ جانکنی بہت بے قراری ظاہر ہوئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: "بھائی جان! آپ اس قدر گھبرا کیوں رہے ہیں؟"

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت علی وحضرت فاطمہ وحضرت خدیجہ وحضرت حمزہ وحضرت جعفر رضی اللہ عنہم سے بہت جلد ملاقات کرنے والے ہیں تو آپ نے فرمایا:

"اے میرے بھائی! میں اس وقت اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے امر میں داخل ہو رہا ہوں کہ میں کبھی اس میں داخل نہیں ہوا تھا اور میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں کہ ان کے مثل کو کبھی میں نے دیکھا نہیں تھا"۔ یہ الفاظ زبانِ مبارک سے نکلے اور ۵ ربیع الاوّل ۴۹ھ کو آپ نے وفات پائی۔ (تاریخ الخلفا للسیوطی ص ۱۳۱)

کربلا میں اپنی شہادت سے تھوڑی دیر پہلے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کے مجمع میں ایک خطبہ پڑھا جس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

قَدْ نَزَلَ مِنَ الْاَمْرِ مَا تَرَوْنَ وَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَغَيَّرَتْ وَتَنَكَّرَتْ وَاَدْبَرَ

مَعْرُوْفُهَا وَانْشَمَرَتْ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ حَسْبِيْ مِنْ عَيْشِيْ كَالْمَرْعَى الْوَبِيْلِ اَلَا تَرَوْنَ الْحَقَّ لَا يُعْمَلُ بِهٖ وَالْبَاطِلَ لَا يَتَنَاهٰى عَنْهُ لِيَرْغَبِ الْمُؤْمِنُ فِيْ لِقَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِنِّيْ لَا اَرَى الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَةً وَالْحَيٰوةَ مَعَ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا جُرْمًا ۔

"یقیناً مجھ پر وہ معاملہ اتر پڑا ہے جس کو تم لوگ دیکھ رہے ہو بلا شبہ دنیا بدل گئی اور اجنبی ہوگئی۔ دنیا کی شرعی باتوں نے پیٹھ پھیر لی اور دنیا کپڑے سمیٹ کر بھاگ نکلی اور دنیا نہیں باقی رہ گئی مگر اتنی ہی جیسے کہ برتن میں تھوڑا سا بچا ہوا پانی۔ بس میری زندگی کا ساز وسامان مضر چراگاہ جیسا رہ گیا ہے۔ کیا تم لوگ دیکھ نہیں رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور لوگ باطل سے باز نہیں آ رہے لہٰذا اب ہر مومن کو خدا سے ملاقات کی رغبت ہونی چاہیے اور میں تو موت کو بہت بڑی سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنے کو بہت بڑا جرم سمجھتا ہوں"۔

اس خطبہ کے بعد فوراً ہی آپ کی شہادت ہوگئی اور آپ نے کلمۃ الحق کا اعلان کرتے ہوئے ۱۰ محرم ۶۱ھ کو کربلا میں جامِ شہادت نوش فرمالیا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۸)

معاویہ تیری سیاست کو سلام ہے سلام ہے

رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لقوہ کی بیماری میں وفات کے قریب ہوگئے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: "مجھے بٹھاؤ"

تو لوگوں نے مسند کے سہارے آپ کو بٹھایا اور آپ دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھتے رہے اور زار وزار روتے رہے پھر یہ دعا مانگی:

يَارَبِّ ارْحَمِ الشَّيْخَ الْعَاصِيَ وَذَا الْقَلْبِ الْقَاسِيْ ۔ اَللّٰهُمَّ اَقِلِ الْعَثْرَةَ وَاغْفِرِ الزَّلَّةَ وَعُدْ بِحِلْمِكَ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَرْجُ غَيْرَكَ وَلَمْ يَثِقْ بِاَحَدٍ سِوَاكَ ۔

"اے میرے رب! گناہ گار اور سخت دل بوڑھے پر رحم فرما، گناہوں کو معاف

Scanned with CamScanner

فرمادے اور لغزشوں کو بخش دے۔ اپنے حلم کے ساتھ اس شخص سے برتاؤ فرما جس نے تیرے سوا کسی سے کوئی امید نہیں رکھی نہ تیرے سوا کسی دوسرے پر کوئی بھروسہ کیا''۔ پھر فرمایا:

''مجھے غسل دینے کے بعد شاہی خزانہ سے وہ رومال نکالنا جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک ملبوس اور آپ کے مقدس بالوں اور ناخنوں کا تراشہ محفوظ ہے۔ ان مقدس بالوں اور ناخنوں کو میری آنکھوں، میرے منہ، ناک اور کانوں میں رکھ دینا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک لباس میرے بدن پر کفن کے نیچے رکھ دینا اور پھر مجھ کو قبر میں لٹا کر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا''۔

محمد بن عقبہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وقتِ وفات آ پہنچا تو بڑی حسرت کے ساتھ یہ فرمایا:

يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ رَجُلًا مِّنْ قُرَيْشٍ بِذِيْ طُوًى وَّاِنِّيْ لَمْ اَلِ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ شَيْئًا ۔

''اے کاش میں قریش کا ایک مرد ہوتا جو مقام ''ذی طویٰ'' میں رہ جاتا اور سلطنت کے معاملہ میں کسی چیز کا میں والی نہ بنا ہوتا''۔

اس کے بعد آپ کی روح عالمِ بالا کو پرواز کر گئی۔ وفات کے وقت آپ کا بیٹا ''یزید'' دمشق میں موجود نہیں تھا اس لیے ضحاک بن قیس نے آپ کے کفن و دفن کا انتظام کیا اور اسی نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(اکمال ص ۶۱۷ واحیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۸ واسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۵ تا ص ۳۸۷)

اللہ ان سے راضی یہ اللہ سے راضی

صحابہ کرام میں سے حضرت معاذ صحابی رضی اللہ عنہ جب مرض الموت میں سخت علیل ہوئے تو یہ دعا بار بار مانگنے لگے:

''اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں دنیا اور لمبی عمر سے اس لیے محبت نہیں کرتا تھا کہ

بہت زیادہ نہریں بنواؤں اور بہت سے باغ لگاؤں بلکہ میں تو اس لیے لمبی عمر کا طلب گار تھا کہ میں (روزہ رکھ کر) سخت پیاس کی مشقت برداشت کروں اور مصیبت جھیلتا رہوں اور ذکر کے حلقوں میں علماء کی مجلسوں کے اندر مجمعوں میں بیٹھا کروں''۔

پھر جب ان پر جانکنی کا عالم طاری ہوا اور نزع کے عالم میں ان پر شدید کرب و بے چینی نمودار ہوئی تو ان کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے:

رَبِّ مَا اَخْنَقَنِيْ خَنْقَكَ فَوَعِزَّتِكَ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّ قَلْبِيْ يُحِبُّكَ ۔

''اے میرے رب! تیری طرح تو کسی نے بھی میرا گلا نہیں گھونٹا تھا لیکن میں تیری عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تجھے خوب معلوم ہے کہ میرا دل تجھ سے محبت رکھتا ہے''۔

زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے اور آپ کی مقدس روح عالمِ بالا میں پہنچ گئی۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹)

☆...... جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر مرضِ وفات میں جانکنی کا عالم طاری ہوا تو ان کی بیوی نے بے قرار ہو کر یہ کہا: واحرباہ۔

''ہائے رے میری مصیبت!''

تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آنکھیں کھول دیں اور تڑپ کر فرمایا:

واطرباہ۔ ''واہ رے میری خوشی!''

آخری کلمات جو آپ کی زبان مبارک سے نکلے یہ تھے اور پھر فوراً ہی آپ کا وصال ہو گیا۔

غَدًا نَلْقَى الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَّصَحْبَهٗ ۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹)

''کل ہم تمام دوستوں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام صحابہ علیہم الرضوان سے ملاقات کریں گے''۔

☆...... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو ایک مشہور بزرگ مرتبہ صحابی ہیں، اپنی وفات کے وقت رونے لگے تو لوگوں نے اس رونے کا سبب پوچھا: کیا چیز آپ کو رُلا رہی

Scanned with CamScanner

ہے:

فرمایا: ''ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے تم لوگ بس اتنا ہی سامان اپنے پاس رکھنا جتنا کہ ایک سوار مسافر اپنے ساتھ توشہ رکھتا ہے مگر ہم نے آپ کی وصیت پر عمل نہیں کیا اور اس سے زیادہ سامان رکھ لیا اسی پر افسوس کر کے رو رہا ہوں''۔

یہ فرمایا اور زار و زار روتے ہوئے ان کی وفات ہوگئی۔ وفات کے بعد لوگوں نے ان کے کل سامان کا جائزہ لیا تو ان کے کل ترکہ کی قیمت دس یا پندرہ درہم ہوئی۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹)

☆......حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بڑے جاں نثار انصاری صحابی ہیں۔ آپ جنگِ خندق میں زخمی ہو گئے تھے اور حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی میں ایک خیمہ گاڑھا اور ان کا علاج شروع کیا۔ خود اپنے دستِ مبارک سے دو مرتبہ ان کے زخم کو داغا' یہاں تک کہ ان کا زخم بھرنے لگا لیکن انہوں نے شوقِ شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی:

''یا اللہ! تو جانتا ہے کہ مجھے کسی قوم سے جنگ کرنے کی اتنی تمنا نہیں ہے جتنی کفارِ قریش سے لڑنے کی تمنا ہے جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور ان کو وطن سے نکالا۔ اے اللہ! میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفارِ قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفارِ قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے زندہ رکھ تا کہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جنگ کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو میرے اس زخم کو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے شہادت کی موت عطا فرما دے''۔

خدا کی شان کہ آپ کی دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۹۱ باب مرجع النبی من الاحزاب)

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے۔ جانکنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمالِ نبوت کا دیدار کیا اور نہایت جوشِ محبت اور

جذبۂ عقیدت سے والہانہ انداز میں یہ کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ!

''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغِ رسالت کا حق پورا پورا ادا فرمایا''۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۸۱)

اس کے بعد فوراً ہی آپ کی وفات ہوگئی۔ آپ کا وصال ۵ ھ ہے۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر شریف ۳۷ برس کی تھی۔ (اکمال ص ۵۹۶ و اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۹۸)

☆......حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں' ان پر خوفِ الٰہی کا اتنا غلبہ تھا کہ یہ قرآن مجید سننے کی تاب نہ لاتے تھے۔ کسی آیت کو سنتے تو ان کی چیخ نکل جاتی تھی اور کئی کئی دنوں تک بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قبیلہ خثعم کا ایک قاری آیا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھ دی:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۔ وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ○

''اس دن کو یاد کرو جب کہ ہم متقیوں کو مہمان بنا کر رحمٰن کے دربار میں جمع کریں گے اور مجرموں کو ہانک کر جہنم میں پیاسا لے جائیں گے''۔

تو اس آیت کو سن کر آپ نے کہا: ''اس آیت کو پھر پڑھ''

چنانچہ قاری نے دوبارہ اس آیت کو پڑھا تو آپ نے ایک زوردار چیخ ماری اور فوراً ہی آپ کی روح اقدس عالمِ بالا کو پرواز کر گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۶۰)

☆......حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آپ بہت ہی مشہور ہوش مند اور نہایت ہی عقل مند صحابی ہیں۔ انہوں نے مصر کو فاروقِ اعظم کے دورِ خلافت میں فتح کیا اور برسوں وہاں کے گورنر رہے' ان کی دانائی اور بہادری کے واقعات سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت بے قرار ہو کر اپنے بیٹوں کے صندوقوں کی طرف حقارت کے ساتھ دیکھا جو اشرفیوں سے بھرے ہوئے تھے اور فرمایا:

''کون ہے جو ان صندوقوں کو لے گا' کاش ان صندوقوں میں اشرفیوں کی جگہ

Scanned with CamScanner

جانوروں کی مینگنیاں بھری ہوتیں"۔

اتنا کہہ کر فوراً آپ کی روح پرواز کرگئی۔ آخری سانس تک آپ کے ہوش وحواس قائم رہے اور آپ گفتگو کرتے رہے۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۰۹)

☆......۲ھ جنگِ بدر میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کے بھائی شیبہ کافر سے دست بدست جنگ کی۔ شیبہ نے حضرت عبیدہ کو اس طرح زخمی کر دیا کہ وہ زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر شیبہ کافر کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اپنے کاندھے پر اُٹھا کر بارگاہِ رسالت میں لائے۔ ان کی پنڈلی چور چور ہوگئی تھی اور نلی کا گودا بہہ رہا تھا اس حالت میں انہوں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں شہادت سے محروم رہا؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ تم شہادت سے سرفراز ہوگئے"۔

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آج میرے اور آپ کے چچا ابوطالب زندہ ہوتے تو وہ مان لیتے کہ ان کے اس شعر کا مصداق میں کیوں ہوں

وَنُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ
وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

"ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس وقت دشمنوں کے حوالے کریں گے جب ہم لڑ لڑ کر ان کے گرد پچھاڑ دیئے جائیں گے اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں گے"۔ آپ نے یہ کہا اور فوراً ہی آپ کا وصال ہوگیا۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶۱ وزرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۴۱۸)

☆......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگِ اُحد کے میدان میں حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی لاش کی تلاش میں نکلا تو میں نے ان کو سکرات کے عالم میں پایا تو انہوں نے مجھ سے کہا:

"تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہہ دینا اور اپنی قوم (انصار) سے بعد سلام میرا یہ پیغام سنا دینا کہ جب تک تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ رہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کفار پہنچ گئے تو خدا کے دربار میں تمہارا کوئی عذر بھی قابلِ قبول نہ ہوگا"۔

آپ نے یہ کہا اور ان کی روح پرواز کرگئی۔ حضرت زید بن ثابت نے بارگاہِ رسالت میں آ کر ان کا سلام عرض کیا اور انصار کا پیغام سنا دیا۔ (زرقانی ج ۲ ص ۴۸)

☆......حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تھوڑی سی فوج کا افسر بنا کر "اوطاس" کی طرف روانہ فرمادیا وہاں درید بن الصمہ کافر کئی ہزار کی فوج لے کر ان کے مقابلے کے لیے میدان میں نکل پڑا اور درید بن الصمہ کے بیٹے نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک تیر مارا جو ان کے گھٹنے پر لگا اور یہ زخمی ہو کر زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ دوڑ کر آئے اور کہا:

"چچا جان! مجھے جلد بتائیے کہ آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟"

حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے اشارے سے بتایا: وہ شخص میرا قاتل ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے چچا کے قاتل پر جوش میں بھرے ہوئے دوڑ پڑے تو وہ بھاگنے لگا مگر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس کو برابر دوڑاتے رہے یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا پھر اپنے چچا حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر یہ خوش خبری سنائی:

"چچا جان! خدا نے آپ کے قاتل کو میرے ہاتھ سے ہلاک کر دیا ہے"۔

پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کے زانو سے وہ تیر کھینچ کر نکالا تو وہ چونکہ زہر میں بجھا ہوا تھا اس لیے زخم سے بجائے خون کے پانی بہنے لگا اور وہ نڈھال ہونے لگے پھر انہوں نے اپنے بھتیجے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ اپنی فوج کا افسر بنایا اور یہ وصیت فرمائی:

"تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا سلام عرض کرنا اور میرے لیے دعا کی درخواست کرنا"۔

یہ وصیت کی اور اس کے بعد ہی فوراً ان کی وفات ہوگئی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی

Scanned with CamScanner

اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب جنگ سے فارغ ہو کر میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور اپنے مرحوم چچا کا سلام اور پیغام عرض کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضو فرمایا پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اونچا اُٹھایا کہ میں نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھ لی اور آپ نے اس طرح دعا مانگی: ''یا اللہ! تو ابو عامر کو قیامت کے دن بہت سے انسانوں سے زیادہ بلند مرتبہ بنادے''۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کرم دیکھ کر عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے بھی دعا فرمادیجئے''۔

تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

''یا اللہ! تو عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ اشعری) کے گناہوں کو بخش دے اور اس کو قیامت کے دن عزت والی جگہ میں داخل فرما''۔ (بخاری ج ۲، ص ۶۱۹ غزوہ اوطاس)

☆......حضرت ذوالبجادین ایک غریب مہاجر تھے اور اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ یہ غزوۂ تبوک میں شامل ہوئے اور ان کو بخار آگیا۔ بوقتِ وفات ان کے پاس حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے بڑی حسرت سے یہ کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا مقصد شہادت ہی ہے اور حضور نے میرے لیے دعا فرمادی ہے کہ اے اللہ! میں نے اس کے خون کو کفار پر حرام کردیا ہے تو کیا میں شہادت سے محروم رہوں گا؟'' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم جہاد کے لیے نکلے ہو تو اگر بخار میں بھی مرو گے جب بھی تم شہید ہی ہو گے''۔

اس کے بعد ہی بخار میں حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا تو حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ان کی نعش کو لحد میں سُلایا اور خود ہی قبر کو کچی اینٹوں سے بند فرمایا اور پھر یہ دعا مانگی:

''اے اللہ! میں ذوالبجادین سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا''۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۳۵۰، وص ۳۵۱)

☆......حضرت اسود راعی رضی اللہ تعالیٰ ایک حبشی تھے جو خیبر کے کسی یہودی کی بکریاں چرایا کرتے تھے جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں فوج لے کر داخل ہوئے تو یہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا: ''آپ کس دین کی دعوت دیتے ہیں؟''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش فرمائی تو انہوں نے عرض کیا:

''اگر میں مسلمان ہوجاؤں تو مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے کیا اجر وثواب ملے گا؟''

آپ نے ارشاد فرمایا: ''تم کو جنت اور اس کی نعمتیں ملیں گی''۔

انہوں نے فوراً ہی کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا اس کے بعد یہ خوش نصیب ہتھیار پہن کر مجاہدینِ اسلام کی صف میں کھڑا ہوگیا اور انتہائی جوش وخروش کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہوگیا جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا:

''اس شخص نے بہت ہی کم عمل کیا اور بہت زیادہ اجر دیا گیا''۔

پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نعش کو خیمہ میں لانے کا حکم دیا اور ان کی نعش کے سرہانے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت سنائی:

''اللہ تعالیٰ نے اس کے کالے چہرے کو حسین بنادیا اور اس کے بدن کو خوشبودار بنادیا اور دو حوریں اس کو جنت میں ملیں اس شخص نے ایمان اور جہاد کے سوا کوئی دوسرا عمل خیر نہیں کیا نہ ایک وقت کی نماز پڑھی نہ ایک روزہ رکھا نہ حج وزکوٰۃ کا موقع پایا مگر ایمان وجہاد کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا''۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲، ص ۲۴۰)

یہ کہا اور روح پرواز کرگئی

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نہایت ہی اہلِ علم وعمل بزرگ تابعی اور بنواُمیہ کے خلفاء کی فہرست میں ''خلیفۂ عادل'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ روزانہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ! میری موت کو مجھ پر آسان کردے''۔

چنانچہ ان کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کا بیان ہے کہ ان کی وفات کے وقت میں ان کے خیمہ سے نکل کر مکان میں بیٹھ گئی تو میں نے ان کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:

Scanned with CamScanner

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ○ (پ۲۰ القصص' آیت ۸۳)

''یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور آخرت کی بھلائی پرہیزگاروں کے لیے ہے''۔

اس کے بعد وہ بالکل ہی پُرسکون ہو گئے۔ نہ کچھ بولے نہ کوئی حرکت کی تو میں نے لونڈی سے کہا: ''دیکھو تو خلیفہ کا کیا حال ہے؟''

وہ دوڑ کر گئی تو آپ وفات پا چکے تھے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ عین وفات کے وقت آپ نے فرمایا: ''مجھے بٹھادو''۔ جب لوگوں نے انہیں بٹھایا تو بیٹھ کر انہوں نے یہ کہا:

''یا اللہ! تو نے مجھے کچھ باتوں کا حکم فرمایا تو میں نے کوتاہی کی اور تو نے مجھے کچھ باتوں سے منع فرمایا تو میں نے نافرمانی کی''۔

تین مرتبہ یہی کہا پھر کلمہ طیبہ پڑھا اور نظر جما کر دیکھا تو لوگوں نے کہا: ''آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟'' آپ نے فرمایا:

''میں کچھ سبز پوش لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو نہ انسان ہیں نہ جن''

یہ کہا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۸ و ص ۴۰۹)

اور عبید بن حسان کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز کی وفات کا وقت بالکل ہی قریب آن پہنچا تو انہوں نے ہر شخص کو گھر میں سے نکل جانے کا حکم دیا۔ مسلمہ اور ان کی بیوی فاطمہ دروازے پر بیٹھ گئے تو انہوں نے سنا کہ آپ بلند آواز سے کہہ رہے ہیں:

''مرحبا! خوش آمدید ہے ان چہروں کے لیے جو نہ آدمی ہیں نہ جن''۔

پھر یہ آیت پڑھی: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ○

پھر لوگوں نے گھر میں داخل ہو کر دیکھا تو آپ وفات پا چکے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۶)

☆ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بوقتِ وفات اپنے شاگردِ خاص یحییٰ بن یحییٰ کو مخاطب کر کے فرمایا: سنو! اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى وَاَمَاتَ وَاَحْىٰ۔

''اس خدا کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں کبھی خوشی دے کر ہنسایا اور کبھی غم دے کر رُلایا۔ ہم اسی کے حکم سے زندہ رہے اور اسی کے حکم پر جان قربان کرتے ہیں''۔

یاد رکھو! میں کسی مسلمان کو شریعت کا ایک مسئلہ بتا کر اس کے اعمال کی اصلاح کر دینا یا کسی عالم سے ایک مسئلہ پوچھ کر اپنے اعمال کی اصلاح کر لینا ایک سو حج اور ایک سو جہاد سے بہتر سمجھتا ہوں۔

اس کے بعد آپ کی آواز بالکل دھیمی پڑ گئی اور پھر آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کا سالِ پیدائش ۹۳ھ اور وفات کا سال ۱۷۹ھ ہے اور قبر شریف جنۃ البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔

(اکمال وطبقات شعرانی' دبستان المحدثین)

☆ ...... حضرت امام ابو یوسف حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد اور خلیفہ ہارون الرشید عباسی کی حکومت کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) رہے' آپ کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں۔ عین وفات کے وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے گئے:

''کاش میں اپنی اسی غریبی کی حالت میں مرتا جو شروع میں میری حالت تھی اور میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا عہدہ قبول نہ کرتا۔ الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں نے کبھی جان بوجھ کر کوئی حرام کام نہیں کیا اور نہ کبھی کوئی درہم حرام کھایا''۔

عین وفات کے وقت یہ کہہ کر آپ کی وفات ہو گئی اس کے بعد آپ کی آواز نہ سنی گئی۔ وفات سے پہلے آپ نے یہ وصیت فرمائی:

''میرے مال میں سے چار لاکھ درہم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور کوفہ وبغداد کے محتاجوں کو دے دیا جائے''۔ (شذرات الذہب لابن عمادہ سیرۃ النعمان وغیرہ)

☆ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاذ اور کوفہ کے استاذ الفقہاء ہیں۔ عبادت' ریاضت اور خوفِ الٰہی میں بھی ان کا مقام بہت بلند ہے۔ یہ اپنی وفات کے وقت رونے لگے' کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ کے قاصد کا انتظار کر رہا ہوں کہ وہ مجھے جنت کی خوش خبری سناتا ہے یا

Scanned with CamScanner

جہنم کی وعید سناتا ہے''۔ یہ کلمات زبان مبارک سے نکلے اور آپ کا وصال ہوگیا۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹)

☆...... حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی عظیم الشان محدث اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی محبوب اور محبّ شاگرد رشید ہیں۔ عبادت و ریاضت اور زہد وتقویٰ میں آپ کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہے' ان کو ان کے والد کی میراث سے بہت کثیر دولت ملی تھی اور ہمیشہ بہت ناز ونعمت کی زندگی بسر کی تھی' بہت ہی نفاست پسند اور امیر کبیر تھے۔ وقتِ وفات انہوں نے اپنے غلام ''نصر'' سے کہا:

''تم مجھے بستر سے اُٹھا کر زمین پر رکھ دو اور میرے سر پر خاک ڈال دو''۔

نصر رو پڑا تو آپ نے فرمایا: ''تم رو کیوں رہے ہو؟''

تو نصر نے عرض کیا: ''اے میرے مولیٰ! میں نے تمام عمر آپ کو ناز ونعمت میں زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا ہے اور موت کے وقت آپ ایک مسکین پردیسی کی طرح مرنے کا خیال رکھتے ہیں؟'' آپ نے جواب دیا: ''میں نے خدا سے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! تو مجھے اغنیاء کی زندگی اور فقراء کی موت عطا فرما''۔

پھر آپ نے فرمایا: ''تم صرف ایک مرتبہ مجھ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا اور پھر جب تک میں کوئی دوسری بات نہ بولوں' دوبارہ مجھے تلقین نہ کرنا''۔

چنانچہ نصر نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا پھر حضرت عبداللہ بن مبارک نے آنکھ کھولی اور ہنسے اور یہ آیت تلاوت کی: لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۔

''ان جیسی نعمتوں کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے''۔

پھر ایک دَم ان کا طائر روح عالمِ بالا کو پرواز کر گیا۔ (احیاء العلوم جلد ۴' ص ۴۰۹)

☆...... حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ بڑے بڑے بلند پایہ محدثین کے شاگرد اور مشہور ائمہ حدیث کے مقتدیٰ اور استاد ہیں۔ عبادت کی کثرت اور زُہد وتقویٰ میں بھی آپ اپنے زمانے کے بہت مشہور وممتاز عابد وزاہد ہیں۔ بوقتِ وفات جانکنی کے عالم میں آپ بلبلا کر رونے لگے جب لوگوں نے پوچھا: ''اس وقت آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟''

آپ نے آنسو پونچھتے ہوئے بھرائی آواز میں فرمایا:

''میں اپنے کسی گناہ اور کسی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ صرف اس خیال سے مجھے رونا آ گیا کہ میں نے بہت سی باتوں کو معمولی اور حقیر سمجھا تھا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی باتیں تھیں تو میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں ان باتوں پر میری پکڑ نہ ہو جائے''۔

اتنا کہا اور فوراً ہی وفات ہوگئی۔ (احیاء العلوم جلد ۴' ص ۴۰۹)

جلیل القدر لوگوں کی دنیا سے رخصتی

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی جلالت شان محتاجِ بیان نہیں' آپ کے فضائل وکمالات کے ذکرِ جمیل سے تاریخ کے صفحات مالا مال ہیں۔ امام مزنی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوا اور میں نے دریافت کیا: ''اے ابوعبداللہ! آپ کا کیا حال ہے؟'' آپ نے مجھ سے فرمایا: ''اے مزنی! سنو میرا اس وقت یہ حال ہے:

''میں دنیا سے جا رہا ہوں اور دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں اور اپنے بُرے اعمال سے ملاقات کرنے والا ہوں اور موت کا پیالہ پینے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے والا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میری روح جنت میں جانے والی ہے تاکہ میں اس کو مبارک باد دوں یا جہنم میں جانے والی ہے تاکہ میں اس کی تعزیت کروں''۔

پھر آپ ان اشعار کو نہایت ہی لرزہ خیز اور پُر درد آواز میں پڑھنے لگے:

وَلَمَّا قَسٰى قَلْبِىْ وَضَاقَتْ مَذَاهِبِىْ
جَعَلْتُ رِجَائِىْ نَحْوَ عَفْوِكَ سُلَّمَا

''اور جب میرا دل سخت ہوگیا اور میرے راستے تنگ ہوگئے
تو میں نے اپنی امید کو تیرے عفو کی جانب سیڑھی بنالیا

تَعَاظَمَ ذَنْبِىْ فَلَمَّا قَرَنْتُهٗ
بِعَفْوِكَ رَبِّىْ كَانَ عَفْوُكَ اَعْظَمَا

''مجھے اپنا گناہ بڑا معلوم ہوا لیکن جب میں نے
تیرے عفو سے اس کا موازنہ کیا تو تیرا عفو بڑا نکلا''۔
''تو ہمیشہ گناہوں کو معاف کرنے والا رہا اور تو ہمیشہ ہی سخاوت کرتا رہا
اور معافی دیتا رہا اپنے ہی احسان وکرم سے''۔

مذکورہ بالا تقریر واشعار کے بعد ہی آپ کا انتقالِ پُرملال ہوگیا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۱۳)

☆......حضرت ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ بڑے پائے کے محدث اور بے حد مشہور وممتاز عابد وزاہد تھے اور بادشاہِ وقت اور اس کے گورنروں کو نصیحت کرنے میں بڑے نڈر تھے۔ خوف اور نڈر رہتے تھے اپنی وفات کے وقت اپنی لڑکی اور لڑکے سے فرمایا:

''میری پیاری بیٹی! تم کیوں ڈرتی ہو؟ کیا تم اس لیے روتی ہو کہ تمہارے باپ کو عذاب دیا جائے گا؟ اے نورِ نظر! تم کو کیا خبر میں نے اپنے مکان کے اس ایک کونے میں چوبیس ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ہے''۔ (تہذیب التہذیب ونووی)

''بیٹا ابراہیم! تمہارے باپ نے زندگی بھر کوئی بے حیائی کا کام نہیں کیا ہے اور تیس برس سے مسلسل میں ایک ختم روزانہ قرآن مجید پڑھتا رہا ہوں۔ خبردار! اس بالا خانے پر ہرگز تم گناہ کا کام مت کرنا کیونکہ اس بالا خانے میں میں نے بارہ ہزار بار قرآن مجید پڑھا ہے''۔

یہ تقریر ختم کرتے ہی جمادی الاولیٰ ۱۹۲ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔ (نووی علی المسلم)

☆......حضرت عمر بن حسین جمحی رحمۃ اللہ علیہ محدث کبیر ہیں اور مدینہ منورہ کے قاضی بھی رہ چکے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ کا قول ہے:

''یہ بہت ہی عبادت گزار تھے اور ایک ختم روزانہ قرآن مجید کا کیا کرتے تھے' ان کی وفات کے وقت جو لوگ حاضر تھے' ان کا بیان ہے کہ نزع روح کے وقت ان کی زبان سے یہ آیت سنی گئی: لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۔

''ان جیسی نعمتوں کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے''۔

جیسے ہی اس آیت کو انہوں نے پڑھا فوراً ہی آپ کا طائر روح قفسِ عنصری سے پرواز

کر گیا۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ) (تہذیب التہذیب)

☆......حضرت زرارہ بن ابواوفیٰ علیہ الرحمۃ بصرہ کے رہنے والے تابعی اور بہت بلند مرتبہ محدث ہیں۔ آپ بصرہ کے قاضی بھی تھے اور قبیلہ بنی قشیر کی مسجد میں لوجہ اللہ امامت بھی فرماتے تھے۔ حضرت بہز بن حکیم محدث کا بیان ہے کہ ایک دن فجر کی نماز میں آپ نے

فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ (پ۲۹' المدثر آیت ۹)

کی آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے: ''جس دن صور پھونکا جائے گا وہ دن بہت سخت ہوگا''۔

یہ آیت پڑھتے ہی آپ لرزتے اور کانپتے ہوئے زمین پر گر پڑے اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔ بہز بن حکیم محدث کہتے ہیں کہ میں بھی ان کی نعش مبارک کو مسجد سے ان کے گھر تک اُٹھا کر لے جانے والوں میں شامل تھے۔ یہ واقعہ ۹۲ھ میں ہوا۔

(احیاء العلوم ج ۴' ص ۱۶۱ و اکمال وترمذی شریف)

حضرت ابوزرعہ علیہ الرحمۃ علمِ حدیث کے مشہور امام اور اس فن میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مرتبہ مانے گئے ہیں۔ ایک بار حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میرے علم میں صحیح حدیثوں کی تعداد سات لاکھ ہے اور ابوزرعہ جوانی ہی میں چھ لاکھ حدیثوں کے حافظ ہو چکے تھے۔ آپ کے مرض الموت میں سکرات موت اور جانکنی کے عالم میں بہت سے محدثین حاضر تھے۔ لوگوں کو خیال آیا کہ آپ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنی چاہیے مگر حضرت ابوزرعہ کی جلالتِ شان کے آگے کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آخر سب لوگوں نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین والی حدیث کا تذکرہ کرنا چاہیے تاکہ ان کو کلمہ یاد آجائے۔ چنانچہ محمد بن مسلم محدث نے ابتدا کی اور یہ سند پڑھی:

حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ۔

اتنا پڑھ کر رعب سے ان کی زبان بند ہوگئی اس پر ابوزرعہ نے جانکنی کے عالم میں روایت شروع کر دی:

Scanned with CamScanner

حَدَّثَنَا بَنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُالْحَمِیْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ كَثِیْرِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ۔

اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی‘‘۔

پوری حدیث یوں ہے:

مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔

’’جس کی زبان سے مرتے وقت آخری کلام لا الٰہ الا اللہ...... نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا‘‘۔ ۲۶۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔(تذکرۃ الحفاظ وتہذیب التہذیب وغیرہ)

☆......حضرت ہثیم بن جمیل علیہ الرحمۃ حدیث میں حضرت امام مالک وغیرہ محدثین کرام کے نامور شاگردوں میں ہیں' نہایت متقی اور اعلیٰ درجے کے عابد وزاہد تھے۔ حضرت سفیان بن مصیصی کا بیان ہے کہ میں ہثیم بن جمیل کی وفات کے وقت حاضر تھا' وہ سکرات موت میں تھے اور قبلہ رو لیٹے ہوئے تھے' لوگوں نے ان کو چادر اوڑھا دی تھی اور دَم نکلنے کے انتظار میں تھے اسی حالت میں ان کی باندی نے ان کا پاؤں ہاتھ سے دبایا تو آپ نے فرمایا:

’’میری باندی تم ان پیروں کو خوب اچھی طرح دباؤ' اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میرے یہ دونوں پاؤں زندگی بھر میں کبھی کسی گناہ کی طرف نہیں چلے ہیں‘‘۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا ہوئے اور فوراً ہی آپ کی روح پرواز کر گئی۔

۲۱۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔(تہذیب التہذیب)

☆......حضرت بشر بن حارث علیہ الرحمۃ وہی مشہور صاحب ولایت و باکرامت بزرگ ہیں جو عام طور پر ’’بشر حافی‘‘ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ اتنے بلند مرتبہ محدث اور مفتی اعظم ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل ان کی درس گاہ کے ایک طالب علم ہیں۔ آخری عمر میں درسِ حدیث اور مجالس فتویٰ ختم کر کے گوشہ نشین ہوگئے اور ہمہ وقت عبادت وریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ بوقتِ وفات جانکنی کے عالم میں ان پر بہت زیادہ مشقت اور بے قراری ظاہر ہوئی تو کسی نے پوچھا:

’’کیوں؟ کیا بات ہے؟ کیا آپ کو زندگی سے محبت ہے اور موت ناگوار ہے؟‘‘

آپ نے فرمایا:

’’بھائی! اللہ تعالیٰ کے دربار میں جانا بہت دشوار معاملہ ہے' اسے آسان نہ سمجھو' میں اسی لیے بے قراری میں پیچ وتاب کھا رہا ہوں کہ یہ بہت ہی سنگین اور کٹھن مرحلہ ہے‘‘۔

یہ کہا اور ان کا وصال ہوگیا۔(احیاء العلوم ج ۴' ص ۴۱۰)

☆......خلیفہ عبدالملک بن مروان علیہ الرحمۃ خلفاء بنو اُمیہ میں بڑے کروفر کا بادشاہ گزرا ہے' بہت زیادہ صاحب علم اور خلیفہ ہونے سے پہلے بہت عبادت گزار بھی تھا جب اس کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو اس نے ایک غسال کو دمشق کے دروازے پر دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر ایک مردہ نہلانے جا رہا تھا تو خلیفہ عبدالمالک نے کہا:

’’کاش میں بھی ایک غسال ہوتا اور اپنے ہاتھ ہی کی کمائی روزانہ کھاتا اور میں حکومتِ دنیا کے کسی معاملہ کا والی نہ بنتا‘‘۔

جب صوفی ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ عبدالملک کے اس مقولہ کی خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا: ’’الحمد للہ کہ جب ان بادشاہوں کی موت کا وقت آتا ہے تو یہ لوگ ہمارے حال کی تمنا کرتے ہیں اور جب ہم لوگوں کی موت کا وقت آتا ہے تو ہم لوگ ان بادشاہوں کے حال کی تمنا نہیں کرتے‘‘۔ عین جانکنی کے عالم میں کسی نے خلیفہ عبدالملک بن مروان سے پوچھا:

’’اس وقت آپ اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہیں؟‘‘

اس نے کہا: ’’میں اپنے آپ کو بالکل ویسا ہی پا رہا ہوں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ(پ ۷' الانعام آیت ۹۴)

’’اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار خلق کیا تھا اور پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے جو مال ومتاع ہم نے تمہیں دیا تھا‘‘۔

یہ آیت اس نے تلاوت کی اور فوراً ہی اس کا دَم نکل گیا۔(احیاء العلوم ج ۴' ص ۴۰۸)

Scanned with CamScanner

☆......خلفائے بنو العباس میں خلیفہ ہارون الرشید جس شان و شوکت اور رعب و دبدبہ کا بادشاہ گزرا ہے تاریخ داں حضرات پر پوشیدہ نہیں۔ وہ موت کے وقت اپنے کفن کو اُلٹ پلٹ کر بار بار دیکھتا تھا اور یہ آیت پڑھتا تھا: مَا اَغْنٰی مَالِیَهْ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطَانِیَهْ ۔ ''میرے مال نے مجھے کوئی نفع نہیں دیا' میری بادشاہی ہلاک ہوگئی''۔

اسی آیت کو پڑھتے پڑھتے اس کی جان نکل گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴' ص ۴۰۹)

☆......خلیفہ مامون رشید بہت ہی علم والا اور نہایت ہی رعب و دبدبہ والا اور بہادر تھا اس نے موت کے وقت راکھ بچھائی اور اسی پر چت لیٹ کر لوٹتا تھا اور گڑگڑا کر یہ دعا مانگتا تھا: یَامَنْ لَا یَزُوْلُ مُلْکُهٗ اِرْحَمْ عَلٰی مَنْ قَدْ زَالَ مُلْکُهٗ ۔ ''اے وہ ذات جس کی بادشاہی کبھی زائل نہ ہوگی اس شخص پر رحم فرما جس کی بادشاہی زائل ہوگئی''۔

یہی دعا مانگتے ہوئے اس کی روح پرواز کر گئی۔ (احیاء العلوم ج ۴' ص ۴۰۹ و تاریخ الخلفاء ص ۲۱۴)

☆......حضرت خلیفہ معتصم باللہ عباسی خلفاء میں بڑا سنگ دل اور ظالم حکمران تھا' اپنی موت کے وقت نہایت افسوس کے ساتھ بستر پر تڑپتا اور لوٹتا تھا اور یہی لگاتار کہتا تھا کہ ہائے افسوس۔ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّ عُمْرِیْ هٰکَذَا قَصِیْرٌ مَافَعَلْتُ ۔ ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری عمر اتنی کم ہے تو میں بادشاہی نہ کرتا''۔ یہی کلمات اس کی زبان پر تھے کہ اس کا انتقال ہوگیا۔

(احیاء العلوم ج ۴' ۴۰۹)

☆......خلیفہ منتصر باللہ نزع کے عالم میں بے قرار ہو کر بستر پر لوٹنے لگا تو خوشامدی لوگوں نے کہا: ''امیر المومنین! آپ پر کوئی حرج نہیں۔ آپ تو بہت اچھے ہیں''۔

یہ سن کر خلیفہ منتصر باللہ نے کہا: ''کوئی حرج تو نہیں مگر یہ کیا کم ہے کہ دنیا جاتی رہی اور آخرت میرے سامنے کھڑی ہے۔ ہائے میں نے اپنے باپ کو قتل کر کے جلدی خلافت پر قبضہ جمالیا تو مجھ سے بھی جلد ہی خلافت چھین لی گئی''۔

یہی الفاظ اس کی زبان پر تھے کہ اس کا دَم نکل گیا اس کی بادشاہی صرف چھ مہینے رہی۔

ابن طیفور ترکی طبیب نے زہر آلود نشتر سے اس کی فصد کھولی یہی اس کی موت کا سبب بنا۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۰۹ و تاریخ الخلفاء ص ۲۴۴)

☆......حضرت عامر بن عبدالقیس علیہ الرحمۃ بہت ہی مشہور عابد و زاہد بلکہ صاحب کرامت بلند مرتبہ اولیاء میں سے ہیں۔ یہ اپنی وفات کے وقت بے قرار ہو کر زار و زار رونے لگے جب رونے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''میں موت کے ڈر یا دنیا کی محبت میں نہیں رو رہا ہوں بلکہ میں اس خیال سے رو رہا ہوں کہ میں اب مر رہا ہوں تو اب گرمیوں کے روزوں میں دوپہر کی پیاس اور جاڑوں کی لمبی راتوں میں قیام اللیل (نوافل تہجد) کی لذت مجھے کہاں؟ اور کیسے نصیب ہوا کرے گی ہائے رے یہ روح پرور اور جاں بخش لذتیں''۔ یہی کہتے کہتے ان کی روح پرواز کر گئی۔

(احیاء العلوم ج ۴' ص ۴۰۹)

☆......حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ سلسلہ قادریہ میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پیر ہیں۔ بزرگ ترین اولیاء میں آپ کا شمار ہے۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں:

''میں ان کے مرضِ وفات میں ان کی عیادت کے لیے گیا اور حال و مزاج پوچھا تو انہوں نے نہایت ہی پُر درد لہجے میں یہ شعر پڑھا:

كَیْفَ اَشْكُوْ اِلٰی طَبِیْبِیْ مَابِیْ
وَالَّذِیْ اَصَابَنِیْ مِنْ طَبِیْبِیْ

''میں کس طرح اپنے طبیب سے اپنی بیماری کی شکایت کروں جب کہ میری بیماری میرے طبیب ہی کی طرف سے مجھے پہنچی ہے''۔

پھر میں نے پنکھا جھلنا شروع کر دیا تو انہوں نے فرمایا:

''پنکھے کی ہوا اس شخص کو کیسے لگے گی جو عشقِ الٰہی کی گرمی سے جل رہا ہو؟''

اس کے بعد ہی آپ کا وصال ہوگیا۔ (احیاء العلوم ج ۴' ص ۴۱۰)

☆......جریری محدث کا بیان ہے کہ میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی جانکنی کے وقت جب کہ وہ سکرات کے عالم میں تھے' حاضر ہوا تو وہ تلاوت کر رہے تھے۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا جب وہ تلاوت ختم کر چکے تو میں نے عرض کی: ''اس وقت میں بھی آپ

Scanned with CamScanner

تلاوت کر رہے ہیں؟''

تو انہوں نے فرمایا: ''مجھ سے زیادہ تلاوت کا حق دار دوسرا کون ہوگا؟ دیکھ نہیں رہے ہو کہ میری زندگی کا نامہ اعمال لپیٹا جا رہا ہے''۔ پھر کسی نے آپ سے کلمہ پڑھنے کے لیے کہا تو تڑپ کر آپ نے فرمایا:

''میں اس کلمہ کو تو زندگی میں کبھی بھولا ہی نہیں جو تم مجھے اس وقت یاد دلا رہے ہو''۔

ابو العباس بن عطاء کہتے ہیں: ''میں نزع کے عالم میں حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا پھر تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا اور فرمایا: مجھے معذور سمجھو۔ میں اس وقت وظیفہ میں مشغول تھا پھر اپنا چہرہ انہوں نے قبلہ کی طرف کر لیا اور نعرہ تکبیر لگایا اور روح نکل گئی''۔ (احیاء العلوم جلد ۴، ص ۴۰۹ تا ص ۴۱۰)

☆......حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ بڑے بڑے اولیاء اللہ کی فہرست میں آپ کا نام بہت مشہور اور ممتاز ہے۔ وفات کے وقت لوگوں نے پوچھا: ''اس وقت آپ کو کس چیز کی خواہش و تمنا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''بس میری ایک ہی خواہش اور بہت بڑی تمنا یہی ہے کہ مرنے سے پہلے ایک ہی لحظہ کے لیے مجھے خداوندِ قدوس کی معرفت حاصل ہو جائے''۔ یہ فرمانے کے بعد فوراً ہی آپ کی روح پاک عالم آخرت کو روانہ ہوگئی اور لوگ ان کا منہ تکتے رہ گئے۔ (احیاء العلوم جلد ۴، ص ۴۰۹)

☆......حضرت ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ سلسلہ چشتیہ کے مشہور اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ ایک شخص سے منقول ہے: ''میں حضرت ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک درویش آئے اور سلام کر کے پوچھا: یہاں کوئی ایسی صاف ستھری جگہ ہے جہاں ایک انسان کے لیے مرنا آسان ہو تو لوگوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جہاں پانی کا چشمہ تھا تو اس درویش نے وضو کیا اور کچھ نماز میں پڑھتا رہا پھر پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور اس کی وفات ہوگئی۔ بعض مشائخ حضرت ممشاد دینوری کے پاس عالمِ سکرات میں آئے اور دعائیں کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ نعمت دے، وہ نعمت دے تو آپ نے ہنس کر فرمایا:

''آپ لوگ میرے لیے کیا کیا دعائیں مانگ رہے ہیں، تیس برس سے برابر میرے

سامنے جنت پیش کی جا رہی ہے مگر میں نے تو ایک مرتبہ نگاہ اُٹھا کر اس کو دیکھا بھی نہیں ہے''۔ آپ نے یہ فرمایا اور آپ کی وفات ہوگئی۔ (احیاء العلوم جلد ۴، ص ۴۱۰)

☆......حضرت ابو علی رودباری علیہ الرحمۃ بزرگ ترین اولیاء اللہ میں سے ہیں، ان کی بہن کا بیان ہے کہ میں نزع کے عالم میں ان کے سر کو اپنی گود میں لیے ہوئے بیٹھی تھی کہ ایک دم انہوں نے آنکھ کھول دی اور فرمایا:

''دیکھو یہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور یہ جنت کے پھاٹک مزین کیے ہوئے ہیں اور یہ (کوثر و سلسبیل) کے برتن رکھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: ''اے ابو علی! ہم نے تمہیں بڑے مراتب پر پہنچا دیا ہے حالانکہ تم اس کے طلب گار نہیں تھے''۔ پھر آپ یہ شعر بار بار پڑھنے لگے:

بِحَقِّكَ لَا نَظَرْتُ اِلٰی سِوَاكَا
بِعَيْنِ مَوَدَّةٍ حَتّٰی اَرَاكَا

''تیرے حق کی قسم میں نے تیرے سوا کسی کو محبت کی نظر سے دیکھا ہی نہیں ہے یہاں تک کہ میں تجھے دیکھ لوں''۔

یہی فرماتے ہوئے انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ان کی پاک باز روح عالمِ قدس کو روانہ ہوگئی۔ (احیاء العلوم ج ۴، ص ۴۱۰)

☆......حضرت ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ مشہور اولیاء کبار میں سے ہیں، ان کی وفات کے وقت بہت سے لوگ حاضر تھے تو ان کی بے چینی و بے قراری دیکھ کر کسی نے کہا:

اَبْشِرْ فَاِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰی رَبٍّ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۔

''آپ خوش خبری حاصل کیجیے کہ آپ اس رب کے دربار میں جا رہے ہیں جو غفور رحیم ہے''۔ تو آپ نے فرمایا: ''تم لوگ یہ کیوں نہیں کہتے:

اِحْذِرْ فَاِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰی رَبٍّ يُّحَاسِبُكَ بِالصَّغِيْرِ وَيُعَاقِبُكَ بِالْكَبِيْرِ ۔

''آپ ڈریے کہ آپ اس رب کے دربار میں جا رہے ہیں جو چھوٹے گناہوں کا

Scanned with CamScanner

حساب لے گا اور بڑے گناہوں پر سزا دے گا"۔

آپ نے یہ فرمایا اور آپ کی وفات ہوگئی اور پھر آپ کی کوئی آواز نہیں سنی گئی۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۱۰)

☆......حضرت معتمر محدث فرماتے ہیں کہ میں احمد بن عبدالملک کے پاس ان کی نزع روح کی حالت میں گیا اور دعائیں کرنے لگا:

"یا اللہ! ان پر سکرات موت کو آسان فرمادے کیونکہ یہ تو ایسے تھے یہ تو ایسے تھے"۔

چند تعریفی کلمات میں نے کہے تو انہوں نے تڑپ کر کہا: "یہ بولنے والا کون ہے؟"

میں نے کہا: "میں معتمر ہوں"۔ انہوں نے فرمایا: "ملک الموت مجھ سے فرمارہے ہیں کہ میں ہر سخی مومن کے ساتھ نزع روح میں نرمی برتتا ہوں"۔

یہ فرما کر پھر ایک دَم وہ بجھ گئے یعنی ان کی وفات ہوگئی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۱۰)

☆......حضرت احمد بن خضرویہ علیہ الرحمۃ بہت بلند درجے کے ولی کامل ہیں۔ آپ کی وفات کے وقت کسی نے ان سے کوئی مسئلہ پوچھا تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے:

"اے میرے پیارے بیٹے! میں ایک دروازہ جس کو پچانوے برس سے کھٹکھٹاتا رہا ہوں، وہ آج اس وقت کھل رہا ہے لیکن میں کچھ نہیں جانتا کہ وہ دروازہ سعادت کے ساتھ کھلے گا یا شقاوت کے ساتھ کھلے گا تو ایسی حالت میں میرے لیے کسی مسئلہ کے جواب کا بھلا کہاں موقع ہے"۔ آپ نے یہ فرمایا اور بالکل خاموش ہوگئے جب لوگوں نے انہیں غور سے دیکھا تو وہ وفات پاچکے تھے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۱۱)

عاشق کو عشق کا کڑوا گھونٹ مبارک ہو

لغت کے امام جناب اصمعی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے:

"میں نے ایک سنسان جگہ میں ایک پتھر پر یہ شعر لکھا ہوا دیکھا:

اَیَا مَعْشَرَ الْعُشَّاقِ بِاللّٰہِ خَبِّرُوْا
اِذَا حَلَّ عِشْقٌ بِالْفَتٰی کَیْفَ یَصْنَعُ

"اے عاشقوں کی جماعت! تم لوگ مجھے خبر دو میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا

ہوں کہ جب عشق کسی جوان پر اُتر پڑے تو وہ کیا کرے"۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے اس شعر کے نیچے یہ شعر لکھ دیا:

یُدَارِیْ ھَوَاہُ ثُمَّ یَکْتُمُ سِرَّہٗ
وَیَخْشَعُ فِیْ کُلِّ الْاُمُوْرِ وَیَخْضَعُ

"اپنے عشق کے ساتھ نرمی برتے پھر اپنے راز کو چھپائے رکھے اور تمام کاموں میں عاجزی وانکساری رکھے"۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں دوسرے دن وہاں گیا تو دیکھا کہ ایک دوسرا شعر اسی پتھر پر لکھا ہوا ہے

وَکَیْفَ یُدَارِیْ وَالْھَوٰی قَاتِلُ الْفَتٰی
وَفِیْ کُلِّ یَوْمٍ قَلْبُہٗ یَتَقَطَّعُ

"عاشق کیسے نرمی برتے؟ حالت تو یہ ہے کہ عشق جوان کو قتل کیے جارہا ہے اور روزانہ اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہورہا ہے"۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے اس شعر کے نیچے یہ شعر لکھ دیا:

اِذَا لَمْ یَجِدْ صَبْرًا لِکِتْمَانِ سِرِّہٖ
فَلَیْسَ لَہٗ شَیْءٌ سِوَی الْمَوْتِ یَنْفَعُ

"جب عاشق اپنے راز کو چھپانے کے لیے صبر نہیں کر پاتا تو اس کو موت کے سوا کوئی دوسری چیز کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

اصمعی کہتے ہیں کہ پھر میں تیسرے دن وہاں گیا تو دیکھتا ہوں کہ ایک جوان کی لاش وہاں پڑی ہوئی ہے اور یہ دو شعر اس پتھر پر لکھے ہوئے ہیں:

سَمِعْنَا اَطَعْنَا ثُمَّ مُتْنَا فَبَلِّغُوْا
سَلَامِیْ عَلٰی مَنْ کَانَ لِلْوَصْلِ یَمْنَعُ
ھَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُھُمْ
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْکِیْنِ مَا یَتَجَرَّعُ

"ہم نے سن لیا اور آپ کی بات مان لی پھر ہم مر گئے تو ہمارا سلام اس شخص کو

Scanned with CamScanner

پہنچا دو جو وصال سے ہمیں روکتا تھا۔
نعمت والوں کو ان کی نعمت مبارک ہو اور عاشق مسکین کو عشق کا کڑوا گھونٹ مبارک ہو جس کو وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے''۔

ہر زمان از غیب جان دیگر است

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کے بڑے بلند مرتبہ خلیفہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر وقت غرق رہا کرتے تھے۔ ایک دن قوال نے شیخ احمد جام علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھ دیا:

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

''تسلیم ورضا کے خنجر سے قتل کیے ہوئے شخص کو ہر زمانے میں غیب سے ایک دوسری جان ملتی رہتی ہے''۔

آپ یہ شعر سن کر تین شب وروز حیرت کے عالم میں رہے اور کچھ بھی نہیں بولے اور پانچویں رات آپ کا وصال ہو گیا۔ خواجہ میر حسین دہلوی نے اسی زمین میں چار مصرع کہہ کر اس کی تضمین کی ہے جن میں اس واقعہ کو نظم کیا ہے

جان بریک بیت دادہ است آں بزرگ
آرے ایں گوہر کانے دیگر است
کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانے دیگر است
اس ایک شعر پر ان بزرگ نے جان دے دی
ہاں یہ گوہر کسی دوسری جان سے نکلا ہوا ہے
تسلیم ورضا کے خنجر سے قتل کیے ہوئے شخص کو
ہر زمانے میں غیب سے ایک دوسری جان ملا کرتی ہے

(اخبار الاخیار شیخ محقق ص ۳۲)

شاید بخشا جائے

حجاج بن یوسف خلفائے بنو اُمیہ کا انتہائی سفاک وخونخوار ظالم گورنر تھا اس نے ایک لاکھ انسانوں کو اپنی تلوار سے قتل کیا اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کیے گئے ان کو تو کوئی گن ہی نہیں سکا۔ بہت سے صحابہ اور تابعین کو اس نے قتل کیا یا قید وبند رکھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''اگر ساری اُمتیں اپنے اپنے منافقوں کو قیامت کے دن لے کر آئیں اور ہم اپنے ایک منافق حجاج بن یوسف ثقفی کو پیش کر دیں تو ہمارا ہی پلہ بھاری رہے گا''۔

یہ حجاج بن یوسف جب کینسر کی خبیث بیماری میں مرنے لگا تو اس کی زبان پر یہ دعا جاری ہو گئی۔ یہی دعا مانگتے مانگتے اس کا دَم نکل گیا اس کی دعا یہ تھی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ فَاِنَّ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّکَ لَا تَغْفِرُلِیْ ۔

''اے میرے اللہ! تو مجھے بخش دے کیونکہ سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا''۔

خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کو حجاج بن یوسف ثقفی کی زبان سے مرتے وقت کی یہ دعا بہت اچھی لگی اور ان کو حجاج کی موت پر رشک ہونے لگا اور جب حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ سے لوگوں نے حجاج کی اس دعا کا ذکر کیا تو آپ نے تعجب سے فرمایا: ''کیا واقعی حجاج نے یہ دعا مانگی تھی؟''

لوگوں نے کہا: ''جی ہاں! اس نے یہ دعا مانگی تھی''۔

تو آپ نے فرمایا: ''شاید (خدا اس کو بخش دے)''

(احیاء العلوم ج ۴، ص ۴۰۹)

Scanned with CamScanner

(۲۲)

بداخلاقی پر بھی حسنِ سلوک

حضرت سیّدنا عمیر بن عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے زمین دار تھے۔ حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سلطنت چھوڑ کر درویشی زندگی اختیار کر چکے تھے اور رزقِ حلال کے حصول کے لیے اُجرت پر لوگوں کی کھیتی وغیرہ کاٹا کرتے تھے۔ حضرت سیّدنا عمیر بن عبدالباقی علیہ رحمۃ اللہ کے ہاں آپ اور آپ کے ایک دوست نے مزدوری کی اور بیس دینار کمائے۔ حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفیق سے کہا:

’’آؤ! ہم حلق کروالیں (یعنی سر منڈوالیں)‘‘

چنانچہ دونوں حجام کے پاس آئے، حجام نے انہیں کوئی وقعت نہ دی اور بڑے تحقیر آمیز لہجے میں کہا: ’’تم لوگوں سے زیادہ ناپسندیدہ میرے نزدیک دنیا بھر میں کوئی نہیں، کیا میرے علاوہ کوئی اور شخص تمہیں نہ ملا جو تمہاری خدمت کرتا‘‘۔

یہ کہہ کر وہ دوسرے گاہکوں میں مصروف ہوگیا۔ آپ کے رفیق کو حجام کا ذلت آمیز لہجہ بہت بُرا لگا تھا اس لیے اس نے حلق کروانے سے انکار کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خاموشی سے بیٹھے رہے جب سب لوگ چلے گئے تو حجام نے نفرت بھرے لہجے میں کہا: ’’تم کیا چاہتے ہو؟‘‘ فرمایا: ’’میں اپنا حلق کروانا چاہتا ہوں‘‘۔

حجام نے بڑی حقارت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حلق کیا۔ خدا تعالیٰ کی شان کہ دو ٹکے کا حجام بھی آج اس مردِ قلندر کو درویشانہ لباس میں دیکھ کر حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا جس نے اپنے پاک پروردگار کی رضا کی خاطر سلطنت، شان وشوکت، شاہی محلات اور زر وزمین سب کچھ ٹھکرا دیا تھا۔ کسی نے درست کہا ہے کہ موتی کی قدر جوہری ہی جانتا ہے۔

وہ نادان حجام اس گوہرِ بے بہا کی قدر نہ جان سکا۔ بہرحال جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حلق کروالیا تو اپنے رفیق سے کہا: ’’جو بیس دینار تمہارے پاس ہیں وہ سب اس حجام کو دے دو‘‘۔ اس نے کہا: ’’حضور! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ اتنی شدید گرمی میں خون پسینہ ایک کر کے آپ نے مزدوری کی پھر یہ رقم ملی اب اس حجام کو دے رہے ہیں‘‘۔

فرمایا: ’’یہ رقم اس حجام کو دے دو تاکہ پھر کبھی یہ کسی درویش کو حقیر نہ جانے‘‘۔

آپ کے رفیق نے ساری رقم حجام کو دے دی پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ طرسوس کی طرف لوٹ آئے۔ صبح ہوئی تو اپنے دوست سے فرمایا: ’’یہ چند کتابیں کسی کے پاس رہن رکھ کر قرض لو اور کھانے کے لیے کچھ خرید لاؤ‘‘۔

آپ کا دوست حسبِ ارشاد کتابیں لے کر بازار کی جانب چل دیا۔ راستے میں ایک شخص کو دیکھا جو بڑی شان وشوکت سے خیمہ لگائے بیٹھا تھا اس کے سامنے غلے کا ڈھیر، قیمتی گھوڑے، خچر اور ایسے بڑے بڑے صندوق تھے جن میں ساٹھ ہزار سے زیادہ دینار ہوں گے۔ وہ شخص اس طرح صدائیں بلند کر رہا تھا: ’’ان تمام چیزوں کا مالک سفیدی مائل سرخ رنگت والا شخص ہے جو ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے، کوئی ہے جو مجھے اس کے متعلق بتائے‘‘۔

یہ اعلان سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دوست اس شخص کے پاس گیا اور کہا: ’’جسے تم ڈھونڈ رہے ہو وہ ایسی شہرت کو پسند نہیں کرتا۔ آؤ! میں تمہیں اس کے پاس لے چلتا ہوں‘‘۔

وہ دونوں حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مزدوروں کے لباس میں دیکھ کر وہ شخص ہکا بکا رہ گیا، ہاتھ جوڑ کر عرض کی: ’’میرے آقا! میرے سردار! خراسان کی سلطنت چھوڑ کر آپ اس حالت کو پہنچ گئے ہیں؟‘‘ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ تمہارا معاملہ کیا ہے؟‘‘ کہا: ’’حضور! آپ کے بعد جو شخص تخت نشین ہوا اس کا انتقال ہوگیا‘‘۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جس طرح اسے موت آئی اسی طرح ہر ذی روح کو موت آئے گی جس نے خوشیوں کا گنج پایا وہ موت کے رنج سے بھی

Scanned with CamScanner

دو چار ہوگا اب یہ بتاؤ تم کیا چاہتے ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟''

کہا: ''میرے آقا! آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جب تخت نشین شیخ کا انتقال ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سارے غلاموں نے جو چاہا وہ کیا' تمام شاہی چیزیں لوگوں نے آپس میں تقسیم کر لیں۔ میں نے بھی بہت سی چیزیں لے لیں' یہ تمام چیزیں جو میرے پاس ہیں' سب آپ کی ہیں اور میں بھی آپ کا بھاگا ہوا غلام ہوں اب معافی طلب کرنے آیا ہوں۔ میں نے علماء کرام سے اپنے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''جب تک تم اپنے آقا کے پاس واپس نہ جاؤ گے اس وقت تک تمہارے اعمال قبول نہ ہوں گے' تم مال ومتاع لے کر اپنے آقا کے پاس جاؤ وہ جس طرح چاہے تمہارے ساتھ معاملہ کرے''۔

میرے آقا! اب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حاضر ہوں' میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ فرمائیں''۔

حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آزاد کیا اور جو کچھ مال ومتاع تمہارے پاس ہے' وہ سب تمہیں دیا اب جہاں چاہو یہ مال خرچ کرو۔ جاؤ! یہ سارا مال تمہیں مبارک ہو''۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوست کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''جاؤ! کسی کے پاس یہ کتابیں رہن رکھ کر قرض لو اور کھانے کے لیے کچھ خرید لاؤ''۔ (عیون الحکایات)

(سبحان اللہ! صد ہزار آفریں ان مبارک ہستیوں پر جنہوں نے خدائے بزرگ وبرتر کی رضا کے لیے شاہی شان وشوکت' محلات وباغات' غلمان وخدام اور دنیوی زیب وزینت کو ٹھکرا کر سادگی وعاجزی اختیار کی۔ بھوک وپیاس کی مصیبتیں ہنس کر برداشت کیں' کبھی بھی حرفِ شکایت لب پر نہ لائے اور رزقِ حلال کی خاطر محنت مزدوری کی یقیناً یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کی قدر جان لی' ان پر دنیا کی حقیقت آشکار ہو چکی تھی کہ دنیا بے وفا ہے اس کی نعمتیں زوال پذیر ہیں۔ ان عارضی لذتوں کی خاطر دائمی خوشیوں کو نظر انداز کر دینا عقل مندوں کا کام نہیں۔ سمجھ دار وہی ہیں جو باقی رہنے والی خوشیوں کو فانی خوشیوں پر ترجیح دیتے ہیں اور دنیوی مصائب وتکالیف کو صبر وشکر کے ساتھ برداشت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

ان پاکیزہ ہستیوں کے صدقے ہمیں بھی اعمالِ صالحہ پر استقامت عطا فرمائے۔ ہر حال میں اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بے صبری وناشکری سے بچا کر صبر وشکر کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

ہر شخص کو چاہیے کہ ہر آنے والی مصیبت پر صبر کر کے اجر کا مستحق ہو۔ مصائب وآلام کے ذریعے ہمیں آزمایا جاتا ہے اور مردانگی یہی ہے کہ امتحان وآزمائش آ جائے تو منہ نہ پھیرا جائے بلکہ خوش دِلی کے ساتھ آزمائشوں سے نمٹا جائے' مصیبت خود نہ مانگی جائے بلکہ عفو وکرم کی بھیک طلب کی جائے اگر مصیبت آ جائے تو اس پر صبر کیا جائے۔ اللہ کریم ہمیں اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے''۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

میری مشکلیں گر تیرا امتحاں ہیں
تو ہر غم قسم سے خوشی کا سماں ہے
گناہوں کی میرے اگر یہ سزا ہے
تو سب مشکلوں کو مٹا میرے مولیٰ!

Scanned with CamScanner

(۲۳)

ماں کی ممتا

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے زمانے کا یہ واقعہ بیان فرمایا: دو عورتیں کہیں جا رہی تھیں' ان کے ہمراہ ان کا ایک ایک بچہ بھی تھا۔ راستے میں بھیڑیئے نے ان میں سے ایک کے بچے کو اُچک لیا اور بھاگ گیا اب ان کے پاس جو ایک بچہ تھا اس کے بارے میں وہ دونوں جھگڑا کرنے لگیں۔ ایک کہتی تھی: ''یہ بچہ میرا ہے''۔ دوسری کہتی: ''تیرا نہیں''۔

ان دونوں میں سے کوئی عورت بچے سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں تھی' دونوں کا دعویٰ تھا کہ بچہ اسی کا ہے۔

یہ سیّدنا داؤد علیہ السلام کا زمانہ تھا' لوگ اپنے اُلجھے ہوئے مسائل سلجھانے کے لیے سیّدنا داؤد علیہ السلام کی خدمت میں آتے تھے چنانچہ ان دونوں عورتوں کا مقدمہ بھی سیّدنا داؤد علیہ السلام کے روبرو پیش ہوا۔ سیّدنا داؤد علیہ السلام نے دونوں کا مؤقف سنا اور اپنے تئیں جو ممکنہ قیاس آرائیاں کر سکتے تھے' کیں پھر فیصلہ سنایا کہ یہ بچہ اس عورت کا ہے جو عمر میں زیادہ ہے۔ (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس فیصلے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ بچہ بڑی عورت ہی کے ہاتھ میں تھا جب کہ چھوٹی عورت کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی)

فیصلہ صادر ہو چکا تھا' دونوں عورتیں سیّدنا داؤد علیہ السلام کے دربار سے نکلیں' ان کا گزر حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحب زادے سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس سے ہوا' انہوں نے عورتوں سے پوچھا: ''میرے والد نے تمہارے بارے میں کیا فیصلہ سنایا ہے؟''

عورتوں نے سارا ماجرا سنا دیا۔ انہوں نے کہا: ''یہ فیصلہ میرے والد نے اپنے اجتہاد

سے کیا ہے۔ آؤ میں تم دونوں کے درمیان اس سے بہتر فیصلہ کر دیتا ہوں''۔

پھر سیّدنا سلیمان علیہ السلام نے بچے کو اپنی گود میں لیا اور حکم دیا:

اِئْتُوْنِیْ بِالسِّکِّیْنِ أَشُقُّ الْغُلَامَ بَیْنَکُمَا ۔

''چھری لاؤ' میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کو آدھا آدھا دے دوں''۔

یہ سن کر بڑی عورت تو پُرسکون رہی مگر چھوٹی عورت کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کیونکہ بچہ اسی کا تھا' وہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگی: ''کیا آپ اس بچے کے دو ٹکڑے کر دیں گے؟'' فرمایا: ''ہاں! میرے پاس اس کے سوا دوسرا علاج نہیں''۔

وہ کہنے لگی: لَا تَفْعَلْ' حَظِّیْ مِنْهُ لَهَا ۔

''آپ ایسا نہ کریں' میں اپنا آدھا حصہ اس عورت کو دیتی ہوں''۔

چھوٹی عورت کی یہ بات سن کر سیّدنا سلیمان علیہ السلام معاملے کی حقیقت سمجھ گئے اور فیصلہ سنایا: ''یہ بچہ اسی چھوٹی عورت کا ہے' بڑی عورت کا نہیں اس لیے یہ بچہ چھوٹی عورت کے حوالے کر دیا جائے''۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور بچہ چھوٹی عورت کے حوالے کر دیا گیا۔

(صحیح البخاری' حدیث: ۳۴۲۷' صحیح مسلم' حدیث: ۱۷۲۰)

(۲۴)

آگ سے نجات کا پروانہ

بیان کرتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں بڑا سخت قحط پڑا۔ پس عرب سے ایک جماعت بطور قاصد کے خلیفہ کی خدمت میں آئی اور اس جماعت نے اپنے میں سے ایک شخص کا انتخاب کیا جو خلیفہ سے بات چیت کرے۔ چنانچہ اس شخص نے خلیفہ سے عرض کیا:

''اے امیر المومنین! ہم ایک ضرورت سے آپ کے پاس آئے ہیں کیونکہ غلہ وغیرہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ہماری کھالیں ہمارے جسموں پر خاموش ہوگئی ہیں اور بیت المال (خزانہ سرکاری) میں ہماری راحت ہے اور یہ مال تین قسم سے خالی نہیں ہے یا یہ کہ اللہ کا مال ہے یا آپ کا مال ہے یا بندگانِ خدا کا مال ہے''۔

پس اگر اللہ کا مال ہے تو اللہ اس مال سے بے نیاز ہے اور اگر آپ کا مال ہے تو آپ اس سے ہم پر صدقہ کیجیے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے اور اگر یہ مال بندگان خدا کا ہے تو اس میں سے ان کا حق ان کو دیجیے۔ اس کا یہ کلام سن کر خلیفۂ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آنکھوں نے آنسو برسائے پھر خلیفہ نے فرمایا: ''اے شخص! واقعی تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے ذکر کیا''۔

اور انہوں نے بیت المال سے ان کی ضرورتوں کے پورا کرنے کا حکم دیا۔ پس جب ان لوگوں نے وہاں سے نکلنے کا قصد کیا تو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس خطیب شخص سے فرمایا: ''اے شریف مرد! جس طرح تو نے بندگانِ خدا کی ضرورتوں کو ہم تک پہنچایا ہے اور ہم کو ان کا کلام سنایا ہے اسی طرح میرا کلام اور میری حاجت اللہ تعالیٰ تک

پہنچا''۔

پس اس بدو نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف پھیرا اور کہا: ''اے میرے معبود! اپنی عزت اور جلال کے واسطہ سے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہی کر جو انہوں نے تیرے بندوں کے ساتھ کیا ہے''۔

پس اس نے اپنا کلام ختم نہ کیا تھا کہ آسمان نے کثیر بارش برسائی اور ایک بڑا اولہ مٹکے پر گرا اور وہ ٹوٹ گیا۔ پس اس سے ایک کاغذ نکلا جس پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمر بن عزیز رضی اللہ عنہ کے پاس آگ سے یہ برأت نامہ ہے۔ (نوادر القلیوبی)

Scanned with CamScanner

(۲۵)

زندہ ہے ملت بیضاء غرباء کے دَم سے

خلفاء بنو العباس میں ''معتصم'' کا پوتا ''محمد'' جو ''مہتدی باللہ'' کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ زُہد وعبادت میں تمام خلفاء بغداد سے ممتاز ہوا۔ خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ یہ شخص تخت خلافت پر بیٹھنے کے وقت سے شہادت کے وقت تک ہمیشہ روزہ دار ہی رہا اس کے پاس بھیڑ کے بالوں کا ایک جبہ اور ایک کمبل تھا جس کو پہن کر یہ بادشاہ رات کو خدا کی عبادت کرتا اور نمازیں پڑھا کرتا تھا اور شاہی دستر خوان کا یہ حال تھا کہ ہاشم بن قاسم بیان کرتے ہیں: ''میں رمضان کی ایک شام کو خلیفہ مہتدی باللہ کے دستر خوان پر حاضر ہوا تو بید کی بنی ہوئی ایک ڈلیہ میں چند روٹیاں' زیتون کا تیل' نمک' سرکہ خلیفہ کے سامنے کھانے کے لیے رکھ دیا گیا۔ میں بھی شریک طعام ہو گیا اور میں نے یہ سمجھا کہ یہ افطاری ہے ابھی کھانا اس کے بعد آئے گا۔ چنانچہ میں نے نہایت بے رغبتی کے ساتھ آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا کھانا شروع کر دیا۔ خلیفہ نے فرمایا: ''خوب اچھی طرح شکم سیر ہو کر کھالو یہاں اس کے سوا دوسرا کوئی کھانا نہیں ہے''۔

میں نے یہ سن کر عرض کیا: ''کیوں؟ اے امیر المومنین! آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں غرق فرما دیا ہے کہ آپ خزانہ شاہی کے مالک ومختار ہیں''۔

خلیفہ نے کہا: ''تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میرا معاملہ یہ ہے کہ میں نے سوچا کہ خاندان بنو اُمیہ میں جب سلطنت تھی تو اس خاندان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جس زُہد و پرہیزگاری اور عبادت وتقویٰ شعاری کی حالت میں سلطنت کی' وہ تم کو معلوم ہی ہے تو مجھے بڑی غیرت محسوس ہوئی کہ میرے خاندان بنو ہاشم میں جب سلطنت آئی تو کوئی حضرت عمر

بن عبدالعزیز کی شان کا نہیں ہوا لہٰذا میں نے اس طریقے کو اپنا لیا ہے۔ رجب ۲۵۶ھ میں ترکوں نے اس خلیفہ عادل کو شہید کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۵۱)

زہد و پرہیزگاری اور عبادت وتقویٰ شعاری بلاشبہ ہر شخص کے لیے باعثِ تعریف اور لائق مدح وستائش ہے لیکن امرا و سلاطین جو عیش وتنعم کے ماحول میں پلے بڑھے اور ان کے پاس دولت' طاقت' سلطنت اور ہر قسم کے لہو ولعب اور سامانِ عیش وعشرت ہوتے ہوئے جب وہ زُہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت کی سعادت سے سرفراز ہو جائیں اور ہر قسم کے لہو ولعب اور سامانِ عیش پرستی پر لات مار کر زاہدانہ زندگی بسر کرتے ہوئے خدا کی عبادت کریں تو یقیناً یہ بہت ہی قابلِ تعریف اور بہت زیادہ لائقِ مدح وتحسین بات ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تواضع زگردن فرازاں نکواست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

''بلند مرتبہ رکھنے والے لوگ اگر تواضع اور انکساری کریں تو بہت ہی خوب اور قابلِ تعریف بات ہے۔ ایک بھیک مانگنے والا فقیر اگر تواضع اور انکساری کرے تو یہ کون سی تعریف کی بات ہے؟ تواضع اور انکساری تو ہر بھکاری کی عادت ہی ہوتی ہے''۔

گزشتہ تاریخ اسلام سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی سلطنتوں کے بہت سے سلاطین و امراء اس قدر عبادت گزار ہوئے ہیں کہ بڑے بڑے خانقاہ نشین پیروں اور درویشوں کو ان کے ریاضت ومجاہدہ اور زُہد وتقویٰ پر رشک ہوتا تھا مگر افسوس کہ اب قوم مسلم میں ایسا درد انگیز اور افسوس ناک انقلاب آ گیا کہ جس مسلمان کے پاس تمول ومال داری کی ہوا پہنچی وہ دین داری اور پرہیزگاری سے اس قدر برگشتہ ہو جاتا ہے کہ معاذ اللہ! اس کو خدا اور رسول سے گویا کوئی تعلق ہی نہیں رہ جاتا۔ ڈاکٹر اقبال نے اسی فتنۂ دین سوز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

جا کے مسجد میں جو ہوتے ہیں صف آراء تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
امراء نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملتِ بیضا غرباء کے دَم سے

(روحانی حکایات)

(۲۶)

ایک مناظرے کی روئیداد

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین دامت فیوضہم العالیہ نے فرمایا:

''ایک مرتبہ تونسہ شریف کے راستے میں ایک جگہ قیام کیا۔ ایک وہابی مولوی نے اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے شبہات کا ازالہ کرنا چاہتا ہے لیکن دراصل وہ اپنی طرف سے مناظرہ کر رہا تھا جس طرح ایک طالبِ علم کو سمجھایا جاتا ہے۔ میں اسی طرح اس کو جواب دیتا رہا۔ اتنے میں ایک اور مولوی کتابوں کا گٹھا اُٹھائے ہوئے اپنے طالبِ علموں سمیت آ گیا اور بیٹھتے ہی کہنے لگا کہ مناظرہ کی شرائط طے ہونی چاہئیں اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ شخص تو باقاعدہ مناظرہ کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا کیسی شرائط؟ کہنے لگا کہ دلائل بغیر قرآن مجید کے تسلیم نہیں کیے جائیں گے۔ ثبوت صرف اور صرف قرآن مجید ہی سے ہونا چاہیے۔ میں نے جواباً کہا: جس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا ہے انہوں نے زیادہ سمجھا ہے یا تم لوگوں نے؟ مولوی صاحب نے کہا انہوں نے زیادہ سمجھا ہے پھر پوچھا: جو مطالب ومعانی انہوں نے بیان فرمائے ہیں وہ دلائل میں کیوں نہ ہوں اس نے کہا جی ہاں ضرور ہوں میں نے کہا: پھر حدیث پاک بھی ثبوت میں بیان کی جائے گی۔ پھر پوچھا کیا عربی کلام کا معنیٰ سمجھنے کے لیے علم معانی وبیان جو فصاحت وبلاغت اور فہم وادراک کے لیے زیادہ مفید ہے کیا اس کا لحاظ نہ رکھا جائے اس نے کہا ٹھیک ہے پھر کہا: اصولِ عربیہ کے ماتحت تفاسیر واحادیث کے مطالب ومعانی میں علم لغت علم نحو وصرف اور دیگر علوم وفنون کی اشد ضرورت ہے۔ ان کی محتاجی لازماً ہے بغیر ان کے کلام اللہ اور ارشاداتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سمجھنا سمجھانا ناممکن ہے۔ ان کا لحاظ

کیوں نہ ہو؟ جب یہ سنا تو کہنے لگا درست ہے۔ یہ سب دعویٰ ثابت کرنے کے لیے بحث کے دوران پیش کیے جائیں۔ اتنے میں اس کی رنگت تبدیل ہوگئی۔ گویا دل میں کہنے والا تھا کہ اب پھنس چکا ہوں اور جلدی جلدی بولا۔ بتائیں آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علومِ کلیہ کے قائل ہیں یا جزئیہ کے؟ (سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی خشک طریقہ سے لیا) جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی علوم حاصل ہیں اس طرح پھر سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

سوال: اگر حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اس کے دشمن ہیں اور اسے تکلیف دیں گے تو ان کے ساتھ کیوں بھیجتے؟ نیز کنویں میں حضرت یوسف علیہ السلام پڑے رہے اور وہ معلوم نہ کر سکے اس کے لیے کیوں روتے رہے؟ پھر کھوٹے درہموں کے عوض لڑکا فروخت ہوا تو والد نے کیوں نہ جا کر خرید لیا پھر عرصہ دراز تک اس کے فراق میں غم زدہ رہ کر گریہ وزاری کرتے کرتے بینائی بھی ختم ہوگئی اگر معلوم ہوتا تو اتنے مصائب وتکالیف نہ اُٹھاتے؟

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا' میں نے کہا: تم نے جتنی شرائط مقرر کی ہیں مجھے تمام منظور ہیں۔ میری طرف سے ایک شرط ہے کہ آخر میں تم نے لاجواب ہو جانا ہے لہٰذا جب تو لاجواب ہو جائے تو میرے سامنے اپنے سرغنوں کو گمراہ یقین کر کے ان پر لعنت کرنا۔ علاوہ ازیں تیرا سوال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علومِ کلیہ کے ثبوت کے لیے تھا جب کہ سوالات حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس پر حملہ کرتے ہوئے ان کے علم کی نفی کے کیے ہیں لہٰذا میرا ایمان ہے کہ نہ صرف سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے علومِ کلیہ بخشے ہیں اب جواب سنیں:

حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقیناً علم تھا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے دشمن ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا:

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ

سَاجِدِیْنَ ۔

تو اس کے جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے پیارے فرزند کو فرمایا: اپنے بھائیوں کو یہ خواب بیان نہ کرنا۔

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ۔

''اے میرے پیارے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کو بیان نہ کرنا کیونکہ تیرے ساتھ دھوکہ کریں گے تو یہ پہلا ثبوت ہے آپ کے علم کے متعلق کہ دھوکہ کرنے کے بارے میں بتادیا''۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ خود ان کے بھائی بھی جانتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام کا دشمن یقین کرتے ہیں اور اس بات کو ظاہر کر کے انہوں نے کہا: لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۔

''اے والد صاحب! آپ ہمیں یوسف علیہ السلام پر امانتی نہیں سمجھتے حالانکہ یقیناً اس کے لیے ہم ضرور نصیحت کرنے والے ہیں''۔

اس آیتِ کریمہ میں جملہ اسمیہ ہے اور تاکید ہے کہ دو مرتبہ لام تاکید لایا گیا ہے اور علم معانی کے لحاظ سے اس طرح تاکید ایسے مقام پر آتی ہے جہاں مخالف کے ذہن سے ازالہ مخالفت مقصود ہو۔ مخاطب منکر ہو یا فعل انکار ہو تو لازم تاکید ہوتا ہے اس سے بھی ظاہر ہے کہ یعقوب علیہ السلام دوسرے لڑکوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کا دشمن جانتے تھے جس کا لڑکوں کو بھی یقین تھا اس لیے تاکید کہہ کر اپنے آپ کو خیر خواہ ظاہر کیا جو واقعہ کے خلاف تھا۔ نیز اس کا جواب تاکید کے طور پر فرما کر ان کی مخالفت کا ثبوت دیا۔

اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ ۔

پھر حضرت یعقوب علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد

اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ ۔

''میں خوف کرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے گا''

اس امر کا بین ثبوت ہے کہ انہیں یقین تھا یہ دشمن ہیں جو بہانہ بنا کر انہوں نے آ کر

Scanned with CamScanner

پیش کرنا ہے وہ پہلے ہی بتا دیا۔ نیز حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کنویں میں ڈال کران کا کرتہ خون آلودہ پیش کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا ارشاد

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ .

فرمایا (بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے لیے بنالی ہے تو صبر اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سے تمہاری باتوں پر مدد چاہتا ہوں) لہٰذا یہ لازمی ہے کہ آپ اس امر سے بخوبی واقف تھے ورنہ نصوص قطعیہ کا انکار لازم ہے جو موصل الی الکفر ہے۔ علاوہ ازیں حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے متعلق اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ . نیز حضرت یعقوب علیہ السلام کا ارشاد عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا . قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لائے اور فرمایا وَاِنِّيْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ . ''جو اللہ کی طرف سے میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو''۔

یہ تمام ارشادات ان کے علم پر شاہد ہیں اب رہا یہ اعتراض کہ باوجود علم ہونے کے ان کو دشمنوں کے ساتھ کیوں بھیج دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نہ صرف ان تکالیف و مصائب کا علم تھا بلکہ یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر بنیں گے اس لیے بھیج دیا تھا۔ نیز یعقوب علیہ السلام اس جلیل القدر پیغمبر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پوتے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر اپنے فرزند ارجمند کو اپنی طرف سے ذبح کر دیا تھا تو کیا حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر یوسف علیہ السلام کو نہ بھیجتے۔ یعنی نبی کا ہر فعل وقول رضائے الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے۔ رب العالمین کے امر کی اطاعت کماحقہ تمام انبیاء علیہم السلام کا شیوہ رہا ہے تو انبیاء علیہم السلام کے عمل پر کس کو اعتراض کرنے کی جرأت ہو سکتی ہے جب یہ سنا تو وہابی نے کتابیں اُٹھا کر واپسی کا رُخ کیا۔ میں نے بلا کر کہا: میری شرط کو تسلیم کیا تھا، پورا کرتے جاؤ اور اب اپنے سرغنوں کو گمراہ کہو لیکن وہ تیزی سے نکل گیا۔

(انوار قمریہ: ۱۳۸ تا ۱۴۱)

(۲۷)

خوفِ خدا تعالیٰ سے کھجوریں قبول نہ کیں

حضرت سیدنا اسماعیل بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت سیدنا عافیہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عابد وزاہد تھے۔ خلیفہ مہدی نے انہیں ایک علاقے کا قاضی مقرر کر دیا۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوپہر کے وقت خلیفہ کے پاس گئے۔ خلیفہ نے اپنے پاس بلا کر حال دریافت کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سرکاری کاغذات سے بھرا ہوا تھیلا خلیفہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا: ''اے خلیفہ! میں عہدۂ قضاء سے استعفیٰ دیتا ہوں، آپ میری جگہ جسے چاہیں، قاضی مقرر کر دیں اب میں یہ ذمہ داری نہیں سنبھال سکتا''۔ خلیفہ نے سنا تو سمجھا کہ شاید کسی سرکاری نمائندے یا صاحبِ اثر شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تنگ کیا ہوگا۔ خلیفہ نے پوچھا: ''آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کس نے تنگ کیا؟ کون ہے جو آپ کے معاملات میں دخیل ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تنگ کر رہا ہے کہ آپ استعفیٰ دینے کو تیار ہو گئے ہیں؟'' قاضی عافیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے خلیفہ! ایسی کوئی بات نہیں۔ اصل بات کچھ اور ہے ہوا یوں کہ دو شخصوں کا مقدمہ تقریباً دو ماہ سے میرے پاس تھا۔ وہ مقدمہ ایسا مشکل و حیران کن تھا کہ ابھی تک حل نہیں ہوا۔ ان میں سے ہر ایک ثبوت و گواہ پیش کر چکا ہے، دونوں کے پاس اپنے اپنے دعویٰ پر دلائل و گواہ موجود ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ان کا فیصلہ کس طرح کروں۔ دو ماہ تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر میں نے ان سے کہا: ''تم دونوں اپنے اپنے دعویٰ پر دلائل و گواہ پیش کر چکے ہو، تمہارا فیصلہ کچھ دن بعد فلاں تاریخ کو ہوگا، میں تمہارے معاملے میں غور وفکر کروں گا۔ جاؤ، فلاں دن آ جانا۔ وہ دونوں چلے گئے اور میں غور وفکر کرنے لگا۔ میں نے یہ مقدمہ اس لیے مؤخر کیا تھا کہ شاید یہ دونوں آپس میں

Scanned with CamScanner

صلح کرلیں گے ورنہ کم از کم مجھے ان کے مقدمہ میں غور وفکر کا موقع مل جائے گا۔ مجھے تازہ اور عمدہ کھجوریں بہت پسند تھیں ان دونوں میں سے ایک شخص کو میری اس پسند کے بارے میں معلوم ہوگیا ابھی کھجوریں پکنا شروع ہی ہوئی تھیں اور تازہ کھجوریں ان دنوں بڑے بڑے رؤسا وامراء کو بھی بڑی مشکل سے میسر آتی تھیں۔ وہ شخص نہ جانے کہاں سے اعلیٰ قسم کی تازہ کھجوروں سے بھرا تھال لے آیا اس نے میرے خادم کو چند درہم رشوت دے کر اس بات پر راضی کرلیا کہ کھجوروں کا وہ تھال مجھ تک پہنچا دے اس نے اس بات کی پرواہ نہ کی کہ میں یہ کھجوریں واپس کر دوں گا اس نے کھجوروں کا تھال مجھے بھجوادیا۔ میں نے ان میں سے ایک کھجور بھی نہ لی اور خادم سے کہا: جہاں سے لائے ہو وہیں واپس لے جاؤ۔ میں ہرگز قبول نہ کروں گا۔

چنانچہ وہ شخص اپنی کھجوریں لے کر واپس چلا گیا۔ دوسرے دن وہ اپنے مخالف فریق کے ساتھ میرے پاس آیا۔ آج ان کا فیصلہ ہونا تھا جب وہ دونوں میرے سامنے آئے، میری نظر اور میرے دل میں وہ دونوں برابر کی حیثیت سے نہ آئے۔ مجھے ایسا لگا کہ میری توجہ اس شخص کی طرف زیادہ ہو رہی ہے جو کھجوریں لے کر آیا تھا۔ اے خلیفہ! مجھے اپنی یہ کیفیت ہرگز ہرگز قبول نہیں۔ میں نے وہ کھجوریں قبول نہ کیں تب میری یہ حالت ہے اگر خدانخواستہ قبول کرلیتا تو میرا کیا بنتا؟ میں نہیں چاہتا کہ کسی وجہ سے میں دینی معاملات میں رکاوٹ وفساد کا باعث بنوں اور ہلاکت میرا مقدر بن جائے۔ مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں کہ میری وجہ سے لوگوں میں فساد وبدامنی پھیلے۔ خدارا! مجھے معاف فرمائیں اور میری جگہ کسی اور کو قاضی مقرر کردیں، آپ کا مجھ پر احسان ہوگا"۔

خلیفہ نے جب ان کی اخلاص بھری باتیں سنیں تو استعفیٰ قبول کرکے ان کی جگہ کسی اور کو قاضی بنادیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے اس طرح واپس ہوئے جیسے بہت بڑا بوجھ آپ کے سر سے اُتر گیا ہو"۔

اللہ اس سے پہلے ایمان پہ موت دے دے
نقصاں میرے سبب سے ہو "دین" نبی کا ﷺ

(عیون الحکایات)

(۲۸)

دُوراندیشی کی انتہا

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی کہ ایک تاجر خراسان سے چلا اور بغداد پہنچا۔ وہ حج کے لیے مکہ مکرمہ جانا چاہتا تھا اس نے سفرِ حج کی تیاری مکمل کرلی تو زادِ راہ کے علاوہ اس کے پاس ایک ہزار دینار فالتو بچ گئے اس نے سوچا اگر میں یہ ہزار دینار اپنے پاس رکھوں تو یہ مناسب نہیں کیونکہ راستے میں کوئی خطرہ بھی پیش آسکتا ہے پھر اس نے سوچا کہ اگر میں یہ رقم کسی کے پاس امانت رکھوں تو یہ تدبیر بھی خطرے سے خالی نہیں، کہیں وہ میری امانت کا انکار ہی نہ کردے۔

چنانچہ خراسانی تاجر ایک صحرا میں گیا وہاں ارنڈ کے ایک درخت کے پاس گڑھا کھودا اور اس میں یہ ہزار دینار چھپا دیئے۔ وہ اکیلا تھا اس لیے اسے اس وقت کوئی نہیں دیکھ رہا تھا پھر وہ حج کے لیے بغداد سے مکہ مکرمہ روانہ ہوگیا۔ حج کے بعد بغداد واپس آیا تو ارنڈ کے درخت کے پاس گیا تاکہ گڑھے سے اپنے ایک ہزار دینار نکال لے مگر اسے یہ دیکھ کر سخت حیرانی اور پریشانی ہوئی کہ اس کا مال وہاں سے غائب ہے۔ اسے سخت صدمہ پہنچا وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

خراسانی تاجر جو اب خراسانی حاجی بن چکا تھا، زور زور سے فریاد کر رہا تھا اور مسلسل روئے جا رہا تھا۔ کوئی اس سے رونے کا سبب پوچھتا تو وہ صرف یہ کہہ دیتا تھا کہ زمین نے میرا مال چوری کرلیا ہے، لوگ اس کی یہ بات سن کر ہنستے بھی تھے اور افسوس کا اظہار بھی کرتے تھے جب اس کا واویلا حد سے بڑھا تو لوگوں نے اسے مشورہ دیا:

لَوْ قَصَدْتَ اِلٰی عَضُدِ الدَّوْلَةِ فَاِنَّ لَهٗ فِطْنَةً ۔

''تم عضدالدولہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقدمہ پیش کرو شاید کوئی حل نکل آئے کیونکہ عضدالدولہ بڑا دوراندیش ہے اور ایسے مواقع پر پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کی تدبیر نکال لیتا ہے''۔ خراسانی تاجر نے کہا: أَوَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ؟ ''کیا وہ غیب کا علم رکھتا ہے؟''

لوگوں نے کہا: ''فضول سوال کیوں کرتے ہو؟ اگر تم عضدالدولہ کے روبرو یہ مقدمہ پیش کر دو تو تمہارا حرج ہی کیا ہے؟ ممکن ہے وہ کوئی حل نکال دے''۔

چنانچہ لوگوں کے مشورے کے مطابق وہ عضدالدولہ کی خدمت میں پہنچا اور اپنا مقدمہ پیش کیا۔ عضدالدولہ نے اس کا مقدمہ بغور سنا اور کچھ غور وفکر کے بعد شہر کے طبیبوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اطباء حاضر ہو گئے تو اس نے ان سے دریافت کیا:

هَلْ دَاوَيْتُمْ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ أَحَدًا بِعُرُوْقِ الْخُرُوْعِ؟

''کیا اس سال تم میں سے کسی نے ارنڈ کی جڑوں سے کسی کا علاج کیا ہے؟''

ایک طبیب بولا: ''جی ہاں! میں نے فلاں آدمی کا علاج کیا ہے۔ وہ آپ کے خاص لوگوں میں سے ہے''۔

عضدالدولہ نے حکم دیا: ''اسے ابھی اور اسی وقت میرے پاس حاضر کیا جائے''۔

جب وہ شخص عضدالدولہ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے پوچھا: ''کیا تو نے اس سال ارنڈ کی جڑ سے علاج کرایا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''ہاں!''

عضدالدولہ نے پوچھا: ''یہ جڑ کون لے کر آیا تھا؟'' جواب دیا: ''میرا فلاں خادم''۔

اب خادم کو طلب کیا گیا اور وہ حاضر ہو گیا۔

عضدالدولہ خادم سے مخاطب ہوا: ''تو ارنڈ کی جڑ کہاں سے لایا تھا؟''

خادم نے جواب دیا: ''فلاں جگہ سے''

عقدالدولہ نے کہا: اِذْهَبْ بِهٰذَا مَعَكَ فَأَرِهِ الْمَكَانَ الَّذِيْ أَخَذْتَ مِنْهُ

''اس خراسانی کو اپنے ساتھ لے جا اور وہ جگہ دکھا جہاں سے تو نے وہ جڑ نکالی تھی''۔

خادم خراسانی تاجر کو اپنے ساتھ لے گیا اور وہ درخت دکھلایا۔ خراسانی نے وہ درخت فوراً پہچان لیا اور کہنے لگا: ''یہی وہ درخت ہے جہاں میں نے ایک ہزار دینار چھپا رکھے

تھے''۔ جب یہ عضدالدولہ کے پاس واپس آئے تو اس نے خادم سے کہا: هَلُمَّ بِالْمَالِ ۔

''چلو! اس کا مال واپس کرو''۔

خادم پس وپیش کرنے لگا' عضدالدولہ نے مال واپس نہ کرنے کی صورت میں اسے سخت سزا کی دھمکی دی تو وہ تیزی سے اپنے گھر گیا اور ایک ہزار دینار لاکر خراسانی تاجر کے حوالے کر دیئے''۔

(کتاب الاذکیاء لابن الجوزی' ص:۹۲)

(۲۹)

نیت کا اثر

نقل ہے کہ نوشیروانِ عادل شکار کے واسطے نکلا اور شکار کے پیچھے اپنے لشکر سے جدا ہو گیا۔ راہ میں جب وہ پیاسا ہوا تو اس نے ایک زمین دیکھی یہ دیکھ کر وہ ایک شخص کے گھر کے دروازہ پر جا کھڑا ہوا اور اس سے پانی طلب کیا تا کہ وہ پیئے اس کی آواز سن کر ایک لڑکی گھر سے نکلی۔ پس جب لڑکی نے بادشاہ کو دیکھا تو وہ تیزی کے ساتھ گھر میں واپس آ گئی اور ایک گنا کوٹا اور اس کے رس کو پانی میں ملایا ایک پیالہ میں بھر کر اس کو لے کر بادشاہ کے پاس لائی۔ بادشاہ نے پیالہ کی طرف دیکھا تو اس نے اس میں مٹی اور تنکا دیکھا۔ پس اس نے اس سے تھوڑا تھوڑا کر کے پیا' یہاں تک کہ سب پی گیا پھر فرمایا: ''کیا اچھا پانی تھا اگر اس میں تنکا نہ ہوتا''۔ (یہ سن کر) لڑکی نے اس سے کہا: ''میں نے بالقصد اس میں کوڑا ڈال دیا تھا''۔ بادشاہ نے اس سے فرمایا: ''تو نے کیوں کیا؟'' اس نے جواب دیا: ''میں نے آپ کو سخت پیاسا دیکھا اس لیے میں ڈری کہ اگر آپ اس کو ایک ہی مرتبہ میں پی جائیں گے تو وہ آپ کو ضرر دے گا''۔

نوشیرواں نے اس لڑکی کی تیزی ذہانت اور طباعی پر تعجب کیا اس کے بعد بادشاہ نے اس سے کہا: ''تو نے اس میں کتنے گنے نچوڑے تھے''۔

لڑکی نے جواب دیا: ''میں نے اس میں ایک گنا نچوڑا تھا''۔

بادشاہ نے اس سے بھی تعجب کیا اس کے بعد جب وہ اپنے مقام میں پہنچا تو اس نے اس مقام کا کاغذ طلب کیا اور اس زمین کا خراج کم دیکھ کر اس کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اس زمین کے لگان میں زیادتی کرے پھر ایک مدت کے بعد نوشیرواں اکیلا اس زمین

کی طرف پلٹا اور اسی پہلے دروازہ پر کھڑا ہوا اور پینے کے واسطے پانی طلب کیا۔ چنانچہ وہی لڑکی اس کی طرف نکلی اور اس کو دیکھا اور پہچانا اور تیزی سے لوٹ گئی تا کہ اس کے لیے پانی نکالے لیکن لڑکی نے واپسی میں دیر کی آخر جب وہ پانی لے کر نکلی تو بادشاہ نے متعجب ہو کر اس سے کہا: ''تو نے دیر کیوں لگائی؟'' لڑکی نے اس سے کہا: ''ایک گنے سے آپ کی حاجت بقدر رس نہیں نکلا بلکہ تین گنوں سے نکلا ہے''۔ بادشاہ نے اس سے فرمایا: ''اس کا کیا سبب ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''اس کا سبب حاکم اور بادشاہ کی نیت کا بدلنا ہے۔ بے شک میں نے سنا ہے کہ جب سلطان کی نیت کسی قوم پر بدل جاتی ہے تو ان کی برکتیں جاتی رہتی ہیں اور ان کی بھلائیاں کم ہو جاتی ہیں''۔

یہ سن کر نوشیرواں ہنسا اور اس کے دل میں خراج کی زیادتی کا جو خیال آیا تھا اس کو دور کیا پھر اس نے اس لڑکی سے نکاح کیا کیونکہ بادشاہ کو اس کی اس ذہانت سے تعجب ہوا تھا اور اس کا یہ فصیح کلام اس کو پسند آیا تھا۔ (انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(۲۹)

صوفیاء کی گرفتاری اور رہائی

شیخ ابوعلی دقاق نے فرمایا: خلیفہ بغداد کے پاس صوفیوں کے بارے میں کسی نے یہ تہمت لگائی کہ یہ لوگ ملحد و بے دین ہیں۔ چنانچہ جنید بغدادی ابوالحسن نوری شحام و قاسم درقام وغیرہ گرفتار کر کے حاضرِ دربار کیے گئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تو مفتی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے مگر باقی لوگوں کو قتل کرنے کے لیے چمڑا بچھایا گیا اور جلاد بلایا گیا۔

ابوالحسن نوری سب سے پہلے قتل ہونے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جلاد نے پوچھا:

''آپ سب سے پہلے کیوں قتل ہونے کے لیے کھڑے ہو گئے؟''

آپ نے فرمایا: ''تاکہ میرے ساتھیوں کو چند منٹ اور زندگی کا موقع مل جائے''۔

جب اس گفتگو کی خبر خلیفہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو قاضی کے سامنے پیش کر کے ان کے عقائد و اعمال کے بارے میں پوری تحقیق و تفتیش کی جائے۔ چنانچہ یہ لوگ قاضی کی کچہری میں لائے گئے اور قاضی نے ابوالحسن نوری سے چند فقہی مسائل پوچھے۔ آپ نے ہر ایک کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا پھر آپ نے قاضی کو چند نصیحت کے کلمات ارشاد فرمائے تو قاضی اس قدر متاثر ہوا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور اس نے خلیفہ کے پاس یہ لکھا: ''اے امیر المومنین! اگر یہ لوگ ملحد و زندیق کہلائیں گے تو روئے زمین پر کون ہوگا جس کو مسلمان کہا جائے گا؟''

خلیفہ نے قاضی کا خط پڑھ کر سب کو چھوڑ دیا۔ (روح البیان' ج ۵' ص ۲۵۹)

(۳۱)

بابا رتن ہندی دربارِ رسالت میں

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی اس سلسلے میں تحقیق یہ ہے کہ ہندوستان کے علاقہ میں ایک شہر جس کا نام بھٹنڈا ہے وہاں کے راجہ نے جب سنا کہ نبی آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے ہیں تو تحقیق کے لیے اپنے وزیر کو مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ وزیر بابا رتن صاحب تھے جو بعد میں صحابی ہوئے اور یہ بابا رتن صاحب بغرض تجارت و سفارت وغیرہ ایک دو مرتبہ پہلے بھی ہندوستان سے عرب شریف گئے تھے۔ ایک بار تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اونٹ بنے۔ وہ اس طرح کہ پہاڑی علاقہ میں ایک وادی کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا زمانہ تھا' آپ کی اونٹنیاں وادی کی دوسری طرف چر رہی تھیں' درمیان میں ایک رو پانی کی جا رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس رو سے پار جانا چاہتے تھے۔ بابا رتن صاحب جب وہاں پہنچے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب ہو گئی۔ عرض کیا: ''میں آپ کا اونٹ بن جاؤں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!''

چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے شانوں پر سوار ہوئے' دونوں پاؤں مبارک بابا رتن صاحب رضی اللہ عنہ کے سینے پر لٹکا دیئے اس طرح بابا رتن صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک چوم لیے اور اپنے سینے کو ٹھنڈک سے بھرپور پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پانی کی رو سے دوسری طرف پہنچایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا فرمائی: بارك الله في عمرك۔ تین بار فرمایا:

''اللہ تیری عمر میں برکت دے''۔

پھر جب بٹھنڈا کے راجہ نے بابا رتن صاحب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا تو اس نے تین معجزے طلب کرنے کی خواہش کی تھی۔ ایک شلوار بغیر نالے کے بابا رتن صاحب کو دی اور دوسری پان بغیر مصالحہ کے دیا اور کہا: ''اگر وہ مدعی نبوت سچا نبی ہو تو ہماری زبان ہندی میں کلام فرمائیں گے''۔

بابا جی جب وہاں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو وہی شخص ہے جو میرا اونٹ بنا تھا؟'' بابا رتن صاحب نے تسلیم فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بارك الله فی عمرك بارك الله فی عمرك ۔ تین بار فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تیری عمر میں برکت دے''۔

جب بابا رتن صاحب نے شلوار و پان دونوں پیش کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شلوار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

''(اس کا نالہ کہاں ہے) اور پان پیش کیا تو فرمایا (اس کا مصالحہ کہاں ہے؟)''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندی زبان میں جو کلمات مندرجہ بالا بیان فرمائے' حدیث نبوی میں ویسے ہی درج ہیں اور بابا رتن صاحب کا نام کتب اسماء رجال میں میں نے بہت تلاش کیا عربی لفظ ''احمر'' کے ماتحت تو نہ ملا آخر راء کے حروف کے ماتحت تلاش کرنے پر مل گیا وہاں بابا رتن ہی لکھا ہوا ہے۔

(تہذیب التہذیب میں بھی اور دوسری کتاب ''الاصابہ فی تمیز الصحابہ ص ۵۳۸ جلد ۱):

فرمایا: ''بابا رتن صاحب کے متعلق میزان الاعتدال ص ۲۳۶ ج ۱ میں بیان ہے اور وہیں عرب شریف میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک رہے جب وہاں سے واپس ہندوستان آنے کا قصد فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا قرآن مجید ساتھ لائے جو ان کے مزار پر شہر بٹھنڈا میں موجود تھا اور میں نے اس قرآن مجید پر سوا پارہ تلاوت کی۔

بابا رتن صاحب کو واپسی پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سواری کے لیے ایک اونٹ دیا اور چونکہ بابا رتن صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اونٹ بنا تھا اس کے عوض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اونٹ دے کر سوار کر کے روانہ فرمایا۔ بابا رتن صاحب صحابی ہوئے

جن کا مزار ہندوستان شہر بٹھنڈا میں ہے۔ اس کی حاضری مجھے نصیب ہوئی جس کا پہلے ذکر کیا ہے''۔ فرمایا: ''اجمیر سے واپس آتے وقت راستہ پر کسی نے بتایا: سڑک سے ایک طرف چند میل دُور بابا رتن صاحب کا مزار ہے۔ اللہ داد ماچھی ہمراہ تھا' ہم دونوں پیدل وہاں گئے ابھی شہر بٹھنڈا سے باہر ہی تھے کہ ایک مجذوب فقیر ملا وہ مندرجہ ذیل شعر بار بار پڑھتا پھرتا تھا

خواجہ کا اجمیر بٹھنڈا رتن کا
کسی نے نہ پایا بھید فقیر کے جتن کا

بابا رتن صاحب کی عمر سات سو سال ہوئی ہے۔ انہوں نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ میری عمر سات سو سال ہوگی کیونکہ محبوبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی مرتبہ ملاقات پر تین بار فرمایا: بارك الله فی عمرك ۔ اس سے تین سو سال اور دوسری ملاقات پر بھی اسی طرح تین بار فرمایا جس سے تین سو سال اور مل کر چھ سو سال کا تعین ہو چکا تھا اور اس سے قبل ایک سو سال کی عمر تھی''۔ (علی اختلاف الروایات)

فرمایا: ''ہم نے بابا رتن صاحب کی اولاد کا پورا محلہ دیکھا جو اونٹ عرب شریف سے لائے تھے اس کی بھی قبر بنی ہوئی دیکھی۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب ایک اور صحابی کا مزار بھی اس علاقہ میں ہے جن کا نام یاد نہیں''۔

فتاویٰ حدیثیہ میں بابا رتن ہندی کے بیان میں حاشیہ پر شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے:

اسمہ رتن یقال بابا رتن و کنیتہ ابوالرضا وقبرہ فی بٹھنڈا وھی بلدۃ مشھورۃ فی الھند وانا زرت قبرہ وقرأت علی المصحف الذی قالوا انہ جاء بہ من المدینۃ المنورۃ و ذالك القرآن ما کان مرسوماً فعلم انہ کتب من زمان بعید ۔ (قمر الدین)

''اسے بابا رتن کہا جاتا تھا اس کی کنیت ابوالرضا تھی اور اس کی قبر بٹھنڈا میں جو ہندوستان میں مشہور شہر ہے' میں نے اس کی قبر کی زیارت کی اور اس قرآن

Scanned with CamScanner

مجید پر تلاوت کی جسے وہ خود مدینہ منورہ سے ہمراہ لائے تھے اور وہ قرآن مجید دوسرے مصاحف کی طرح رسم الخط والا نہ تھا بلکہ زمانِ بعید کی قلمی کتابت والا تھا''۔ (قمر الدین)

نوٹ: اس شخصیت کے متعلق جو علماء کرام کے اقوال حدیث پاک کو مدنظر رکھ کر ان کے صحابی ہونے کی تردید میں یا تکذیب وغیرہ میں وارد ہیں۔ مشائخ عظام اور اہلِ تصوف حضرات کے نزدیک معتبر نہیں ہیں۔ انہوں نے حدیث پاک کو عام و خاص من وجہ کی حیثیت سے اصحابِ کبار سے خارج نہیں فرمایا۔ واللہ ورسولہ احکم واعلم بالصواب۔

علماء باطن کو ظاہری علماء پر فوقیت ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام وخضر علیہ السلام کا واقعہ برائے ثبوت کافی ہے۔

تحقیق مزید از احادیث:

مسند امام احمد جلد ۲ ص ۱۲۱ میں ہے:

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا ابو الیمان انا شعیب عن الزھری ثنا سالم بن عبداللہ بن عمرو ابوبکر بن ابی حشمة ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما قال قال صلی اللہ علیه وسلم بعد صلاته لعشاء فی آخر حیاته فلما قام قال ارایتکم لیلتکم ھذه فان رأس مئة سنة منھا لایبقی ممن ھوالیوم علی ظھر الارض احد قال عبداللہ فوھم الناس فی مقالة النبی صلی اللہ علیه وسلم لایبقی ممن ھوالیوم علی ظھر الارض احد یرید بذاك انه ینخرم ذلك القرن ۔

اس حدیث پاک کے آخری الفاظ کا مفہوم جو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بیان فرمایا:

یرید بذلك انه ینخرم ذلك القرن ۔

''محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ اس سے یہ تھا کہ سو سال کے اختتام پر یہ قرن گزر جائے گا''۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ۔

والے فرمان کے ماتحت صحابہ کرام علیہم الرضوان والا زمانہ سو سال پر ختم ہو جانے کا ذکر فرمایا۔

عن جابر رضی اللہ عنه قال سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول قبل ان یموت بشھر تسأل عن الساعة انما علمھا عنداللہ واقسم باللہ ماعلی الارض من نفس متنفسة یأتی علیھا مائة سنة ولاھی حیة یومئذ ۔ (رواہ مسلم)

عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لایأتی مائة سنة وعلی الارض نفس منفوسة الیوم ۔

(رواہ مسلم) مشکوۃ (باب قرب الساعة)

عن عائشة رضی اللہ عنھا قالت کان رجال من الاعراب یأتون النبی صلی اللہ علیه وسلم فیسألونه الساعة فکان ینظر الی اصغرھم فیقول ان یعش ھذا الایدرکه الھرم حتی تقوم علیکم ساعتکم متفق علیه ۔ (مشکوۃ شریف باب قرب الساعة)

(مطبوعه مصر الابریز ص ۱۱۸ ملفوظات عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنه)

شیخ المشائخ حضرت خواجہ عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ کے فرمان کا ترجمہ (قولہ فقال رضی اللہ عنہ) صحابہ کرام علیہم الرضوان کا شمار تو ہو سکتا ہی نہیں اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پہلے بھی اور بعد میں بھی دنیا میں پھیل گئے تھے بلکہ ایک جماعت تو روئے زمین کے اطراف و اکناف میں چلی گئی جو اقطار ارض میں سیر و سیاحت کرتے رہے اور مذکورہ حدیث پاک عام تو ہے لیکن ارادہ اس سے خاص کیا گیا ہے یعنی جو صحابہ کرام علیہم الرضوان لوگوں میں معروف و مشہور تھے ان کا ختم ہو جانا مقصود تھا) نجم العرفان الحافظ سیدی احمد بن المبارک یعنی ملفوظ کے راقم نے فرمایا: یہ وہ بات ہے جو ان کے کشف وعیان پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی انہیں بذریعہ کشف یہ معلوم ہوا جو فرمایا:

"ظاہری علماء نے اس میں جو کلام کیا ہے غیر معتبر ہے"۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۱ ص ۵۳۲ (رتن)
(بابا .ر .ت) ۲۷۵۹ (رتن) بن عبداللہ الهندی ثم الترندی
ویقال المرندی ویقال رطن بالطاء بدل التاء المثناة ابن ساهوك
بن جكندربو' هكذا .... (محمد قمر الدین السیالوی)

حرفِ آخر:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفۃ الابرار حالات خاندان متفرقہ' جدول ششم ص ۳۳ (حرف الباء) بابا حاجی رتن ابوالرضا ہندی بسترندی نام رتن لقب حاجی کنت ابوالرضاء بن نصر ہندی' تاریخ وفات ۷۲۲ھ از پٹہ مہری' بادشاہ شہاب الدین غوری' عمر کئی سو سال رکھتے تھے۔ مقام بھٹنڈا جانب مشرق نیم میل کے فاصلہ پر۔

ازحوالہ کتب تذکرۃ المشائخ 'بحوالہ گلزار الابرار' سیرت محمدیہ وطریقہ الاحمدیہ حالات:

بعض کا قول ہے کہ آپ اولیاء اُمت سے ہیں اور بعض آپ کو اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شمار کرتے ہیں۔ حضرت رضی الدین علی سعید ابن عبد الجلیل غزنوی فرماتے ہیں کہ سال چھ سو ہجری میں ہندوستان میں آیا اور بابا موصوف سے میں نے ملاقات کی۔ انہوں نے شانہ مبارک خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو میرے نام نامزد تھا' مجھ کو دیا اور چند احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے بیان فرمائیں اور حضرت علاء الدین سمنانی نے احادیث رتنیہ کو صحیح کیا۔ شیخ ابن حجر عسقلانی نے صحابہ کی تعریف میں آپ کو بھی یاد کیا ہے اور آپ کے احوال سے بہت کچھ لکھا ہے۔ آپ بھٹنڈا میں پیدا ہوئے اور آغاز جوانی میں ایک قافلہ کے ساتھ عربستان کی سیر کی اور واپس ہند میں آ کر خبر مشہور ہوئی کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں' بعجلت تمام براہ دریا مکہ معظمہ پہنچ کر صحبت سے فیض یاب اور بہرہ مند ہوئے اور کچھ مدت حضورِ اقدس میں رہ کر ہند میں واپس آئے اور بہت ریاضت اور مجاہدہ اور نفس کشی کر کے مراد کو پہنچے اور جہاں کا سفر کیا اور خوف ناک

جگہوں میں چلے کھینچے اور معتکف ہوئے کتاب سیرۃ المحمدیہ وطریقہ الاحمدیہ میں لکھا ہے کہ بابا رتن پسر عبداللہ ہندی کے ہیں اور انہوں نے شق القمر کا معجزہ مشاہدہ کیا ہے اور انہوں نے یعنی بابا رتن نے چودہویں رات کی چاندنی میں اتفاقاً نظر کی تحقیق دو ٹکڑے ہو گیا چاند۔ پس ایک حصہ اس کا چھپ گیا مشرق میں اور ایک حصہ مغرب میں اور اندھیری ہو گئی رات ایک ساعت کے لیے پھر نیمہ چاند چڑھ آیا مغرب سے اور نیمہ مشرق سے اور مل گئے آسمان میں آ کر جیسے کہ پہلے تھا۔ یہ حال دیکھ کر تعجب کیا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ پوچھا قافلہ والوں سے۔ خبر دی انہوں نے کہ تحقیق ایک مرد ہے ہاشمی مکہ میں ظاہر ہوا ہے اور دعویٰ کرتا ہے نبوت کا اہلِ مکہ نے اس سے معجزہ مانگا کہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے اور چھپ جائے' آدھا مشرق میں اور آدھا مغرب میں۔ پس میں مشتاق ہوا ان کے دیکھنے کے لیے اور گیا مکہ شریف

لطائف اشرفیہ میں لکھا ہے کہ پایاوہ شانہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت رضی الدین علی لالا سے شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی نے اس شانہ کو ایک کاغذ میں لپیٹا اور اس پر اپنے ہاتھ سے لکھا:

هذه مشطة من امشاط رسول الله صلى الله عليه وسلم وصل الى هذا الضعيف من صاحب رسول الله وهذه الخرقة وصل من ابى الرضا رتن الى هذا الفقير ۔

حضرت رضی الدین علی لالا ایک سو چودہ مشائخ سے خرقہ رکھتے تھے' ان کی وفات کے بعد ایک سو تیرہ برآمد ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ ایک خرقہ جو علاء الدین سمنانی کو انہوں نے دیا تھا' وہ انہیں خرقوں میں سے تھا جو ان کو مشائخ سے پہنچے تھے۔

۱) نوٹ: آپ کا اصل نام رتن پال بن کرپال ہے خاندان راجہ نیپال ہند سے ہیں۔

۲) نوٹ: وجہ تسمیہ رتن: جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا' آپ ہمراہ تھے۔ ایک جانور کرب نام سرخ رنگ عرب میں تھا اس کو مار کر رتن کا خطاب پایا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ایک گھاس سرخ سرخ رنگ کی ہوتی ہے اس کو رتن کہتے ہیں' وہ آپ چباتے تھے

Scanned with CamScanner

اس لیے رتن کہتے ہیں۔ (از تحفۃ الابرار) مؤلفہ صوفی عالی خیال جناب مرزا آفتاب بیگ چشتی نظامی سلیمانی شمسی۔

مندرجہ بالا عبارت واقوال واحوال سے معلوم ہوا ہے کہ صوفیاء کرام ومشائخ عظام کے نزدیک بابا رتن واقعی صحابی ہوئے ہیں اور اصحاب تواریخ کے اقوال مضطربانہ اور غیر معتبر ہیں۔

(انوار قمریہ ملفوظات خواجہ قمر الدین سیالوی)

(۲۳)

انڈہ روٹی کھانے کی خواہش اور غیبی آواز

حضرت سیّدنا یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، میں نے حضرت سیّدنا ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے کبھی نفسانی خواہشات کو اپنے اوپر غالب نہ ہونے دیا اور ہمیشہ اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا۔ ایک مرتبہ دورانِ سفر میرے نفس نے بڑی شدت سے روٹی اور انڈا کھانے کا مطالبہ کیا، باوجود کوشش کے میں اس خواہش پر قابو نہ پاسکا۔ نفس بار بار انڈا اور روٹی کھانے کی خواہش کر رہا تھا۔ چنانچہ میں ایک قریبی بستی کی طرف گیا جیسے ہی میں بستی میں داخل ہوا ایک شخص مجھ پر جھپٹا اور شور مچانے لگا: ''پکڑو! پکڑو! یہ بھی چوروں کا ساتھی ہے''۔

لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور کوڑے مارنے لگے جب ستر کوڑے مار چکے تو ایک جاننے والے شخص نے مجھے پہچان لیا اور کہا: ''اے لوگو! یہ تو زمانے کے مشہور ولی حضرت سیّدنا ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں''۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو مجھے چھوڑ دیا اور معافی مانگنے لگے پھر ایک شخص مجھے اپنے گھر لے گیا اور میرے سامنے گرم گرم روٹیاں اور انڈے لا کر رکھ دیئے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے نفس سے کہا: ''اے نفس! ستر کوڑے کھانے کے بعد تیری خواہش پوری ہوگئی ہے۔ لے! اب انڈے اور روٹی کھالے''۔ (عیون الحکایات)

حضرت سیّدنا سعید اُدم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میرا گزر حضرت سیّدنا لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے قریب سے ہوا تو انہوں نے مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا:

''اے سعید رحمۃ اللہ علیہ! یہ رجسٹر لو اور اس میں ان لوگوں کے نام لکھ کر لاؤ جو ہر وقت مسجد میں عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ عبادت وریاضت کی وجہ سے انہیں کاروبار وتجارت کا وقت نہیں ملتا اور نہ ہی ان کے پاس کوئی زرعی زمین ہے جس سے غلہ حاصل کر

سکیں ایسے تمام عبادت گزاروں کے نام لکھو (تاکہ ان کا کچھ وظیفہ وغیرہ کیا جا سکے) میں نے یہ سنا تو ان کا شکریہ ادا کیا اس فعلِ حسن پر انہیں دعائیں دیں اور رجسٹر لے کر گھر چلا آیا۔ عشا کی نماز کے بعد میں نے چراغ کی روشنی میں رجسٹر کھولا اور ایسے لوگوں کے نام یاد کرنے لگا جن کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا۔ ایک ایک کر کے ان عبادت گزاروں کے نام میرے ذہن میں آنا شروع ہو گئے۔ میں نے (رجسٹر پر) ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھی، ابھی میں پہلا نام لکھنے ہی لگا تھا کہ ایک غیبی آواز سنائی دی: ''اے سعید! خدا تعالیٰ کی قسم! تم ایسے لوگوں کا راز منکشف کرنا چاہتے ہو جو چھپ کر اپنے پاک پروردگار کی عبادت کرتے ہیں اور یہ سب کچھ تم ایک آدمی کے لیے کر رہے ہو، شعیب بن لیث مر گیا ہے اور کیا یہ تمام لوگ اپنے معبودِ برحق کی طرف لوٹ کر نہیں جائیں گے''۔

یہ غیبی آواز سن کر میں نے رجسٹر بند کر دیا اور کسی کا نام نہ لکھا صبح جب میں حضرت سیّدنا لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو مجھے دیکھ کر ان کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے، انہوں نے بڑے شوق سے رجسٹر لیا اور ورق گردانی شروع کر دی۔ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے علاوہ انہیں کوئی اور چیز نظر نہ آئی۔ میں نے کہا: ''حضور! آپ کو اس میں بسم اللہ شریف کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا کیونکہ میں نے صرف ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہی لکھی ہے''۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: ''اے سعید! کیا وجہ ہے؟''

میں نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ میری بات سنتے ہی انہوں نے ایک زوردار چیخ ماری اور تڑپنے لگے، یہ دیکھ کر لوگوں کا ہجوم ہو گیا، انہوں نے مجھ سے پوچھا: ''اے ابو حارث رحمۃ اللہ علیہ! انہیں کیا ہوا، خیر تو ہے؟'' میں نے کہا: ''ہاں! سب ٹھیک ہے''۔

پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے سعید! بہت اچھا ہوا کہ تجھے متنبہ (خبردار) کر دیا گیا اور ہم اس معاملے میں نہ پڑے''۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ روتے رہے اور اس طرح کہتے رہے: ''لیث مر گیا تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پلٹ کر جائے گا اور ہم سب بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جائیں گے''۔ حضرت سیّدنا سعید ادم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ ابدال تھے۔ (ایضاً)

(۳۳)

شیطان اپنا سا منہ لے کے رہ گیا

علامہ ابنِ جوزی نے اپنی معروف کتاب ''الاذکیاء'' میں سیّدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں لکھا ہے: ''ایک دفعہ ابلیس سیّدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا:

أَلَسْتَ تَزْعُمُ أَنَّهُ لَا يُصِيبُكَ إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَكَ؟

''کیا تمہارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ تمہیں وہی کچھ لاحق ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں لکھ دیا ہے؟'' سیّدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے فرمایا: ''بے شک!''

ابلیس نے کہا: فَارْمِ بِنَفْسِكَ مِنْ هٰذَا الْجَبَلِ فَإِنَّهُ إِنْ قَدَّرَ لَكَ السَّلَامَةَ تَسْلَمُ.

''اچھا! تو پھر اپنے آپ کو اس پہاڑ سے نیچے پھینک دو اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں سلامتی لکھی ہو گی تو تم صحیح سالم بچ جاؤ گے اور تمہیں کچھ نہ ہو گا''۔

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ابلیس کو دندان شکن جواب دیا۔ فرمایا: يَا مَلْعُونُ! إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يَخْتَبِرَ عِبَادَهُ وَلَيْسَ لِلْعَبْدِ أَنْ يَخْتَبِرَ رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ. ''اے ملعون! اللہ تعالیٰ کو تو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لے مگر بندے کو ہرگز اس جسارت کا حق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا امتحان لے''۔ چنانچہ ابلیس اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ (ص:۳۷)

Scanned with CamScanner

(۳۴)

راشی وزیر کا حشر اور ظالم کی موت

نقل کرتے ہیں کہ بادشاہ گشتاسپ کا ایک وزیر تھا اور اس کا نام راست روش تھا اور اس نام کی وجہ سے بادشاہ اس کو پرہیزگار اور نیکوکار خیال کرتا تھا۔ وہ وزیر کی بُرائی کے بارے میں کسی کی بات نہیں سنتا تھا اور واقع میں وزیر میں صلاحیت نہ تھی۔ ایک دن وزیر نے بادشاہ سے کہا: ”رعیت ہمارے انصاف کی زیادتی اور ہماری تادیب کی کمی کی وجہ سے نافرمان ہوگئی ہے اور حد سے تجاوز کرگئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جب بادشاہ انصاف کرتا ہے تو رعیت ظلم کرتی ہے اور اب بلاشبہ ان سے فساد کی بو منتشر ہوئی اور پھیل گئی ہے اور ان کو ادب اور جھڑکی دینا اور سرکشوں اور ظالموں کو دُور کرنا اور بدکاروں و مفسدوں کو نکال دینا اور بدمعاشوں کو سزا دینا مجھ پر لازم ہے“۔

پھر تو یہ حالت ہوئی کہ جس کو بادشاہ سزا دینے کے واسطے گرفتار کرتا تھا وہ اس وزیر کو رشوت دیتا تھا۔ پس وزیر اس کو چھوڑ دیتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعیت کمزور ہوگئی اور حالات ان پر تنگ ہوگئے اور مال سے خزانے خالی ہوگئے اس کے بعد بادشاہ پر وزیر کی غداری ظاہر ہوئی۔ پس اس نے اپنے خزانے بغور دیکھے تو ان میں کوئی چیز نہ پائی جس سے اپنے لشکر کی درستی کرے۔ پس بادشاہ اپنے دل کی مشغولی کی وجہ سے ایک دن سوار ہوکر میدان کی طرف نکلا۔ چنانچہ اس نے دُور سے ایک خیمہ دیکھا جب اس کے اندر گیا تو اس نے بکریوں کو سوتے ہوئے اور ایک کتے کو سولی دیا ہوا دیکھا پھر اس خیمہ سے ایک جوان نکلا اور اس نے بادشاہ کو سلام کیا اور اُترنے کی درخواست کر کے بادشاہ کی تعظیم اور اکرام کیا اور جیسا کہ چاہیے تھا جو کچھ حاضر تھا اس کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا:

”میں تمہارا کھانا اس وقت تک نہ کھاؤں گا جب تک کہ مجھے اس کتے کے حال کی اطلاع نہ دو گے“۔

یہ سن کر اس جوان نے کہا: ”یہ کتا میری بکریوں پر امین تھا۔ پس اس نے بھیڑیے کی مادہ سے دوستی کی اور اس کے ساتھ سونے اور اُٹھنے لگا اور وہ مادۂ گرگ ہر روز آنے لگی اور بکریوں سے ایک بکری روزانہ چرانے لگی اور میں اس کو نہ جانتا تھا جب میں نے بکریوں کے حال میں غور کیا تو یہ دیکھا کہ ہر روز وہ کم ہوتی جاتی ہیں پھر میں نے مادۂ گرگ کو دیکھا کہ اس نے بکری لی اور کتا اس سے خاموش رہا اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ بلاشبہ کتے نے خیانت کی اور بکریوں کے ضائع ہونے کا یہی سبب ہے۔ پس میں نے کتے کو پکڑا اور اس کو سولی دے دی“۔

جب بادشاہ نے اس سے یہ سنا تو اپنے جی میں غور کیا کہ ہماری رعایا ہماری بکریاں ہیں لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم رعایا سے دریافت کریں تاکہ مجھ کو ان کی پوری حقیقت حال معلوم ہوجائے اس کے بعد بادشاہ اپنے مکان پر واپس آیا اور غور وفکر کرنے لگا۔ پس اس کو یہ معلوم ہوا کہ یہ خرابی وزیر کی بُرائی کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ اس نے ایک مثل بیان کی اور کہا: ”جس نے فسادیوں کے نام سے دھوکہ کھایا وہ بغیر زاد اور توشہ کے واپس آیا اور جس نے زاد اور توشہ میں خیانت کی وہ بغیر روح کے پلٹا“۔ پھر اس نے وزیر کو سولی دینے کا حکم دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

☆...... بیان کرتے ہیں: بادشاہ سکندر نے دارا کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ پس جب ایلچی واپس آیا اور اس نے دارا کا جواب ذکر کیا تو سکندر نے جواب کے ایک کلمہ میں شک کیا۔ پس قاصد نے کہا: میں نے اس لفظ کو اپنے کانوں سے سنا تھا چنانچہ سکندر نے بجنسہ وہ جواب لکھا اور اس کو دارا کے پاس بھیجا جب دارا نے اس خط کو پڑھا تو چاقو طلب کیا اور خط سے اس کلمہ کو کاٹ دیا اور وہ خط ایلچی کو واپس کردیا اور سکندر کو لکھا کہ بلاشبہ بادشاہ کی اچھی نیت اور اس کی صحت طبع اور اس کی قوت کی بنیاد دلالت کرتی ہے کہ وہ قاصد امین کی گفتگو کی

Scanned with CamScanner

صحت اور اس کی سچائی سے واقف ہے اور اس وقت میں نے وہ کلمہ کاٹ دیا اس لیے کہ وہ میرے کلام سے نہ تھا اور میں نے تیرے قاصد کی زبان کاٹنے پر کوئی راہ نہیں پائی اس کے بعد سکندر نے قاصد کو بلایا اور اس سے کہا: ''تم کو اس پر کس چیز نے اُبھارا؟ کہ تم نے اس کلمہ کو بادشاہ پر تھوپا؟''

قاصد نے اس کو جواب دیا: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ دارا شاہ نے میرے حق میں کمی کی اور مجھے ناخوش کیا''۔ پس بادشاہ نے اس سے فرمایا:

''تجھ پر افسوس ہے اور تو ہلاک ہو گیا میں نے تجھ کو اپنی صلاح کے لیے بھیجا تھا یا
تیری ذات کی صلاح کے واسطے تجھے بھیجا تھا؟''

اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی زبان اس کی گدی سے نکال لی جائے اور وہ کاٹ لی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور مؤرخین کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے بادشاہوں کے حالات بدلے اور ان کی پہلی اچھی عادتوں کو خراب کیا وہ شاہ یزدجرد ہے۔

ایک مرتبہ اس کے گھر کے دروازہ پر ایک گھوڑا آیا جو نہایت ہی خوب صورت اور خوش شکل تھا اور کسی کو اس سے بہتر گھوڑا دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ چنانچہ اس کے لشکر نے کوشش کی تاکہ اس کو پکڑیں لیکن وہ اس پر قادر نہ ہوئے حتیٰ کہ وہ گھوڑا محل شاہی تک پہنچا اور اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ پس یزدجرد نے کہا: یہ گھوڑا منجانب اللہ خاص کر میرے لیے ہدیہ ہے پھر وہ اس کی طرف کھڑا ہوا اور اس کے چہرے اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اس نے حرکت نہ کی اس کے بعد اس نے زین طلب کیا اور اس پر زین کسا اور اس کی لگام کھینچی اور اس کو مضبوط کیا پھر وہ اس کے سرین کی طرف مائل ہوا تاکہ اس کی دمچی رکھے اور درست کرے پس گھوڑے نے اس کے دل پر ایک سخت پشتک ماری کہ وہ اسی وقت مر گیا اور کسی کو نہ معلوم ہوا کہ وہ گھوڑا کہاں سے آیا تھا اور کس طرف چلا گیا۔ چنانچہ لوگوں نے کہا: وہ فرشتہ تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا تاکہ اس ظالم کو ہلاک کرے اور ہم کو اس کے جور اور ظلم سے نجات دے۔ پس اللہ کا شکر اور اس کا احسان ہے۔ (ایضاً)

(۳۵)

حیرت انگیز باتیں

مشہور صوفی حضرت شفیق بلخی ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے پاس بھیس بدل کر تشریف لے گئے' آپ نے دریافت فرمایا: کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: بلخ سے۔ فرمایا تم شفیق بلخی کو جانتے ہو؟ کہا جی ہاں! فرمایا: ان اصحاب کا کیا طریق ہے؟ کہا: انہیں کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں اور جب کچھ مل جاتا ہے تو شکر کرتے ہیں۔

یہ سن کر عبداللہ بن مبارک نے فرمایا یہ تو ہمارے یہاں کتوں کا بھی طریقہ ہے کہ انہیں ٹکڑا نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں اور کوئی انہیں روٹی کا ٹکڑا دے دے تو دُم ہلا کر اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ حضرت شفیق نے فرمایا: پھر کون سا طریقہ ان لوگوں کو اختیار کرنا چاہیے؟ فرمایا جب کچھ نہ ملے تو شکر ادا کریں اور جب کچھ مل جائے تو دوسروں کو دے دیا کریں۔

(روح البیان' ج۴ ص۳۶۵)

☆...... ایک شخص ایک شیخ وقت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت زیادہ خدمت گزاری کے بعد یہ درخواست پیش کی کہ آپ مجھے اسمِ اعظم سکھا دیجیے۔ شیخ نے جواب دیا: ''تمہارے اندر اس کی اہلیت ہے؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں!''

شیخ نے فرمایا: ''اچھا تم شہر کے پھاٹک پر جاؤ اور جو منظر دیکھو آ کر مجھے اس کی خبر دو''۔

یہ شخص شہر کے دروازے پر جا کر بیٹھا تو دیکھا کہ ایک لکڑہارا اپنے گدھے پر لکڑیاں لاد کر چلا آ رہا تھا تو ایک سپاہی نے بلاقصور اس کو مار کر اس کی لکڑیوں کو چھین لیا اور وہ لکڑہارا خاموش ہو کر چلا گیا۔

شخص مذکور نے اپنا یہ چشم دید ماجرا شیخِ وقت سے آ کر عرض کیا تو شیخ نے اس سے

Scanned with CamScanner

پوچھا: ''اگر تم اسمِ اعظم جانتے ہوئے تو اس موقع پر تم کیا کرتے؟''
اس نے کہا: ''مَیں اس ظالم سپاہی کے حق میں ایسی بددعا کرتا کہ وہ ہلاک ہو جاتا''۔
شیخ وقت نے کہا: ''اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ تم میں اسمِ اعظم سیکھنے کی صلاحیت نہیں ہے''۔ تمہیں کیا معلوم ہے؟ اسی لکڑہارے نے مجھے اسمِ اعظم سکھایا ہے' یاد رکھو اسمِ اعظم کی صلاحیت وہی شخص رکھتا ہے جو انتہا صابر اور مخلوقِ خدا پر اس قدر رحیم وشفیق ہو''۔
(روح البیان' ج ۲' ص ۲۲۲)

یاد رہے! تقویٰ و پرہیزگاری اور شریعتِ مطہرہ کی اتباع واطاعت یہ تمام کمالات مومن کی جان ہیں۔ علماء سلف کے تقویٰ و پرہیزگاری کی ہزاروں مثالیں ایسی ہیں کہ جن کی مثال ملنی غیر ممکن ہے۔ چند واقعات سن لیجیے!

☆ ...... حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ ایک محدث کے پاس علمِ حدیث پڑھنے کے لیے گئے تو یہ دیکھا کہ اس محدث کا گھوڑا بھاگ گیا ہے اور وہ اپنی چادر اس گھوڑے کو دُور سے دِکھا رہا ہے۔ گویا گھوڑے کو چادر میں رکھے ہوئے' جو کھانے کو بلا رہا ہے جب گھوڑا قریب آ گیا تو اس طرح فریب دے کر گھوڑے کو پکڑ لیا۔ حضرت امام بخاری نے پوچھا: ''واقعی آپ کی چادر میں جو تھے؟'' انہوں نے کہا: ''نہیں! میں نے گھوڑے کو فریب دے کر پکڑا ہے''۔

یہ سن کر امام بخاری نے فرمایا: لَا اٰخُذُ الْحَدِیْثَ عَمَّنْ یَکْذِبُ عَلَی الْبَھَائِمِ۔ ''میں اس شخص سے علمِ حدیث نہیں حاصل کروں گا جو جانوروں کے سامنے جھوٹ بولتا ہے''۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے چل دیئے۔

☆ اسی طرح منقول ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی ایک نحوی کے پاس علمِ نحو پڑھنے کے لیے گئے تو اس نے فاعل ومفعول کی مثال دیتے ہوئے کہا:
ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا۔ ''زید نے عمرو کو مارا تو زید فاعل ہوا اور عمرو مفعول''۔
حضرت ابوبکر شبلی نے پوچھا: ''کیا واقعی زید نے عمرو کو مارا ہے؟''
نحوی نے جواب دیا: ''نہیں! یہ تو ایک مثال ہے''۔

آپ نے فرمایا: ''میں اس علم کو نہیں سیکھوں گا جس کی پہلی مثال ہی جھوٹی ہو''۔
(نزہۃ المجالس' ص ۱۲۳)

☆ ...... حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت خواجہ شیخ سیف الدین سرہندی کا زُہد وتقویٰ اور اتباعِ شریعت دیکھ کر لوگ آپ کو محی السنۃ کہا کرتے تھے اور آپ کے والد ماجد خواجہ محمد معصوم سرہندی نے آپ کو محتسب الامۃ کا لقب عطا فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے انتہائی عقیدت کے ساتھ دعوت دے کر آپ کو شاہی محل میں مدعو کیا۔ آپ نے اتباعِ سنت کے لیے دعوت تو قبول فرمالی مگر جب قلعہ کے پھاٹک پر پہنچے تو دیوار میں چند تصویریں پتھر میں تراشی ہوئی نظر آئیں۔ آپ دروازے پر ٹھہر گئے۔ فرمایا: ''جس مکان میں جاندار کی تصویریں ہوں' میں ہرگز ہرگز اس مکان میں داخل نہیں ہوسکتا''۔ عالمگیر نے فوراً ہی ان تصویروں کو توڑ دینے کا حکم دیا اس کے بعد آپ قلعہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے زُہد وتقویٰ کی بڑی بڑی حیرت انگیز روایات ہیں۔
۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ میں ۴۷ برس کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ مزار سرہند شریف میں ہے۔ (مشائخ نقشبندیہ)

تقویٰ اور اتباعِ شریعت علماء حق کا خاص شعار رہا ہے اور بادشاہوں کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے میں جان کی پرواہ نہ کرنا۔ یہ علماء حق کا ہر دَور میں خاص الخاص نشان رہا ہے مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ اب اس دَور میں اس کی مثالیں بالکل ہی کمیاب بلکہ نایاب ہیں

پڑی ہیں سب اُجڑی ہوئی خانقاہیں
وہ درویش و سلطان کی امید گاہیں
جہاں علمِ باطن کی کھلتی تھیں راہیں
فرشتوں کی پڑتی تھیں جن پر نگاہیں
وہ جذب الٰہی کے پھندے کہاں ہیں
وہ اللہ کے پاک بندے کہاں ہیں!

Scanned with CamScanner

☆......حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن مصر میں لوہاروں کے بازار سے گھوڑے پر سوار گزر رہے تھے کہ اچانک چابک گر پڑا۔ ایک شخص نے دوڑ کر امام موصوف کا چابک اُٹھایا اور اسے صاف کر کے پیش کیا۔

آپ نے اپنے غلام سے فرمایا: اس وقت تمہاری جیب میں کتنی رقم ہے۔

اس نے عرض کیا' دس دینار۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو انعام کے طور پر دے دو۔ پھر آپ اس شخص سے معذرت فرماتے ہوئے تشریف لے گئے۔ (مستطرف' ص ۱۹۲)

سخاوت و مہمان نوازی انسانی اخلاق کا زیور اور شرافتِ نفس کا جوہر ہیں اسی لیے علماء سلف اور اولیاء اُمت سخاوت و مہمان نوازی میں امتیازی شان کے مالک رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اکابر مقروض رہا کرتے تھے' مگر افسوس کہ اس دور میں کثیر تعداد تو ایسے علماء کی ہے جو خود ہی مفلسی اور فاقہ مستی کے حملوں سے نانِ شبینہ کے محتاج ہیں۔ بھلا سخاوت اور مہمان نوازی کہاں سے کریں گے؟ اور بعض جو متمول ہیں انہیں اپنی ہی تن پروری سے فرصت نہیں کہ وہ اپنے ہم عصر غریب علماء کرام کی کچھ خبر گیری کریں۔ وہ اس بات کے خواہش مند اور متمنی تو رہتے ہیں کہ مفلس و نادار علماء' ان کی بزرگی کا ڈھنڈورا تو پیٹتے رہیں مگر اس بات کی انہیں کبھی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ اپنے چھوٹوں کو اپنی نوازشوں سے نوازتے رہیں۔ ان حالات کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر ڈاکٹر اقبال کا شعر آ جاتا ہے

فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں کہ روشِ بندہ پروری کیا ہے؟

(روحانی حکایات)

(۳۶)

ابن حنبل اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خلقِ قرآن کے مسئلہ پر گرفتار کیا گیا۔ ایک شخص پہلے ہی قید میں موجود تھا۔ آپ کے حالات سن کر کہنے لگا: ''میں بدکاریوں اور ڈاکہ زنی میں گرفتار ہوں اور طرح طرح کی تکلیفیں جھیلتا ہوں پھر بھی میرے دل میں ہے کہ آزاد ہوں گا تو اپنے کام پر پکا رہوں گا یعنی باطل پر ہو کر اپنے دُھن کا پکا ہوں۔ آپ حق پر ہیں' حق کو ہرگز نہ چھوڑنا' مضبوط رہنا''۔

جب آپ آزاد ہوئے تو تمام عمر جس طرح اسلافِ صالحین کی ارواح کو فاتحہ پہنچانے کے ساتھ دعا مانگتے اسی طرح اس شخص کا نام بھی لیا کرتے اور اسے فاتحہ کا ثواب بھی بخشتے۔

آپ کے فرزند حضرت عبداللہ بن احمد نے دریافت فرمایا: ''یہ شخص کون ہے جس کا آپ نام لیتے ہیں؟'' فرمایا: ''میرا استاد ہے''۔ پوچھا: ''آپ کی سند میں تو اس کا نام نہیں آتا؟''

فرمایا: ''بحالتِ قید اس نے مجھے حق پر قائم رہنے کا سبق دیا تھا''۔

سفینۃ الاولیاء صفحہ ۳۴ میں ہے کہ خلقِ قرآن کے عقیدہ پر مجبور کرنے کے باوجود حق پر قائم رہے۔ ہزار درے برداشت کرنے کے باوجود قرآن و کلام الٰہی کو مخلوق نہ کہا۔ بالآخر پاؤں کی بیڑیاں کھول کر ہاتھ بندھے ہوئے بازار میں لائے گئے تو غیب سے دو ہاتھ ظاہر ہوئے۔ یہ کرامت دیکھ کر رہا کیے گئے لیکن اسی تکلیف کی وجہ سے جاں بحق ہوئے۔ ان کے جنازہ پر بے شمار پرندے آئے اور چارپائی پر اُترے' یہ دیکھ کر کافی تعداد میں آتش پرست یہودی وغیرہ مسلمان ہو گئے جو جنازہ کے پاس ہی لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا ذکر جہر کرتے رہے۔

Scanned with CamScanner

☆...... حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ ان کی عمر کے آخری دو سال میں امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس بیٹھتے تھے اس لیے امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ ۔ ''اگر وہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا''۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صحبت کو اپنے تمام تر علم کا منبع فرمایا اور ان کی کتاب کافی باب العلم میں ہے کہ ایک بار کسی نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''تم لوگوں میں ابوحنیفہ ہے اس سے پوچھ لیا کرو جس قوم میں ابوحنیفہ موجود ہو اس قوم کو کسی اور سے مسئلہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے''۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تمام شاگردوں میں سے ایک امامِ اعظم ہی ہیں جو صحیح روایات حاصل کر کے پیشوا بنے۔ دوسرے تو کذاب ہوئے جنہوں نے طرح طرح سے بہتان باندھا ہے۔ (انوار قریہ)

منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آبِ دہن مبارک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو امانت دیا اور فرمایا: ''یہ امانت ابوحنیفہ کو پہنچا دینا''۔

وہ آبِ مبارک حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہونٹ میں آبلہ کی طرح رہا۔ امام ابوحنیفہ کے بچپن میں جب حضرت انس سے ملاقات ہوئی تو امانت انہیں پہنچا دی۔ (ان کے منہ میں ڈال کر پلا دیا) (سفینۃ الاولیاء ص ۳۲)

(۳۷)

ایک غیرت مند شوہر کا قصہ

حضرت سیدنا ابوعبداللہ محمد بن احمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''ایک مرتبہ میں ''رَے'' (ایران کے دارالخلافہ موجودہ نام تہران) کے قاضی موسیٰ بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں تھا۔ قاضی صاحب لوگوں کے مسائل حل کر رہے تھے اتنے میں ایک عورت ان کے پاس لائی گئی اس کے سرپرستوں کا دعویٰ تھا کہ اس عورت کے شوہر نے اس کا پانچ سو دینار مہر ادا نہیں کیا جب اس کے شوہر سے پوچھا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا: ''مجھ پر مہر کا دعویٰ بے بنیاد ہے''۔ شوہر کے انکار پر قاضی صاحب نے عورت سے گواہ طلب کیے گواہ حاضر کیے گئے تو ان میں سے ایک نے کہا: ''میں اس عورت کو دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ اسے پہچان کر گواہی دوں''۔ چنانچہ وہ عورت کی طرف بڑھا اور کہا: ''تم اپنا نقاب ہٹاؤ تاکہ تمہاری پہچان ہو سکے''۔ یہ دیکھ کر اس کے شوہر نے کہا: ''یہ شخص میری زوجہ کے پاس کیوں آیا ہے؟'' وکیل نے کہا: ''یہ گواہ تمہاری زوجہ کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہے تاکہ پہچان ہو جائے''۔ یہ سن کر غیرت مند شوہر پکار اُٹھا: ''اس شخص کو روک دو میں قاضی صاحب کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ جو دعویٰ میری زوجہ نے مجھ پر کیا ہے وہ مجھ پر لازم ہے میں پانچ سو دینار ادا کرنے کو تیار ہوں۔ خدارا! میری زوجہ کا چہرہ کسی غیر مرد پر ظاہر نہ کیا جائے''۔ چنانچہ گواہ کو روک دیا گیا جب عورت نے اپنے غیرت مند شوہر کا یہ جذبہ دیکھا تو کہا: ''سب گواہ ہو جاؤ! میں نے اپنا مہر معاف کر دیا میں دنیا و آخرت میں اس کا مطالبہ نہ کروں گی یہ مہر میرے غیرت مند شوہر کو مبارک ہو''۔

محفل میں موجود تمام لوگ میاں بیوی کے اس فیصلے پر عش عش کر اُٹھے۔ قاضی صاحب نے فرمایا: ''ان دونوں کا یہ معاملہ بہترین اوصاف اور اعلیٰ اخلاق پر دلالت کرتا ہے''۔ (عیون الحکایات)

(۳۸)

خوابِ غفلت میں سونے والو! جاگو

ایک ساتھی نے اپنا قصہ کچھ یوں بیان کیا:

''میں ایک افریقی ملک کا سفر کر رہا تھا' میرا مقصد وہاں کے مہاجر کیمپ کا جائزہ لینا' غرباء میں امداد تقسیم کرنا اور دعوتی سرگرمیوں کی نگرانی کرنا تھا۔ سفر بڑا لمبا اور تھکا دینے والا تھا' چھوٹے سے ایئرپورٹ سے باہر نکلا' سڑکوں کا حال پتلا تھا' میرے میزبان بڑے خوش تھے' انہوں نے میرا پُرتپاک استقبال کیا پھر ہم ایک چھوٹے سے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ میرے لیے وہاں ایک خصوصی خیمہ لگایا گیا تھا' شام ہونے کو تھی' میں تھکا ہوا تھا' میرے لیے زمین ہی پر گھاس بچھا کر اوپر کمبل ڈال کر آرام دہ بستر بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ میں نے قدرے ناگواری سے خیمے میں قدم رکھا' لائٹ کا بندوبست نہیں تھا' میں بستر پر لیٹا تو دل میں طرح طرح کے بے ترتیب خیالات آنے لگے۔

یہ سفر کتنا مشکل ہے' میں یہاں کیوں آیا' یہ کتنا تھکا دینے والا سفر ہے' مجھے جلد ہی واپس جانا چاہیے' گھر میں دنیا جہان کی آسائشیں میسر ہیں اور یہاں اس بستی میں بجلی بھی موجود نہیں...... میں سوچتا رہا اور پھر میرا ذہن دوسری طرف منتقل ہو گیا کہ اس علاقے میں شاید ہی کوئی داعی آیا ہو۔ آخر یہاں کون آئے گا؟ اتنا لمبا اور پُرمشقت سفر آسان نہیں پھر میرے دماغ میں رقصِ ابلیس ہونے لگا۔ میں کتنا عظیم ہوں' دعوت کی خاطر اپنی ساری آسائشیں چھوڑ کر یہاں آیا ہوں۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی قربانی ہے' میرے دل میں غرور' عجب اور احساسِ برتری پیدا ہونے لگا۔ میں انہی گڈمڈ خیالوں میں ڈبکیاں کھا رہا تھا کہ مجھے نیند آ گئی۔ صبح ہوئی تو میزبان آ گئے ابھی روشنی پوری طرح نہیں پھیلی تھی کہ میزبان بولے:

''چلو ذرا اس گاؤں کا چکر لگاتے ہیں''۔

میں میزبانوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ کچھ دُور گاؤں کا واحد کنواں نظر آیا یہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ عورتیں' مرد' بچے' بوڑھے سبھی جمع تھے۔ پانی تو انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ میں نے دیکھا کہ کچھ خواتین اپنے سروں پر پانی کے برتن اُٹھائے چلی آ رہی تھیں انہی عورتوں میں ایک گورے رنگ کی نوجوان لڑکی نظر آئی۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ یہ گوری کہاں سے آ گئی شاید اسے برص کا مرض ہو جس کی وجہ سے اس کا پورا جسم سفید ہو گیا ہے۔ میں نے اپنے ہمراہیوں سے پوچھا: یہ کون ہے؟

جواب ملا۔ یہ لڑکی ناروے کی رہنے والی ہے۔ وہاں کی کسی عیسائی تنظیم کے لیے کام کرتی ہے' پچھلے چھ مہینے سے ہمارے ہاں مقیم ہے اور ہمارے جیسا لباس پہنتی ہے۔ کھانا پینا' اُٹھنا بیٹھنا' چلنا پھرنا اس کا پچھلا معیارِ زندگی اسے ہماری بستی میں چھوڑ کر واپس چلا گیا اب اس نے ہماری طرح کی بود و باش اختیار کر لی ہے۔ یہ ہماری خواتین کے ساتھ رہ کر کام کرتی ہے' انہی کی زبان بولتی ہے' روزانہ لڑکیوں کو اکٹھا کرتی ہے' ان سے گپ شپ کرتی ہے اور انہیں پڑھنا لکھنا سکھاتی ہے' کبھی کبھار رقص کے پیچ وخم بھی بتلاتی ہے۔ لڑکیاں اس کے ساتھ بڑی خوش رہتی ہیں اور اس سے بڑی محبت کرتی ہیں۔ یہ ہمارے سماج میں ڈھل گئی ہے۔ یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہے' ان کی امداد کرتی ہے' بیوہ عورتوں کی دل گیری کرتی ہے' مریضوں کے پاس جاتی ہے' ان کی تیمارداری کرتی ہے' انہیں ادویات بھی مہیا کرتی ہے اس کی وجہ سے بہت سے لوگ عیسائیت اختیار کر چکے ہیں۔

قارئینِ کرام! ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے ایک نوجوان لڑکی جو ناز ونعمت کے گہوارے میں پلی بڑھی ہے' اپنے باطل عقائد کی ترویج کے لیے اپنے خوب صورت ملک کو چھوڑتی ہے' ایسا ملک جہاں دنیا بھر کی سہولتیں اور آسائشیں ہی نہیں' بلا مواخذہ عیاشیاں بھی میسر ہیں' یہ انہیں اپنے آپ پر حرام قرار دے کر بلا تامل ایک ایسے ملک میں آ بسی ہے جہاں کوئی سہولت نہیں' سڑکیں ناپید' بجلی عنقا' اعلیٰ مشروبات وفواکہ معدوم اور غذا ناقص ہے۔ پانی گدلا ہے' دُور دُور تک پینے کے قابل صاف پانی نہیں ہے' ندی نالوں کا پانی پیتی ہے۔ سرکنڈوں سے

بنے ہوئے گھر میں رہتی ہے۔ ناموافق موسم کے تھپیڑے سہہ رہی ہے، جسم نحیف ہو رہا ہے، رنگ و روپ اُڑ چکا ہے مگر یہ سب کچھ کیوں ہے؟ یہ اتنی مصیبتیں جھیل رہی ہے؟ جواب بڑا واضح ہے..... صرف عیسائیت کی تبلیغ کے لیے...... یہ صورتِ حال دیکھ کر مجھے اپنے آپ پر ندامت ہونے لگی۔ چنانچہ میں نے واپسی کا ارادہ تبدیل کر لیا۔

☆ ایک اور ساتھی نے اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا:

''میں مطالعاتی دورے پر جرمنی گیا ہوا تھا، ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا۔ رسائل دیکھ رہا تھا اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی تو مجھے تعجب ہوا کہ یہاں مجھ سے ملنے کے لیے کون آ گیا؟ میں نے دروازے کے شیشے سے باہر جھانکا۔ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکی ہاتھ میں کتابیں لیے کھڑی ہے۔ میں نے پوچھا: ''تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟''
اس نے کہا: ''دروازہ کھولو! مجھے آپ سے کام ہے''۔ میں نے کہا: ''میں مسلمان ہوں، کمرے میں اکیلا ہوں۔ شرعی طور پر تمہارا تن تنہا میرے پاس آنا جائز نہیں''۔ وہ اصرار کرتی رہی۔ میں انکار کرتا رہا اور یہی کہتا رہا: ''میں دروازہ نہیں کھولوں گا اور تمہیں آنے کی اجازت نہیں دوں گا''۔ اس نے کہا: ''میرا تعلق عیسائیت مشنری ادارے سے ہے۔ بس یہ کتابیں وصول کر لو، میں چلی جاؤں گی''۔ میں نے جواب دیا: ''مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں''۔ جب وہ مایوس ہو گئی کہ میں دروازہ نہیں کھولوں گا تو اس نے اپنا منہ دروازے کی درز سے لگایا اور پورے زور سے اپنا عقیدہ اور منہج بتانے اور اپنے دین کا تعارف کرانے لگی۔ یہ پورے دس منٹ کا دورانیہ تھا جب اس نے اپنی تقریر ختم کی تو میں نے پوچھا: ''تم نے اپنے آپ کو اس قدر مشقت میں کیوں ڈالا اور زور زور سے ایک بے سود تقریر کیوں کی؟'' وہ بولی: ''مجھے اب سکون مل گیا ہے کیونکہ میں اپنے دین کے لیے جو خدمت پیش کر سکتی تھی، وہ اپنی ہمت اور استعداد کے مطابق کر چکی''۔

محترم قارئین! کیا ہم نے کبھی خود سے سوال کیا ہے کہ اسلام کی دعوت پھیلانے میں ہمارا کتنا حصہ ہے؟ ہم نے اسلام کی کیا خدمت کی ہے؟ کتنے لوگ ہمارے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں؟ ذرا عیسائیت کا پرچار کرنے والی اس تن تنہا لڑکی کے حوصلے اور ولولے دیکھیے

اور اپنی حالت پر غور کیجیے۔ ہدایت پانا ہر انسان کا قدرتی حق ہے۔ اسلام ہدایت و سعادت کا سرچشمہ ہے۔ کیا ہم نے اسلام کا نورِ ہدایت پھیلانے کی کوئی ادنیٰ سی کوشش بھی کی ہے؟ کوشش تو کجا، ہمیں اپنے اس فرضِ عین کا کبھی خیال تک نہیں آیا۔ بے شمار انسان کفر، الحاد، شرک، بدعت، فسق و فجور، ظلم اور سرکشی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور اس معصیتِ جاریہ کی وجہ سے دوزخ کا ایندھن بننے والے ہیں۔ کیا کبھی ہمیں احساس ہوا کہ انہیں اسلام کی روشنی دکھائیں، گمراہیوں کی کیچڑ سے نکالیں اور جہنم میں گرنے سے بچائیں۔ ہم تو پیدا ہی اس لیے ہوئے تھے کہ عالمِ انسانیت کا رُخ مخلوق سے خالق کی طرف، دنیا سے آخرت کی طرف، بدی سے نیکی کی طرف، باطل سے حق کی طرف، مال سے اعمال کی طرف اور ظلمت سے ضیا کی طرف پھیر دیں مگر ہم تو خود ہی صراطِ مستقیم سے بھٹک گئے۔ اپنی زندگی کا اصل مقصد ہی بھول گئے۔ ہم نے گمراہوں کو ہمراہی اور غیروں کے نقشِ قدم کو نشانِ منزل قرار دے لیا۔ ہم طاقت کے آگے اور دولت کے پیچھے بھاگنے لگے اور اس دوڑ میں پاگلوں سے بھی بدتر ہو گئے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

تاریخ کے اوراق یہ گواہی دینے کے لیے موجود ہیں کہ ہمارے اسلاف کرام دعوتِ دین کے لیے حجاز سے نکل کر ساری دنیا میں پھیل گئے تھے۔ انہوں نے اپنا خون پسینہ ایک کر کے دعوتِ دین کا فرض ادا کیا جب انہوں نے ادائے فرض کے لیے احساسِ ذمہ داری اور جاں نثاری کا مظاہرہ کیا تو ہمارے قادرِ مطلق نے بھی ان پر اپنے فضل و کرم کے دریچے کھول دیئے اور ساری دنیا کی دولت اور حکومت صحابہ کرام علیہم الرضوان کے قدموں میں ڈال دی..... یہ دنیا کبھی کسی کے لیے نہیں بدلی۔ ہاں! اگر ہم خود بدل جائیں اور اپنے اندر ایک انقلابی تبدیلی پیدا کر لیں، اپنی غفلت کے ٹیلے توڑیں، گناہوں سے توبہ کریں، ایمان اور اعمالِ صالحہ کی زندگی بسر کریں اور دعوتِ دین کا فرض ادا کرنے لگیں تو اللہ رب العزت ہمیں پھر اپنے انعامات کے لیے چُن لے گا اور ہمارے سر پر فتحِ مبین کا وہی تاج پہنا دے گا جو

Scanned with CamScanner

اس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سر پر سجا دیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں:

''جی چھوڑیئے! اسلام کی دعوت آسان کام نہیں، ہمیں تو شرم آتی ہے کہ جہاں جاؤ وہاں اسلام کے حوالے سے گفتگو شروع کر دو اور دعوتِ دین دینے لگو......'' اے میرے غافل بھائیو! ذرا اپنے نفس کی بندگی اور گناہوں کی زندگی پر غور کر لو۔ کاہلی، غفلت، جہالت، معصیت، شرک، بدعت، سود خوری، بادہ نوشی اور کون سا گناہ ہے جس کے ہم مرتکب نہیں ہو رہے؟ میرے عزیزو! شرم کرنے کی اصل چیز یہی رب العزت کی نافرمانی والی زندگی ہے۔ اسلام کی دعوت میں شرم اور جھجک کیسی؟ دین حنیف کی دعوت تو سب سے بڑا شرف ہے۔

......ایک مغنیہ اور ایک رقاصہ کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ ہزاروں تماشائیوں کے سامنے نیم عریاں بدن کے ساتھ رقص کرتی ہے، وہ خوب جانتی ہے کہ تماشائیوں کی ناپاک بھوکی نگاہیں اس کے بدن پر منڈلا رہی ہیں مگر اس نے تو کبھی یہ نہیں کہا: مجھے شرم آتی ہے حالانکہ یہ شرم کا نہیں، ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ اسلام کی دعوت کے لیے ہچکچانے یا معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلام کی دعوت دے، اسلام کی دعوت دینا بہت آسان ہے۔ مثالی زندگی کا نمونہ بن جائیے، ہر خاص وعام سے ملیے، محبت اور دل سوزی سے دینِ قیم کی بات کیجیے اور ان کے دل کا یقین بدل دیجیے۔ انہیں بتائیے کہ ہماری ہر حاجت، ہر راحت اور ہر سعادت سو فیصد فاطر السماوات والارض کے ہاتھ میں ہے۔ کامیابی صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں کے مطابق زندگی کرنے سے نصیب ہوتی ہے اگر دنیا بھر کے مسلمان اپنی اپنی جگہ محبت اور حکمت کے ساتھ یہی دعوت دینے لگیں تو انقلاب برپا ہو جائے گا اور آج ہر طرف ہوس، بدامنی، بیماری، غارت گری، وحشت، آفت، ظلمت اور دہشت کی جو آتشِ نمرود بھڑک رہی ہے، وہ گلزارِ خلیل علیہ السلام میں تبدیل ہو جائے گی''۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(ماخوذ از سنہرے نقوش)

(۳۹)

جنازہ یا قبر دیکھ کس نے کیا کہا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ ۔ (رواہ الترمذی)

''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے''۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا۔ (مشکوۃ جلد ۲، ص ۴۵۸)

کچھ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے تو لوگوں نے اس میت کو اچھا بتایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وجبت (واجب ہوگئی) پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس میت کو بُرا بتایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وجبت (واجب ہوگئی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''کیا چیز واجب ہوگئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک جنازہ کی میت کو تم لوگوں نے اچھا بتایا تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور دوسرے جنازے کی میت کو تم لوگوں نے بُرا بتایا تو اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی کیونکہ تم (مومنین صالحین) روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو تو جس میت کو تم لوگوں نے اچھا بتایا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ٹھہرا اور جس میت کو تم لوگوں نے بُرا بتایا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بُرا قرار پایا''۔ (مشکوۃ، ج ۲، ص ۱۴۵)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک جنازہ دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مستریح او مستراح منہ: ''یہ آرام پانے والا ہے یا لوگوں کو اس سے آرام مل گیا ہے''۔

تو لوگوں نے عرض کیا: ''اس کا کیا مطلب ہے؟''

Scanned with CamScanner

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''مومن بندہ (جو نیک ہو) وہ تو وفات پا کر دنیا کی ایذاؤں اور مصیبتوں سے آرام پا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں پہنچ جاتا ہے اور بدکار بندہ (جب مر جاتا ہے) تو اس سے تمام بندے تمام شہر یہاں تک کہ تمام درخت اور تمام چوپائے آرام پا جاتے ہیں''۔ (مشکوٰۃ: ج۱ص۱۳۹)

☆ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے تھے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہو جایا کرتی تھی، کسی نے کہا: ''اے امیر المومنین! آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کے پاس کیوں روتے ہیں؟''

آپ نے فرمایا: ''یقین رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر اس سے نجات مل گئی تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہوں گی اور اگر اس سے نجات نہ ملی تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہوں گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے: قبر سے بڑھ کر خوفناک منظر کبھی میں نے دیکھا ہی نہیں''۔ (مشکوٰۃ: ج۱ص۲۶)

☆...... کسی نے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ''آپ قبرستان میں کیوں بہت دیر دیر تک ٹھہرے رہتے ہیں؟''

☆...... آپ نے فرمایا: ''میں قبر والوں کو بہترین پڑوسی پاتا ہوں۔ میں قبر والوں کو سچا پڑوسی جانتا ہوں کیونکہ وہ زبانوں کو ہمیشہ بدگوئی اور بدکلامی سے روکے رہتے ہیں اور آخرت کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں نے کبھی ایسا خوفناک منظر نہیں دیکھا جو قبر سے بڑھ کر خوفناک ہو''۔

(احیاء العلوم للغزالی: ج۴ص۴۱۲)

☆...... حضرت ابوالدرداء صحابی رضی اللہ عنہ اکثر قبرستانوں میں بیٹھا کرتے تھے تو لوگوں نے اس کے بارے میں آپ سے دریافت کیا: ''آپ قبرستان میں اکثر اوقات کیوں بیٹھے رہا کرتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''میں ایسی قوم کے پاس بیٹھتا ہوں جو مجھے

آخرت کی یاد دلاتے ہیں اور جب میں ان لوگوں سے غائب ہو جاتا ہوں تو یہ لوگ میری غیبت نہیں کرتے''۔

(احیاء العلوم: ج۴ص۴۱۲)

☆...... حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ رات کو قبرستانوں میں تشریف لے جایا کرتے اور فرماتے: ''اے قبر والو! کیا بات ہے کہ میں تم لوگوں کو پکارتا ہوں تو تم لوگ کوئی جواب نہیں دیتے ہو؟'' پھر آپ فرماتے: ''افسوس! کہ میرے اور تمہارے درمیان ایسا حجاب ہو گیا ہے لیکن آئندہ میں بھی تمہارے ہی جیسا ہو جانے والا ہوں''۔

آپ یہی کلمات فرماتے رہتے، یہاں تک کہ صبح صادق نمودار ہو جاتی تو آپ نمازِ فجر کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ (احیاء العلوم: ج۴ص۴۱۳)

☆...... مشہور و باکمال محدث حضرت یزید رقاشی علیہ الرحمۃ قبروں کے پاس جا کر فرمایا کرتے: ''اے قبر کے گڑھے میں دفن ہو جانے والو! اور اے تنہائی میں رہنے والو! اور اے زمین کے اندرونی حصہ میں اُنسیت رکھنے والو! کاش مجھے خبر ہو جاتی کہ میں تمہارے کون سے اعمال پر خوش خبری حاصل کروں اور تم میں سے کون سے بھائی پر رشک کروں؟''

یہ فرما کر پھر آپ اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے آپ کا عمامہ بھیگ جاتا اور آپ جب بھی کسی قبر کو دیکھ لیتے تو اتنے زور زور سے رونے کی آواز نکالتے جیسے بیل چیختا کرتا ہے۔ (احیاء العلوم: ج۴ص۴۱۳)

☆...... مشہور محدث اور فقیہ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ جو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر اور کوفہ کے باشندہ تھے، فرمایا کرتے تھے: جو مسلمان بکثرت قبروں کا تذکرہ کرتا رہے گا، وہ اپنی قبر کو جنت کا باغ پائے گا اور جو قبروں کے ذکر اور ان کی یاد سے غافل رہے گا، وہ اپنی قبر کو جہنم کا گڑھا پائے گا۔ (احیاء العلوم: ج۴ص۴۱۳)

☆...... حضرت ربیع بن خثیم علیہ الرحمۃ نہایت بلند مرتبہ محدث اور مشہور ولی کامل ہیں، آپ نے اپنے گھر کے اندر ایک قبر بنا رکھی تھی۔ جب بھی آپ محسوس فرماتے کہ غفلت کی وجہ سے میرا دل کچھ سخت پڑ گیا ہے تو آپ اس قبر میں داخل ہو کر لیٹ جاتے اور جب تک

Scanned with CamScanner

خدا کو منظور ہوتا اس میں لیٹے رہتے پھر کہتے: ''اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے تاکہ میں کوئی نیک عمل کروں''۔

پھر خود ہی اپنے نفس کو جواب دیتے: ''اے ربیع! ہم نے تجھے واپس لوٹا دیا اب تو کوئی نیک عمل کر''۔ (احیاء العلوم: ج ۴' ص ۴۱۳)

☆......حضرت صالح مری علیہ الرحمۃ بہت ہی جلیل القدر محدث اور نامور محدثین کے شاگرد ہیں اور بڑے بڑے باکمال محدثین ان کی درس گاہ حدیث کے طالب علم ہیں۔ عبادت وریاضت اور زہد وتقویٰ میں بھی ان کا مقام بہت بلند ہے۔ ان کا عجیب عالم تھا کہ اگر آپ کبھی کسی قبر کو دیکھ لیتے تھے تو دو دن تک مبہوت وحیران رہتے' کھانا پینا چھوڑ دیتے اور بالکل خاموش رہا کرتے تھے۔ آپ کی ایک بڑی خاص کرامت یہ تھی کہ آپ قبرستان کے مردوں کی گفتگو سن لیتے تھے اور خود بھی مردوں سے گفتگو اور سوال وجواب کرتے تھے۔ خلیفہ نے آپ کی وفات کا سال ۱۷۲ھ لکھا ہے اور امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی فرمایا: آپ نے ۱۷۲ھ میں وفات پائی۔ (نووی وتہذیب التہذیب وطبقات شعرانی)

☆......حضرت عمر بن ذر علیہ الرحمۃ بزرگانِ سلف میں بڑے پائے کے بزرگ ہیں۔ منقول ہے کہ ان کا ایک پڑوسی جو بہت ہی بدکار اور نہایت ہی گناہ گار تھا اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے فسق وبدکاری کی وجہ سے تمام اہلِ محلہ نے اس کے جنازہ کا بائیکاٹ کر دیا اور گھنٹوں اس کا جنازہ پڑا رہا کوئی اس کو اٹھانے کے لیے نہیں آیا جب حضرت عمر بن ذر علیہ الرحمۃ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے آکر اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اس کو دفن کیا پھر اس کی قبر پر کچھ دیر ٹھہر کر فرمایا:

''اے ابوفلاں! خداوندِ کریم تجھ پر رحمت فرمائے تو عمر بھر عقیدۂ توحید ورسالت پر قائم رہا اور ہمیشہ تو خداوندِ قدوس کو سجدہ کرتا رہا۔ آج لوگوں نے تجھے بدکار وگناہ گار کہہ کر تیرے جنازہ کا بائیکاٹ کر دیا۔ افسوس آج ہم میں کون ایسا ہے جو گناہ گار نہیں ہے''۔

پھر آپ نے اس گناہ گار میت کے لیے دیر تک دعائے مغفرت فرمائی اور روتے رہے۔ (احیاء العلوم: ج ۴' ص ۴۱۲)

☆......منقول ہے کہ ایک شرابی اور بڑا ہی پاپی بدکار بصرہ کے اطراف میں رہتا تھا اس کا انتقال ہوا تو چونکہ پورا گاؤں اس سے ناراض وبے زار تھا' کوئی شخص اس کا جنازہ اٹھانے اور نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے تیار نہیں ہوا مجبوراً اس کی بیوی نے دو مزدوروں سے جنازہ اٹھوا کر قبرستان تک پہنچایا اور گاؤں کا ایک آدمی بھی قبرستان تک نہیں آیا اس گاؤں کے قریب ایک پہاڑ پر ایک بڑے بزرگ زاہد وعابد عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے اور یہ بزرگ تمام گاؤں والوں کے پیر ومرشد تھے۔ اس بزرگ نے پہاڑ کے اوپر سے دیکھا کہ ایک عورت جنازہ کے پاس ہے اور کوئی جنازہ پڑھنے والا نہیں ہے تو یہ بزرگ جو کبھی پہاڑ سے نہیں اترے تھے' پہاڑ سے اتر پڑے جب گاؤں والوں کو معلوم ہوا کہ ہمارے پیر ومرشد اس بدکار کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے پہاڑ سے اتر پڑے ہیں تو سارا گاؤں قبرستان میں پہنچ گیا پھر اس بزرگ اور تمام گاؤں والوں نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کیا۔

پھر اس بزرگ نے فرمایا: ''میں سو رہا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عورت جنازہ لیے بیٹھی ہے اور کوئی نمازِ جنازہ پڑھانے والا نہیں ہے تو خواب ہی میں کسی نے مجھ سے کہا: تم پہاڑ سے اتر کر اس کے جنازہ کی نماز پڑھاؤ کیونکہ اس میت کی مغفرت ہو چکی ہے''۔ اس خواب کو سن کر لوگ تعجب سے سر دھننے لگے پھر اس بزرگ نے اس عورت سے اس کے شوہر کا حال پوچھا تو اس عورت نے بتایا: ''لوگ سچ کہتے ہیں کہ میرا شوہر بہت بدکار اور بڑا گناہ گار تھا' واقعی وہ دن بھر شراب خانہ ہی میں رہتا تھا''۔ پھر بزرگ نے دریافت کیا: ''تم نے اس کا کوئی نیک عمل بھی دیکھا ہے؟''

عورت نے کہا: ''ہاں! وہ گناہ گار ہونے کے باوجود تین اچھی باتوں کا پابند تھا۔ ایک تو یہ کہ وہ رات بھر شراب پیتا تھا مگر جب صبح کو اس کا نشہ اتر جاتا تھا تو وہ غسل و وضو کر کے کپڑے بدلتا اور نمازِ فجر باجماعت پڑھا کرتا تھا پھر وہ شراب خانہ میں جا کر فسق وفجور میں پڑ جاتا تھا۔ دوسری اچھی بات یہ تھی کہ وہ ہمیشہ ایک یا دو یتیم بچوں کو اپنے گھر میں رکھتا تھا اور ان یتیموں کے ساتھ اپنے بچوں سے بڑھ کر اچھا سلوک کیا کرتا تھا۔ تیسری اچھی بات یہ ہے کہ رات میں جب کبھی اس کا نشہ اترتا تھا تو وہ اکیلا زار وزار روتا تھا اور یہی کہتا تھا کہ اے

Scanned with CamScanner

میرے رب! تو جہنم کے کون سے گوشہ میں مجھ خبیث کو ڈالے گا"۔

یہ سن کر بزرگ اس کی مغفرت کا راز سمجھ گئے پھر وہ اس میت کے لیے دعائیں کرتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ (احیاء العلوم: ج ۴، ص ۴۱۲)

☆.....حضرت فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور "فاطمہ صغریٰ" کے لقب سے مشہور ہیں جب ان کے شوہر حسن بن امام حسن کا وصال ہوگیا تو انہوں نے ان کے جنازہ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا:

وَكَانُوْا رِجَاءً ثُمَّ اَمْسَوْا رَزِيَّةً
لَقَدْ عَظُمَتْ تِلْكَ الرَّزَايَا وَجَلَّتْ

یہ لوگ امید تھے پھر شام کو مصیبت بن گئے تو یہ مصیبتیں بہت زیادہ اور بڑی شان دار ہوگئیں پھر انہوں نے اپنے شوہر کی قبر کے پاس ایک خیمہ گاڑھا اور مسلسل ایک سال تک وہ اسی خیمہ میں رہیں سال بھر کے بعد خیمہ اُکھاڑ کر جب وہ اپنے مکان پر جانے لگیں تو مدینہ منورہ کے قبرستان جنۃ البقیع کی ایک جانب سے ایک غیبی آواز آئی:

اَلَاهَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا ۔

"خبردار! کیا ان لوگوں نے اس چیز کو پالیا؟ جس کو کھودیا تھا"۔

تو دوسرے کنارے سے یہ آواز آئی: بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا ۔

"نہیں بلکہ ناامید ہوگئے لہٰذا پلٹ کر اپنے گھر چلے گئے"۔

ان دونوں آوازوں کو سب لوگوں نے سنا مگر آواز دینے والوں کو کسی نے نہ دیکھا۔

(مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۴۲ و احیاء العلوم ج ۴، ص ۴۱۳)

☆.....فرزدق شاعر بہت ہی مشہور شاعر ہے جو اہل بیت کا بڑا ہی محب و مداح تھا جب اس کی بیوی کا انتقال ہوا تو بصرہ کے تمام شرفاء و رؤساء جنازہ میں شامل ہوئے۔ قبرستان میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرزدق سے پوچھا:

"کیوں فرزدق! تم نے اس دن کے لیے کون سی تیاری کر رکھی ہے؟"

تو فرزدق نے جواب دیا: "میری بس یہی تیاری ہے کہ ساٹھ برس سے کلمہ پڑھتا رہا

ہوں"۔

پھر فرزدق اپنی بیوی کی قبر کے پاس دردناک لہجے میں یہ اشعار پڑھنے لگا

اَخَافُ وَرَاءَ الْقَبْرِ اِنْ لَّمْ تُعَافِنِيْ
اَشَدَّ مِنَ الْقَبْرِ الْتِهَابًا وَّاَضْيَقَا ۔

"(اے اللہ) اگر تو نے مجھ معاف نہ کر دیا تو قبر کے علاوہ قبر سے زیادہ تنگ جگہ اور بھڑکنے والی آگ کا مجھے خوف ہے"۔

اِذْ جَاءَنِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَائِدٌ
عَنِيْفٌ وَّ سَوَّاقٌ يَسُوْقُ الْفَرَزْدَقَا

"قیامت کے دن کہ جب ایک بہت ہی سخت مزاج کھینچنے والا اور ہانکنے والا فرزدق کو لے چلے گا"۔

لَقَدْ خَابَ مِنْ اَوْلَادِ اٰدَمَ مَنْ مَّشٰى
اِلَى النَّارِ مَغْلُوْلَ الْقِلَادَةِ اَزْرَقَا

"اولادِ آدم میں سے جو شخص جہنم کی طرف گردن میں طوق پہنے ہوئے روسیاہ ہو کر جائے گا وہ بہت ہی نامراد ہوگا"۔ (احیاء العلوم: ج ۴، ص ۴۱۳)

Scanned with CamScanner

(۴۰)

چراغ میرا ہے رات ان کی

ایک دفعہ ہارون الرشید نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف خط لکھ کر اپنے وزیر اعظم عباد الطالقانی کے ہاتھ روانہ کیا۔ عباد خود کہتا ہے کہ باوجودیکہ تمام طلباء کو معلوم ہو گیا تھا کہ امیر المومنین ہارون الرشید کا وزیر اعظم ہے لیکن وہاں میرا گھوڑا کسی نے بھی نہ پکڑا۔ میں نے خود اسے باندھا پھر جب مجلس میں حاضر ہوا تب بھی کسی نے میری پرواہ نہ کی نہ ہی میری طرف التفات کی بلکہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے تو مجھے دیکھ کر فوراً نماز کی نیت باندھ لی اور طویل قرأت شروع کر دی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کا ارادہ تھا خود بخود واپس چلا جائے گا۔ پہلے تو میں کھڑا رہا اور کافی دیر کھڑا رہنے کے باوجود بھی کسی نے مجھے بیٹھ جانے کو نہ کہا۔ آخر کار میں بیٹھ گیا جب مجھے یقین ہو گیا کہ میرا بیٹھنا بھی انہیں ناگوار ہے تو بہت دیر کے بعد وہ خط میں نے ان کے سامنے محراب میں رکھ دیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو خط اُٹھا کر طلباء کی طرف پھینک دیا کہ کوئی پڑھتا ہے تو پڑھے۔ خط میں ہارون الرشید نے لکھا تھا: ''میں خلیفۃ المسلمین بن چکا ہوں' بڑے بڑے لوگوں نے مجھے مبارک باد دی ہے اور میرے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ میں نے بہت سا مال ان کی مہمان نوازی پر خرچ کیا ہے' بے شمار تحائف ان کو دیئے۔ آپ میرے استاد تھے' میں نے بہت انتظار کیا تاکہ مبارک باد کے لیے آپ تشریف لائیں۔ بے شمار مال و دولت سے آپ کی عزت کروں لیکن آپ ابھی تک کیوں نہیں آئے؟ فوراً تشریف لایئے''۔ آپ نے فرمایا: ''اسی کاغذ کے دوسری طرف جواب لکھو''۔

کسی نے عرض کیا: ''حضور بادشاہِ وقت کی طرف خط جانا ہے کوئی دوسرا کاغذ ہونا

چاہیے''۔

فرمایا: ''اگر یہ کاغذ اس کے حلال مال سے ہے تو اسے اپنا مال حلال پہنچ جائے گا اور اگر مال حرام سے ہے تو ہمارے ہاں حرام کا مال رہنا جائز نہیں''۔

بہرحال اسی کاغذ کی دوسری طرف لکھوایا: **من العبد الضعیف . (سفیان ثوری) الی المتفخر هارون الرشید خلیفة المسلمین .**

بعد از سلام مسنون تو نے مجھے اس بات پر گواہ بنایا ہے کہ جو تم غرباء' مساکین' بیوگان اور یتامیٰ کا حق تھا وہ تو نے متمول آدمیوں پر خرچ کر کے غریبوں کا حق ضائع کر دیا ہے لہٰذا کل قیامت کے دن میں یہ گواہی دوں گا کہ تو نے مسلمانوں کے مال کو ناجائز طور پر خرچ کیا۔ کمزور اور ضعیف لوگوں کے حقوق ادا نہ کیے تو نے لکھا ہے کہ مبارک بادی کے لیے بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔ میں کہتا ہوں بجائے مبارک بادی اور تہنیت کے تیری تعزیت کرنی چاہیے کیونکہ عنقریب ہی تو سخت امتحان میں آنے والا ہے۔ جس کا سامانِ نجات تیرے پاس بالکل نہیں ہے تو دنیا پر فخر کر رہا ہے اور چند دن کی مردار دنیا پر اِتراتا ہے حالانکہ اس نے تجھے یادِ خدا سے غافل کر کے ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے بہت سی رحمتوں سے تجھے دُور کر دیا۔ الخ'' اس طرح کا مضمون لکھوا کر عباد الطالقانی کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: ''یہ لے جا اور اسے دے دینا''۔

عباد کہتا ہے کہ ان کے خط کا اور اس مجلس کا ایسا اثر مجھ پر ہوا کہ دل چاہتا تھا دنیا پر نہ مکان کی ضرورت ہے نہ ہی گھر وزر کی حاجت ہے۔ گھر' زر کو چھوڑ کر یادِ خدا میں رہنا چاہیے لیکن وہاں تو کچھ نہ کر سکا۔ باہر آیا تو زور زور سے رویا' با آوازِ بلند پکارا کوئی ہے جو میرے بدن والے قیمتی لباس کو لے جائے اور مجھے موٹا لباس اون کا پہنائے۔ چنانچہ غریب لوگ آئے انہوں نے میرا ریشمی لباس اور سونے کی زنجیریاں وغیرہ اُتار کر صوف کا لباس پہنایا وہاں سے گھوڑے کو ہاتھ میں پکڑ کر پیدل چلتا ہوا بغداد پہنچا۔ گھوڑا چونکہ ذاتی نہ تھا بلکہ حکومت کا تھا اس لیے وہ کسی کو نہ دے سکا جب نہایت ہی درویشی حالت میں ہارون الرشید کے دربار میں پہنچا اور خط پیش کیا تو ہارون الرشید پڑھتا بھی تھا اور روتا بھی تھا اس خط کو بوسہ

Scanned with CamScanner

دے کر قرآن مجید میں رکھ دیا۔ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اس خط کو بوسہ دے کر پڑھا کرتا اور گلے لگاتا' آنسو بہاتا' مرتے دَم تک اس خط کو پڑھتا رہا۔

احیاء العلوم للعلامہ غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ: ج۲' ص۳۰۹-۳۱۰ میں ہے' عباد نے کہا:

''میں امیر المومنین کے دروازہ پر ننگے پاؤں پہنچا تو مجھے دربان نے سختی سے جھنجھوڑا پھر میرے واسطے اجازت دی گئی۔ میں ہارون کے سامنے ہوا تو وہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوگیا اور اپنے سر اور چہرے پر طمانچے مارنے لگا اور اپنے لیے افسوس اور غم ناک الفاظ کہنے لگا۔ کہتا رہا کہ ایلچی تو فیض یاب ہوگیا اور بھیجنے والا محروم رہا۔ میرے لیے دنیا اور حکومت کس کام کے ہوئے جو ختم ہونے والے ہیں۔ الخ......''

میں نے خط اسے دیا تو خط کھلا ہوا ہی تھا جیسے کہ مجھے دیا گیا تھا تو ہارون اسے پڑھتا رہا اور روتا رہا اس کی آنکھیں روتے روتے سوج گئیں۔ الخ

لَمْ یَزَلْ کِتَابُ سُفْیَانَ اِلٰی جَنْبِ هَارُوْنَ یَقْرَؤُهُ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃ حَتّٰی تُوُفِّیَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی .

وہ خط ہارون کے پاس ہمیشہ رہا' ہر نماز کے وقت اسے پڑھتا تھا۔ فوت ہونے تک اسے پاس رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ آمین! (احیاء العلوم: ج۲' ص۳۱۱)

(۴۱)

سببِ مغفرت اور بزرگ کی برکت

حضرت ابوبکر صیدلانی سے منقول ہے' میں نے سلیم بن منصور بن عمار علیہم الرحمۃ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''میں نے اپنے والد منصور علیہ الرحمۃ کو بعدِ وصال خواب میں دیکھ کر پوچھا:

مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ . ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟''

انہوں نے جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی بارگاہ میں بلایا اور فرمایا:

''اے بدعمل بڈھے! تو جانتا ہے ہم نے تجھے کیوں بخشا؟''

میں نے کہا: ''اے میرے رحیم وکریم پروردگار میں نہیں جانتا''۔

فرمایا: ''ایک دن تو نے اجتماع میں بیان کیا اور اہلِ اجتماع کو رُلا دیا اس اجتماع میں ہمارا ایک ایسا بندہ بھی موجود تھا جو ہمارے خوف سے کبھی نہ رویا تھا تمہارا بیان سن کر وہ بھی میرے خوف سے رونے لگا۔ پس میں نے اس کی' تمہاری اور تمام شرکاءِ اجتماع کی مغفرت فرمادی''۔

☆......ایک روایت میں اس طرح منقول ہے کہ کسی نے انتقال کے بعد حضرت سیدنا منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہما کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ؟ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟''

کہا: ''میرے پروردگار نے مجھ سے ان تین سو ساٹھ اجتماعات کے متعلق پوچھا جن میں میں نے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی تھی''۔

پھر ارشاد فرمایا: ''اے منصور! ہم نے تمہاری تمام خطائیں اور گناہ معاف کر دیئے۔ کھڑے ہو جاؤ جس طرح زمین میں تم ہماری پاکی بیان کرتے تھے اسی طرح آسمان والوں

Scanned with CamScanner

کے سامنے ہماری پاکی بیان کرو‘‘۔(عیون الحکایات)

☆.....حضرت سیّدنا ابوعباس مؤدب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے میرے ایک ہاشمی پڑوسی کے معاشی حالات ٹھیک نہ تھے انہوں نے اپنا ایک واقعہ کچھ اس طرح سنایا:

’’ہمارے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو گھر میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو اپنی زوجہ کو کھلاتا۔ اس دُکھیاری نے مجھ سے کہا:

’’میرے سرتاج! آپ میری حالت وکیفیت سے خوب واقف ہیں اس وقت مجھے غذا کی اشد ضرورت ہے تاکہ میری کمزوری دُور ہو اب میں مزید صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ خدارا! کچھ کیجئے‘‘۔

اپنی زوجہ کی یہ حالت دیکھ کر میں بے تاب ہو گیا اور عشا کی نماز کے بعد ایک دُکان دار کے پاس گیا۔ میں غلہ وغیرہ اسی سے خریدتا تھا مجھ پر اس کا کچھ قرض بھی تھا۔ میں نے اسے اپنے گھر کی حالت بتائی اور کچھ سامانِ خورد ونوش (کھانے پینے کا سامان) طلب کیا اور کہا: میں جلد ہی اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔

لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔ میں ایک دوسرے دُکان دار کے پاس گیا اور اپنی حالت سے آگاہ کر کے کچھ چیزیں طلب کیں اس نے بھی انکار کر دیا۔ الغرض جس جس سے بھی امید تھی میں اس کے پاس گیا لیکن کسی نے میری مدد نہ کی۔ میں بہت رنجیدہ ہوا اور سوچنے لگا کہ اب کس کے پاس جاؤں کس سے اپنی حاجت طلب کروں پھر میں دریائے دجلہ کی طرف چلا گیا۔ میں نے ایک ملاح کو دیکھا جو اپنی کشتی میں بیٹھا ہوا مسافروں کا انتظار کر رہا تھا مجھے دیکھ کر اس نے آواز لگائی:

’’میں فلاں فلاں علاقے کی سواریاں بٹھاتا ہوں اگر کوئی مسافر ہے تو آ جائے‘‘۔

میں اس کی طرف گیا تو وہ کشتی کنارے پر لے آیا میں کشتی میں سوار ہوا اور ہماری کشتی دریائے دجلہ کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ ملاح نے مجھ سے پوچھا: ’’تم کہاں جانا چاہتے ہو؟‘‘

میں نے کہا: ’’کچھ معلوم نہیں‘‘۔ ملاح نے متعجب ہو کر کہا: ’’تجھ جیسا عجیب شخص میں

نے نہیں دیکھا۔ تم اتنی رات گئے میرے ساتھ کشتی میں بیٹھے ہو اور تمہیں معلوم ہی نہیں کہ کہاں جانا ہے؟‘‘

ملاح کی یہ بات سن کر میں نے اسے اپنی حالت سے آگاہ کیا تو وہ ہمدردانہ لہجے میں بولا: ’’میرے بھائی! غم نہ کرو میں فلاں علاقے میں رہتا ہوں جہاں تک ہو سکا میں تمہاری پریشانی حل کرنے کی کوشش کروں گا‘‘

پھر اس نے ایک جگہ کشتی روکی اور مجھے دریائے دجلہ کے کنارے واقع ایک مسجد میں لے گیا اور کہا: ’’میرے بھائی! اس مسجد میں حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ دن رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں تم وضو کر کے مسجد میں چلے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے اس نیک بندے سے دعا کراؤ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کوئی راہ نکل آئے گی‘‘۔

میں وضو کر کے مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ محراب میں نماز ادا فرما رہے ہیں۔ میں نے بھی دو رکعت ادا کیں اور سلام کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب بیٹھ گیا۔ فراغت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سلام کا جواب دیا اور کہا: ’’اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! تم کون ہو؟‘‘

میں نے اپنا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی توجہ سے میری بات سنی پھر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ باہر موسم خراب ہونے لگا بارش زور پکڑتی جا رہی تھی میں بہت گھبرایا اور سوچنے لگا کہ میں اپنے گھر سے کتنا دُور آ گیا ہوں بارش بڑھتی ہی جا رہی ہے نہ جانے گھر والے کس حال میں ہوں گے۔ میں اس شدید بارش میں اپنے گھر کیسے پہنچوں گا۔ میں انہیں خیالات میں گم تھا کہ اچانک مسجد سے باہر کسی جانور کی آواز سنائی دی۔ ایک سوار اپنی سواری سے اُتر کر مسجد میں داخل ہوا اور حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز سے فراغت کے بعد اس سے پوچھا:

مَنْ اَنْتَ رَحِمَكَ اللّٰهُ؟ ’’اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تم کون ہو؟‘‘

اس نے کہا: ’’حضور! میں فلاں شخص کا قاصد ہوں انہوں نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ میں چادر اوڑھ کر سو رہا تھا میں نے اپنے آپ کو اچھی حالت میں دیکھا اور اپنے

Scanned with CamScanner

اور ایسی رحمت کی برسات دیکھی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے' میں آپ کی بارگاہ میں کچھ نذرانہ پیش کر رہا ہوں' اسے قبول فرما کر مجھ پر احسان فرمائیں۔ آپ جسے مستحق پائیں' اسے یہ رقم عطا فرما دیں''۔

قاصد کا پیغام سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''یہ ساری رقم اس ہاشمی شہزادے کی خدمت میں پیش کر دو''۔ قاصد نے کہا: ''حضور! یہ پانچ سو دینار ہیں''۔

فرمایا: ''ہاں! یہ سب اسے دے دو''۔

قاصد نے ساری رقم مجھے دے دی۔ میں نے تمام رقم اپنی چادر میں رکھی' حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کیا اور اسی وقت گھر کی طرف چل دیا' بارش میں بھیگتا گرتا پڑتا اپنے علاقے میں پہنچا' سیدھا دُکان دار کے پاس گیا اور کہا: ''یہ دیکھو! یہ پانچ سو دینار ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنے رزق کے خزانوں میں سے مجھے عطا فرمائے ہیں۔ تمہارا جتنا مجھ پر قرض ہے وہ لے لو اور مجھے کھانے کا سامان دے دو''۔

دُکان دار نے کہا: ''کل تک یہ رقم اپنے پاس ہی رکھو جو چیزیں تمہیں چاہئیں وہ لے جاؤ پھر اس نے شہد' شکر' تلوں کا تیل' چاول' چربی اور بہت سی کھانے کی اشیاء مجھے دیتے ہوئے کہا: ''آپ یہ تمام چیزیں اپنے گھر لے جائیں''۔

میں نے کہا: ''اتنا سارا سامان میں کیسے اُٹھاؤں گا؟'' کہا: ''میں آپ کی مدد کروں گا''۔

کچھ سامان اس نے اُٹھایا کچھ میں نے پھر ہم دونوں گھر کی طرف چل دیئے۔ گھر پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ کھلا ہوا تھا کیونکہ میری زوجہ اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ دروازہ بند کرنے کی طاقت بھی نہ تھی۔ مجھے دیکھ کر شکوہ کرتے ہوئے بولی: ''اس نازک حالت میں مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟ بھوک اور کمزوری سے میری حالت خراب ہو گئی ہے''۔

میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہماری پریشانی دُور ہو گئی' یہ دیکھو گھی' چربی' شکر' تیل اور بہت سی کھانے کی اشیاء کثیر مقدار میں ہمارے گھر میں موجود ہیں۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئی اس کی تکلیف جاتی رہی۔ میں نے اسے دیناروں کے بارے میں نہ بتایا

اس خوف سے کہ کہیں خوشی سے ہلاک نہ ہو جائے پھر کھانا تیار ہوا سب نے کھانا کھا کر خدائے بزرگ وبرتر کا شکر ادا کیا۔ صبح میں نے اپنی زوجہ کو وہ دینار دِکھائے اور سارا قصہ سنایا' وہ بہت خوش ہوئی اور اس غیبی امداد پر اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کی پھر ہم نے کاشت کے لیے کچھ زمین خرید لی تاکہ اس سے حاصل شدہ آمدنی کے ذریعے ہمارے اخراجات پورے ہوتے رہیں اس طرح کچھ ہی عرصہ بعد حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہماری تنگ دستی اور مفلسی دُور فرما دی اور اب ہم بفضلہ تعالیٰ خوش حال زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری طرف سے اچھی جزاء عطا فرمائے''۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم (ایضاً)

Scanned with CamScanner

(۴۲)

ایک حقیقی طالبِ علم

محمد بن سعید نے سرائے کے مالک سے کہا: ''اس مسافر کے بارے میں اپنے رب سے ڈرو۔ یہ بہت دُور سے سفر کر کے اس ملک میں آیا ہے' اسے سرائے سے مت نکالنا۔ یہ سخت بیمار ہے' غریب الوطن ہے' نہ جانے کتنے صحرا اور دریا عبور کر کے یہاں پہنچا ہے اس کے آنے کا مقصد صرف تحصیلِ علم ہے''۔ سرائے کا مالک بولا: ''اچھا تو بقی بن مخلد بہت دُور سے یہاں آیا ہے''۔

محمد بن سعید نے کہا: ''ہاں ہاں! بالکل ایسا ہی ہے۔ یہ شخص زیادہ سے زیادہ احترام اور عزت کا مستحق ہے۔ دیکھو! میں نے تم سے کبھی کوئی سوال یا مطالبہ نہیں کیا بس اس شخص کے بارے میں میری درخواست ہے کہ اسے سرائے سے نہ نکالنا۔ یہ حدیث کا عالم ہے' احوال رجال اور اسناد پر عبور رکھتا ہے۔ کیا ایسے شخص کو بیماری کے عالم میں بے یار و مددگار چھوڑا جا سکتا ہے؟''

مالک کہنے لگا: ''تمہاری بات درست ہے۔ یہ شخص دو سال سے ہماری سرائے میں مقیم ہے۔ میں نے آج تک اس سے کرایہ طلب نہیں کیا اب یہ سخت بیمار ہے۔ خدشہ ہے کہ اگر یہ وفات پا گیا اور اس کا جنازہ میری سرائے سے نکلا تو لوگ سرائے کو منحوس سمجھیں گے اور اس میں قیام کرنا بند کر دیں گے۔ یوں میں مفلس اور قلاش ہو کر رہ جاؤں گا۔ یہ سخت بیمار ہے' کسی وقت بھی اس کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ نہ جانے کب آخری سانس لے اور دم توڑ دے۔ وہ وقت کتنا منحوس تھا جب میں نے اسے اپنی سرائے میں جگہ دی تھی''۔

محمد بن سعید نے مضطرب لہجے میں کہا: ''بلاشبہ تمہاری بات اپنی جگہ درست ہے لیکن اگر تمہیں اس شخص کی اہمیت معلوم ہو جائے تو تم سجدۂ شکر بجا لاؤ کہ تمہاری سرائے میں کتنا مبارک اور محترم شخص قیام پذیر ہے۔ تم اس کی خدمت کرو اس کا علاج کراؤ اس کی تیمارداری کرو' ان شاء اللہ اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ سے جنت کے لافانی محل پاؤ گے''۔

سرائے کا مالک کہنے لگا: ''اگر تمہیں اس شخص کی اصلیت معلوم ہو جاتی تو تم مجھے ملامت نہ کرتے' میں اسے خوب جانتا ہوں اگر تم جاننا ہی چاہتے ہو تو سنو! یہ شخص سرائے میں ایک رات ٹھہرا۔ اگلے دن میں نے ایک ناقابلِ یقین منظر دیکھا اس نے بھیک مانگنے والوں کا روپ دھارا' ہاتھ میں موٹا عصا لیا' بدن پر پھٹے پرانے کپڑے لپیٹے اور پھر مانگنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ میں حیران رہ گیا کہ یہ شخص بھکاری بھی ہو سکتا ہے...... لیکن ابن سعید تم ہنس کیوں رہے ہو؟ تم تو میرا مذاق اُڑا رہے ہو...... سرائے کا مالک احتجاج کرنے لگا''۔

محمد بن سعید: ''یقیناً تم اس شخص کی عظمت سے ناواقف ہو''۔

مالک: ''یہ جاننے کے بعد بھی کہ یہ روزانہ گداگری کے لیے نکلتا تھا' تم اس کی عظمت کے گن گائے جا رہے ہو؟''

محمد بن سعید: ''ہاں...... ہاں! یہ بڑی شان اور عظمت والا شخص ہے۔ تم کیا جانو...... یہ شخص کتنا رفیع و قیع ہے...... ہاں! اس شخص نے جنت ارضی اندلس کو چھوڑا اس کی خوب صورت وادیاں' اس کے باغات' اس کی نہریں' اس کی کھیتیاں' اس کے محلات اور اس کے بہترین موسم سے منہ موڑ کر بغداد آ پہنچا۔ اسے کسی مال و دولت کی تمنا' منصب کی طلب یا کسی کی دوستی اس شہر میں کھینچ کر نہیں لائی۔ یہ محض علومِ حدیث کے حصول کی خاطر یہاں آیا اس کی سب سے بڑی آرزو ابوعبداللہ سے ملاقات تھی''۔

سرائے کے مالک نے ابوعبداللہ کا نام سنا تو سناٹے میں آ گیا۔ وہ اس عظیم شخصیت کی عظمت و وجاہت کے تصور میں کھو گیا اس کے دل میں بقی بن مخلد کے بارے میں جو نفرت' بغض اور غلط فہمیاں جگہ پا رہی تھیں' سب یکایک کافور ہو گئیں۔ ابوعبداللہ کا تو وہ خود بھی شیدائی تھا۔ ان کے علم' فضل' ورع اور تقویٰ کا معترف تھا اس نے بے اختیار پوچھا:

''کیا واقعی یہ شخص اندلس سے محض ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے ملنے آیا ہے؟''

محمد بن سعید نے جواب دیا: ''یقیناً یہ بات درست ہے''۔

مالک: ''اچھا پھر تو یہ شخص واقعی بڑا عظیم ہے۔ کیا اس کی ابوعبداللہ سے ملاقات

ہوگئی؟' کب ہوئی...... کیسے ہوئی......؟'' اس نے اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔

محمد بن سعید نے اب اس راز سے پردہ اُٹھانا شروع کیا۔ بقی بن مخلد بغداد پہنچا' تمہاری سرائے میں اُترا' اپنا سامان رکھا اور ابوعبداللہ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ وہ دن بڑے کٹھن تھے۔ امام احمد بن حنبل حکومت کے زیرِ عتاب تھے۔ کوئی شخص حکومت کے خوف کے باعث ان سے ملاقات نہ کرتا تھا کہ اگر سرکاری کارندوں کو معلوم ہوگیا کہ اس کے امام احمد بن حنبل سے تعلقات ہیں تو وہ جیل میں بند کر دیا جائے گا۔ اسے سخت ترین سزا ملے گی جو ان کے قریبی ساتھی تھے' وہ پہلے ہی سزا بھگت رہے تھے۔ ابوعبداللہ اپنے گھر میں اکیلے نظر بند تھے جو بھی ان سے ملنے جاتا سرکاری جاسوس اسے فوراً گرفتار کرا دیتے۔ بقی کو ان حالات کا علم ہوا تو سخت پریشان اور رنجیدہ ہوا تاہم بغداد کی جامع مسجد کی جانب چل پڑا جہاں حدیث کے بعض حلقے قائم تھے۔ وہ ان حلقوں سے گزرتا ہوا ایک قدرے بڑے حلقۂ درس سے لگ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس شخص کو پہلی مرتبہ وہیں دیکھا اس کا حلیہ' اس کا لباس اور اس کی شکل یہ بتانے کے لیے کافی تھی کہ یہ اجنبی غریب الدیار ہے۔ میں نے اس سے ہاتھ ملایا' بغداد آمد پر خوشی کا اظہار کیا اس نے مجھ سے پوچھا: ''یہ کون محدث ہے جو پڑھا رہا ہے؟''

میں نے بتایا: ''یہ یحییٰ بن معین ہیں''۔

وہ انہیں خوب جانتا تھا' اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ وہ کچھ دیر بیٹھا رہا اس دوران شیخ شاگردوں کے سوالوں کا جواب دیتے رہے۔ لوگ ان سے علمائے حدیث کے بارے میں پوچھ رہے تھے' وہ بتاتے جاتے تھے...... کوئی ثقہ ہے' کوئی ضعیف ہے تو کوئی مجہول...... جرح وتعدیل جاری تھی اچانک وہ شیخ سے مخاطب ہوا:

''ابوزکریا! اللہ آپ پر اپنے فضل وکرم کی بارش فرمائے! میں غریب الدیار ہوں' بڑی دور سے آیا ہوں' کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ براہِ کرم میرے سوالات کا جواب مرحمت فرمائیں''۔

شیخ نے فرمایا: ''پوچھو کیا پوچھتے ہو؟''

اب اس نے بعض علمائے حدیث کے بارے میں سوالات شروع کیے۔ شیخ نے بعض پر جرح اور بعض کی تعدیل فرمائی۔ بعض کو ثقہ اور قوی قرار دیا اور بعض کو ضعیف اور ناقابلِ

اعتبار۔ اب اس نے اپنے استاذ ہشام بن عمار کے بارے میں سوال کیا۔ جواب ملا:

ثِقَةٌ وَفَوْقَ الثِّقَةِ لَوْ كَانَ تَحْتَ رِدَائِهِ كِبْرٌ مَّا ضَرَّهُ شَيْئًا لِخَيْرِهِ وَفَضْلِهِ .

''ثقہ ہے بلکہ ثقہ سے بھی بڑھ کر ہے حتیٰ کہ اگر اس کے ہاں کسی حد تک استکبار بھی ہو تو اس کی بھلائی اور فضیلت کے باعث اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہوگا''۔

شیخ کے شاگردوں نے سائل کی طرف دیکھنا شروع کیا کہ اب دوسری کی باری ہے' انہیں بھی سوال کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔

وہ کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: ''بس ایک اور شخص احمد بن حنبل کے بارے میں بتا دیں کہ وہ کیسا ہے؟''

اس کا سوال کرنا تھا کہ تمام حاضرین ایک دم سناٹے میں آگئے اور سب کی توجہ کا رُخ اس کی طرف پھر گیا۔ شیخ نے جواب میں کچھ پس وپیش کیا مگر جلد ہی ان کا چہرہ نورِ ایمان سے جگمگا اُٹھا۔ حاکم کے غیظ وغضب کی پرواہ کیے بغیر انہوں نے سائل سے کہا:

مِنْ أَيْنَ أَنْتَ أَيُّهَا الرَّجُلُ! نَحْنُ نَكْشِفُ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ .

''تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ ہم تمہیں احمد بن حنبل کے بارے میں بتلاتے ہیں''۔ شیخ نے تھوڑی دیر انتظار کیا اور نتائج سے بے پرواہ ہوکر پورے اعتماد سے کہا:

ذَاكَ إِمَامُ الْمُسْلِمِينَ وَخَيْرُهُمْ وَأَفْضَلُهُمْ .

''وہ عصرِ حاضر میں مسلمانوں کے امام ہیں اور ان کے بہترین اور افضل ترین آدمی ہیں''۔

پھر اس نے ابوعبداللہ کے گھر کا پتہ پوچھا۔ بعض لوگوں نے اسے حکمرانوں کے عتاب سے ڈرایا کہ ان کے کارندے اس گھر کی مسلسل نگرانی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ چند قدم ساتھ چلے۔ ابوعبداللہ کے گھر کا راستہ بتایا اور اپنی راہ لی اس طرح وہ بالآخر عبداللہ امام احمد بن حنبل کے گھر پہنچ گیا۔ ''کیا واقعی ان ایامِ ابتلاء میں یہ شخص ابوعبداللہ کے گھر پہنچ گیا؟'' سرائے کے مالک نے حیرانی سے پوچھا۔ محمد بن سعید نے جواب دیا: ''ہاں!''

Scanned with CamScanner

پھر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوعبداللہ نے دروازہ کھولا تو کہنے لگا:

''امام صاحب! میں بہت لمبا سفر طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں''۔

ابوعبداللہ نے کہا: ''مرحبا! تم کس ملک سے آئے ہو؟''

سائل: ''مغربِ اقصیٰ'' سے۔ ابوعبداللہ: ''افریقہ سے؟''

سائل: ''نہیں! افریقہ سے بھی زیادہ دُور سے۔ افریقہ سے میرے ملک تک جانے کے لیے بحری جہاز میں سوار ہونا پڑتا ہے' میں اندلس سے آیا ہوں''۔

ابوعبداللہ: ''بلاشبہ یہ بہت دُور کا سفر ہے' تم نے بڑی مشقت جھیلی مگر تم نے اتنا لمبا سفر کس لیے کیا؟''

سائل: ''میں آپ سے حدیث کی سماعت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کرنے کا آرزومند ہوں تاکہ آپ سے حدیث پڑھوں اور آگے لوگوں تک پہنچا سکوں''۔

ابوعبداللہ: ''تم میرے حالات سے واقف ہو چکے ہو گے۔ میں کسی سے ملتا ہوں نہ کسی کے پاس جاتا ہوں' نہ کسی کو بلواتا ہوں اگر تم مجھ سے پڑھنے آؤ گے تو میں تمہاری سلامتی کی ضمانت نہیں دے سکتا''۔

سائل: ''امام محترم! اس مقدس راہ میں چاہے کتنی ہی تکلیف جھیلنی پڑے' خوشی سے منظور ہے۔ بڑے سے بڑا عذاب بھی میری راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا''۔

ابوعبداللہ: اگر حکومت کے کارندوں نے زبردستی روک دیا تو پھر کیا کرو گے؟''

سائل: ''میں ایک حیلہ اختیار کرتا ہوں۔ میں بھکاری کے بھیس میں دروازے پر آؤں گا اور صدا لگاؤں گا: اَلْاَجْرُ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ ۔ ''اللہ آپ پر رحم فرمائے' کچھ دیجیے''۔

''کیا آپ اس صورت میں مجھ پر اپنا دروازہ کھول دیں گے اور حدیث بیان کر دیں گے؟'' ابوعبداللہ: ''درست ہے مگر ایسا کرنا کہ کسی بھی علمی حلقے میں شمولیت نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ تمہیں پہچان جائیں''۔

سائل نے یقین دلایا: ''حضرت! میرا وعدہ ہے' میں کسی حلقے میں نہیں جاؤں گا''۔

پھر اس نے اپنا حلیہ گداگروں جیسا بنا لیا اسی حلیے میں وہ روزانہ ان کے گھر جاتا تھا۔ تم یہ گمان کرتے رہے کہ یہ لوگوں سے خیرات مانگنے جاتا ہے' وہ درحقیقت خیرات نہیں بلکہ علمِ حدیث کی متاعِ گراں مایہ حاصل کرنے جاتا تھا۔

یہ سن کر سرائے کے مالک نے سر جھکا دیا۔ آج اس کی نگاہوں میں یہ شخص نہایت معزز اور مکرم تھا کیونکہ وہ امام احمد بن حنبل کے شاگردوں میں سے تھا۔ وقت گزرتا رہا...... مشکلات اور پریشانیوں کا دَور ختم ہو گیا اب خلافت کی باگ ڈور معتصم کے ہاتھ سے نکل کر متوکل کے ہاتھ میں آ گئی اس نے اہلِ سنت و جماعت کے مسلک کو دوبارہ زندہ کیا۔ شرکیات و بدعات کا خاتمہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے امام احمد کے صبر و استقامت کو شرفِ قبولیت بخشا۔ وہ بلاشبہ امام اہل سنت تھے۔ حدیث کے اسباق جاری ہوئے' ان کے فتاویٰ کو تسلیم کیا گیا اور بقی بن مخلد کے بارے میں لوگوں نے گواہی دی کہ یہ عالی ہمت شخص حقیقی طالبِ علم ہے۔ سرائے کے مالک نے کہا: ''جزاک اللہ اے ابن سعید! تم نے میری آنکھوں سے لاعلمی' نادانی اور کورپن کے پردے اُٹھا دیے ہیں۔ چلو اب اس مقدس طالبِ علم سے ملتے ہیں''۔

بقی بن مخلد اندلسی اپنے کمرے میں اکیلا لیٹا ہوا تھا' بیماری کی وجہ سے وہ ناتواں ہو چکا تھا اس کے اردگرد کتابیں بکھری ہوئی تھیں۔ سرائے کا مالک اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کا دل لبھانے لگا۔ اچانک اس کی نظر کمرے کی کھڑکی سے باہر کے منظر پر پڑی۔ حدِ نگاہ تک بازار سنسان نظر آیا۔ وہ اس صورتِ حال پر غور کرنے لگا اور سوچنے لگا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا؟ یہ بازار بند کیوں ہے؟ ابھی اسی فکر میں تھا کہ اچانک اس کی سرائے قدموں کی دھمک سے گونجنے لگی۔ وہ آ رہے ہیں بس یہاں پہنچنے ہی والے ہیں...... اس نے خیال کیا' شاید خلیفہ کی سواری آ رہی ہے۔ ایک مرتبہ اس نے شاہی سواری دیکھی تھی اس وقت لوگوں نے اس کے لیے بازار خالی کر دیا تھا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا: ''کون آ رہا ہے؟''

لوگوں نے بتایا: ابوعبداللہ احمد بن حنبل تشریف لا رہے ہیں۔ وہ احمد بن حنبل جو خلفاء و امراء کے محلات کو لائقِ توجہ نہیں سمجھتے مگر وہ اس سرائے میں مقیم ایک مریض کی تیمارداری کے لیے آ رہے ہیں۔

ابوعبداللہ میری سرائے میں آرہے ہیں اس نے خوشی سے بے قابو ہو کر چیخنا چاہا مگر اس کی آواز اس کے حلق ہی میں پھنس کر رہ گئی۔ اسی اثناء میں امام صاحب آپہنچے۔ ان کے ساتھ بہت سے شاگرد تھے۔ دنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے حدیث کے طالبِ علم، ہاتھوں میں قلم اور دوات لیے امام صاحب جو کچھ فرماتے اسے معاً لکھ لیتے...... یہ عظیم بغداد تھا جو علم کا مرکز تھا اس کی آبادی اس وقت بیس لاکھ سے زیادہ تھی۔

امام صاحب مریض کے کمرے میں داخل ہوئے اس کے سرہانے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: یَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ...... أَبْشِرْ بِثَوَابِ اللّٰهِ، أَعْلَاكَ اللّٰهُ إِلَى الْعَافِيَةِ ۔

''اے ابوعبدالرحمٰن! اللہ کے اجر وثواب سے خوش ہو جایئے' اللہ آپ کو عافیت اور صحت عطا فرمائے''۔

پھر انہوں نے اس کے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اس کے لیے صحت کی دعا فرمائی۔ کچھ دیر اس کے پاس ٹھہرے اور واپس تشریف لے گئے۔

معلوم نہیں اس واقعہ پہ ماہ وسال کی کتنی گردشیں بیت گئیں لیکن یہ واقعہ لوگوں کے حافظے میں ہمیشہ جگ مگاتا رہا۔ وہ اس یادگار دن کا اپنی مجالس میں چرچا کرتے رہے اور بتاتے رہے کہ فلاں دن اس سرائے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے غریب الدیار شاگرد کی تیمارداری کی تھی اس دن سے یہ سرائے عام لوگوں کی' علماء کی اور طالبانِ علم کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ لوگ اس سرائے میں بڑے شوق اور احترام سے ٹھہرتے' اللہ رب العزت نے اس سرائے کے مالک کو برکت عطا فرمائی اور اس کا رزق بہت فراخ ہو گیا۔

بقی بن مخلد اندلسی شفایاب ہو کر اپنے وطن واپس جا چکا تھا اور اس نے بڑی محنت اور اخلاص سے علم کے چراغ روشن کر کے اس سرزمین کو چار چاند لگا دیئے تھے۔

امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بقی بن مخلد کا ایک یادگار قول نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے سرزمینِ اندلس میں ''دین'' کا پودا لگا دیا ہے جسے خروج دجال سے پہلے کوئی نہیں اُکھاڑ سکے گا''۔

(اس مضمون کی تیاری میں قصص من التاریخ اور سیر اعلام النبلاء سے استفادہ کیا گیا ہے)

(۴۳)

سخاوت پہ تعجب

بیان کرتے ہیں: امیر عمارہ بن حمزہ بادشاہ منصور کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ نے اس کو اپنے پاس بٹھایا اور وہ دن بادشاہ کی رعایا کے مقدمات اور مظالم میں نظر کرنے کا تھا۔ پس ایک شخص پکارا: ''یا امیر المومنین! میں مظلوم ہوں''۔

خلیفہ نے اس سے کہا: ''تم پر کس نے ظلم کیا؟''

اس نے کہا: ''عمارہ بن حمزہ نے۔ اس نے میری زمین اور میرے باغات اور دیگر اسباب لے لیے ہیں''۔

اس کے بعد خلیفہ منصور نے عمارہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ سے اُٹھے اور مدعی کے برابر کھڑا ہو۔ عمارہ نے کہا: ''یا امیر المومنین! اگر وہ زمین اس کی ہے تو میں اس کے بارے میں اس سے جھگڑا نہیں کرتا ہوں اور اگر وہ زمین میری ہے تو میں نے اس کو اسے بخشا اور میں اس جگہ سے باغات اور زمین کے واسطے نہ اُٹھوں گا جس سے امیر المومنین نے میری بزرگی کی ہے''۔

چنانچہ عمارہ کی اس سخاوت اور بزرگی اور اس کی شرافت اور ہمت سے حاضرین اور بڑے بڑے لوگوں نے تعجب کیا۔ (قلیوبی)

کیا عقل نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

Scanned with CamScanner

(۴۴)

کیا تو نے نمازی‘ یہ کبھی غور کیا ہے

منقول ہے کہ حضرت بی بی رابعہ بصریہ روزانہ بلاناغہ ایک ہزار رکعت نفل نماز پڑھا کرتی تھیں اور یہ فرمایا کرتی تھیں کہ ان نمازوں سے ثواب کی طلب گار نہیں ہوں۔ میں تو ان نمازوں کو صرف اس لیے پڑھتی ہوں کہ میرے محبوب اور خدا کے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں اور میرے آقا قیامت میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہ فرمائیں کہ دیکھو میری اُمت کی ایک عورت کا ایک دن رات میں اتنا اتنا عمل صالح ہے۔

(مستطرف: ج ۱ ص ۷)

سبحان اللہ! حضرت بی بی رابعہ بصریہ کا ذوق عبادت کتنا بلند تھا اور وہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی بلند ترین منزل پر فائز تھیں کہ صرف اپنے پیارے محبوب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لیے وہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتی تھیں۔ انہیں یہ حدیث معلوم تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ ۔ ''نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے''۔

پھر ان کے اس ایمان افروز اعتقاد کا کیا کہنا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے خوش ہو جائیں گے تو یقیناً خدا بھی ضرور مجھ سے خوش ہو جائے گا کیونکہ عقائد اسلام کا یہ بہت درخشندہ عنوان ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

مسلمان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ خدا کی رضا اور ناراضگی کا معیار اور اس کا دارومدار ہی اس

پر ہے کہ جس سے رسول خوش ہو گئے اس سے خدا بھی خوش ہو گیا اور جس سے رسول ناراض ہو گئے اس سے خدا بھی ناراض ہو گیا۔ کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے کہ

بخدا خدا کا یہی ہے دَر نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو‘ جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

☆...... مشہور عالمِ حدیث حضرت مسلم بن بشار اپنے گھر میں نوافل پڑھا کرتے تھے اور گھر والوں سے فرمایا کرتے تھے: میں جب نماز شروع کر دوں تو تم لوگ خوب باتیں کیا کرو۔ میں نماز کی حالت میں کوئی بات سنتا ہی نہیں ہوں۔ چنانچہ جب مسلم بن بشار مکان میں داخل ہوتے تھے تو گھر والے بالکل خاموش رہتے تھے لیکن جب آپ نماز کی نیت باندھ لیتے تھے تو لوگ خوب آزادی سے بات چیت کیا کرتے تھے۔ نماز میں ان کے خضوع وخشوع اور کمالِ توجہ کا یہ عالم تھا کہ یہ ایک مرتبہ نماز میں مشغول ہو گئے اور گھر میں آگ لگ گئی۔ لوگ آگ بجھانے کے لیے دوڑ بھاگ شور وغوغا‘ سب کچھ ہوا مگر ان کو ذرا بھی خبر نہیں ہوئی اور یہ بدستور نماز میں مشغول رہے اور لوگوں نے آگ بجھا دی۔ (مستطرف: ج ۱ ص ۷)

☆...... حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب مسجدِ حرام میں نماز پڑھتے تھے تو اتنا طویل قیام فرماتے تھے کہ کبوتر ان کو ستون سمجھ کر ان کے سر پر بیٹھ جاتے تھے اسی طرح ابراہیم بن شریک محدث اتنا لمبا سجدہ کرتے تھے کہ چڑیا ان کی پشت پر اس طرح بیٹھتی اور کودتی پھدکتی پھرتی تھی کہ گویا وہ کسی ٹیلے یا دیوار پر بیٹھی ہوئی ہو۔

☆...... نامور محدث خلف بن ایوب جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کے چہرے پر کتنی مکھیاں کیوں نہ بیٹھ جائیں مگر یہ کبھی مکھیوں کو نہیں اُڑاتے تھے۔ لوگوں نے حیرت سے پوچھا: ''آپ کیسے صبر کرتے ہیں کہ اتنی مکھیاں آپ کے چہرے پر بیٹھی رہتی ہیں اور آپ نہایت سکون کے ساتھ نماز میں مشغول رہتے ہیں اور کبھی بھی مکھیوں کو نہیں ہٹاتے؟''

آپ نے فرمایا: ''جلاد فاسقوں‘ زانیوں‘ شرابیوں کو قاضی کے سامنے کوڑے مارتا ہے اور یہ فساق اتنا صبر کرتے ہیں کہ نہ ہاتھ پاؤں ہلاتے ہیں نہ ان لوگوں کی پیشانی پر بل آتا

ہے تو کیا میں خدا کے سامنے اتنا بھی صبر نہیں کر سکتا جو چہرے پر مکھیوں کے بیٹھ جانے سے پراگندہ خاطر ہو کر مکھیاں اُڑانے کے لیے ہاتھ ہلاتا رہوں''۔

مذکورہ بالا تینوں واقعات کو پڑھ کر اندازہ لگائیے کہ سلف صالحین اور بزرگانِ دین کی توجہ الی اللہ کا کیا عالم تھا اور یہ لوگ کتنے حضورِ قلب کے ساتھ خدا کی عبادت کرتے تھے اور ہمارا کیا حال ہے کہ دنیا بھر کے خطرات وخیالات' نمازوں میں ہمارے سروں پر مسلط رہتے ہیں' یہاں تک کہ ہم اپنے پروگراموں کی ترتیب اور تجارتوں کے منصوبے بھی نمازوں ہی میں تیار کرتے ہیں اور تکبیر تحریمہ کے بعد ہمیں کبھی یہ خیال نہیں رہتا کہ ہم اس وقت احکم الحاکمین اور رب العالمین کے دربار میں اس کے سامنے اس کی عبادت کے لیے کھڑے ہوئے ہیں اور وہ ہمیں اور ہمارے خیالات کو دیکھ رہا ہے۔ افسوس!

کیا تو نے نمازی! یہ کبھی غور کیا ہے
کس واسطے اور سامنے کس کے تو کھڑا ہے
آدابِ خداوندی بھی کچھ تجھ کو ہیں ملحوظ
یا منہ سے فقط کہتا ہے' اللہ بڑا ہے

☆...... مشہور بزرگ حضرت ''حاتم اصم'' رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''آہ! میری جماعت چھوٹ گئی تو تعزیت کے لیے میرے پاس صرف ابو اسحاق بخاری اکیلے آئے ہیں اور اگر میرا لڑکا مر گیا ہوتا تو دس ہزار سے زیادہ آدمی میرے پاس تعزیت کے لیے آئے ہوتے۔ افسوس کہ مسلمانوں کی نظر میں دین کی مصیبت دنیا کی مصیبت سے کم نظر آنے لگی حالانکہ سلف صالحین کا یہ طریقہ تھا کہ اگر ان کی تکبیرِ اولیٰ فوت ہو جاتی تھی تو تین دن تک لوگ ان کی تعزیت کے لیے جایا کرتے تھے''۔ (مستطرف: ج۱ ص۸)

حضرت حاتم اصم کی اس تقریر کو پڑھ کر سوچیے کہ علماء سلف اور پرانے بزرگوں کی نگاہِ ایمان میں نماز تو نماز' جماعت تو جماعت' تکبیرِ اولیٰ کا کتنا اہتمام تھا؟ اور دین ان کی نظروں میں کتنا عزیز اور پیارا تھا کہ کسی کی میت ہونے پر بھی اتنی اہمیت کے ساتھ تعزیت نہیں کی جاتی تھی جتنی جماعت اور تکبیرِ اولیٰ کے فوت ہونے کی تعزیت و ماتم پرسی کی جاتی تھی اور ذرا

اپنے دور کی زبوں حالی پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے کہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ سب کچھ چھوٹ جانے کو مسلمان نہ تو اپنے لیے مصیبت سمجھتے ہیں نہ دوسرے لوگ اس کو مصیبت سمجھ کر ان مصیبت زدوں کی تعزیت کرتے ہیں بلکہ توبہ' نعوذ باللہ اب تو ایسا دور آ گیا ہے کہ بہت سے مسلمان کہلانے والے روزہ و نماز و حج و زکوٰۃ کو مصیبت سمجھنے لگے ہیں اگر بے چارے دین دار علماء حق ان بے لگاموں کو کچھ نصیحت کرتے ہیں تو یہ گستاخ و بدلگام انتہائی غضب ناک ہو کر اور منہ بگاڑ کر' یہاں تک کہہ دیا کرتے ہیں توبہ معاذ اللہ!:

تم داڑھی والے نمازی مولویوں سے ہم داڑھی منڈھے بے نمازی اچھے ہیں''۔

اور پھر غریب مولویوں کو یہ فرعونیت مآب مال دار جہلاء ایسی ایسی جلی کٹی صلواتیں سناتے ہیں کہ الامان! الامان! غریب علماء ان جاہلوں اور فاسقوں کی گالیاں سن کر بھلا اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں:

شیرازہ ہوا ملتِ مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمد
آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

(روحانی حکایات)

(۴۵)

ابن مبارک، حضرت خضر اور حجِ بیت اللہ

انوارِ قمریہ ملفوظات حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ میں لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ ایک دفعہ جہاد کے لیے جا رہے تھے، جنگل میں اکیلے ہی تھے، آپ کا گھوڑا گر کر مر گیا۔ پریشانی کے عالم میں کھڑے تھے۔ ایک آدمی آیا، پوچھا عبداللہ ابن مبارک کیا وجہ ہے یہاں کیوں کھڑے ہو؟ فرمایا: جہاد کا ارادہ تھا اچانک یہاں گھوڑا مر گیا، پریشان ہوں اس آدمی نے گھوڑے کے سر سے لے کر تمام پشت پر ہاتھ پھیرا حتیٰ کہ دُم تک پھیرتا ہوا پہنچا ہی تھا کہ گھوڑا اُٹھ کھڑا ہوا اور فرمایا یہ تو ٹھیک ٹھاک ہو گیا ہے اب سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ اس شخص نے لگام اور رکاب پکڑ کر حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ کو خود سوار کرایا۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں جب میں گھوڑے کو دوڑا کر میدان میں پہنچا تو عین موقع پر پہنچ گیا اور میں جس طرف بھی ہوتا وہ شخص میرے آگے آگے نظر آتا تھا۔ تعجب ہوا کون شخص ہے؟ آخر میں نے اس کے قدموں کی طرف دیکھا جہاں سے پاؤں اُٹھاتا سبزہ نکل آتا۔ فَعَلِمْتُ اَنَّہٗ خِضْر پس میں جان گیا کہ وہ خضر علیہ السلام ہیں''۔

☆ ...... فوائد الفوائد شریف میں ایک روایت آئی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں:

''میں حطیم میں سویا ہوا تھا، دو شخص میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا: اس سال کتنے آدمی حج پر آئے ہیں؟ دوسرے نے کہا، سات لاکھ آدمی۔ میرے دل میں خیال آیا اتنے آدمیوں کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ

دونوں فرشتے ہیں۔ سوال کرنے والے نے پوچھا کتنے آدمیوں کا حج منظور ہوا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، کسی کا حج بھی منظور نہیں ہوا پھر پوچھا کتنے آدمی بخشے گئے جواب ملا تمام بخشے گئے۔ سوال کیا حج کسی کا منظور بھی ہوا ہے یا نہیں؟ فرمایا صرف ایک شخص کا حج منظور ہوا جو حاضر بھی نہیں ہوا پھر سوال کیا یہ لوگ کس کے طفیل بخشے گئے؟ جواب دیا علی ابن طلق کے طفیل۔

سوال کیا علی ابن طلق کون اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟ جواب دیا دمشق میں فلاں محلہ کے رہنے والے ہیں اور موچیوں کا کام کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں جب میں جاگا تو ارادہ کیا کہ جس شخص کے طفیل سات لاکھ آدمیوں کی بخشش ہوئی ہے اور اس کا حج بھی گھر بیٹھے منظور ہوا ہے اس شخص کی ضرور زیارت کروں گا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ سے فارغ ہو کر میں دمشق گیا اس شخص کو نام اور مقام کی وجہ سے تلاش کیا نہ ملا لیکن تہیہ کر لیا کہ ضرور زیارت کر کے رہوں گا۔ بہت سے دن وہاں اسی تلاش میں گزارے۔ بالآخر ایک روز پہنچ گیا۔ ایک شخص موچیوں کا کام کر رہا تھا اس کے پاس گیا، نام پوچھا اس نے علی ابن طلق بتایا، وہیں بیٹھ گیا۔ اسے کہا میں آپ کی تلاش میں رہا ہوں اور بڑی مدت کے بعد مجھے آپ کی ملاقات نصیب ہوئی اس سے پوچھا اس سال آپ حج پر گئے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا لیکن نہایت حسرت بھری آواز سے بلکہ آنکھوں سے پانی آنسوؤں کی شکل میں بھر آیا اور کہا: اس سال حج پر نہیں جا سکا سبب پوچھا تو بتایا کوئی عذر ہے۔ فرمایا میں نے اصرار کیا وہی عذر تو پوچھنا ہے۔ جواب دیا میں نے حج کی تیاری کی، سامان وغیرہ باندھا لیکن میرے گھر میں بچہ پیدا ہونے کا وقت آ گیا میرے ہاں پہلے بچہ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی امید تھی جب اہلیہ کو زیادہ تکلیف ہوئی انہوں نے کہا اس وقت میرا دل گوشت کھانے کو چاہتا ہے۔ میں نے سوچا بازار سے لانا اور پکانا دیر ہو جائے گی۔ گھر والوں نے بتایا مجھے معلوم ہوتا ہے شاید پڑوسیوں کے ہاں گوشت پکا ہے۔ میں نے وہاں جا کر پوچھا انہوں نے بتایا جی ہاں گوشت ہم نے پکایا ہے، تھوڑا سا سالن مانگا۔ انہوں نے جواباً کہا: تو امیر آدمی ہے ہم نے بھوک کی وجہ سے حرام گوشت پکایا ہے، مسکین اور مضطرب کے لیے تو

Scanned with CamScanner

حرج نہیں۔ہم نے جب بال بچوں کی اضطرابی اور بھوک کی شدت دیکھی تو باہر ایک گدھا مرا پڑا تھا اس سے گوشت کاٹ لائے اور پکا رہے ہیں۔ تیرے لیے تو حرام ہے تجھے کس طرح دیں۔ یہ سن کر مجھے بہت افسوس ہوا' واپس گھر آیا جتنا سامان حج کا باندھ رکھا تھا تمام اُٹھا کر انہیں دے دیا اور معافی بھی مانگی کہ گزشتہ حالات میری بے خبری اور ناواقفیت کے عالم میں ہوئے ہیں۔ آئندہ تمہارا لحاظ پہلے رکھوں گا اور بعد میں میرے بچے کھائیں گے۔ لہٰذا میں تو اس لیے حج پر حاضر نہ ہو سکا۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے شخص تجھے مبارک ہو حج بھی اس سال صرف تیرا منظور ہوا اور تیرے طفیل سات لاکھ آدمی (حاجی) بخشے گئے''۔

صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا: کعبہ بھی اللہ والوں کی زیارت کو جاتا ہے۔ ردالمحتار 'شروط الصلوٰۃ میں استقبالِ القبلہ کے ماتحت جلد اص ۳۱۷ میں ہے۔

لَيْسَ الْمُرَادُ بِالْقِبْلَةِ الْكَعْبَةِ الَّتِىْ هِىَ الْبِنَاءُ الْمُرْتَفِعُ عَلَى الْاَرْضِ وَلِذَالَوْ نُقِلَ الْبَنَاءُ اِلٰى مَوْضَعٍ آخَرَ وَصَلِّىَ اِلَيْهِ لَمْ يَجُزْ بَلْ تَجِبُ الصَّلٰوةُ اِلٰى اَرْضِهَا كَمَا فِى الْفَتَاوٰى الصُّوْفِيَةِ عَنِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَفِى الْبَحْرِ عَنْ عدة الفتاوىٰ الكعبة اذا رُفِعَتْ عن مكانها لزيارة اصحاب الكرامة ففى تلك الحالة جازت الصلوٰة الى ارضها ۔

''نمازی کا نماز میں قبلہ کو متوجہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کعبہ کے اس مکان کو متوجہ ہونا جو زمین پر قائم کیا گیا ہے اس لیے اگر عمارت کو دوسری جگہ منتقل کیا جائے اور اس دوسری طرف والی عمارت کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھے گا تو جائز نہ ہوگا بلکہ اسی زمین کی طرف متوجہ ہونا واجب ہے جس سے کعبہ اُٹھایا گیا ہو جیسا کہ فتاویٰ صوفیہ میں ہے جو جامع صغیر سے اور بحرالرائق میں عدۃ الفتاویٰ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر کعبہ اپنی جگہ سے اصحاب کرامت کی زیارت کے لیے اُٹھالیا جائے تو اس حالت میں اس کی زمین کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے''۔ (انوار قمریہ: ص ۲۰۴ تا ص ۲۰۷)

(۴۶)

ماشاءاللہ کہنے پہ انعامات

حضرت سیّدنا ابوبکر بن زیات رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

''حضور! آج صبح ہمارے ہاں بچے کی ولادت ہوئی' میں سب سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ خبر لے کر آیا ہوں تاکہ آپ کی برکت سے ہمارے گھر میں خیر نازل ہو''۔

حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ یہاں بیٹھ جاؤ اور سو مرتبہ یہ الفاظ کہو: ماشاء اللہ کان ۔ ''اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہی ہوا''۔ اس نے سو مرتبہ یہ الفاظ دہرائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''دوبارہ یہی الفاظ کہو''۔

اس نے سو مرتبہ پھر وہی الفاظ دُہرائے۔ آپ نے فرمایا: پھر وہی الفاظ دہراؤ اس طرح پانچ مرتبہ اس کو حکم دیا۔ چنانچہ اس نے پانچ سو مرتبہ یہ الفاظ دہرائے۔ اتنے میں وزیر کی والدہ اُم جعفر کا خادم ایک خط اور تھیلی لے کر حاضر ہوا اور کہا: ''اے معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ! اُم جعفر آپ کو سلام کہتی ہیں اس نے یہ تھیلی آپ کی خدمت میں بھجوائی ہے اور کہا ہے کہ غرباء و مساکین میں یہ رقم تقسیم فرما دیں''۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قاصد سے فرمایا: ''رقم کی تھیلی اس شخص کو دے دو اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے''۔

قاصد نے کہا: ''یہ پانچ سو درہم ہیں' کیا سب اسے دے دوں؟''

فرمایا: ''ہاں! ساری رقم اسے دے دو''۔

اس نے پانچ سو مرتبہ ماشاء اللہ کان کہا تھا۔ پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور

Scanned with CamScanner

فرمایا: ''یہ پانچ سو درہم تمہیں مبارک ہوں اگر اس سے زیادہ مرتبہ کہتے تو ہم بھی اتنی ہی مقدار مزید بڑھا دیتے۔ جاؤ! یہ رقم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو''۔ (عیون الحکایات)

(مسلمانو! اولیائے کرام کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف اور اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کی بھی بہت زیادہ برکات ہیں۔ ان کا ورد کرنے سے جہاں نیکیوں کا بیش بہا خزانہ ملتا ہے وہیں دنیوی مسائل بھی حل ہوتے ہیں۔ چند روحانی علاج درج ذیل ہیں:

۱) ''یا حکیم'' جو کوئی روزانہ پانچوں نمازوں کے بعد اسی بار پڑھے کسی کا محتاج نہ ہو۔

۲) ''یا قابض'' جو کوئی ہر روز تیس بار پڑھے وہ دشمن پر فتح پائے۔

۳) ''یا محیی'' سات بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیجئے، گیس ہو یا پیٹ یا کسی بھی جگہ درد ہو یا کسی عضو کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

۴) ''یا ممیت'' سات بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ جادو اثر نہیں کرے گا۔ (چالیس روحانی علاج)

(۴۷)

حق دار کو حق مل گیا

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف تالیف ''کتاب الأذکیاء'' میں لکھتے ہیں:

''مجھے اطلاع پہنچی کہ ایک آدمی خراسان سے بغداد آیا' وہ حج کے لیے مکہ جا رہا تھا اس کے پاس تقریباً ہزار دینار قیمت کے مساوی موتیوں کا ایک ہار تھا اس نے ہار فروخت کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ چنانچہ وہ ایک عطر فروش کے پاس پہنچا اس کی شہرت اچھی تھی اس کے پاس اپنا موتیوں کا ہار امانت رکھ دیا اور حج کے لیے روانہ ہو گیا۔ حج سے واپس ہوا تو اس نے عطر فروش کے لیے تحفے تحائف خریدے اور اس کی خدمت میں پہنچ کر تحائف پیش کیے اور اپنے ہار کا تقاضہ کیا۔ عطار کہنے لگا: ''تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟''

خراسانی حاجی کہنے لگا: اَنَا صَاحِبُ الْعِقْدِ الَّذِیْ اَوْدَعْتُکَ ۔

''میں ہی اس ہار کا مالک ہوں جسے میں نے (حج پر جاتے ہوئے) آپ کے پاس بطور امانت رکھا تھا''۔

عطار نے حاجی کی بات پر کوئی دھیان نہیں دیا۔ اسے بُری طرح دھکے مار کر دکان سے نکال دیا اور کہنے لگا: ''تو مجھ پر بہتان تراشی کر رہا ہے''۔

خراسانی نے شور مچایا۔ ان کا جھگڑا دیکھ کر لوگ جمع ہو گئے۔ حاضرین حاجی سے کہنے لگے: ''تم اس عطار کے بارے میں یہ کیسی غلط سلط باتیں کر رہے ہو۔ یہ تو اس علاقے کا نہایت مشہور اور اچھا آدمی ہے۔ بھلا یہ تمہارے ساتھ ایسا دھوکہ کیسے کر سکتا ہے؟''

لوگوں کی زبانی عطار کے بارے میں یہ کلمات سن کر حاجی کو حیرت ہوئی وہ اب بھی رہ رہ کر عطار سے اپنی امانت کا تقاضہ کر رہا تھا مگر عطار اسے مسلسل گالیاں دیئے جا رہا تھا۔ کچھ

Scanned with CamScanner

لوگوں نے حاجی کو مشورہ دیا کہ اگر تم اس جھگڑے کا حل چاہتے ہو تو خلیفۃ المسلمین عضد الدولہ کے دربار میں چلے جاؤ' اپنا مقدمہ پیش کرو اور ان سے مدد طلب کرو' عین ممکن ہے تمہاری پریشانی کا کوئی حل نکل آئے۔

حاجی نے لوگوں کے مشورے کے مطابق اپنی پوری داستان ایک کاغذ پر لکھ لی اور اسے ایک لمبی لکڑی پر لٹکا کر عضد الدولہ کے دربار جا پہنچا۔ اسے دیکھتے ہی عضد الدولہ نے قریب بلوایا اور پوچھا: ''تمہارا کیا مسئلہ ہے؟''

حاجی نے درخواست پیش کی اور زبانی طور پر بھی پوری داستان بنا دی۔

عضد الدولہ نے حاجی سے کہا: اِذْهَبْ اِلَى الْعَطَّارِ غَدًا' وَاقْعُدْ عَلٰى دُكَّانِهٖ ۔

''کوئی بات نہیں' تم کل عطار کی دُکان کے پاس جا کر بیٹھ جانا''۔

مزید برآں عضد الدولہ نے کہا: ''اگر عطار تمہیں اپنی دُکان کے پاس بیٹھنے سے روکے تب بھی اس سے کوئی احتجاج یا جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ایسی صورت میں سامنے کی کسی دُکان کے پاس جا بیٹھنا۔ صبح سے مغرب تک چُپ چاپ بیٹھے رہنا اس سلسلے میں کسی سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ تین دن تک اسی طرح کرنا جس طرح میں بتا رہا ہوں۔ چوتھے روز میرا وہاں سے گزر ہوگا تو میں تمہارے پاس چند لمحے کھڑا ہوں گا اور تمہیں سلام کروں گا اس موقع پر تم اپنی جگہ سے کھڑے نہ ہونا' نہ میرے سلام کے جواب سے زیادہ کوئی بات کرنا جب میں وہاں سے گزر جاؤں تو عطار کے پاس جانا اور اپنے ہار کا تقاضہ کرنا اب کی بار وہ تم سے جو کچھ بھی کہے' مجھے آ کر بتانا اگر وہ ہار واپس کر دے تب بھی میرے پاس آنا اور مجھے مطلع کرنا''۔

اگلے روز خراسانی عطار کی دُکان پر جا کر بیٹھ گیا' کسی سے کوئی بات نہ کی۔ خلیفہ کی ہدایت کے مطابق وہ متواتر تین دن بیٹھا رہا' چوتھے دن عضد الدولہ اپنی عظیم الشان سواری پر لاؤ لشکر کے ساتھ وہاں سے گزرا۔ خراسانی کو دیکھا تو سواری روک لی اور پکار کر کہا:

''خراسانی بھائی! السلام علیکم!''

خراسانی بدستور بیٹھا رہا اور صرف ''وعلیکم السلام'' کہہ کر چُپ ہو گیا۔

عضد الدولہ نے کہا: يَا أَخِيْ! تَقَدَّمْ فَلَا تَأْتِيْ اِلَيْنَا وَلَا تَعْرِضْ حَوَائِجَكَ عَلَيْنَا ۔

''خراسانی بھائی! آؤ' آخر ہمارے پاس کیوں نہیں آتے اور اپنی ضروریات کیوں نہیں بتاتے؟''

عضد الدولہ نے انتہائی اصرار کے ساتھ اس سے اس کی ضروریات پوچھیں مگر اس نے کوئی بات نہیں کی' بدستور خاموش رہا اس دوران عضد الدولہ کا پورا لشکر بھی وہاں کھڑا رہا۔ ادھر عطار کی حالت غیر ہو گئی' مارے دہشت کے اس پر غشی طاری ہونے لگی۔ عضد الدولہ وہاں سے چلا گیا تو عطار فوراً حاجی کے قریب آیا اور کہنے لگا:

وَيْحَكَ! مَتٰى أَوْدَعْتَنِيْ هٰذَا الْعِقْدَ' وَفِيْ أَيِّ شَيْءٍ كَانَ مَلْفُوْفًا' فَذَكِّرْنِيْ لَعَلِّيْ أَذْكُرُهٗ ۔

''تیرا ناس ہو! تو نے اپنا ہار میرے پاس کب اور کس چیز میں بطور امانت رکھا تھا؟ ذرا اس کی نشاندہی تو کر' شاید مجھے یاد آ جائے''۔

حاجی نے اسے نشانیاں بتائیں' تھیلی اس شکل کی تھی اور رنگ ایسا تھا۔ عطار دُکان کے اندر گیا اور اس کا ہار لا کر دیتے ہوئے کہنے لگا: ''اگر تو مجھے اس کی نشانیاں نہ بتاتا تو شاید مجھے یہ ہار نہیں مل سکتا تھا''۔

حاجی نے ہار لے لیا اور اپنے دل میں کہنے لگا: ''بھلا اب مجھے عضد الدولہ کے دربار میں حاضر ہونے کا کیا فائدہ؟ مجھے تو میرا ہار مل ہی گیا ہے پھر اسے خیال آیا کہ خلیفہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ ہار ملنے کے بعد اس سے ضرور ملوں۔ ہو سکتا ہے اسے مجھ سے کوئی کام ہو یا وہ مجھ سے ہار خرید لے''۔ چنانچہ وہ ہار لے کر عضد الدولہ کے دربار میں حاضر ہوا۔

عضد الدولہ نے خراسانی کو دیکھا تو ایک سپاہی کو حکم دیا کہ اس عطار کو گرفتار کر کے فوراً دربار میں پیش کرو۔ تھوڑی دیر کے بعد عطار وہاں موجود تھا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اس بدبخت نے خیانت کی ہے اس کی سزا یہ ہے کہ ہار اس کے گلے میں ڈال دیا جائے پھر اس کی دُکان کے سامنے اسے سرعام پھانسی دی جائے تاکہ یہ عبرت کا نشان بن جائے۔ چنانچہ خراسانی

Scanned with CamScanner

سے ہار لے کر اسے عطار کی گردن میں ڈالا گیا اور اسے سرِ بازار پھانسی دے دی گئی اور پھر یہ اعلان کیا گیا: هٰذَا جَزَاءُ مَنِ اسْتُوْدِعَ فَجَحَدَ .

''امانت رکھ کر مکر جانے والے کی یہی سزا ہے''۔

غروبِ آفتاب کے وقت دربان نے عطار کی گردن سے ہار نکال کر خراسانی حاجی کے حوالے کر دیا اور کہا: ''اب تم باطمینان اپنے گھر جا سکتے ہو''۔

(یہ واقعہ ابن جوزی کی ''کتاب الأذکیاء'' صفحہ ۸۹، ۹۰ سے معمولی تصرف کے ساتھ درج کیا گیا ہے)

اور واقعہ میں مذکور عضد الدولہ سے مراد کون ہے اس بارے میں ہے کہ یہ عضد الدولہ بُویہی ہے اس کا نام فنا خسرو بن حسن ہے اس کا لقب عضد الدولہ ہے اس کی ولادت ۳۲۴ ہجری میں اور وفات بغداد میں ۳۷۲ ہجری میں ہوئی۔ سلطنتِ عباسیہ کے عہد میں عراق پر قبضہ کرنے والوں میں اس کا بھی نام آتا ہے۔ وہ ایران، موصل اور پھر بلادِ جزیرہ کا حاکم رہا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جسے اسلامی تاریخ میں شہنشاہ کا لقب ملا۔ یہ بہت رعب و دبدبے والا حکمران تھا۔ تعمیراتی کاموں کا بڑا شوقین تھا۔ اس نے اپنے نام سے ایک بڑا ہسپتال بنوایا تھا۔ بڑی بڑی بلڈنگیں اور پل تعمیر کرائے تھے اور مدینہ منورہ کے اردگرد ایک مضبوط دیوار بھی چنوائی تھی۔

(دیکھیے الاعلام: ۱۵۶/۵، والکامل فی التاریخ لابن الأثیر، وسیر أعلام النبلاء، وتاریخ ابن خلکان، والبدایۃ والنھایۃ)

(۴۸)

سیاہ فام غلام اور حسین وجمیل لڑکی

بیان کرتے ہیں: شہر مرد میں ایک شخص تھا جسے لوگ نوح بن مریم کہتے تھے اور وہ شہر کا رئیس اور قاضی تھا اور صاحبِ نعمت و رُتبہ و صاحبِ باطن بھی تھا اس کے ایک لڑکی حسینہ اور خوب صورت اور روشن رو اور صاحبِ کمال تھی، بہت سے امراء و رؤساء و اہلِ دولت اور مال داروں نے اس لڑکی سے شادی کا پیام دیا لیکن قاضی نے ان میں سے ایک کو بھی اس لڑکی کے واسطے پسند نہ کیا اور اس کے معاملہ میں وہ حیرت میں تھا اور اس کا ایک سیاہ فام ہندی غلام تھا جس کا نام مبارک تھا اور قاضی کی ملک میں بہت سے درخت اور باغات تھے۔ ایک دن قاضی نے اس غلام سے کہا: ''تم ان باغوں میں جاؤ اور ان کے پھلوں کی رکھوالی کرو''۔

چنانچہ وہ غلام وہاں گیا اور دو مہینے ان باغوں میں قیام کیا اس کے بعد اس کا مالک اس کے پاس آیا اور اس سے کہا: ''اے مبارک انگور کا ایک خوشہ میرے پاس لاؤ''۔

پس وہ ایک خوشہ اس کے پاس لایا۔ اتفاق سے وہ کھٹا نکلا۔ قاضی نے اس سے کہا:

''اس کے سوا دوسرا خوشہ دیکھو''۔

چنانچہ دوسرا خوشہ لایا اتفاقاً وہ بھی کھٹا نکلا۔ قاضی نے جھنجھلا کر اس سے کہا: ''کیا بات ہے کہ تم میرے پاس کھٹا ہی خوشہ لاتے ہو؟ حالانکہ باغ میں بکثرت انگور ہیں؟''

پس غلام نے اس سے کہا: ''اے میرے آقا! میں اس میں میٹھے کو کھٹے سے تمیز نہیں کر سکتا ہوں اور میٹھا اور کھٹا نہیں پہچانتا ہوں''۔

یہ سن کر قاضی نے فرمایا: ''سبحان اللہ! تم کو باغ میں دو مہینے ہو گئے اور کھٹا میٹھا نہیں پہچانتے ہو؟''

Scanned with CamScanner

یہ سن کر غلام نے کہا: ''اے میرے مالک! تیرے حق کی قسم ہے کہ میں نے اس میں سے کچھ بھی نہیں چکھا ہے''۔

قاضی نے کہا: ''کیا وجہ ہے کہ تم نے اس میں سے نہیں کھایا''۔

غلام نے جواب دیا: ''اے میرے آقا! آپ نے مجھے اس کی حفاظت کا حکم دیا تھا اور اس سے کھانے کا حکم نہیں دیا تھا اور میں آپ کے مال میں خیانت نہیں کر سکتا اور نہ آپ کے حکم کی مخالفت کر سکتا تھا''۔

پس اس کے آقا کو اس کی دیانت اور امانت سے تعجب ہوا۔ چنانچہ قاضی نے اس سے فرمایا: ''مجھے تیری ذات میں رغبت واقع ہوئی اور میں تم سے ایک بات کا ذکر کرتا ہوں اور جو کچھ میں تم کو حکم دوں گا' اس کا تم کو کرنا ضرور ہوگا''۔

پس غلام نے قاضی سے کہا: ''میں اللہ کا اور آپ کا تابع دار ہوں''۔

چنانچہ قاضی نے اس سے فرمایا: ''میری ایک خوب صورت لڑکی ہے اور بہت سے امراء ورؤساء نے اس کی شادی کا مجھے پیام دیا میں اس میں حیران ہوں کہ کس سے اس کا نکاح کر دوں۔ پس جو تیری رائے ہو اس سے مجھے مشورہ دے''۔

غلام نے عرض کیا: ''اے میرے آقا! زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا یہ حال تھا کہ وہ اصل ونسب و دین اور حسب میں رغبت کرتے تھے اور یہود ونصاریٰ حسن اور جمال میں خواہش کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں لوگ دین اور تقویٰ میں رغبت کرتے تھے اور ہمارے اس زمانہ میں لوگ مال اور جاہ میں خواہش کرتے ہیں۔ پس آپ ان چیزوں سے جس کو چاہیں اختیار کریں''۔

یہ جواب سن کر قاضی نے اس سے کہا: ''میں تو دین اور تقویٰ میں راغب ہوں اور بے شک میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے اس لڑکی کا نکاح کر دوں اس لیے کہ میں تجھ میں دین اور صلاحیت اور امانت پاتا ہوں''۔

غلام نے کہا: ''اے میرے مولیٰ! میں خالص اور محض سیاہ فام ہندی غلام ہوں اور آپ نے مجھے اپنے مال سے خریدا ہے۔ پس کیونکر آپ مجھ سے اپنی لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں

اور آپ کی لڑکی مجھ سے کیونکر راضی ہو سکتی ہے؟''

اس کے بعد اس کے آقا نے فرمایا: ''اُٹھو ہمارے ساتھ گھر چلو تاکہ ہم اس معاملہ پر غور کریں''۔ چنانچہ جب دونوں گھر میں داخل ہوئے تو قاضی نے اپنی بی بی سے کہا: ''بے شبہ یہ غلام صالح' دیانت دار اور پرہیزگار ہے اور میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اپنی لڑکی اس سے بیاہ دوں۔ پس تم کیا کہتی ہو؟''

اس کے جواب میں قاضی کی بی بی نے کہا: ''معاملہ تمہارے اختیار میں ہے لیکن میں لڑکی کے پاس جاتی ہوں اور اس سے پوچھتی اور پلٹ کر تمہارے پاس آتی ہوں''۔

چنانچہ وہ لڑکی کے پاس آئی اور جو کچھ اس کے باپ نے کہا تھا اس کی اس کو خبر کی۔ پس لڑکی نے کہا: ''میرا معاملہ تم دونوں کے ہاتھ میں ہے اور میں تم دونوں کی نافرمانی نہیں کر سکتی اور نہ میں تم لوگوں کی مخالفت کر سکتی ہوں''۔

اس کے بعد قاضی کی بی بی اس کے پاس واپس آئی اور اس کو اس کی اطلاع دی۔ پس قاضی نے لڑکی کا نکاح کر دیا اور دونوں کو کثیر مال عطا کیا۔ چنانچہ اس لڑکی سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اور وہ عبداللہ پسر مبارک کے نام سے علماء اور اولیاء کے نزدیک مشہور اور معروف ہوا اور ان عبداللہ کی بزرگی اور سخاوت سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک دن ان کے پاس دس علماء مہمان آئے اور ان کے پاس کوئی ایسا سامان نہ تھا جس سے وہ ان مہمانوں کی ضیافت کرتے اور ان کے پاس اس گھوڑے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا جس پر وہ ہر سال حج کرتے تھے اور سال بھر اس پر سوار ہو کر جہاد کرتے تھے۔ پس انہوں نے اس گھوڑے کو ذبح کیا اور اس کو پکایا اور اس کو مہمانوں کے سامنے پیش کیا اس پر ان کی بی بی نے کہا: ''تمہارے پاس اس گھوڑے کے علاوہ دنیا کی کوئی چیز نہ تھی اور حال یہ ہے کہ تم نے اس کو بھی ذبح کر ڈالا؟''

یہ سن کر عبداللہ جلد سے جلد اپنے گھر میں داخل ہوئے اور بقدر اس کے مہر کے گھر کا سامان نکالا اور اس کو عورت کے حوالہ کر کے اسی وقت اس کو طلاق دے دی اور فرمایا: ''جو عورت کہ مہمانوں سے کراہیت کرے وہ ہمارے شایاں نہیں ہے''۔

Scanned with CamScanner

چنانچہ چند دنوں کے بعد ایک شخص ان کے پاس آیا اور عرض کیا: ''اے مسلمانوں کے پیشوا! میری ایک لڑکی ہے اور اس کی ماں مر گئی ہے۔ پس وہ اس غم میں ہر روز اپنے سب کپڑے پھاڑ ڈالتی ہے اور وہ چاہتی ہے کہ آپ کی مجلس میں حاضر ہو لہٰذا آپ اس کی تسکین کے بارہ میں اس سے کچھ فرما دیجیے شاید کہ آپ کا فرمان اس کے لیے تسلی بخش ہو''۔

چنانچہ عبداللہ جب منبر پر بیٹھے تو انہوں نے ایسا وعظ فرمایا: اس سے اس لڑکی کو اپنی ماں کے غم سے تسکین ہوگئی اور اس کا دل نرم ہوگیا اور اس نے توبہ کی اور کہا: اب ماں کے ذکر کی طرف نہ پلٹوں گی اور میں اپنے رب کو ناخوش نہ کروں گا پھر اس لڑکی نے کہا: ''اے میرے باپ! میری آپ سے التجا ہے''۔ باپ نے کہا: ''وہ کیا ہے؟''

لڑکی نے کہا: آپ ہمیشہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے: اصحابِ زمانہ اور اربابِ اموال آپ سے مجھے طلب کرتے ہیں اور میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتی ہوں کہ عبداللہ بن مبارک کے علاوہ دوسرے سے میرا نکاح نہ کیجیے گا۔ کیونکہ ان کا دین راست ہے۔ آخر لڑکی کے باپ نے عبداللہ سے اس کا نکاح کر دیا اور اس نے لڑکی کو جہیز اور بہت سا مال دیا۔ عبداللہ نے اس مال سے دس گھوڑے لیے جن پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔ اس کے بعد عبداللہ نے بعض ایام میں ایک کہنے والے کو خواب میں دیکھا کہ وہ ان سے کہتا ہے کہ اگر تم نے میرے واسطے ایک بڈھی عورت کو طلاق دی تو میں نے اس کے بدلہ تم کو ایک باکرہ لڑکی عنایت کی اور اگر تم نے میرے لیے ایک گھوڑا ذبح کیا تو میں نے تم کو دس گھوڑے عطا کیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ایک نیکی کے بدلہ میں دس نیکیاں ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے اور جو شخص اس سے معاملہ کرتا ہے وہ کبھی نقصان نہیں اُٹھاتا ہے۔ واللہ اعلم (قلیوبی)

(۴۹)

علماء کرام اور کرامات

فقیروں اور باباؤں کی ولایت وکرامت کا چرچا تو ہر خاص وعام کی زبانوں پر ہے مگر فقہاء محدثین جو درحقیقت عمارت ملت کا سنگِ بنیاد اور جمہور اُمت کے نورِ ہدایت کے لیے روشنی کا منارہ ہیں ان اساطین اسلام کی ولایت وکرامت تو کجا؟ لوگ ان کے ناموں سے بھی آشنا نہیں حالانکہ اس طبقۂ علماء حق میں ایسے ایسے صاحب ولایت وباکرامت ہزاروں باکمال اولیاء ہوئے ہیں جو گلستان ولایت میں پھولوں کی طرح مہکے اور آسمان کرامت میں ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ علماء حق کے نورانی سلسلۃ الذہب میں کیسے کیسے درشہوار اور گوہر آبدار ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبل وحضرت امام شافعی وحضرت امام ابوثور وحضرت محمد بن الحکم ان چاروں حدیث کے اماموں کا اجتماع ہوگیا۔ نمازِ عشا تک یہ لوگ مسجد میں بیٹھے علمی مذاکرہ کرتے رہے اور نمازِ عشا کے بعد یہ چاروں صاحبان امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر گئے۔ امام موصوف تینوں مہمانوں کو بٹھا کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ اندر سے خوش خوش مسکراتے ہوئے مہمانوں کے پاس آئے۔ حضرت امام شافعی نے دریافت فرمایا: ''آپ اس قدر خوش ہو کر مسکرا کیوں رہے ہیں؟''

امام احمد نے فرمایا: ''کچھ نہ پوچھیے۔ آج میرے گھر میں عجیب ماجرا ہے۔ مجھے خوشی کے ساتھ ساتھ انتہائی حیرت بھی ہے اور وہ یہ کہ میں جب مکان سے نمازِ مغرب کے لیے نکلا تھا تو گھر میں کھانے کا ایک لقمہ بھی نہیں تھا اب مکان کے اندر گیا ہوں تو خدا کے فضل سے بہت کثیر مقدار میں قسم قسم کے کھانے موجود ہیں اور بیوی کا بیان ہے کہ آپ مغرب کے لیے

Scanned with CamScanner

مکان سے نکلے تو دروازے پر دستک ہوئی۔ بچوں کو باہر بھیجا تو انہوں نے کہا' ایک خوش پوشاک اور حسین وجمیل آدمی ہے اور اس نے ایک ٹوکری اور کھانے کا طباق پیش کیا اور تم لوگ اپنے رب کا رزق کھاؤ اور شکر ادا کرو۔

بیس شیر مال مختلف سالن' مزعفر' چھلے ہوئے کیلے' ایک پیالی میں نمک' ایک شیشی میں سرکہ' شکر کا حلوہ' کچھ سبزیاں' یہ تمام کھانے طباق میں رکھے ہوئے تھے۔

چنانچہ امام احمد نے ان تمام کھانوں کو لا کر رکھ دیا اور چاروں اماموں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور کھانوں کی لذت سے بے حد محظوظ و متعجب ہوئے اور ایک ماہ تک ان لوگوں کو نہ بھوک لگی اور نہ ہی کھانے کی ضرورت پڑی۔

بچا ہوا کھانا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے گھر میں بھجوایا تو گھر کے تمام افراد نے شکم سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی کھانا بچ رہا پھر ان چاروں اماموں کا متفقہ فیصلہ رہا کہ کھانا منجانب اللہ آیا تھا' قاصد کوئی فرشتہ تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے صالح بن احمد کا بیان ہے کہ جب تک یہ ٹوکری ہمارے گھر میں موجود رہی کبھی ہم کو رزق میں تنگی نہیں ہوئی اور ہمیشہ غیب سے ہم لوگوں کے لیے اسی طرح کھانے پینے کا سامان ہوتا رہا۔

ہم لوگوں کو اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا تھا بلاشبہ یہ ان اماموں کی کرامت تھی۔

(ثمرات الاوراق: ج ۲' ص ۱۷۱)

(۵۰)

مفلسی وتنگ دستی دُور کرنے کا وظیفہ

حضرت سیّدنا ابن شیرویہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک دن میں حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر تھا' اتنے میں ایک پریشان حال' تنگ دست' غریب شخص آیا اور اپنی مفلسی کی شکایت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تجھے اپنے حفظ وامان میں رکھے' اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ جا اور یہ الفاظ بار بار پڑھ: مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ ۔ ''اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہی ہوا''۔

مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ، مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ ۔

حضرت سیّدنا ابن شیرویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ شخص چلا گیا جب ایک پل کے قریب پہنچا تو ایک سوار بہت تیز رفتاری سے آتا دِکھائی دیا اس نے قریب آ کر کہا: ''اے اللہ تعالیٰ کے بندے! ٹھہر جاؤ''۔

وہ محتاج وعیال دار شخص ٹھہر گیا' سوار نے اسے ایک تھیلی دی اور چلا گیا۔ غریب شخص نے اپنے رفیق سے کہا: ''دیکھو! اس تھیلی میں کیا ہے؟''

جب تھیلی کھولی تو دیناروں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ بہت خوش ہوا اور اپنے رفیق سے کہا: ''آؤ حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سناتے ہیں''۔

چنانچہ وہ دونوں حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے' آپ نے اس شخص کو دیکھتے ہی فرمایا: ''اے اللہ تعالیٰ کے بندے! جب تیری حاجت پوری ہو گئی تو واپس آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے حفظ وامان میں رکھے' اہل وعیال کی

طرف یہ کہتے ہوئے لوٹ جاؤ:

مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ' مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ ۔(عیون الحکایات)

اس حکایت سے ہمیں درس ملا کہ جب کبھی کوئی دینی یا دنیوی پریشانی آئے تو بزرگوں کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعا کروانی چاہیے' ان شاء اللہ تعالیٰ ان نیک ہستیوں کے صدقے ہماری مصیبتیں دُور ہوں گی' خوش حالی اور سکون کی دولت میسر ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پریشان حالوں کی مدد کرنا اور ان کی پریشانیاں دُور کرنا نیک لوگوں کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ جتنا ہو سکے اپنے مسلمان بھائیوں' پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی خیر خواہی کرے۔

(۵۱)

کسریٰ پر عربوں کی پہلی جیت

ایران کا شہنشاہ کسریٰ بن ہرمز عربوں کا بے تاج بادشاہ بنا ہوا تھا اس نے عرب کے مختلف علاقوں میں اپنے گورنر مقرر کر رکھے تھے جو کسریٰ کے پولیٹیکل ایجنٹ کے طور پر کام کرتے تھے۔ وہ اپنے علاقوں میں امن وامان قائم رکھتے اور کسریٰ کا سکہ چلاتے تھے۔ حیرہ شہر کا حاکم جو آج کل عراق میں واقع ہے' نعمان بن منذر تھا اس کا تعلق لخم قبیلہ سے تھا جو مشہور قحطانی قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ نعمان بڑا بدصورت اور پست قد آدمی تھا اس کا پیٹ بڑھا ہوا تھا مگر نہایت ذہین وفطین' دانا اور قوی شخصیت کا مالک تھا اس نے عربوں کو کسریٰ کی اطاعت پر مجبور کر رکھا تھا اگرچہ متذکرہ صورتِ حال عربوں کے نزدیک نہایت مکروہ تھی مگر نعمان کی بہادری' جواں مردی اور کسریٰ کا معتمد ہونے کی وجہ سے عرب اس سے خوف زدہ بھی رہتے اور اس کے شر سے بچنے کے لیے بظاہر اس کی عزت بھی کرتے تھے۔ اقتدار کے نشے میں چور نعمان بن منذر عجیب وغریب عادات وصفات کا حامل تھا اس کے ہاں دو دن مروّج تھے۔

ایک دن جسے وہ سعادت اور خوش بختی کے نام سے موسوم کرتا تھا اس دن جو شخص اسے سب سے پہلے ملتا' وہ اسے مال ودولت سے نوازتا اور دوسرا دن نحوست کا تھا اس دن جو شخص سب سے پہلے اسے نظر آتا یا ملاقات کرتا تو اسے قتل کرا دیتا۔ گویا وہ اپنے آپ کو لوگوں کی زندگی اور موت کا مالک ومختار سمجھ بیٹھا تھا اس رذیل خصلت کو اسلام نے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور اس حقیقت کا بانگِ دہل اعلان کر دیا کہ اقتدار کا اصل مالک صرف اللہ رب العزت ہے اور حاکمیتِ اعلیٰ بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ بادشاہی سدا کسی کے پاس رہی ہے نہ

رہے گی۔ کسریٰ کی طاقت سے ٹکر لینے کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ اسے بھی کوئی شکست دے سکتا ہے بلاشبہ یہ زمانۂ جاہلیت کی سپر پاور تھی۔

ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ کسریٰ کی فوجوں اور عربوں کے درمیان جنگ ہوئی جس میں پہلی مرتبہ عربوں نے ایرانیوں پر فتح حاصل کی بلاشبہ یہ تمام عربوں کے لیے قابلِ فخر بات تھی۔ کسریٰ کی فوجوں کو قبائل بکر کے سالار ہانی بن مسعود شیبانی کے ہاتھوں شکست اُٹھانا پڑی۔ یہ تاریخی معرکہ نہایت دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا اسبق آموز بھی ہے۔

کسریٰ بن ہرمز اپنے تخت پر بیٹھا گفتگو میں مصروف تھا اردگرد اس کے وزراء امراء اور دیگر حاشیہ نشین بھی موجود تھے۔ ان لوگوں میں ایک عربی شخص بھی تھا اس کا نام زید بن عدی تھا اس مجلس میں گفتگو کا رُخ عرب عورتوں کے حسن و جمال کی طرف مڑ گیا۔ درباریوں نے عرب عورتوں کے حسن کی خوب خوب تعریف کی۔ کسریٰ نے اس پر بڑی شادمانی اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر زید کہنے لگا:

''شہنشاہ کی سلامتی ہو! آپ کو عرب عورتیں اس قدر پسند ہیں تو اپنے خادم نعمان بن منذر کو پیغام بھیجیں اس کے پاس بیس سے زیادہ اس کی اپنی بیٹیاں' بھتیجیاں اور بھانجیاں موجود ہیں۔ یہ عرب کی حسین ترین دوشیزائیں ہیں اگر آپ یا آپ کی اولاد ان سے شادی کرلے تو یہ نعمان کے لیے نہایت فخر اور شرف کی بات ہوگی۔ آپ اپنے کسی معتمد کے ہاتھ پیغام بھیجیں کہ وہ فوری طور پر ان دوشیزاؤں کو آپ کے حضور بھجوا دے''۔

کسریٰ اپنی تعریف سن کر بڑا خوش ہوا اس نے اپنے درباریوں کی طرف نظر دوڑائی اور یہ جائزہ لیا کہ اس کام کے لیے کون سا شخص موزوں ہے پھر اس کی نظر زید بن عدی ہی پر پڑی اس نے زید بن عدی سے کہا:

''میری رائے میں اس مہم کے لیے تم سے بہتر کوئی شخص نہیں۔ تم میرا پیغام لے کر فوراً نعمان کے پاس چلے جاؤ۔ تمہارے لیے گھوڑوں اور زادِ راہ کا بھرپور بندوبست کیا جائے گا۔ ایک فوجی دستہ بھی تمہارے ساتھ ہوگا تاکہ تمہیں راستے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ یہ فوجی دستہ

واپسی پر ان خوب صورت دوشیزاؤں کی حفاظت کا بھی ذمہ دار ہوگا''۔

زید بن عدی نعمان بن منذر سے نفرت کرتا تھا مگر اسے شہنشاہِ ایران کا حکم مانے بغیر چارہ نہ تھا اس کی خواہش تھی کہ کسی طرح کسریٰ کی نظروں میں نعمان کی قدر و منزلت گھٹ جائے۔

چند ہی دنوں میں شاہی دستہ پورے کروفر کے ساتھ حیرہ جا پہنچا۔ نعمان کو کسریٰ کا پیغام پہنچا دیا گیا' اسے عورتوں کی صفات سے آگاہ کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنی بیٹیاں اور بھتیجیاں دُلہن بنا کر اس دستے کے ساتھ روانہ کر دے۔

زید بن عدی نے کہا: ''کسریٰ نے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے تم سے رشتہ مانگ کر تمہاری عزت اور وقار میں اضافہ کیا ہے''۔

نعمان نے بڑی تفصیل سے ان صفات کا مطالعہ کیا جو پیغام میں درج تھیں اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کسریٰ اس سے اس کی بیٹیاں مانگے گا اسے غصہ تو بہت آیا مگر وہ سمجھ دار تھا اس نے زید سے کہا: ''کسریٰ کو میرا اسلام پہنچا دو اور کہو کہ آپ نے جن صفات سے متصف دوشیزاؤں کا مطالبہ کیا ہے' وہ ہمارے ہاں نہیں ہیں۔ میری طرف سے معذرت کرنا اور بتانا کہ میں نے مندرجہ صفات کی عورتیں تلاش کرنے کی پوری کوشش کی ہے مگر کسی کو بھی اس عظیم شرف کا مستحق نہیں پایا''۔

زید بن عدی کسریٰ کے پاس ناکام واپس آیا۔ وہ پہلے ہی نعمان کا حاسد تھا اب اسے اپنے بغض باطن کو بروئے کار لانے کا موقع میسر آ گیا۔ نعمان نے تو اس کے ذریعے کہلایا تھا کہ کسریٰ سے کہنا کہ عراق کی خوب صورت حوریں ہی تمہارے لیے کافی ہیں مگر زید نے ان الفاظ کا ترجمہ ''بقر العراق'' یعنی عراق کی گائیں کے الفاظ سے کیا۔ کسریٰ کو یہ جواب سن کر بڑا غصہ آیا مگر اس نے اپنا طیش ظاہر نہ ہونے دیا اس نے نعمان کو پیغام بھیجا کہ وہ فوری طور پر اس سے ملاقات کے لیے پہنچے۔ نعمان کو کسریٰ کا پیغام ملا تو اسے یقین ہو گیا کہ کسریٰ اسے قتل کرا دے گا اس نے اپنا سامانِ حرب' سونے چاندی کے زیورات اور گھر کی خواتین کو ساتھ لیا اور بنی شیبان کے سردار ہانی بن مسعود کے پاس پہنچ گیا اس نے اپنی عزت کی دہائی

Scanned with CamScanner

دی اور اس سے پناہ طلب کی۔ ہانی نے اس کے اہل وعیال کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ اپنی خواتین کو محفوظ پناہ میں دینے کے بعد نعمان کسریٰ کے پاس چلا گیا۔ حسب توقع اس سے نہایت بُرا سلوک کیا گیا۔ اسے کسریٰ سے ملنے ہی نہ دیا گیا بلکہ ذلیل ورسوا کر کے ایک دُور دراز علاقے میں بھجوا دیا گیا اس علاقے میں ان دنوں طاعون پھیلا ہوا تھا۔ نعمان وہاں انتہائی بے بسی کی حالت میں مر گیا ادھر کسریٰ نے حیرہ پر ایاس بن قبیصہ طائی کو اپنا گورنر مقرر کر دیا۔ اسے کسریٰ کی طرف سے پہلا فرمان یہ ملا کہ وہ فوراً ہانی بن مسعود سے رابطہ کرے اور اس سے کہے کہ وہ نعمان کی عورتیں' اسلحہ اور مال ودولت فوری طور پر کسریٰ کے پاس روانہ کر دے۔ ہانی کو کسریٰ کا یہ پیغام ملا تو اس نے اسے مسترد کر دیا اور جواباً کہا:

''ان عورتوں کو میں نے پناہ دی ہے اور نعمان کا ساز وسامان میرے پاس امانت ہے۔ میں اس میں کسی خیانت کا ہرگز مرتکب نہیں ہو سکتا''۔

کسریٰ کے لیے یہ جواب بہت بڑا چیلنج تھا اس نے حکمت سے کام لیا اور ہانی کو پیغام بھیجا کہ تمہیں تین اختیارات ہیں' ان میں سے کوئی ایک قبول کر لو۔

پہلا یہ کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ میرے حوالے کر دو۔

دوسرا یہ کہ میری سلطنت سے نکل جاؤ

تیسرا یہ کہ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔

ہانی نے اچھی طرح غور وفکر کیا اور لڑائی کا چیلنج قبول کر لیا پھر اس نے قبائل بکر اور بنی شیبان' بنو عجل' بنو نمر اور بنو ذہل وغیرہ کو اکٹھا کیا اور لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عرب کسریٰ کے خلاف لڑائی کے لیے تیار ہو رہے تھے اس لیے ان میں زبردست جوش وخروش پایا جاتا تھا۔ اسلحہ کے ڈھیر جمع کیے گئے۔ شعراء نے اپنی شعلہ بار شاعری سے آگ لگا دی۔ کسریٰ کو اپنے خاص ذرائع سے یہ ساری معلومات مل رہی تھیں اس نے نامور شاہسواروں کو طلب کیا۔ اپنے زیر اثر عرب قبائل کو دعوت نامے بھیجے۔ جنگ کے ماہرین اکٹھے ہوئے' جنگی منصوبوں پر غور کیا گیا پھر کسریٰ نے حکم دیا کہ عرب کے مانے ہوئے بہادر قبیلہ ایاد کو ہانی کے قتل کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے' اسے زندہ یا مردہ بہر حال ہمارے روبرو

پیش کیا جائے۔

ادھر کسریٰ کا لشکر ہانی کی طرف روانہ ہوا' قبیلہ ایاد کے سردار نے ہانی کو پیغام بھیجا:

''ہم تمہارے مقابلے میں اپنی مرضی کے خلاف لائے جا رہے ہیں' ہم مجبور ہیں' لاچار ہیں' تم سے لڑنا نہیں چاہتے اگر تم چاہو تو ہم کسریٰ کی فوج کو چھوڑ کر تمہارے جھنڈے تلے لڑنے کے لیے تیار ہیں''۔

ہانی نے جواب بھیجا: ''کسریٰ کی فوج چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ مناسب یہ ہے کہ تم انہی کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف لڑتے رہنا اور ہمیں دھکیلتے ہوئے صحرا میں داخل ہو جانا۔ جب کسریٰ کی فوجیں صحرا میں آ جائیں تو پھر ہم اور تم باہم مل جائیں گے اور دشمن کو نیست و نابود کر دیں گے''۔

کسریٰ کی فوج آگے بڑھی۔ ایاد کے نوجوان اس کے ہراول دستے میں شامل تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہانی اپنی فوج لے کر صحرا میں داخل ہو گیا ہے وہاں دُور دُور تک پانی تھا نہ کوئی درخت جب کہ ہانی نے اپنی فوج کے لیے پانی کا وافر انتظام کر رکھا تھا۔

ادھر کسریٰ کی فوج بھی صحرا میں داخل ہو گئی مگر اس کے پاس پیاس بجھانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کسریٰ کے سپاہی پیاس سے مرنے لگے۔ کسریٰ کے سپہ سالار نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ ایک دم دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ معرکہ عروج پر پہنچا تو ایاد کی فوج نے راہِ فرار اختیار کی اور اپنے اردگرد موجود کسریٰ کی فوج کو گھیرے میں لینا شروع کر دیا۔ بس اب کیا تھا کسریٰ کی فوج آگے اور پیچھے سے گھیرے میں آ گئی۔ یوں دشمن کے بے شمار فوجی قتل ہوئے' بہت سے فوجی صحرا میں زخمی حالت میں بے یار ومددگار سسکنے لگے۔ کسریٰ نے ایک سپیشل دستہ ہانی کو زندہ گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ بڑے طاقتور اور بہادر نوجوان تھے مگر یہ سب کے سب بُری طرح قتل کر دیئے گئے۔ کسریٰ کی فوج کے چند ہی افراد زندہ بچے اور بھاگ گئے۔

اک دوسرے کی لاش میں ضم کر دیئے گئے
وہ لوگ بے شمار تھے' کم کر دیئے گئے

Scanned with CamScanner

جب یہ بھگوڑے کسریٰ کے پاس پہنچے تو ان کی شکلیں دیکھنے والی تھیں۔ موسم کی شدت، صحرا کی گرمی اور پانی کی نایابی سے ان کی شکلیں مسخ ہو رہی تھیں، ان کی حالت ان چوہوں سے بھی بدتر تھی جو تیل کے ڈرموں سے نکل آتے ہیں۔

قارئینِ کرام! آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ جس مقام پر یہ معرکہ ہوا اس کا نام ''ذی قار'' تھا جس کا مفہوم ہی پٹرول والی جگہ بنتا ہے۔

جب کسریٰ کی ان سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا:

''ارے! ایاد کہاں ہے؟ تمہارے بڑے بڑے بہادر جرنیل کدھر ہیں؟ انہوں نے تو کبھی شکست کا منہ ہی نہیں دیکھا تھا''۔ ادھر مکمل خاموشی طاری تھی۔ کسریٰ غصے سے دھاڑا:

''تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟''

اب یہ شکست خوردہ بھگوڑے کیا جواب دیتے..... ان میں سے ایک نے ہمت کی اور جواب دیا: ''جناب! عربوں نے ہمارا استقبال صحرا میں کیا۔ وہ ہمیں بتدریج صحرا میں لے گئے وہاں موسم کی حدت اور پانی کا قحط تھا پھر عربوں کے قبیلے ایاد نے ہم سے دھوکہ کیا، وہ لوگ عین وقت پر دشمن سے جا ملے اس طرح ہمارے سارے سالار پوری فوج سمیت قتل ہو گئے.....''

کسریٰ کو ان حالات کا علم ہوا تو وہ ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ یہ شکست اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی ادھر کسریٰ کی پے در پے شکستوں کی وجہ سے اس کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ مؤرخین نے ان لوگوں کی زبانی جو اس معرکہ میں شریک تھے۔ لکھا ہے کہ بنو بکر کے قبائل اپنی عورتوں کو بھی میدانِ جنگ میں لائے تھے۔ وہ لشکر کے پیچھے بیٹھی تھیں جو شخص بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیچھے بھاگتا تھا، یہ اسے عار دلاتی تھیں۔ انہوں نے کسریٰ کے لشکر پر منظم ہو کر پتھر برسائے اور دشمن کو بہت نقصان پہنچایا۔ آغازِ جنگ میں کسریٰ کا ایک نامور پہلوان لشکر سے باہر آیا اور مبارزت طلب کی۔ بنی یشکر کا برد بن حارثہ اس کے مقابلے میں نکلا اور مبارزت طلبی کے جواب میں اسے قتل کر دیا۔ ہانی کسریٰ کی فوج کے پیچھے گھات لگائے بیٹھا تھا۔ نعمان بن منذر کی جگہ تعینات

ہونے والے گورنر کو اسی کمین گاہ میں دفن ہونا پڑا۔ عربوں نے پہلی مرتبہ آپس میں یکجہتی اور اتفاق کا ثبوت دیا۔ کسریٰ کی فوج کے بہت سے عرب اسے چھوڑ کر ہانی کی فوج میں شامل ہو گئے۔ تمیم، قیس اور عیلان کے قبائل نے غلامی کا طوق اُتار دیا اور اپنے اپنے علاقوں میں خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ عربوں کو معلوم ہو گیا کہ ہم جسے ناقابلِ شکست سمجھتے تھے، وہ سراسر دھوکہ تھا۔ عربوں کے دِلوں سے کسریٰ کا خوف اُٹھ گیا۔ ربیعہ، بکر اور دیگر قبائل کے نوجوانوں نے ایک جتھہ تیار کیا جو مکمل طور پر آزاد تھا۔ انہوں نے کسریٰ اور اس کے مقرر کردہ گورنر کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا اور انہی قبائل میں سے اسلام کا وہ نامور ہیرو، مجاہد اور کمانڈر پیدا ہوا جسے مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہی وہ نوجوان ہے جسے ہانی بن مسعود کے بعد مقامی لیڈر منتخب کیا گیا۔ عربوں نے عجم پر ''ذی قار'' کے میدان میں جو فتح حاصل کی اس نے آگے چل کر معرکۂ قادسیہ میں مسلمانوں کی فتح کا دروازہ کھول دیا۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر: ۱/۴۳۶)

(۵۲)

نیک نیتی کا انعام

بیان کرتے ہیں: قوم بنی اسرائیل میں ایک نیک بخت آدمی تھا اور اس کی بی بی بھی نیک بخت تھی پس اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں نیک بخت بندہ سے کہو کہ میں نے تیری نصف عمر میں تجھ کو مال دار تجویز کیا ہے اور آدھی عمر میں تجھ کو فقیر قرار دیا ہے۔ پس اگر وہ جوانی میں مال داری کو اختیار کرے تو میں اس کو جوانی میں مال دار کروں اور بڑھاپے میں اس کو فقیر کر دوں گا اور اگر وہ مال داری بڑھاپے میں پسند کرے تو میں اس کو بڑھاپے میں مال دار کر دوں گا اور جوانی میں اس کو فقیر رکھوں گا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس آدمی کو اس بات کی اطلاع دی۔ وہ اپنی بی بی کے پاس آیا اور اس کو اس واقعہ کی خبر دی اور اس سے کہا: اس معاملہ میں تو کیا چاہتی ہے؟ عورت نے اس سے کہا: اس میں تم کو اختیار ہے اس کے بعد مرد نے اس سے کہا: میری رائے یہ ہے کہ میں جوانی میں محتاجی اختیار کروں کیونکہ میں اس وقت محتاجی پر اور اپنے رب کی عبادت پر مستعد رہنے کو قادر ہوں اور جب میں بوڑھا ہو جاؤں گا اور میرے پاس مال ہوگا جس سے میں کھاؤں گا تو اپنے رب کی بندگی اور اس کی عبادت پر قادر رہوں گا۔ یہ سن کر اس کی بی بی نے کہا: اے شخص! اگر تو جوانی میں فقیر ہوگا تو طاعتِ الٰہی پر قادر نہ ہوگا کیونکہ ہم روزیوں میں مشغول ہو جائیں گے اور طاعاتِ الٰہی نہ کر سکیں گے نہ صدقات ہی دے سکیں گے ہاں اگر ہم جوانی میں مال داری کو اختیار کریں گے تو عبادت پر قادر ہوں گے کیونکہ اس وقت ہمارے جسموں اور ہمارے بدنوں میں قوت ہوگی۔ پس شوہر نے کہا: جو تیری رائے ہے وہ اچھی بات ہے اور ہم ایسا ہی کریں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس نبی علیہ السلام کی

طرف وحی بھیجی کہ اس شخص اور اس کی بی بی سے کہہ دو کہ جب تم دونوں نے ہماری بندگی اختیار کی اور تم نے اپنی کوشش کو ہماری عبادت میں خالص کیا اور تم دونوں کی نیت نیکی کے کرنے پر متفق ہوئی تو میں نے تمہاری تمام عمر کو مال داری ہی میں قرار دیا۔ پس تم اور تمہاری بی بی میری طاعت پر رہو اور جو چاہو صدقہ کرو تا کہ تم دونوں کا حصہ دنیا و آخرت میں ہو اور اللہ وہی مال دار اور محمود ہے۔

(نوادر القلیوبی)

Scanned with CamScanner

(۵۳)

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

حضرت سیّدنا ابوسلیمان رومی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے خلیل صیاد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

''ایک مرتبہ میرا بیٹا شہر سے باہر کھیتوں کی طرف گیا اور گم ہوگیا' خوب ڈھونڈا لیکن کہیں نہ ملا' بیٹے کی جدائی پر اس کی والدہ غم سے نڈھال ہوگئی۔ میں حضرت سیّدنا معروف کرخی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''اے ابومحفوظ رحمۃ اللہ علیہ! میرا بیٹا لاپتہ ہوگیا ہے اس کی والدہ بیٹے کی جدائی میں غم سے ہلکان ہوئی جارہی ہے''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اب تم کیا چاہتے ہو؟''

میں نے کہا: ''حضور! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بیٹے کو ہم سے ملوادے''۔

یہ سن کر ولی کامل مقبولِ بارگاہِ خداوندی حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور اس طرح التجا کی: ''اے میرے پروردگار! بے شک تمام آسمان تیرے ہیں' زمین تیری ہے اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے سب کا مالک و خالق تو ہی ہے۔ میرے مالک! ان کا بچہ انہیں لوٹا دے''۔

حضرت سیّدنا خلیل صیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''پھر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے شہر کے دروازے پر آیا تو اپنے بیٹے کو وہاں موجود پایا اس کا سانس پھول رہا تھا۔ میں نے جب اپنے بیٹے کو دیکھا تو فرطِ محبت سے پکارا: ''اے محمد! اے میرے بیٹے!''

میری آواز سن کر وہ میری طرف لپکا۔ میں نے اسے سینے سے لگا کر پوچھا: ''میرے لختِ جگر تم کہاں تھے؟'' کہا: ''ابا جان! میں گندم کے کھیتوں میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ

اچانک یہاں پہنچ گیا''۔

میں اپنے بچے کو لے کر خوشی خوشی گھر کی طرف چل دیا۔ یہ سب حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت تھی کہ مجھے میرا بیٹا مل گیا''۔ (عیون الحکایات)

دیکھا آپ نے کہ نیک لوگوں کی دعاؤں سے مصیبتیں کیسے ٹلتی اور غم دُور ہوتے ہیں۔ اللہ کریم اپنے بندوں پر ہر آن کرم کی بارش برسا رہا ہے جو چاہے اس بارانِ رحمت میں نہا لے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اولیاء کرام کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی برکت سے ہمارے مصائب و آلام دُور فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

دعائے ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

Scanned with CamScanner

(۵۴)

غمِ اولاد کو کوئی صاحبِ اولاد ہی جانے

اولاد کی موت بڑا دل سوز' روح فرسا اور صبر آزما حادثہ ہوا کرتا ہے اس سانحہ پر بزرگوں کے چند اقوال پڑھیے اور عبرت حاصل کیجیے۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی کا فرزند وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: کیا تم نے میرے بندے کے فرزند کو وفات دے دی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تم نے اس کے دل کے پھل کو چھین لیا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ جی ہاں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس وقت میرے بندے نے کیا کہا؟ تم میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس گھر کا نام ''بیت الحمد'' (حمد کا گھر) رکھ دو''۔ (مشکوٰۃ: ص ۱۵۱ بحوالہ ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گئے تو صاحب زادہ کی جانکنی کا منظر دیکھ کر آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا: ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ رو رہے ہیں؟''

آپ نے فرمایا: ''اے عوف کے بیٹے! میرا یہ آنسو بہانا شفقت ہے''۔

پھر دوبارہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہنے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ ۔

''آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب

راضی ہو اور بلاشبہ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں''۔

(مشکوٰۃ: ج ۱ ص ۱۵۰ بحوالہ بخاری ومسلم)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے فرزند کی وفات کے وقت آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ سعد بن عبادہ و معاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن حارثہ رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی تھے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعد نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا؟''

آپ نے فرمایا: ''یہ شفقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں ڈال دی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں''۔

(مشکوٰۃ: ج ۱ ص ۱۵۰ بخاری ومسلم)

ایک صحابی ہمیشہ اپنے بچے کو لے کر بارگاہِ رسالت میں آیا کرتے تھے ایک بار وہ تنہا آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''تمہارے بچے کو کیا ہوا؟''

انہوں نے کہا: ''وہ تو مر گیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!''

آپ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس پھاٹک پر بھی جاؤ گے تو وہ تمہارا بچہ تمہارا انتظار کر رہا ہوگا''۔ (مشکوٰۃ: ج ۱ ص ۱۵۳)

☆...... حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک فرزند وفات پا گیا تو آپ کو بے حد غم ہوا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے داؤد! تم اس بچے کو بچانے کے لیے کتنا فدیہ دے سکتے تھے؟''

آپ عرض کیا: ''زمین بھر کر سونا''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے داؤد! تم کو اتنا ہی بڑا ثواب ملے گا''۔ (احیاء العلوم: ج ۴ ص ۲۱۵)

☆...... حضرت محمد بن سلیمان علیہ الرحمۃ ایک مشہور و نامور تابعی محدث ہیں' انہوں نے اپنے فرزند کی قبر پر اس طرح دعا مانگی: ''یااللہ! میں اس فرزند کے بارے میں تجھ سے کچھ امیدیں رکھتا ہوں اور کچھ تیرا خوف بھی رکھتا ہوں تو اے اللہ! تو میری امیدوں کو پورا فرمادے اور مجھے خوف سے اپنے امن میں رکھ لے''۔ (احیاء العلوم: ج ۴ ص ۲۱۵)

☆...... حضرت ابوسنان علیہ الرحمۃ نے اپنے بیٹے کی قبر پر یوں دعا مانگی: ''اے اللہ! میرے بیٹے پر کچھ میرے حقوق تھے اور کچھ تیرے حقوق تھے تو میں نے اپنے تمام حقوق کو

Scanned with CamScanner

معاف کر دیا ہے لہٰذا تو بھی اپنے حقوق کو معاف فرما دے کیونکہ تو مجھ سے بہت زیادہ کریم ہے''۔ (احیاء العلوم: ج ۴، ص ۴۱۵)

☆......حضرت عمر بن ذر علیہ الرحمۃ نے اپنے فرزند کو قبر میں اُتار کر یوں دعا کی:

''اے ذر بن عمر! خدا تجھ پر رحمت کرے مجھے اس کی امید ہے اور خدا تجھ کو عذاب سے بچائے یا مجھے اس کا اندیشہ ہے کاش مجھے خبر ہو جاتی کہ تو نے خدا سے کیا کہا اور خدا نے تجھ سے کیا فرمایا۔ اے اللہ! میرا بیٹا ذر، تو نے اس سے مجھے فائدہ مند فرمایا تھا اور تو نے اس کی روزی اور عمر پوری کر دی اور یقیناً تو نے کوئی ظلم نہیں کیا ہے۔ اے اللہ! میں نے اس پر اپنی اور تیری اطاعت لازم کر دی تھی اور اے اللہ! تو نے میری مصیبت پر اجر کا وعدہ فرمایا ہے تو مجھے اجر عطا فرما اور اس کو عذاب سے بچا لے''۔

اس دعا پر حاضرین کو رقت طاری ہو گئی اور سب لوگ رونے لگے پھر آپ نے فرمایا:

''اے ذر! تیرے بعد اب میرا کوئی خاص باقی نہیں رہ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے مجھے کسی انسان کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اے بیٹا! اب ہم تجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں اور اگر ہم یہاں ٹھہریں بھی تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔

یاد رہے! حضرت عمر کے باپ کا نام بھی ذر تھا اور ان کے بیٹے کا نام بھی ذر تھا۔

(احیاء العلوم: ج ۴، ص ۴۱۵)

☆......ایک عورت کے دونوں بیٹے اور شوہر ایک ہی دن مر گئے تو اس نے کہا: ''سنو! میرے دو بچے نہایت ہی خوب صورت تھے جو ہر وقت میرے سامنے کھیلتے رہتے تھے۔ بقرعید کے دن میرے شوہر نے ایک بکری کی قربانی کی جس کو میرے بڑے لڑکے نے دیکھ لیا تھا تو اس نے میرے چھوٹے لڑکے سے کہا: آؤ میں تجھے دکھلاؤں کہ کس طرح میرے باپ نے بکری ذبح کی تھی۔ یہ کہا اور چھری لے کر اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو ذبح کر دیا پھر وہ ڈر سے پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس کو بھیڑیا کھا گیا پھر میرا شوہر اس بچے کی تلاش میں پہاڑ پر چڑھا تو وہ پیاس سے مر گیا۔ اے شخص! ایک ہی دن دونوں بیٹے اور شوہر کی موت کا غم مجھ پر پڑ گیا اب میں دنیا میں اکیلی رہ گئی ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صبر کی توفیق عطا فرمائی ہے، میں نے کبھی اس اپنی مصیبت پر گریہ و بکا کر کے نہ غم منایا نہ کوئی ناشکری کا لفظ زبان سے نکالا''۔ (احیاء العلوم: ج ۴، ص ۴۱۵)

(۵۵)

امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کی نگاہِ بصیرت

کروڑوں حنفیوں کے عظیم پیشوا، سراج الامۃ، کاشف الغمہ حضرت سیّدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید حضرت سیّدنا امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ابھی میں چھوٹا سا تھا کہ میرے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا، گھریلو حالات سازگار نہ تھے، میری والدہ نے مجھے ایک دھوبی کے پاس بھیج دیا تاکہ وہاں کام کروں اور جو اُجرت ملے اس سے گھر کا خرچہ چلتا رہے۔ میں وہاں جاتا اور کام کرتا۔ میں ایک مرتبہ علم و عمل کے روشن چراغ حضرت سیّدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں بیٹھ گیا۔ مجھے ان کی باتیں بہت پسند آئیں۔ چنانچہ میں نے دھوبی کے پاس جانا چھوڑ دیا اور اس حلقۂ درس میں شریک ہونے لگا۔ میری والدہ کو معلوم ہوا تو مجھے وہاں سے لے گئی اور دھوبی کے پاس چھوڑ دیا۔ میں چُھپ چُھپ کر امام صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوتا جیسے ہی میری والدہ کو معلوم ہوتا مجھے وہاں سے اُٹھا کر دھوبی کے پاس لے جاتی۔ حضرت سیّدنا امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ میرا شوقِ علمی دیکھ کر میری طرف خاص توجہ فرماتے۔

جب معاملہ بڑھا تو ایک دن میری والدہ استاذِ محترم حضرت سیّدنا امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور کہا:

''میرے اس بچے کو آپ نے بگاڑ دیا ہے۔ یہ بچہ یتیم ہے، کوئی ایسا نہیں جو اس کی پرورش کرے۔ میں سارا دن سُوت کاتتی ہوں، جو اُجرت ملتی ہے اس سے اس کی پرورش کرتی ہوں اس امید پر کہ یہ بڑا ہو جائے اور کما کر لائے اسی لیے میں نے اسے دھوبی کے پاس

بھیجا تھا کہ اس طرح کچھ نہ کچھ رقم مل جایا کرے گی اور ہمارا گزارہ ہوتا رہے گا اب یہ سب کچھ چھوڑ کر آپ کے پاس آبیٹھتا ہے''۔

میری والدہ کی یہ بات سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے خوش بخت! اپنے اس بچے کو علم کی دولت حاصل کرنے دے، وہ دن دُور نہیں کہ یہ باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور عمدہ فالودہ کھائے گا''۔

یہ سن کر میری والدہ بہت ناراض ہوئی اور کہا: ''لگتا ہے بڑھاپے کی وجہ سے آپ کا دماغ چل گیا ہے، ہم جیسے غریب لوگ باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ کیسے کھا سکتے ہیں؟''

یہ کہہ کر میری والدہ گھر چلی آئی۔ میں حضرت سیّدنا امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر رہ کر علمِ دین سیکھتا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھ پر بھرپور توجہ فرماتے۔ الحمدللہ! آپ کی برکت سے مجھے علم وعمل کی بے انتہا دولت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رِفعت و بلندی عطا فرمائی۔ میرے محسن ومربی استاذِ محترم دنیا سے پردہ فرما چکے تھے پھر وہ وقت بھی آیا جب خلیفہ ہارون الرشید نے عہدۂ قضا میرے سپرد کردیا۔

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ اکثر میری دعوت کرتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ ایک مرتبہ خلیفہ نے پُرتکلف دعوت کا اہتمام کیا، انواع واقسام کے کھانے چُنے گئے۔ خلیفہ نے باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور عمدہ فالودہ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

''اے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ! یہ حلوہ کھائیے، روز روز ایسا حلوہ تیار کروانا ہمارے لیے آسان نہیں''۔ یہ سن کر میں ہنسنے لگا۔ پوچھا: ''آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟''

میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ خلیفہ کو سلامت رکھے، میرے استاذِ محترم حضرت سیّدنا امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے برسوں پہلے میری والدہ سے فرمایا تھا کہ تمہارا بیٹا باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور فالودہ کھائے گا''۔ آج میرے استاذِ محترم کا فرمان پورا ہوگیا پھر میں نے اپنے بچپن کا سارا واقعہ خلیفہ کو سنایا تو وہ متعجب ہوئے اور فرمایا: ''بے شک علم ضرور فائدہ دیتا اور دین ودنیا میں بلندی دِلواتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ سیّدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جس چیز کو ان کے سر کی آنکھ نہ دیکھ سکتی اسے اپنی عقل کی آنکھ

سے دیکھ لیا کرتے تھے''۔ (عیون الحکایات)

اس حکایت میں ہمارے لیے بے شمار ہدایات واسباق ہیں۔ علمِ دین، دنیا وآخرت میں رفعت وسرخروئی کا باعث ہے۔ بڑے بڑے دنیاداروں کو وہ مقام ومرتبہ نہیں ملتا جو دین کے شیدائیوں کو بآسانی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اولیاء کرام نگاہِ فراست سے آنے والے واقعات کو دیکھ لیتے ہیں۔ استاذِ کامل کی توجہ خاص انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ علمِ دین خود بھی سیکھیں اور اپنی اولاد کو بھی سکھائیں۔

Scanned with CamScanner

(۵۶)

کامیاب کون ہے؟

اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک ''دابق'' نامی قصبے میں مقیم تھا۔ یہ قصبہ شام کے شہر حلب کے قریب واقع تھا۔ مسلمانوں نے قسطنطنیہ فتح کرنے کے لیے اس علاقے میں اپنی فوجیں مدت سے بھیج رکھی تھیں۔ خلیفہ خود بھی جہاد میں شرکت اور فوجیوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے محاذِ جنگ پر موجود تھا۔ اچانک بخار کی وباء پھوٹ پڑی جس سے بڑی تعداد میں فوجی اور دیگر سرکاری ملازمین وفات پا گئے۔ خود خلیفہ کو بھی بخار ہو گیا۔ علاج شروع کیا گیا مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا' بخار کی شدت میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

خلیفہ کو اندازہ ہو گیا کہ اس کا آخری وقت آ چکا ہے اس وقت خلیفہ کی عمر صرف پینتالیس برس تھی اور ۹۹ ہجری کے ابتدائی دن تھے اس نے خلافت کے لیے اپنے بیٹے ایوب کو نامزد کرنا چاہا مگر ابھی وہ نابالغ تھا' اسے حسرت تھی کہ کاش! اس کی اولاد جوان ہوتی۔ چنانچہ اس نے کہا:

إِنَّ بَنِيَّ صِبْيَةٌ صِغَارٌ
أَفْلَحَ مَنْ كَانَ لَهُ كِبَارٌ

''وہ کامیاب ہو گئے جن کی اولاد بڑی عمر کی ہے۔ میرے بچے تو بالکل چھوٹے چھوٹے ہیں''۔

اس موقع پر حضرت عمر بن عبدالعزیز قریب ہی موجود تھے' فوراً بولے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى . وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى .

''کامیاب وہ ہے جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کو یاد کیا اور

نماز ادا کی''۔

بیماری کے دوران ایک دن اس کے پاس بنواُمیہ کے خاص مشیر و وزیر اور ممتاز عالمِ دین رجاء بن حیوہ بیٹھے ہوئے تھے۔ خلیفہ کا جسم دن بدن نحیف ہوتا جا رہا تھا' بیماری بڑھتی جا رہی تھی وہ اس فکر میں مبتلا تھا کہ میرا جانشین کون ہوگا؟ اس نے رجاء سے مشورہ کیا تو رجاء کہنے لگے:

''امیر المومنین! آپ کو چاہیے کہ قبر میں آرام سے سونے سے پہلے حکومت کی باگ ڈور کسی نیک اور صالح انسان کو سونپ دیں''۔

خلیفہ نے پوچھا: ''تمہاری نظر میں کون مناسب ہے؟''

رجاء نے کہا: ''جو آپ کی نگاہ میں مناسب ہو''۔

چند نام لینے کے بعد خلیفہ نے پوچھا: ''عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟'' انہوں نے کہا: ''بہت خوب اور بڑا مناسب آدمی ہے''۔

خلیفہ نے کہا: ''مگر مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا میرے بھائی ان کی خلافت ماننے سے انکار کر دیں حالانکہ اس منصب کے لیے عمر بن عبدالعزیز ہی سب سے زیادہ مناسب ہیں''۔

رجاء نے مشورہ دیا: ''بنو مروان کو راضی کرنے کے لیے عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ یزید بن عبدالملک کو ولی عہد نامزد کر دیجیے''۔

چنانچہ خلیفہ نے رجاء بن حیوہ کو وصیت نامہ لکھوایا اس پر شاہی مہر ثبت کرائی اور اسے آئی جی پولیس کعب بن حامد کے پاس بھجوا دیا اس وصیت نامہ میں کیا تھا؟ یہ بات سوائے خلیفہ اور رجاء کے کسی کے علم میں نہ تھی۔

خلیفہ ابھی زندہ تھا' اس نے حکم دیا کہ میرے بھائیوں' رشتہ داروں اور عزیز و اقارب سے اس نام پر جس کی سربمہر لفافے کی وصیت کی گئی ہے' بیعت لو اگر کوئی انکار کرے تو اس کا سر قلم کر دو۔ رجاء بن حیوہ بڑے قابل' ذہین اور صاحبِ اثر مشیر تھے۔ اموی خاندان میں ان کا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ یوں سمجھ لیجیے کہ آج کل کے نہایت اہم عہدے کے اعتبار سے وہ چیف

سیکرٹری تھے۔ انتقالِ اقتدار کے سلسلے میں ان کی حیثیت بڑی اہم تھی۔ ان کی اپنی بھی یہی تمنا تھی کہ عمر بن عبدالعزیز جیسی نیک شخصیت خلیفہ مقرر ہو' اُدھر خلیفہ کا بھائی ہشام بن عبدالملک اپنے آپ کو خلافت کا حق دار سمجھتا تھا۔ وہ رجاء بن حیوہ کے پاس گیا اور کہنے لگا:

''میرے اور تمہارے جو تعلقات ہیں' ان کا تمہیں بخوبی علم ہے اس پرانے تعلق کی بناء پر میں پوچھتا ہوں کہ اگر وصیت نامے میں میرا نام درج نہیں ہے تو مجھے بتا دو' ابھی خلیفہ زندہ ہے' میں اس کا بھائی ہوں' میں اس سے منوالوں گا۔ مجھے ڈر ہے مبادا میرے بھائی نے میری بجائے کسی اور کو خلیفہ نامزد کر دیا ہو''۔

رجاء نے کہا: ''دیکھو میں عہد کر چکا ہوں لہٰذا جو معاملہ مجھے خفیہ رکھنے کے لیے کہا گیا ہے میں اس کی مکمل پاسداری کروں گا۔ میں اس معاملے سے کسی کو بھی آگاہ نہیں کر سکتا''۔

ہشام اس پر ناراض ہوا اور دھمکیاں دیتا ہوا چل دیا۔

ادھر عمر بن عبدالعزیز کو ڈر تھا کہ کہیں خلیفہ انہیں خلافت کے لیے نامزد نہ کر دے۔ چنانچہ وہ بھی رجاء کے پاس گئے' انہیں اپنے تعلقات کا واسطہ دیا کہ ہماری باہمی دوستی بہت گہری ہے' برسوں سے چلی آ رہی ہے' مجھے ڈر ہے کہ خلیفہ نے مجھے اپنا جانشین نامزد نہ کر دیا ہو اگر ایسی بات ہے تو مجھے مطلع کر دو۔ خلیفہ ابھی زندہ ہے' میں اس کے پاؤں پکڑ لیتا ہوں' اس کی منت سماجت کرتا ہوں کہ مجھے نامزد نہ کرے۔ رجاء نے عمر کو بھی وہی جواب دیا جو ہشام کو دیا تھا کہ یہ سلطنت کے راز ہیں' میں انہیں وقت سے پہلے افشا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ بھی ان سے ناراض ہو کر واپس چلے آئے۔ خلیفہ شدید بیمار تھا' کسی اختلاف کے امکان سے بچنے کے لیے رجاء نے نہایت عمدہ فیصلہ کیا۔ انہوں نے کسی شخص کو بھی خلیفہ کے پاس جانے کی اجازت نہ دی ادھر خلیفہ کا انتقال ہوا ادھر انہوں نے اپنا خاص معتبر شخص دروازے پر کھڑا کر دیا اور حکم دیا کہ اگر خلیفہ کی اہلیہ بھی اندر جانا چاہے تو اس سے کہہ دو کہ وہ آرام کر رہے ہیں لہٰذا ان کے پاس جانے کی اجازت نہیں۔

پھر انہوں نے ''دابق'' کی جامع مسجد میں تمام امراء کو اکٹھا کیا' خود منبر پر کھڑے ہو گئے' لوگوں کے سامنے سربمہر وصیت نامہ لہرایا اور کہا:

''آؤ! اس شخص کی بیعت کرو جس کا نام اس وصیت نامے میں لکھا گیا ہے''۔

ہشام نے اعتراض کرنا چاہا کہ پہلے نام بتاؤ پھر بیعت کریں گے۔ رجاء نے کڑک کر کہا: ''خاموش ہوتے ہو یا نہیں؟ اگر تم نے زیادہ باتیں بنائیں تو ابھی مزاحم کو حکم دوں گا کہ تمہارا سر قلم کر دے''۔

وہ خاموش ہو گیا پھر سب لوگوں نے اس سربمہر وصیت نامے کے اندر جس شخصیت کا نام درج تھا اس پر موافقت کر لی۔ اب لوگوں کے سامنے وہ سربمہر وصیت نامہ کھولا گیا تو اس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا نام نکلا۔ سلیمان کے بھائیوں نے شور مچا دیا کہ خلافت ہمارے گھر سے نکل گئی مگر جب رجاء نے ان کے بعد یزید بن عبدالملک کا نام لیا تو وہ خاموش ہو گئے ادھر عمر بن عبدالعزیز نے اپنا نام سنا تو ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ کہنے لگے:

''میں نے تو کبھی اس منصب کی تمنا نہیں کی تھی''۔

لوگوں نے انہیں کندھوں سے پکڑا اور منبر پر کھڑا کر دیا اب لوگوں نے ان کی طرف دیکھا تو حیران رہ گئے کیونکہ عمر بن عبدالعزیز پر گریہ طاری تھا' ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں' ذرا سکون ہوا تو کہنے لگے: ''لوگو! مجھے تمہاری بیعت کی کوئی ضرورت نہیں' اسے اپنے پاس ہی رکھو' مجھے خلافت کی ہرگز خواہش نہیں جسے چاہو اپنا خلیفہ بنالو''۔

ہر طرف شور مچ گیا' لوگ رو پڑے اور کہنے لگے: ''ہم آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں چاہتے''۔ لوگوں کا اصرار دیکھ کر وہ بمشکل خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے پر راضی ہوئے' پھر منبر پر کھڑے ہوئے اور اپنی حکومت کے طریق کار کی اس طرح وضاحت کی: ''قرآن کے بعد کوئی کتابِ الٰہی نہیں ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے جو اللہ نے حلال کر دیا ہے وہ قیامت تک حلال ہے اور جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے وہ قیامت تک حرام ہے''۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۲/۶۵۰)

Scanned with CamScanner

(۵۷)

سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے

بیان کرتے ہیں: دو اندھے آدمی جعفر برمکی کی ماں کے راستہ پر بیٹھتے تھے اور مادرِ جعفر سخاوت سے موصوف تھی اور ان اندھوں میں ایک اُولا دو الا تھا اور وہ کہتا تھا کہ اے معبود! مجھے اپنے وسیع فضل سے روزی عطا فرما اور دوسرا نابینا مجرد تھا اور اس کے اہل وعیال نہ تھے اور وہ کہتا تھا: ''اے اللہ! مجھے مادرِ جعفر کے فضل سے روزی دے''۔

چنانچہ اُمِ جعفر اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے فضل کا طالب تھا' دو درہم بھیجنے لگی اور جو اس کے فضل کا طالب تھا' اس کے واسطے دو روٹیاں اور ان کے درمیان میں ایک بُھنا ہوا مرغ اور اس مرغ کے پیٹ میں دس اشرفیاں بھیجنے لگی لیکن اس نے اس نابینا کو ان اشرفیوں کی اطلاع نہ دی۔ پس یہ نابینا روٹی اور مرغ کو ناپسند کرتا تھا اور دوسرے نابینا سے کہتا تھا کہ یہ دونوں روٹیاں اور مرغ لو اور دونوں درہم مجھے دے دو۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کرتا تھا جب اس پر ایک مہینہ گزر گیا تو مادرِ جعفر نے آدمی بھیجے اور ان سے کہا: ''ہمارے فضل کے طالب سے کہو کہ کیا تجھ کو ہماری بخشش نے مال دار نہیں کیا؟'' اس نے ان سے کہا: ''اُمِ جعفر سے کہو کہ تم نے اس کو کیا عطا کیا؟'' مادرِ جعفر نے کہا: ''تین اشرفیاں'' فقیر نابینا نے کہا: ''واللہ نہیں! بلکہ وہ میرے واسطے ہر روز دو روٹیاں اور ایک مرغ بھیجتی تھی اور میں ان کو اپنے ساتھی کے ہاتھ دو درہم کو بیچ دیتا تھا''۔ یہ سن کر مادرِ جعفر نے کہا: ''اس آدمی نے سچ کہا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کیا' اللہ نے اس کو ایسی جگہ سے مال دار کر دیا کہ اس کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اور دوسرے نے میرا فضل طلب کیا۔ پس اللہ نے اس کو اس جگہ سے محروم کیا جس جگہ سے وہ مال داری چاہتا تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مال داری اور محتاجی من جانب اللہ ہی ہے اور اس نے جو مقدر کر دیا ہے وہ ہو کر رہے گا اور سب تعریفیں اللہ ہی کے واسطے ہیں''۔ (قلیوبی)

(۵۸)

کیا تماشہ ہے کہ اب ناقہ سوارانِ عرب

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''مجھے اس خیال سے بڑی شرم آتی ہے کہ میں خداوند تعالیٰ سے کس طرح ملاقات کروں گا؟ حالانکہ میں اس کے گھر (کعبہ) تک کبھی پیدل چل کر نہیں آیا''۔

اس کے بعد بیس مرتبہ آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پیدل چل کر حج کے لیے آئے۔ منقول ہے کہ حرمِ الٰہی میں پہنچ کر آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز ''تحیۃ الطّواف'' پڑھ کر آپ نے اپنے رخسار کو مقامِ ابراہیم پر رکھ دیا اور زار و قطار روتے ہوئے اس طرح دعا مانگنے لگے:

''اے میرے رب! تیرا حقیر بندہ تیرے دروازے پر ہے' تیرا خادم تیرے دروازے پر ہے' تیرا بھکاری تیرے در پر ہے' تیرا مسکین تیرے دروازے پر ہے''۔

بار بار بکثرت ان ہی الفاظ کو دُہراتے رہے اور روتے رہے پھر آپ جب حرم شریف سے باہر نکلے تو آپ کا گزر ایسے چند مسکینوں کے پاس ہوا جن کے پاس روٹیوں کے ٹکڑے تھے اور وہ لوگ اس کو کھا رہے تھے تو آپ نے ان مسکینوں کو سلام کیا اور جب ان مسکینوں نے آپ کو کھانے کے لیے بلایا تو آپ فوراً ہی بلا تکلف ان مسکینوں کے دسترخوان پر بیٹھ گئے اور فرمایا:

''اگر یہ روٹیوں کے ٹکڑے صدقہ کے نہ ہوتے تو میں ضرور تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتا مگر چونکہ ہم آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہمارے لیے صدقہ کا مال کھانا حرام ہے اس لیے میں ان کو نہیں کھا سکتا''۔

Scanned with CamScanner

پھر آپ ان مسکینوں کو اپنے ہمراہ اپنی قیام گاہ پر لائے اور ان سب کو کھانا کھلایا اور سب کو کچھ درہم عطا فرما کر رخصت کیا۔ (مستطرف ج:۱ص:۱۲)

اس نورانی واقعہ میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے ذوقِ عبادت' ان کے خوف وخشیتِ خداوندی' گریہ وزاری' مسکین نوازی' اخلاقِ کریمانہ' سخاوت' تواضع وغیرہ کی ایسی ایسی ایمان افروز تجلیاں ہیں کہ جن کی روشنی میں امام ممدوح کو دیکھنے والا اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہہ سکتا: اَللّٰھُمَّ اَنَّکَ مِنْ اَوْلَادِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ۔

''میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اے امام حسن! آپ بلاشبہ آلِ رسول اور فرزندِ بتول ہیں''۔

اللہ اکبر! کون مسلمان نہیں جانتا کہ حضرت امام حسن وحضرت امام حسین کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بشارت عظمیٰ عطا فرمائی ہے کہ یہ دونوں جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں مگر خود ایک اعلیٰ جنتی ہونے کے باوجود ان کا ذوقِ عبادت اور خوف وخشیت یقیناً ساری اُمت کے لیے درسِ عبرت ہے۔ مگر افسوس ہے:

کیا تماشہ ہے کہ اب ناقہ سوارانِ عرب
پیروی کرتے ہیں یورپ کے حدی خوانوں کی

(روحانی حکایات)

(۵۹)

خوش بختوں کا حصہ

حضرت سیدنا عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک رات حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ رب العزت کی بارگاہ میں اس طرح عرض گزار ہوئے:

''اے میرے رحیم وکریم پروردگار! تو نے مجھے اور میرے اہل وعیال کو بھوکا رکھا' میرے مولیٰ! تو نے مجھے اور میرے اہل وعیال کو کپڑوں کے بغیر رکھا''۔

تین دن ہمیں اسی حالت میں گزر گئے' میں نے اور میرے گھر والوں نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا' مسلسل تین راتیں ہمارے گھر چراغ نہ جلا' آخر میرا کون سا عمل تیری بارگاہ میں مقبول ہوا ہے جس کی وجہ سے ہمارے ساتھ ایسا مبارک معاملہ ہو رہا ہے جو تیرے اولیاء کے ساتھ ہوتا ہے؟ ایسی سعادت تو تیرے پسندیدہ وبرگزیدہ بندوں کو نصیب ہوتی ہے۔ میرے مولیٰ! اگر چوتھا دن بھی اسی حالت میں گزرا تو میں سمجھوں گا کہ تیری بارگاہ میں میرا بھی کچھ مقام ومرتبہ ہے''۔

راوی کہتے ہیں: ''جب صبح ہوئی اور چوتھا دن شروع ہوا تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''کون ہے؟''

جواب ملا: ''میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قاصد ہوں۔ انہوں نے آپ کو دو دیناروں کی یہ تھیلی اور ایک رُقعہ بھجوایا ہے''۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خط پڑھا تو اس میں لکھا تھا:

''اس سال میں حج کے لیے نہیں آ سکا' میں آپ کو اتنے اتنے دینار بھجوا رہا ہوں قبول

Scanned with CamScanner

فرمائیں''۔

والسلام! عبداللہ بن مبارک

خط پڑھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ زاروقطار رونے لگے اور کہا:

''میں تو پہلے ہی جانتا تھا کہ میں اتنا خوش قسمت نہیں کہ مجھے بھی وہی نعمت ملے جو اولیاءکرام کو ملا کرتی ہے۔ہم اس قابل کہاں کہ ہمیں فقر کی لازوال دولت حاصل ہو''۔

(عیون الحکایات)

(معلوم ہوا بھائیو! مصائب وتکالیف کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے اور راضی برضائے الٰہی رہنا چاہیے اور یہ سعادت اہلِ حق کا حصہ ہے۔انہیں چاہے کیسی ہی مصیبت پہنچتی، کیسی ہی پریشانی لاحق ہوتی وہ ہرگز ہرگز ناشکری اور بےصبری کا مظاہرہ نہ کرتے بلکہ اس حالت کو بڑی سعادت سمجھتے۔)

(۶۰)

عربوں کی مہمان نوازی

عربوں کے ہاں دستور تھا کہ رات کے وقت اونچے اونچے ٹیلوں پر آگ جلا دیا کرتے تھے تاکہ اگر رات کے وقت کوئی مسافر گزرے تو وہ اس آگ کو دیکھ کر مقامی لوگوں کے خیموں تک پہنچ سکے اور جب کوئی بھوکا بھٹکا مسافر رات کے وقت ان کے ہاں پہنچ جاتا تھا تو وہ اس کی خاطر مدارات میں کوئی کمی نہ رہنے دیتے۔سید محمود بغدادی نے دو شعر اس سلسلے میں نقل کیے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

''ایک آقا اپنے غلام سے کہتا ہے' اے واقد! اونچے ٹیلے پر آگ جلا دے۔رات نہایت سرد ہے' ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔ممکن ہے کہ کوئی بھٹکا ہوا راہی تیری آگ کو دیکھ لے اگر تیری اس جلائی ہوئی آگ نے کسی مہمان کو اپنی طرف کھینچ لیا تو تجھے آزاد کر دیا جائے گا''۔(بلوغ الارب:۱/۸۷)

کبھی کبھی یہ لوگ بجائے آگ جلانے کے عود اور دوسری خوشبودار چیزیں بھی جلاتے تاکہ ہوا کے جھونکے وسیع وعریض صحرا میں دُور دُور تک مہک پھیلاتے رہیں اور مسافر یہ خوشبو سونگھ کر ان کے پاس پہنچ جائے پھر وہ اس کی ضیافت کر کے لطف اندوز ہوں۔بعض لوگوں نے اس مقصد کے لیے کتے پال رکھے تھے جو رات کے سناٹے میں بھونکتے تھے اور دُور دراز تک ان کی پھیلتی ہوئی آوازیں شب کے صحرانوردوں کو میزبانوں کے خیموں تک پہنچا دیتی تھیں اس طرح وہ ان کی مہمانی کر کے اپنی روح کو سکون بخشتے تھے۔ایک موقع پر ایک شاعر نے اپنے بیٹے کو اپنے کتے کے بارے میں یہ وصیت کی:

''میرے بیٹے! میں تجھے اپنے کتے کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ اس سے اچھا

سلوک کرنا' اس میں بعض خوبیاں ایسی ہیں جو مجھے بہت پسند ہیں۔ ان میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ جب فضارات کی سیاہ چادر اوڑھ لیتی ہے تو یہ میرے مہمان کو رات کی تاریکی ہی میں میرے پاس کھینچ لاتا ہے کیونکہ اس وقت آگ جلانے والے سوجایا کرتے ہیں''۔

(سنہرے نقوش بحوالہ سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۲۳۴)۔

(۶۱)

اللہ بندے کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتا ہے

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں:

''ایک دن میں ایک شاداب اور سرسبز باغ میں گزرا تو میں نے سیب کے درخت کے نیچے ایک جوان کو کھڑا ہوا دیکھا اور مجھے یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ پس میں نے اس کو سلام کیا اور اس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا پھر میں نے دوبارہ اس کو سلام کیا اور اس نے جواب نہ دیا پھر اس نے اپنی نماز میں اختصار کیا اور جب نماز سے فارغ ہوا تو اس نے اپنی انگلی سے زمین پر لکھا:

لِاَنَّهُ مُنِعَ اللِّسَانُ مِنَ الْكَلَامِ سَبَبُ الرَّدٰى وَجَالِبُ الْاٰفَاتِ فَاِذَا انْقَطَعْتَ فَكُنْ لِرَبِّكَ ذَاكِرًا لَّاتَنْسَهُ وَاَحْمَدُهُ فِى الْحَالَاتِ ۔

زبان بات کرنے سے روک دی گئی ہے کیونکہ یہ ہلاکت کا سبب اور آفتوں کی کھینچنے والی ہے۔ پس جب تو نے دنیا سے قطع تعلق کیا تو اپنے رب کا ذکر کرتا رہ اور اس کو نہ بھول اور سب حالتوں میں اس کی تعریف کرتا رہ۔ پس جب میں نے اس کو پڑھا تو دیر تک رویا پھر میں نے اپنی انگلی سے زمین پر لکھا:

وَمَا مِنْ كَاتِبٍ اِلَّا سَيَبْلٰى وَيَبْقَى الدَّهْرُ مَا كَتَبَتْ يَدَاهُ فَلَا تَكْتُبْ بِكَفِّكَ الْاَشْيَاءَ يَسُرُّكَ فِى الْقِيَامَةِ اَنْ تَرَاهُ

اور کوئی کاتب ایسا نہیں ہے جو پرانا اور نیست و نابود نہ ہو یعنی ہر کاتب نیست و نابود ہو جائے گا اور وہ مدت تک باقی رہے گا جن کو اس کے ہاتھوں نے لکھا ہے یا اس مصرع کے یہ

معنی ہیں جو کچھ اس کے ہاتھوں نے لکھا ہے اس کو زمانہ باقی رکھے گا۔ پس تم اپنی ہتھیلی سے ایسی چیز لکھو جو قیامت میں اس کو تمہارا دیکھنا تم کو خوش کردے۔ چنانچہ جب اس جوان نے اس کو پڑھا تو ایک سخت چیخ ماری اور مرگیا اس کے بعد میں نے چاہا کہ اس کی تجہیز کروں۔ پس آواز دی گئی کہ اس شخص کے معاملے کے متولی فرشتے ہی ہوں گے پھر میں ایک درخت کی جانب مائل ہوا اور اس کے نیچے کچھ رکعتیں پڑھیں اس کے بعد میں نے اس کے مقام کی طرف دیکھا تو نہ اس کا نشان دیکھا اور نہ کچھ خبر ملی۔

سُبْحَانَ اللهِ الْمَنَّانِ عَلٰی عِبَادِهٖ بِمُرَادِهٖ ۔

''پس پاکی ہے اس اللہ کی جو اپنے بندوں پر اپنی مراد کے موافق احسان کرنے والا ہے''۔

(۶۲)

مرحومین کے بارے میں خواب

مومن کے اچھے اچھے خوابوں کی بہت وقعت واہمیت ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے:

لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ یَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰی لَهٗ ۔ (مشکوٰۃ ج:۲، ص:۳۹۴، بحوالہ بخاری)

''نبوت میں سے مبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے صحابہ علیہم الرضوان نے کہا: مبشرات کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: اچھے اچھے خواب جو خود مسلمان کو اپنے لیے دیکھے یا کوئی دوسرا اس کے لیے دیکھے''۔

تو اموات کے بارے میں بزرگوں نے جو اچھے اچھے خواب دیکھے ہیں' ان میں سے چند خوابوں کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو ان خوابوں سے عبرت حاصل ہو۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق۔

☆...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کے بعد لوگوں نے دیکھا اور پوچھا: ''اے امیر المومنین! آپ اپنی زبان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: اسی زبان نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں گرایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟''

تو آپ نے فرمایا: ''میں نے اسی زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا تھا تو اسی زبان نے مجھے جنت میں داخل کردیا''۔ (احیاء العلوم ج:۴، ص:۴۳۱)

☆...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش میں حضرت عمر رضی اللہ کو کبھی خواب میں دیکھ لیتا تو ایک سال کے بعد میں نے ان کو خواب میں

Scanned with CamScanner

دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے میرے سامنے تشریف لائے تو میں نے پوچھا: ''اے امیر المومنین! آپ کا کیا حال ہے؟''

فرمایا: ''میں نے ابھی ابھی حساب سے فرصت پائی ہے اور اگر میں نے اپنے رب کو رؤف ورحیم نہ پایا ہوتا تو میرے قدم ڈگمگا جاتے''۔ (احیاء العلوم ج:۴ ص:۴۳۰)

☆...... حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اپنی زندگی میں میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی اُمت کی طرف سے مجھے بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں''۔

تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپ یوں دعا کیجیے کہ یااللہ تعالیٰ! تو مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگ عطا فرما اور ان لوگوں کو مجھ سے بدتر آدمی عطا فرما''۔

چنانچہ اس خواب کے بعد ہی عبدالرحمن بن ملجم خارجی نے آپ کو شہید کر دیا۔

(احیاء العلوم ج:۴ ص:۴۳۰)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن اناللہ پڑھتے ہوئے نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا: ''حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شیشی میں خون لیے فرما رہے ہیں کہ یہ میرے فرزند حضرت امام حسین کا خون اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں خداوند قدوس کے دربار میں پیش کرنے کے لیے لے جا رہا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد چوبیس دن یہ خبر آ گئی کہ کربلا میں حضرت امام حسین اور ان کے ساتھی شہید کر دیے گئے''۔

(احیاء العلوم ج:۴ ص:۴۳۱)

☆...... حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کا بیان ہے: ''میں نے خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کو تشریف فرما دیکھا تو میں نے سلام کیا اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ حضرت علی وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو لایا گیا اور ایک گھر میں دونوں کو داخل

کر کے دروازہ بند کر دیا گیا پھر بہت جلد حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ رب کعبہ کی قسم! میرا فیصلہ ہو گیا پھر حضرت معاویہ یہ کہتے ہوئے نکلے کہ رب کعبہ کی قسم! میری مغفرت ہو گئی اس کے بعد میں نیند سے بیدار ہو گیا''۔

(احیاء العلوم ج:۴ ص:۴۳۱)

☆...... حضرت ابویعقوب قاری دقیقی نے بیان کیا ہے:

''میں نے خواب دیکھا کہ ایک بہت لمبے آدمی ہیں جن کا رنگ گندمی ہے اور بہت سے لوگ ان کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ کسی نے بتایا: یہ اویس قرنی ہیں تو میں نے ان کے سامنے آ کر عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیے تو انہوں نے فرمایا: تم خدا کی محبت کے وقت اس کی رحمت کا دھیان رکھو اور گناہ کرتے وقت اس کے عذاب کو یاد رکھو اور تم کسی حال میں بھی خدا سے اپنی امیدواری کو مت کاٹو''۔ (احیاء العلوم ج:۴ ص:۴۳۳)

☆...... حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد بغداد کے کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا: اے امام! آپ کے ساتھ خدا کا کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا: الحمدللہ میری مغفرت ہو گئی۔ بزرگ نے کہا: غالباً آپ کی علمی ودینی خدمتوں کی بناء پر مغفرت ہوئی ہو گی؟ آپ نے جواب دیا: نہیں مجھے تو ارحم الراحمین نے صرف اتنی بات پر بخش دیا ہے کہ میرے مخالفین میرے بارے میں ایسی افواہیں اور تہمتیں پھیلایا کرتے تھے جو مجھ میں نہیں تھیں اور میں ہمیشہ ان کی ایذاؤں پر صبر کیا کرتا تھا''۔

(اولیاء رجال الحدیث ص:۳۰)

☆...... بغداد کے مشہور بزرگ حضرت معروف کرخی نے اپنے ایک رفیق سے کہا:

''تم مجھے امام ابویوسف کی وفات کی خبر دینا۔ رفیق کا بیان ہے کہ میں بغداد کے ایک دروازے پر پہنچا تو امام ابویوسف کا جنازہ جا رہا تھا میں نے سوچا کہ اگر حضرت معروف کرخی کو خبر دینے جاتا ہوں تو نمازِ جنازہ فوت ہو جائے گی اس لیے میں نمازِ جنازہ پڑھ کر ان کے پاس گیا اور ان کو خبر سنائی تو ان کو بے حد صدمہ ہوا بار بار اناللہ پڑھتے رہے اور افسوس کرتے رہے کہ ہائے میں ان کی نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکا پھر فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا

ہے کہ میں جنت میں داخل ہوا وہاں دیکھتا ہوں کہ ایک محل تیار ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ محل امام ابو یوسف کے لیے بنا ہے اور ان کی اچھی تعلیم اور تعلیم دین کے شوق کے صلہ میں اور انہوں نے لوگوں کی ایذاؤں پر صبر کیا اس کے اجر میں خدا نے ان کو یہ بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

۱۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ مزار شریف بغداد میں ہے۔

(اولیاء رجال الحدیث واحیاء العلوم ج:۴)

☆......حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: ''کون سے عمل پر آپ کی مغفرت ہوگئی؟''

تو آپ نے فرمایا: ''میرا تو ایک ہی کلمہ اللہ تعالیٰ کو پسند آ گیا اور اسی پر میری مغفرت ہوگئی اور وہ کلمہ وہی ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہر جنازہ دیکھ کر پڑھا کرتے تھے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ ۔

''پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ سے ہے اور اس کے لیے کبھی موت نہیں ہے''۔

(احیاء العلوم ج:۴ ص:۴۳۳)

☆......حضرت ربیع بن سلیمان کا بیان ہے: ''میں نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا' ان کا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ارحم الراحمین نے مجھے سونے کی کرسی پر بٹھا کر میرے اوپر تازہ چمکدار موتیوں کو نثار فرمایا''۔

(احیاء العلوم ج:۴ ص:۴۳۳)

☆......حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ کے شاگردوں میں سے ایک نے اس رات میں خواب دیکھا جس رات میں خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا کہ ایک منادی یہ اعلان کر رہا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ وَاصْطَفَی الْحَسَنَ الْبَصْرِیَّ عَلٰی اَھْلِ زَمَانِہٖ ۔

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کی اولاد اور حضرت عمران کی اولاد کو سارے جہان والوں پر فضیلت میں برگزیدہ بنالیا ہے اور

حضرت حسن بصری کو ان کے زمانے والوں پر فضیلت میں برگزیدہ بنالیا ہے''۔

(احیاء العلوم ج:۴ ص:۴۳۳)

☆......استاذ المحدثین حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کی وفات ہوگئی تو لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: ''آپ کا کیا انجام ہوا؟''

آپ نے فرمایا: ''میں نے ایک قدم پل صراط اور دوسرا قدم جنت میں رکھا اور حضرت ابن عیینہ سے بھی منقول ہے کہ میں نے خواب میں حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کو دیکھا اور وہ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑ کر آتے جاتے ہیں اور یہ آیت پڑھتے ہیں: لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۔ ''ان نعمتوں جیسی نعمت کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے''۔

پھر میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے کچھ وصیت فرمایئے تو فرمایا: ''تم دنیا کے لوگوں سے جان پہچان اور میل ملاپ کم رکھو''۔

اور قبیصہ بن عقبہ کہتے ہیں: ''میں نے حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے یہ تین اشعار پڑھے:

نَظَرْتُ اِلٰی رَبِّیْ کِفَاحًا فَقَالَ لِیْ!!
ھَنِیْئًا رِضَائِیْ عَنْکَ یَا ابْنَ سَعِیْدٖ

''میں نے اپنے رب کا آمنے سامنے دیدار کیا تو اس نے مجھ سے فرمایا: اے سعید کے فرزند میری رضا وخوشنودی تجھے مبارک ہو''۔

قَدْ کُنْتُ قَوَّامًا اِذَا اَظْلَمَ الدُّجٰی
بِعَبْرَۃٍ مُشْتَاقٍ وَّقَلْبِ عَمِیْدٖ!

''بے شک اندھیری راتوں میں تم بہت زیادہ قیام اللیل کرتے تھے' مشتاق کے آنسو اور عاشق کے دل کے ساتھ''

فَدُوْنَکَ فَاخْتَرْ اَیَّ قَصْرٍ اَرَدْتَّہٗ
وَزُرْنِیْ فَاِنِّیْ مِنْکَ غَیْرُ بَعِیْدٖ

"تو تم نے جو بھی محل چاہو اپنے لیے چُن لو اور تم میری زیارت کرتے رہو کیونکہ میں تم سے دُور نہیں ہوں"۔ (احیاء العلوم ج:۴،ص:۴۳۲)

☆......حضرت ابراہیم بن اسحاق حربی علیہ الرحمۃ ایک بلند مرتبہ عالمِ دین اور بزرگ ترین اولیاء میں سے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: کہو تم پر کیا گزری؟ اس نے کہا: میری مغفرت ہوگئی! میں نے کہا: شاید ان اخراجات کی وجہ سے جو تم نے مکہ مکرمہ کے راستے میں نہر نکالنے پر کیے ہیں تمہاری بخشش ہوگئی؟ کہا: ان اخراجات کا ثواب تو ان مال کے مالکوں کو مل گیا جن کی رقمیں شاہی خزانہ میں تھیں جس سے میں نے نہر بنوائی تھی۔ میری مغفرت تو میری اچھی نیت کی بدولت ہوئی"۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ زبیدہ خاتون نے خواب میں بتایا: میں ان چار کلمات کی وجہ سے بخش دی گئی جن کو زندگی میں بطور وظیفہ روزانہ پڑھا کرتی تھی اور وہ یہ ہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُفْنِیْ بِهَا عُمْرِیْ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُدْخِلُ بِهَا قَبْرِیْ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَخْلُوْ بِهَا وَحْدِیْ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَلْقٰی بِهَا رَبِّیْ ۔

(احیاء العلوم ج:۴،ص:۴۳۲)

☆......حضرت ایوب سختیانی علیہ الرحمۃ بہت ہی بلند مرتبہ محدث ہیں' آپ نے ایک بہت ہی گناہ گار آدمی کے جنازہ کو دیکھا تو گھر کے اندر چلے گئے تا کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھانی پڑے تو کسی نے اس گناہ گار کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: "تم پر کیا گزری؟" اس نے کہا: "میرے رب نے جو غفور و رحیم ہے' مجھے بخش دیا اور تم ایوب محدث کو قرآن مجید کی یہ آیت سنا دینا: لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۔ "اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہو جاتے تو اس وقت تم خرچ ہو جانے کے ڈر سے بخیل ہو جاتے"۔ (احیاء العلوم ج:۴،ص:۴۳۳)

☆......حضرت داؤد طائی علیہ الرحمۃ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر شاگرد اور مشہور تارک الدنیا عبادت گزار بزرگ ہیں جس رات ان کی وفات ہوئی' بہت سے مشائخ نے اس رات یہ خواب دیکھا کہ جنت میں خوب زینت کی جا رہی ہے اور

ہر طرف نور ہی نور پھیلا ہوا ہے تو مشائخ نے خواب ہی میں پوچھا: "یہ کون سی رات ہے؟" آواز آئی: "اس رات حضرت داؤد طائی علیہ الرحمۃ کی وفات ہوگئی ہے۔ ہر طرف فرشتوں کا ہجوم' یہ آرائش اور چہل پہل ان کی روح کی آمد آمد کے لیے ہے"۔

(احیاء العلوم ج:۴،ص:۴۳۳)

☆......حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے بڑے محب اور محبوب شاگرد اور رئیس الفقہاء استاذ المحدثین ہیں۔ علامہ ابن راشد کہتے ہیں: "مجھے حضرت عبداللہ بن مبارک کا خواب میں دیدار ہوا تو میں نے کہا: "آپ تو وفات پا گئے ہیں؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں!"

پھر میں نے عرض کیا: "آپ کے ساتھ کیا معاملہ گزرا؟"

فرمایا: "میری مغفرت ہوگئی"۔ پھر میں نے حضرت سفیان ثوری کا حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: "واہ! واہ! وہ تو:

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔

"وہ تو ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا کا انعام ہے یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہیں اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں"۔

(احیاء العلوم ج:۴،ص:۴۳۳)

☆......بعض مشائخ نے حضرت متمم دورقی علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا۔ یہ اپنے دور کے مشہور و ممتاز اولیاء میں سے ہیں۔ لوگوں نے خواب ہی میں پوچھا: آپ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے جنت میں بھیج دیا پھر مجھے بُلا کر پوچھا: تمہیں جنت کی کوئی چیز اچھی لگی؟ میں نے عرض کیا نہیں! ارشاد فرمایا: اگر تمہیں جنت کی کوئی چیز پسند آ گئی ہوتی تو میں تم کو جنت ہی کے سپرد کر دیتا اور تم کو میرا وصال نصیب نہ ہوتا"۔

(احیاء العلوم ج:۴،ص:۴۳۱)

☆......ابوبکر بن ابومریم محدث کا بیان ہے:

''میں نے حضرت ورقاء بن بشر حضرمی علیہ الرحمۃ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا: خدا کے ساتھ ان کا معاملہ کیا اور کیسا رہا؟ انہوں نے فرمایا: بڑی مشقتوں کے بعد میری نجات ہوگئی۔ میں نے دریافت کیا: کون سے عمل کو آپ نے سب سے افضل پایا؟ انہوں نے کہا: دن رات خدا کے خوف سے رونا''۔ (احیاء العلوم ج:۴، ص:۴۳۳)

☆......امام جرح وتعدیل اور حدیثوں کو پرکھنے کے بادشاہ ہیں۔ جیش بن مبشر کہتے ہیں:

''میں نے حضرت یحییٰ بن معین کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا؟''

جواب دیا: ''میری مغفرت ہوگئی اور دو مرتبہ مجھ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا''۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ ان کی وفات کے بعد بغداد کے ایک بزرگ نے یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے جارہے ہیں اور دریافت کرنے پر فرمایا: یحییٰ بن معین کی نمازِ جنازہ میں جارہا ہوں۔ یہ وہ شخص تھا کہ میری حدیثوں سے جھوٹ کو دفع کیا کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

☆......حضرت ابوبکر کتانی علیہ الرحمۃ مشائخ صوفیہ میں یہ بہت ہی نامور بزرگ ہیں۔ یہ فرماتے ہیں: ''میں نے خواب میں ایک جوان کو دیکھا کہ کبھی اتنا خوب صورت جوان میری نظروں کے سامنے نہیں آیا تھا تو میں نے اس سے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' اس نے کہا: ''میرا نام ''تقویٰ'' ہے''۔ تو میں نے کہا: ''تم کہاں رہتے ہو؟'' اس نے کہا: ''ہر غمگین دل میں'' پھر وہ مڑا تو ایک بدشکل اور بہت کالی عورت نظر آئی تو میں نے اس سے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' اس نے کہا: ''بدکاری'' میں نے کہا: ''تم کہاں رہتی ہو؟'' اس نے کہا: ''ہر خوشی منانے والے اِترانے والے کے دل میں''۔

ابوبکر کتانی کہتے ہیں کہ خواب دیکھ کر میں جاگ گیا اور میں نے خدا سے یہ عہد کرلیا کہ اب زندگی بھر سوائے اختیاری ہنسی کے کبھی نہیں ہنسوں گا''۔ (احیاء العلوم ج:۴، ص:۴۳۲)

☆......حضرت ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ ان کا بیان ہے:

''میں نے خواب میں ابلیس کو دیکھا تو اس کو مارنے کے لیے اپنی لاٹھی اُٹھائی مگر وہ بالکل خوف زدہ نہیں ہوا تو اس وقت غیبی آواز میں نے سنی: ''اے ابوسعید خراز! یہ ابلیس ہے یہ لاٹھی ڈنڈے سے نہیں ڈرتا ہے یہ تو بس اس شخص سے کانپتا ہے اور لرزتا ہے جس کے قلب میں ایمان کا نور ہوتا ہے''۔ اور ابوخراز نے یہ بھی فرمایا: ''میں دمشق میں تھا تو میں نے یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے کاندھوں پر ٹیک لگائے تشریف لائے اور میں اس وقت کوئی راگ گا رہا تھا اور سینہ کوٹ رہا تھا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوسعید! اس کا شر اس کے خیر سے بڑھ کر ہے''۔

(احیاء العلوم ج:۴، ص:۴۳۲)

☆......حضرت احمد بن ابی الحواری علیہ الرحمۃ بڑے پائے کے اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ ان کا بیان ہے: ''میں نے خواب میں اپنی ایک لونڈی کو دیکھا جس کا چہرہ چمک رہا تھا تو میں نے اس سے پوچھا: ''تمہارے چہرے پر اتنی چمک کیسے پیدا ہوگئی؟''

اس نے کہا: ''آپ کو یاد نہیں ایک رات آپ خوفِ خدا سے زار وزار رو رہے تھے اور آپ کے آنسو بہہ رہے تھے تو کمال محبت سے میں نے آپ کے آنسوؤں کو اپنے چہرے پر مل لیا تھا۔ یہ چمک اسی آنسو کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے''۔ (احیاء العلوم ج:۴، ص:۴۳۲)

☆......زبیر بن نعیم بابی کا بیان ہے:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ یحییٰ بن سعید قطان محدث کے بدن پر ایک کرتا ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ بَرَاءَةٌ لِيَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ نِ الْقَطَّانِ مِنَ النَّارِ ۔

''خدا کی طرف سے یہ لکھی ہوئی تحریر ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان کے لیے جہنم سے نجات ہے''۔ (تہذیب التہذیب)

☆......حضرت خطیب بغدادی کی عظمت اوران کی جلالت شان کا کیا کہنا! ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اورحال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

اَنَا فِیْ رَوْحٍ وَّرَیْحَانٍ وَجَنَّةِ نَعِیْمٍ ۔

''میں آرام اورراحت اورخوشبواورنعمتوں کی جنت میں ہوں''۔(بستان المحدثین)

☆......حضرت منصور بن اسمٰعیل علیہ الرحمۃ کا بیان ہے: ''میں نے عبداللہ بزار محدث علیہ الرحمۃ کوخواب میں دیکھا تو میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟'' انہوں نے کہا: ''جن جن گناہوں کا میں نے اقرار کرلیا ان سب گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا لیکن ایک گناہ کا شرم کی وجہ سے اقرار نہ کرسکا تو خداوند کریم نے مجھے پسینہ کی حالت میں کھڑا رکھا' یہاں تک کہ میرے چہرے کا گوشت گل کر گر پڑا''۔

میں نے پوچھا: ''وہ کون سا گناہ تھا؟'' انہوں نے کہا: ''میں نے ایک مرتبہ ایک خوب صورت لڑکے کو دیکھا تو وہ مجھے بہت اچھا لگا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے شرم کے باعث اپنے اس گناہ کا اقرار نہیں کیا''۔(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۳۱)

☆......حضرت ابوجعفر صیدلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوخواب میں اس طرح دیکھا کہ حضور فقراء کی ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں تو میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا پھر آسمان پھٹا اور دو فرشتے اُترے۔ ایک کے ہاتھ میں لوٹا اور دوسرے کے ہاتھ میں ایک طشت تھا۔ پہلے ان فرشتوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ دُھلایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دوسرے لوگوں کا ہاتھ دُھلایا جب میری باری آئی تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا: ''یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے''۔ تو میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ آپ کی حدیث شریف نہیں ہے: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۔ ''آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیوں نہیں!''

میں نے کہا: ''میں تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فقراء سے محبت رکھتا ہوں''۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''اس کا بھی ہاتھ دُھلاؤ یہ بھی انہی لوگوں میں

سے ہے''۔(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۳۱)

☆......حضرت محمد بن فضاء نے فرمایا:

''میں خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا تو مجھ سے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ عبداللہ بن عون کی ہمیشہ زیارت کرتے رہو کیونکہ وہ محبوبِ الٰہی ہے''۔

(تہذیب التہذیب)

☆......حضرت صالح بن مبشر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت عطاء سلمی علیہ الرحمۃ کوخواب میں دیکھا تو ان سے کہا:

''دنیا میں تو آپ بہت غمگین رہا کرتے تھے اب کیا حال ہے؟''

انہوں نے فرمایا: ''یہاں آکر مجھے بڑی راحت اور دائمی خوشی نصیب ہوئی ہے''۔

پھر میں نے پوچھا: ''آپ کس درجے میں ہیں؟''

تو انہوں نے فرمایا: مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۔

''میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے یعنی نبیوں اور صدیقوں' شہیدوں اور صالحین کے ساتھ''۔

حضرت عطاء سلمی بلند مرتبہ محدث اور بہت نامور اولیاء کرام میں سے ہیں۔

(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۳۱'۴۳۲)

☆......حضرت یزید بن مذعور علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں نے امام اوزاعی محدث شام کوخواب میں دیکھا اور عرض کیا:

''آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے کہ میں خدا کا مقرب بن جاؤں''۔

تو آپ نے فرمایا:

''میں نے علماء کرام اور غمگین رہنے والوں سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں دیکھا''۔

یزید بن مذعور بہت عمر دراز اور بہت ہی بوڑھے تھے' وہ ہر وقت خوفِ خدا سے رویا کرتے تھے' یہاں تک کہ روتے روتے وہ نابینا ہوگئے تھے۔(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۳۲)

Scanned with CamScanner

(۶۳)

عارضی عیش وعشرت

محمد بن جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک سے منقول ہے:

''جب میرا دادا یحییٰ بن خالد بن برمک قید میں تھا تو میرے والد نے اس سے پوچھا:

''ابا جان! ہمیں حکومت وشان وشوکت ملی' ہمارے احکامات پر عمل کیا جاتا رہا' ہماری بڑی ٹھاٹھ باٹھ تھی اب زمانے نے ہمیں قید کردیا اور ادنیٰ کپڑے پہننے تک نوبت آگئی اس کی کیا وجہ ہے؟'' میرے دادا نے کہا:

''اے میرے بیٹے! مظلوم کی پکار رات کے اندھیرے میں بلند ہوتی رہی اور ہم اس سے غافل رہے لیکن علیم وخبیر پروردگار اس سے غافل نہیں''۔ پھر چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

''کتنی ہی ایسی قومیں ہیں کہ ان کے صبح وشام نعمتوں اور آسائشوں میں گزرے اور زمانہ ان پر عیش وعشرت کی خوب بارشیں برساتا رہا' زمانہ ان سے خاموش رہا پھر جب بولا تو انہیں خون کے آنسو رُلانے لگا''۔ (عیون الحکایات)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے' ظالموں سے ہماری حفاظت فرمائے اور مظلوموں کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

انسان کو ہر دَم اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ گناہوں میں ہر وقت مستغرق رہنے کے باوجود اگر ہمیں ڈھیل دی جاتی رہی تو اس ڈھیل سے خوش نہیں ہونا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ہر دَم لرزاں وترساں رہنا چاہیے۔ بے شک اس کی پکڑ بڑی سخت ہے' طاقت ودولت کے نشے میں آکر کسی غریب ومظلوم کی بددعا نہیں لینی چاہیے' کسی

بے گناہ پر ظلم وستم کے تیر چلانے والا ظالم وسخت دل شخص جب عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کی سب اکڑ نکل جاتی ہے اور مظلوم کی دعا بہت جلد مقبول ہوتی ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ ظلم وستم اور تمام بُرے افعال سے اجتناب کرے اور اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے ہر دَم ڈرتا رہے کہ نہ جانے ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی دائمی رضا عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned with CamScanner

(۶۴)

وعدہ وفائی

عربوں میں قول وقرار کی پابندی ضرب المثل بن چکی تھی۔ ایفائے عہد کے لیے اگر انہیں اپنی جان بھی قربان کرنی پڑتی تھی تو وہ دریغ نہیں کرتے تھے اس بات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب دولتِ ایمانی سے مشرف ہوئے تو پورا مکہ برافروختہ ہو کر ان کے مکان پر چڑھ دوڑا۔ مشرکین نعرے لگا رہے تھے: ''عمر بے دین ہو گیا''۔

سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے والد عاص بن وائل سہمی یہ حالت دیکھ کر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے اور ہجوم کو چیرتے ہوئے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا: ''آپ کے گھر پر یہ ہجوم کس وجہ سے آیا ہے؟''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس معاملے کی تفصیلات سے آگاہ کر دیا جب یہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کر کے باہر آئے تو لوگوں سے کہا: ''عمر میری پناہ میں ہے' تم لوگ ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے''۔ یہ بات سن کر سارا مجمع چھٹ گیا اور لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ (بخاری شریف' حدیث: ۳۸۶۴)

عہد و پیمان کے احترام کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفرِ ہجرت کے لیے سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جو رہبر مقرر فرمایا تھا اس کا نام عبداللہ بن اریقط تھا۔ گو کہ وہ غیر مسلم تھا اور قریشِ مکہ کے ہر قسم کے انعام و اکرام کے لالچ سے منہ موڑ کر دیانت داری سے پروگرام کے عین مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پہنچا دیا۔

اس سلسلے میں امام مرزوقی نے ایک واقعہ لکھا ہے:

''سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مضر کے لیے قحط سالی کی بددعا فرمائی۔ سات سال تک بارش کا ایک قطرہ نہ برسا۔ خشک سالی کی وجہ سے ہر طرف ویرانی پھیل گئی' کھانے کا اناج اور پینے کا پانی ناپید ہو گیا' حالات سے مجبور ہو کر قبیلے کے سردار حاجب نے اپنی قوم سے کہا: ''میں کسریٰ کے پاس ایران جاتا ہوں کیونکہ قحط کی تباہ کاریوں اور خشک سالی کی وجہ سے اب یہاں رہنا مشکل ہو گیا ہے''۔ قوم نے اس تجویز کو پسند کیا چنانچہ وہ کسریٰ کے پاس گئے اور اس سے قحط سالی کے خاتمے تک اپنی قوم کے ہمراہ اس کے ملک میں رہنے کی اجازت مانگی۔

کسریٰ نے اس کی درخواست کے جواب میں کہا: ''تم لوگ قزاقی اور غارت گری کے خوگر ہو اور فتنہ وفساد پھیلاتے ہو اگر تم میرے ملک میں مقیم ہو گئے تو تمہاری عاداتِ بد کی وجہ سے میری قوم اور ملک کا سکون بھی برباد ہو جائے گا اور میں اپنی قوم کا سکون کبھی برباد نہیں ہونے دوں گا''۔

سردار قبیلہ حاجب نے کہا: ''میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک میری قوم تیرے ملک میں رہے گی ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گی جس سے ملک کے امن وسکون کو کوئی نقصان پہنچے''۔

کسریٰ نے کہا: ''کیا اس عہد کا کوئی ضامن ہے؟'' حاجب نے کہا: ''میں اپنے عہد کی ضمانت کے طور پر اپنی کمان تیرے پاس رکھتا ہوں''۔

کسریٰ کے لیے یہ بات بڑی انوکھی تھی۔ کمان گروی رکھنے کا مطلب اس کی سمجھ میں نہ آیا پھر تھوڑی دیر کے بعد حاجب اپنی کمان لے کر دربار میں حاضر ہوا تو اہلِ دربار کمان دیکھ کر ہنس پڑے لیکن کسریٰ نے کہا: ''ہمیں کمان کی ضمانت منظور ہے''۔

مؤرخین نے لکھا ہے: ''جتنا عرصہ حاجب اپنی قوم کے ساتھ ایران کے علاقے میں رہا' قوم کے ہر فرد نے اپنے سردار کے اس عہد کا پاس رکھا اور کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے اس کے عہد کی شکست وریخت ہوتی اور ملک کا امن پامال ہوتا''۔

چند برس کے بعد حاجب مر گیا اور قبیلہ مضر کو اللہ تعالیٰ نے دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ

وسلم میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ان کے علاقے کی ساری رونقیں واپس آ گئیں۔ تمام علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا' کھیت لہلہانے لگے' تالاب پانی سے بھر گئے چنانچہ پورا قبیلہ ایران کی سکونت ترک کر کے اپنے وطن میں واپس آ گیا۔

کچھ عرصہ بعد حاجب کا بیٹا عطارد کسریٰ کے پاس گیا اور اپنے باپ کی رہن شدہ کمان واپس مانگی۔ کسریٰ نے کہا: ''جس شخص نے کمان گروی رکھی تھی' وہ تو کوئی اور تھا''۔

عطارد نے کہا: ''وہ میرا باپ تھا' میں اس کا بیٹا ہوں۔ میرا باپ فوت ہو گیا ہے' میں اپنے باپ کی کمان لینے آیا ہوں''۔

کسریٰ نے وہ کمان واپس کر دی اور ایفائے عہد کی خوشی میں اسے خلعتِ فاخرہ سے نوازا۔ (سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم)

(۶۵)

ایک گناہ گار پر اللہ کا فضل

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں:

''میں اپنے کپڑے دھونے کے واسطے دریائے نیل کے کنارے گیا۔ چنانچہ میں وہاں کھڑا تھا اسی درمیان میں دفعتاً میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی بڑا بچھو میری طرف چلا آتا ہے۔ میں اس سے گھبرایا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی کہ وہ اس کے شر سے مجھے بچا دے۔ چنانچہ وہ بچھو چلا' یہاں تک کہ دریائے نیل کے کنارے پہنچا۔ ناگاہ ایک بڑا مینڈک دریا سے نکلا۔ پس یہ بچھو اس کی پیٹھ پر سوار ہوا۔ میں بھی اس کے پیچھے چلا اور میں برابر اس کو دیکھتا رہا' یہاں تک کہ وہ ایک ایسے درخت تک آیا جس کی شاخیں بڑی بڑی تھیں اور اس کا سایہ زیادہ تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک جوان بے ریش سویا ہوا ہے اور وہ نشہ میں چور ہے۔ پس میں نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کہا۔ چنانچہ یہ بچھو دوسری جانب سے اس جوان کو ڈنک مارنے کے واسطے آیا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ جب یہ بچھو اس جوان کے قریب ہو گا تو اسے مار ڈالے گا۔ یہ خیال کر کے اس کے قریب کھڑا ہو گیا کہ دفعتاً میں نے ایک بڑے سانپ کو دیکھا کہ وہ سامنے سے آ رہا ہے اور اس جوان کے مار ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے۔ پس بچھو نے سانپ کا قصد کیا اور اس پر فتح یاب ہوا اور اس کے دماغ پر چمٹ گیا اور وہاں سے الگ نہ ہوا حتیٰ کہ اس کو مار ڈالا پھر وہ بچھو دریائے نیل کی طرف لوٹا جہاں وہ مینڈک اس کا انتظار کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ اس کی پیٹھ پر سوار ہوا اور میں اس کے پیچھے اس کو دیکھ رہا تھا اور وہ بچھو اسی جانب واپس گیا جدھر سے آیا تھا اس کے بعد میں اس جوان کی طرف واپس آیا اور میں یہ اشعار پڑھتا تھا

Scanned with CamScanner

يَا رَاقِدُ وَالْخَلِيْلُ يَحْفَظُكَ
مِنْ كُلِّ سُوْءٍ يَكُوْنُ فِي الظُّلَمِ
كَيْفَ تَنَامُ الْعُيُوْنُ عَنْ مَلِكٍ
يَأْتِيْكَ مِنْهُ فَوَائِدُ النِّعَمِ

''اے سونے والے اُٹھ حالانکہ دوست ہر اس بُرائی سے جو اندھیروں میں ہوتی ہے' اس کی حفاظت کرتا ہے۔ آنکھیں اس بادشاہ سے کیونکر سوتی ہیں جس کی طرف سے تیرے پاس نعمتوں کے فائدے آتے ہیں''۔

وہ جوان میرے کلام پر بے دار ہوا میں نے اس کو اس قصہ کی خبر دی۔ چنانچہ اس نے توبہ کی اور اپنے لہو ولعب کے کپڑے نکال ڈالے اور سیر وسیاحت کے کپڑے پہنے اور وہ اسی حالت پر قائم ودائم رہا' یہاں تک کہ مر گیا اس پر اللہ کی رحمت ہو''۔

(انوار المحبوبی' ترجمہ نوادر القلیوبی)

(۶۶)

غیبی امداد

ابو العباس بکری ناقل ہیں کہ محمد بن جریر طبری اور محمد بن خزیمہ اور محمد بن نصر اور محمد بن ہارون رویانی' یہ چاروں محمد نام کے محدثین اپنے طالبِ علمی کے زمانے میں مصر کے اندر مجتمع ہوئے اور چاروں مفلسی اور فاقہ کشی سے مجبور اور لاچار ہو گئے۔ ایک دن ان چاروں نے یہ طے کیا کہ قرعہ نکالو جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ خدا سے دعا مانگے چنانچہ جیسے ہی انہوں نے دعا مانگی ایک غلام موم بتی لیے ہوئے دروازے پر کھڑا نظر آیا اس نے کہا: ''محمد بن نصر کون ہے؟'' لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا تو اس نے ان کو پچاس دینار کی تھیلی دی پھر باقی تینوں کو بھی ان کا نام پوچھ پوچھ کر پچاس پچاس دینار کی تھیلی دی اور کہا: ''امیر مصر سو رہا تھا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ چار محمد نام کے طالب علم بھوکے ہیں تو اس نے آپ لوگوں کے خرچ کے واسطے یہ تھیلیاں بھیجی ہیں۔ میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ جب یہ رقم خرچ ہو جائے تو آپ لوگ ضرور ضرور مجھے مطلع فرمائیں''۔ (تذکرۃ الحفاظ' ج:۲' ص:۱۸۲)

☆......خالد بن عبد العزیز کہتے ہیں: ''حافظ الحدیث حیوہ بن شریح بہت ہی مفلوک الحال اور تنگ دست تھے اور خوفِ خداوندی سے دن رات رویا کرتے تھے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عالمِ تنہائی میں انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگ رہے ہیں۔ مجھے ان کی غریبی پر بڑا ترس آیا تو میں نے عرض کیا: ''کیوں نہیں آپ خداوندِ عالم سے دعا مانگتے کہ وہ آپ کو اتنی دولت عطا فرمائے کہ آپ کی تنگ دستی وفاقہ مستی دُور ہو جائے؟''

یہ سنتے ہی حضرت حیوہ بن شریح نے دائیں بائیں مڑ کر دیکھا اور زمین سے کچھ کنکریاں سونا بن گئیں اور انہوں نے ان کو میری طرف پھینک کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے''۔ پھر میں نے عرض کیا: ''میں ان سونے کے ٹکڑوں کو کیا کروں؟'' فرمایا: ''تم ان کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کر ڈالو''۔

خالد بن عبدالعزیز کا بیان ہے: ''میں ان کے جلال سے اس قدر خائف ہو گیا کہ مارے ڈر کے ان کے فرمان کو ٹال نہیں سکا اور میں ان سونے کے ٹکڑوں کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلا آیا''۔ (مستطرف ج:۲ ص:۴۸)

ان تاریخی حقائق اور مستند واقعات سے ان منکرین کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو اہل اللہ کے خداداد تصرفات وکرامات کے انکار اور بزرگانِ دین کی توہین وتنقیص کو توحید کی بنیاد ٹھہراتے ہیں۔ ان کو کیا خبر کہ بحرِ توحید کے بڑے بڑے غواصوں اور میدانِ تصوف کے عدیم المثال شہ سواروں نے اکابر ملت واولیاء اُمت کے خداداد تصرفات کو دیکھ کر اپنی خالی جھولیاں پھیلائے ہوئے یہ صدا لگا کر ان سلاطین کرامات کے آستانوں پر فیض کی بھیک مانگی ہے:

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

''وہ لوگ جو اپنی ایک نظر ڈال کر مٹی کو سونا بنا دیتے ہیں۔ کاش ایسا ہوتا ہے کبھی وہ لوگ اپنی کنکھیوں سے ایک مرتبہ ہماری طرف بھی دیکھ لیتے تو ہمارے وجود کی خاک بھی عالم پاک کی کیمیا بن جاتی''۔

سبحان اللہ! اللہ والوں کے خداداد تصرفات کی قوت اور ان کی روحانی طاقت کا کیا کہنا؟ شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حقیقت تو یہ ہے کہ ان باخدا بزرگوں کی کرامات اور ان کے خداداد تصرفات کے حالات پڑھ کر یہ شعر حرف تمنا بن کر زبان پر آ جاتا ہے کہ

ہیں زیرِ خاک بھی افلاک جن کے زیرِ اثر
وہ کاش آئیں میرے دل میں حکمران بن کر (روحانی حکایات)

(۶۷)

یاالٰہی مغفرت کر بے کس ومجبور کی

حضرت محمد بن سلم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: ''میں نے قاضی یحییٰ بن اکثم کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ؟ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟''

کہا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا اور فرمایا' اے بدعمل بڈھے اگر تیرے بال سفید نہ ہوتے تو میں تجھے ضرور آگ میں جلاتا''۔

یہ فرمان سن کر میری کیفیت وہ ہو گئی جو ایک مجرم کی اپنے آقا کے سامنے ہوتی ہے۔ میں بُری طرح کانپنے لگا جب افاقہ ہوا تو دوبارہ ارشاد ہوا: ''اے بدعمل بڈھے! تو سفید ریش نہ ہوتا تو میں ضرور تجھے آگ میں جلاتا''۔

مجھ پر پھر ہیبت طاری ہو گئی اور بُری طرح کانپنے لگا جب حالت کچھ سنبھلی تو تیسری مرتبہ پھر اسی طرح فرمایا۔ میں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: ''اے میرے خالق و مالک! اے رحیم وکریم! اے عفو ودرگزر فرمانے والے! میں نے عبدالرزاق بن ہمام سے' انہوں نے معمر بن راشد سے' انہوں نے ابنِ شہاب زُہری سے' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے تیرے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور انہوں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے تیرا یہ فرمان سنا: ''میرا وہ بندہ جسے اسلام میں بڑھاپا آ گیا' اسے جہنم کا عذاب دینے سے مجھے حیا آتی ہے''۔

تو میرے پروردگار نے فرمایا: ''عبدالرزاق' معمر' زُہری اور انس سب نے سچ کہا' میرے نبی نے سچ کہا' جبریل نے سچ کہا اور میرا قول سچا ہے' اے فرشتو! اسے جنت میں لے

جاؤ''۔ (اللآلی المصنوعۃ الاحادیث الموضوعۃ' کتاب المبتدا' ج ۱' ص ۱۲۵)

ایک روایت میں اس طرح ہے' قاضی یحییٰ بن اکثم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے بوڑھے! تیرے لیے بُرائی ہے''۔

عرض کی: ''اے میرے پاک پروردگار! تیرے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تو اس بات سے حیا کرتا ہے کہ اسی (۸۰) سال والے بوڑھوں کو عذاب دے''۔

(الجامع الصغیر الحدیث: ۱۸۹۱' ص: ۱۱۶ ملخصاً)

''اے میرے خالق! میں بھی اسی (۸۰) سال دنیا میں گزار کر آیا ہوں' مجھ پر بھی کرم فرما دے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرے نبی آخر الزماں نے سچ فرمایا ہے' جا! ہم نے تجھے بخش دیا''۔ (عیون الحکایات)

ہر خطا تو درگزر کر بے کس و مجبور کی
یاالٰہی مغفرت کر بے کس و مجبور کی

(۶۸)

ایفائے عہد اور پاسِ وفا

امراؤ القیس قیصر روم سے ملاقات کے لیے گیا تو اس نے اپنی زرہیں امانت کے طور پر سموأل کے پاس رکھیں۔ (یہ سموأل بن غریض بن عادیاء الازدی ہے۔ زمانہ جاہلیت کا معروف شاعر اور دانش ور تھا۔ مدینہ منورہ کے شمال میں خیبر کا باشندہ تھا اس کا ایک شعری دیوان بھی ہے۔ شاعر امرؤ القیس سے اس کی وفاداری کا قصہ بڑا مشہور ہے۔ دیکھیے الاعلام: ۳/۱۴۰)

امراؤ القیس مر گیا تو شام کے بادشاہ حارث بن جبلہ غسانی نے امراؤ القیس کی زرہیں لینے کے لیے سموأل پر چڑھائی کر دی۔ سموأل قلعہ نشین ہو گیا اور قلعے کے دروازے مضبوطی سے بند کر لیے۔ بدقسمتی سے سموأل کا ایک بیٹا قلعہ سے باہر رہ گیا' اسے بادشاہ نے گرفتار کر لیا۔ بادشاہ نے سموأل کو آواز دی اور کہا:

''اگرچہ تم قلعہ نشین ہو گئے ہو لیکن دیکھو! تمہارا یہ بیٹا میرے قبضے میں ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ امرؤ القیس میرا چچا زاد تھا اور میں اس کی میراث کا دوسروں سے زیادہ حق دار ہوں لہٰذا اگر تم نے اس کی زرہیں میرے حوالے نہ کیں تو میں تمہارے بیٹے کو قتل کر دوں گا''۔

سموأل اپنے بیٹے کو اس ظالم کے قبضے میں دیکھ کر سخت پریشان ہوا اور اس سے غور و فکر کے لیے کچھ مہلت مانگی۔ بعد میں اس نے قلعے میں اپنے عزیز و اقارب اور خواتینِ خانہ سے صلاح مشورہ کیا۔ سب نے یہی مشورہ دیا کہ زرہیں اس کے حوالے کر کے اپنے بیٹے کی جان بچاؤ جب صبح ہوئی تو سموأل نے قلعہ کی فصیل سے جھانک کر بادشاہ کو آواز دی اور کہا:

"اے بادشاہ! میں تجھے وہ زرہیں کسی قیمت پر نہیں لوٹاؤں گا۔ تیرا جو جی چاہے کر لے"۔

بادشاہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا لیکن سموأل نے اسے زرہیں نہ دیں۔ بادشاہ بے نیل ومرام واپس چلا گیا۔ بادشاہ کے واپس جانے کے بعد سموأل زرہیں لے کر امرؤ القیس کے اہلِ خانہ کے پاس گیا اور زرہیں اس کے ورثاء کے سپرد کر دیں اس کے چند شعر ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

"میں نے امرؤ القیس کندی کی زرہیں اس کے وارثوں کو پہنچا دیں جن حالات میں دوسری قومیں خیانت کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں، میں ان دگرگوں حالات میں بھی اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں"۔

(یہ واقعہ تاریخ کی متعدد کتابوں میں مذکور ہے جیسے البدء والتاریخ: ۳/۲۰۳، والکامل فی التاریخ: ۱/۴۰۵ وخلاصۃ الأثر: ۲/۲۷۹ وغیرہ)

☆......نعمان بن منذر حیرہ کا گورنر تھا اس کا باپ منذر بن امرؤ القیس تھا۔ منذر کو "مزدکی" تحریک کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے نوشیرواں عادل کے باپ نے حیرہ کی گورنری سے معزول کر دیا تھا۔ بعدازاں نوشیرواں نے اپنے عہدِ حکومت میں اسے بحال کر دیا۔ نعمان نے اپنے دَورِ حکومت میں دو خاص دن مقرر کر رکھے تھے۔ ایک کا نام یوم النعیم (خوشی کا دن) تھا اور دوسرے کا نام یوم البؤس (غم کا دن) تھا۔ یوم النعیم کو جس شخص پر اس کی اوّلین نظر پڑتی اسے وہ سو اونٹ انعام دیتا اور یوم البؤس کو جو شخص اسے سب سے پہلے نظر آتا اسے وہ قتل کر دیتا تھا۔ ایک روز نعمان بن منذر جنگل میں شکار کے لیے گیا اور ایک گورخر کے پیچھے گھوڑا دوڑایا اس دوران اس کے سارے مصاحبین پیچھے رہ گئے اور بادشاہ وہاں جا پہنچا جہاں اس کی کسی سے کوئی جان پہچان نہیں تھی۔ اتنے میں بادل اُمنڈ آئے اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ بارش سے بچنے کے لیے وہ کوئی جگہ تلاش کرنے لگا۔ اسے ایک مکان دِکھائی دیا۔ یہ بنی طے کے ایک شخص حنظلہ کا مکان تھا۔ حنظلہ اپنی بیوی کے ساتھ اسی مکان میں رہائش پذیر تھا۔ بادشاہ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حنظلہ نے دروازہ کھولا۔ بادشاہ نے اس

سے سر چھپانے کی درخواست کی اس نے خیر مقدم کیا اور کہا: "اندر تشریف لے آئیں"۔

حنظلہ پہچان نہ سکا کہ یہ مہمان حیرہ کا بادشاہ ہے اس کے پاس صرف ایک بکری ہی تھی جس کا دودھ دونوں میاں بیوی پیتے اور اسی پر جیتے تھے۔ روایتی مہمان نوازی کی وجہ سے حنظلہ نے اپنی بیوی سے کہا: "یہ تو کوئی بہت عظیم الشان غیر معمولی مہمان ہے لہٰذا اس کی خاطر خواہ مہمان نوازی کس طرح کی جائے؟" بیوی نے کہا: "میں نے تھوڑا سا آٹا بچا رکھا ہے، میں روٹی پکاتی ہوں تم یوں کرو کہ پہلے بکری کا دودھ دوہ لو پھر اسے ذبح کر دو"۔

چنانچہ نعمان کو انہوں نے پہلے دودھ پلایا پھر بکری ذبح کر کے گوشت اور روٹی سے اس کی مہمان نوازی کی جب مہمان کھانا کھا چکا تو اس کے لیے نہایت آرام سے رات بسر کرنے کا اہتمام کیا۔ صبح کو نعمان وہاں سے رخصت ہوا تو اس نے آگاہ کیا: "میں حیرہ کا بادشاہ نعمان ہوں، کبھی تمہیں میری ضرورت پڑے تو میرے پاس آنا میں تمہیں تمہاری خدمت کا صلہ دوں گا"۔ حنظلہ نے کہا: "بہت اچھا!"

خاصہ عرصہ گزر گیا اور یہ بات آئی گئی ہو گئی۔ ایک مرتبہ ان کے علاقے میں قحط پڑا۔ خستہ حالی نے ان دونوں میاں بیوی کو بھی آ دبوچا۔ ایک دن اس کی بیوی نے کہا: "اب تو فاقہ بھی برداشت نہیں ہوتا اور مالی حالت بھی روز بروز خراب ہو رہی ہے۔ حیرہ کے بادشاہ نے تمہیں آنے کو کہا تھا لہٰذا اس کے پاس جاؤ شاید وہ ہماری مالی امداد کرے"۔

بیوی کے کہنے پر حنظلہ حیرہ روانہ ہو گیا لیکن سوئے اتفاق سے جب وہ نعمان کے دربار میں داخل ہوا اس روز یوم البؤس تھا۔ سب سے پہلے نعمان نے اسی کو دیکھا اور پہچان گیا کہ یہی وہی شخص ہے جس نے برسات کی رات میری بڑی خدمت کی تھی۔ اسے بہت دُکھ ہوا کہ یہ آج میرے پاس کیوں آ گیا۔ بادشاہ نعمان اسے نہایت رنج وغم کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔ حنظلہ سمجھا کہ شاید اس نے مجھے پہچانا نہیں جو اس طرح مجھے دیکھ رہا ہے چنانچہ اس نے اپنا تعارف کرایا۔

نعمان نے کہا: "میں نے تمہیں پہچان لیا ہے لیکن کاش! تم آج نہ آتے کسی اور دن آ جاتے کیونکہ آج یوم البؤس ہے"۔ اس نے کہا: "مجھے تو اس بات کا علم نہیں تھا"۔

Scanned with CamScanner

نعمان نے کہا: ''کچھ بھی ہو' میں مجبور ہوں۔ آج کے دن میرا سگا بیٹا بھی میرے سامنے آ جاتا تو میں اسے بھی قتل کر دیتا لہٰذا اگر کوئی حاجت ہے تو فوراً بتاؤ' کیونکہ میں تمہیں بہرحال قتل کروں گا''۔ حنظلہ نے کہا: ''اگر آپ نے مجھے قتل کر دیا اور میرا وجود ہی باقی نہ رہا تو پھر آپ کا انعام واکرام میرے کس کام کا؟'' نعمان نے کہا: ''تمہاری بات اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن میرے قانون کے تحت تم بہرحال قتل کیے جاؤ گے''۔ حنظلہ نے عرض کیا: ''اگر واقعی میرے قتل کے بغیر چارہ نہیں تو مجھے مہلت دیجیے تاکہ میں ایک مرتبہ اپنے گھر والوں سے مل آؤں اور انہیں آخری وصیتیں کر آؤں۔ میں ان کے لیے مناسب انتظام کر کے واپس آ جاؤں گا''۔ بادشاہ نے کہا: ''کوئی ضامن دو''۔

حنظلہ نے اِدھر اُدھر دیکھا اس کی نگاہ شریک بن عمر پر پڑی اس نے اس سے ضمانت دینے کی درخواست کی لیکن شریک بن عمر نے ضمانت دینے سے انکار کر دیا۔ بنی کلب کا ایک آدمی' جس کا نام قراد بن اجدع تھا' کھڑا ہو گیا اور بادشاہ سے کہا: ''میں اس کی ضمانت دیتا ہوں''۔ نعمان نے حنظلہ کو پانچ سو اونٹنیاں' بہت سا مال ومتاع اور ایک سال کی مہلت دی کہ وہ اس دوران واپس آ جائے جب ایک سال گزرنے میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو نعمان نے قراد بن اجدع سے کہا: ''وہ شخص تو واپس نہیں آیا لہٰذا کل اس کی جگہ تجھے قتل کر دیا جائے گا''۔ قراد نے جواب دیا: ''اگر آج کا دن منہ موڑ چکا ہے تو کل کا دن بھی قریب ہے' زیادہ دُور نہیں۔ آنے والے لمحات کے لیے کاتب تقدیر نے کیا لکھا ہے؟ جلد پتہ چل جائے گا''۔

دوسرے دن نعمان بن منذر اپنے حکم کے مطابق ہتھیار سجا کر گھوڑے پر سوار ہو کر ٹھیک اس جگہ آ پہنچا جہاں وہ اس روز سب سے پہلے نظر آ جانے والے شخص کو قتل کیا کرتا تھا۔ بادشاہ نے جلاد کو قراد بن اجدع کا سر قلم کرنے کا حکم دیا۔ بادشاہ کے وزیروں نے کہا: ''جب تک اس دن کا سورج اپنا منہ نہ چھپا لے' اخلاقی طور پر آپ اسے قتل کرنے کے مجاز نہیں لہٰذا سورج غروب ہونے کا انتظار کر لیں''۔

نعمان نے رات تک مہلت دے دی لیکن اس کا دل چاہتا تھا کہ قراد بن اجدع قتل ہو

جائے اور حنظلہ بچ جائے کیونکہ اس نے موسلا دھار بارش کی رات اس کی مہمان نوازی کی تھی۔ سورج رینگ رینگ کر حجلۂ مغرب میں چھپنے کی تیاری کر رہا تھا اور رات اپنی زلفیں کھول کر اُترنے ہی والی تھی۔ جلاد نے قراد کے کپڑے اُتار دیئے' تلوار بے نیام ہو گئی۔ بادشاہ کی ایک نگاہ آفتاب کی طرف اور دوسری جلاد کی طرف تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ جونہی سورج غروب ہو وہ فوری طور پر جلاد کو سر قلم کرنے کا حکم دے دے۔ قراد بن اجدع کو نطع' یعنی چمڑے کے اس فرش پر' جس پر جلاد کسی کو قتل کرتا تھا' کھڑا کر دیا گیا اب جلاد بادشاہ کے اشارۂ ابرو کا منتظر تھا کہ اچانک دُور سے ایک آدمی بھاگ کر آتا ہوا نظر آیا۔ بادشاہ جلاد کو قراد کے قتل کا حکم دینے ہی والا تھا کہ وزراء نے کہا: ''جب تک معلوم نہ ہو جائے کہ آنے والا شخص کون ہے اس وقت تک اسے قتل نہ کیا جائے''۔

جب وہ شخص قریب آیا تو سب نے دیکھا کہ وہ حنظلہ تھا۔ بادشاہ نے حنظلہ کو دیکھا تو پریشان ہو گیا اس نے اسے غصہ بھری نگاہ سے دیکھا اور کہا: ''جب تم ایک بار قتل ہونے سے بچ ہی گئے تھے اور یہاں سے چلے گئے تھے تو پھر واپس کیوں آ گئے؟'' اس نے فوراً جواب دیا: ''الوفاء'' یعنی اپنے عہد کو پورا کرنے کے لیے۔ بادشاہ نے پوچھا: ''وفا کا یہ سبق تو نے کہاں سے سیکھا؟'' اس نے کہا: ''اپنے بزرگوں سے''۔

اس دن سے نعمان نے اپنے آپ کو مکمل طور پر تبدیل کر لیا اور اسی روز سے قتل کرنے کا یہ رواج ختم کر دیا۔ قراد اور حنظلہ دونوں کو معاف کر دیا اور کہا:

وَاللهِ! مَا أَدْرِيْ أَيُّكُمَا أَوْفٰى وَأَكْرَمُ ۔

''واللہ! میں نہیں جانتا کہ تم دونوں میں سے زیادہ باوفا اور زیادہ کریم کون ہے؟''

حنظلہ نے کہا: ''میں وہ شخص ہوں کہ وعدہ پورا کرنا جس کی فطرت میں داخل ہے اور میں احسان کا بدلہ دینے کے لیے اپنی جان بھی قربان کرنے پر تیار ہوں''۔

(سیرت خاتم النبیین' ص: ۲۹-۳۱' مؤلف: حکیم محمود احمد ظفر)

Scanned with CamScanner

(۶۹)

تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ انہوں نے کہا: ''بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں میں سے ایک عابد تھا جو اپنے اس عبادت خانہ میں جو نہر کی جانب واقع تھا' اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور اس کے قریب ہی ایک دھوبی تھا جو کپڑے دھویا کرتا تھا۔ ایک سوار آیا جس کے پاس ایک تھیلی تھی اس نے اپنے کپڑے اور تھیلی نکالی اور نہر میں دھوئے اس کے بعد اس نے اپنے کپڑے پہنے اور اپنی تھیلی بھول گیا اور چلا گیا پھر ایک شکاری آیا جو جال سے مچھلیوں کا شکار کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے وہاں تھیلی دیکھی اور اس کو لے لیا اور چلتا بنا۔ اس کے بعد سوار واپس آیا لیکن اپنی تھیلی نہ پائی۔ پس اس نے اس دھوبی سے کہا: ''میں یہاں اپنی تھیلی بھول گیا ہوں''۔ دھوبی نے اس سے کہا: ''میں نے اس کو نہیں دیکھا''۔

سوار نے اپنی تلوار کھینچی اور دھوبی کو مار ڈالا۔ جب عابد نے یہ دیکھا تو قریب تھا کہ وہ فتنے میں پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ کے افعال پر اس کو بدظنی پیدا ہو جائے اس نے عرض کیا:

اِلٰهِیْ سَیِّدِیْ یَاْخُذُ الصَّیَّادُ الْهِمْیَانَ وَیُقْتَلُ الْقَصَّارُ۔

''اے میرے اللہ! اے میرے آقا! شکاری نے تھیلی لی اور دھوبی قتل کیا گیا''۔

جب رات ہوئی اور عابد سویا تو خواب میں اس نے سنا: ''اے عابد صالح! تم فتنے میں نہ پڑو اور اپنے پروردگار کے علم میں دخل نہ دو اور جان رکھو کہ اس سوار نے شکاری کے باپ کو مار ڈالا تھا اور اس کا مال لے لیا تھا۔ یہ ہمیانی اس کے باپ کے مال سے تھی اور اس دھوبی کا نامۂ اعمال نیکیوں سے پُر تھا اور اس میں صرف ایک ہی بدی تھی اور سوار کا نامۂ اعمال بُرائیوں سے بھرا تھا اور اس میں صرف ایک نیکی کے سوا اور کچھ نہ تھا پس جب اس نے دھوبی کو مار ڈالا تو دھوبی کی بدی مٹا دی گئی اور سوار کی نیکی رد کر دی گئی اور تیرا رب جو چاہتا ہے' کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے' اس کا حکم کرتا ہے''۔ (قلیوبی)

(۷۰)

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے

منقول ہے کہ ایک عابد ستر برس سے اپنی خانقاہ میں عبادت کرتا تھا۔ اچانک ایک رات شدید سردی میں ایک خوب صورت عورت نے عابد کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ عابد نے دروازہ کھولا اور عورت کو دیکھتے ہی اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا اور اس کو اپنی خانقاہ میں پناہ دی لیکن نفسِ امارہ کو قابو میں نہیں رکھ سکا اور مسلسل سات رات اس کے ساتھ گناہ میں مبتلا رہا پھر اس عابد کو یہ احساس ہوا کہ ہائے افسوس! میں نے ستر برس کی عبادت کو سات راتوں کے گناہ سے غارت و برباد کر دیا۔ یہ خیال آتے ہی وہ اس قدر پھوٹ پھوٹ کر رویا کہ روتے روتے بے ہوش ہو گیا۔ آخر جب ہوش آیا تو عورت نے کہا:

''اے شخص! خدا کی قسم! میں نے تیرے سوا اور کسی کے ساتھ یہ گناہ نہیں کیا ہے اور تو نے بھی میرے سوا اور کسی کے ساتھ یہ گناہ نہیں کیا ہے اور میں تیرے چہرے پر صالحین کی نشانی دیکھ رہی ہوں لہٰذا میری تجھ سے اتنی درخواست ہے کہ جب پھر تجھ پر تیرے مولیٰ کا فضل و کرم ہو جائے اور عبادت میں مشغول ہو جائے تو مجھ گناہ گار عورت کو بھی دعا میں یاد کر لینا''۔

عابد اپنے گناہ پر انتہائی پشیمان اور پریشان ہو کر توبہ کرتے ہوئے خانقاہ سے جنگل کی طرف بھاگ نکلا اور رات کو ایک ویرانے میں ٹھہرا جہاں دس اندھے انسان رہتے تھے اور ایک راہب روزانہ اندھوں کو ایک روٹی دیا کرتا تھا۔ حسب عادت راہب کا غلام دس روٹیاں لے کر آیا۔ عابد نے بھی اس کے آگے ہاتھ پھیلا دیا اور ایک روٹی لے لی۔ ایک اندھے کو روٹی نہ ملی اس نے غلام سے تقاضہ کیا کہ میری روٹی تم نے آج کیوں نہیں دی؟ غلام نے کہا:

''میں دس روٹیاں تم لوگوں پر تقسیم کر چکا ہوں''۔

اندھوں کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ایک دوسرا شخص بھی ہم لوگوں میں شامل ہو گیا ہے اور اس نے ایک اندھے کی روٹی لے لی ہے۔ اندھا غریب بھوکا رہ گیا پھر عابد کے ضمیر نے جھنجھوڑا کہ افسوس ایک اندھا جو خدا کا نیک بندہ ہے' وہ بھوکا رہے اور میں گناہ کا پتلا ہوتے ہوئے پیٹ بھر کر کھاؤں؟ عابد نے یہ سوچ کر اپنی روٹی اندھے کو دے دی اور خود بھوکا پڑا رہا' یہاں تک کہ بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اس کے مرتے ہی رحمت اور عذاب کے فرشتے اُتر پڑے اور بحث کرنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا: ''یہ شخص توبہ کر چکا ہے لہٰذا ہم اس کو ارحم الراحمین کے جوارِ رحمت میں لے جائیں گے''۔

اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: ''یہ گناہ گار ہے لہٰذا ہم اس کو جبار وقہار کے دربار میں بحیثیت ایک مجرم کے پیش کریں گے''۔

یہ بحث جاری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: ''تم اس کی ستر برس کی عبادت کو سات رات کے گناہوں سے تول کر دیکھو کہ کون سا پلڑا بھاری رہتا ہے؟''

جب فرشتوں نے وزن کیا تو سات رات کے گناہوں کا پلڑا ستر برس کی نیکیوں سے بھاری نکلا پھر ارحم الراحمین نے فرمایا: ''اچھا! اب تم لوگ اس کے سات راتوں کے گناہ کو اس روٹی سے وزن کرو جو اس نے خود بھوکے رہ کر اندھے کو دے دی تھی''۔

جب فرشتوں نے وزن کیا تو ایک روٹی کا پلڑا سات رات کے گناہوں سے بھاری نکلا اور یہ شخص رحمت کے فرشتوں کے حوالے کر دیا گیا اور ارحم الراحمین نے اس کی توبہ قبول فرما کر اس کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما دی تھی۔ (مستطرف ج:۱ص:۱۰)

اس حکایت سے یہ روشنی ملتی ہے کہ عابد کتنا ہی بڑا عبادت گزار کیوں نہ ہو مگر اس کو ہر وقت خوفِ خداوندی سے خائف اور لرزہ براندام رہنا چاہیے کہ نہ معلوم میرا انجام اور خاتمہ کیسا ہوگا؟ نہ معلوم کب شیطان حملہ کر دے گا اور نہ معلوم کہ نفسِ امارہ کے ہاتھوں سے کن کن گناہوں میں مبتلا اور ملوث ہو جاؤں گا؟ ہر وقت خدا سے ڈر کر اچھے خاتمہ کی دعا کرنا چاہیے اور ہرگز ہرگز اپنی عبادات اور نیکیوں پر گھمنڈ اور غرور نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت خواجہ

مرزا مظہر جان جاں نقش بندی دہلوی رحمۃ اللہ عنہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

برنماز روزۂ برسوز و سازِ خود مناز
یار بے پرداشت ہرگز برنیازِ خود مناز
انفعال جرم بہتر از غرورِ طاعت است
مظہر اے دُور از حقیقت بر نمازِ خود مناز

''اپنے روزہ نماز اور اپنے سوز وساز پر ہرگز ناز مت کر یار (خدا) بے پرواہ ہے لہٰذا تو اپنی نیازمندی پر ناز مت کر' گناہ پر شرمندہ ہونا نیکی کے گھمنڈ سے بہت اچھا ہے۔ اے مظہر! جو حقیقت سے دُور ہے تو اپنی نماز پر ناز مت کر''۔

اس حکایت سے ایک دوسرا سبق یہ بھی ملتا ہے کہ آدمی خود بھوکا رہ کر کسی بھوکے لاچار مسلمان کو کھانا کھلا دے اس کا بہت ہی بڑا اجر وثواب ہے۔ غور کیجیے کہ سات راتوں کا گناہ جس کا پلہ ستر برس کی عبادت سے بھاری تھا' وہ ایک روٹی کے مقابلے میں ہلکا پڑ گیا اور یہی ایک روٹی عابد کے لیے نجات کا ذریعہ بن گئی۔ کیوں نہ ہو کہ یہ دونوں عالم کے مختار محبوب پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہلِ بیتِ اطہار کا مبارک طریقہ ہے۔ آپ نے بارہا سنا ہوگا کہ

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد ﷺ کے گھرانے والے

(روحانی حکایات)

(۷۱)

قاضی صاحب نے جو کیا درست کیا

قاضی ابوعمر محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''ایک مرتبہ میرے والدِ محترم لوگوں کے فیصلے کر رہے تھے' اتنے میں خلیفہ معتضد باللہ کا خاص غلام فیصلہ کروانے کے لیے فریقِ مخالف کے ساتھ کمرۂ عدالت میں داخل ہوا اس کا کسی معاملہ میں ایک شخص کے ساتھ جھگڑا ہو گیا تھا وہ اپنے مخالف فریق کے ساتھ کھڑا ہونے کے بجائے خاص لوگوں کی نشست پر جا بیٹھا۔ حاجب (دربان) نے اس سے کہا:

''عدالت کے اصولوں میں سے ہے کہ فریقین ایک ساتھ کھڑے ہوں لہٰذا آپ بھی اپنے مدمقابل کے پاس اسی جگہ چلے جائیں جہاں وہ کھڑا ہے''۔

حاجب کی بات کا اس نے کوئی جواب نہ دیا اور وہیں بیٹھا رہا' خلیفہ کا خاص غلام ہو کر فیصلے کے لیے ایک عام آدمی کے ساتھ کھڑا ہونا اس کے نفس نے گوارا نہ کیا اس کی اس حرکت پر میرے والد کو بہت غصہ آیا' انہوں نے پکار کر کہا:

''تیری یہ جرأت کیسے ہوئی' تجھے تیرے فریقِ مخالف کے ساتھ کھڑے ہونے کو کہا جا رہا ہے اور تو انکار کر رہا ہے؟ اے خادم! کاغذ لاؤ تاکہ میں اس شخص کو عمرو بن ابوعمر کے ہاتھوں بیچ دوں اور اسے لکھ دوں کہ اس کی قیمت خلیفہ کو بھجوا دو''۔

پھر حاجب کو حکم دیا: ''اس کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھاؤ اور دونوں فریقوں کو برابر کھڑا کر دو''۔

حاجب نے اسے زبردستی اُٹھایا اور فریقِ ثانی کے ساتھ کھڑا کر دیا جب مجلس قضاء برخاست ہوئی تو وہ غلام خلیفہ کے پاس جا کر رونے لگا۔ خلیفہ نے وجہ پوچھی تو کہا: ''حضور!

قاضی صاحب نے آج میری بہت بے عزتی کی اور مجھے ایک گھٹیا شخص کے ساتھ کھڑا کر دیا حالانکہ میں آپ کا خاص خادم ہوں' میری ایک عام آدمی سے کیا برابری؟''

خلیفہ نے غضب ناک ہو کر کہا: ''اگر قاضی صاحب تجھے بیچ دیتے تو میں اس بیع کو نافذ رکھتا اور کبھی بھی تجھے اپنے پاس نہ بُلاتا۔ میرے ہاں تیرا خاص مقام ہونا عدل وانصاف کے لیے آڑ نہیں بن سکتا۔ بے شک عدل وانصاف سلطانوں کے لیے مضبوط ستون اور دین کے لیے بہترین سہارا ہے۔ قاضی صاحب نے جو کیا درست کیا''۔ (عیون الحکایات)

(۷۲)

مکن تکیہ برعمرِ ناپائیدار

خورنق کی تعمیر کے بارے میں مؤرخ طبری نے لکھا ہے کہ اس محل کی تعمیر کی وجہ یہ تھی کہ یزدگرد کسریٰ کا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا اس نے حکماء سے کہا: کوئی ایسی جگہ بتاؤ جو ہر قسم کی بیماریوں سے پاک ہو۔ حکماء نے اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں اب حیرہ آباد ہے۔ کسریٰ نے اپنے بیٹے بہرام گور کو نعمان بن امرؤالقیس (نعمان اکبر جو کہ نعمان بن منذر کا چچا تھا) کے پاس بھیجا کہ میری رہائش کے لیے اس جگہ ایک محل تعمیر کراؤ اس نے ایک مشہور معمار ''سنمار'' کو تلاش کیا اور محل کی تعمیر کا کام سونپ دیا جب محل تیار ہو گیا تو نعمان معائنے کے لیے آیا اور محل کی مضبوطی، دلکشی اور خوب صورتی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

''سنمار'' اپنے کام کی تحسین وآفرین سن کر کہنے لگا: ''اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم لوگ مجھے پورا پورا معاوضہ دو گے اور میرے کام کی اس قدر تحسین کرو گے تو میں تمہارے لیے ایسا محل تعمیر کرتا جو سورج کے ساتھ ساتھ گردش کرتا رہتا۔ نعمان نے تعجب سے پوچھا: ''کیا تم اس سے بھی زیادہ خوب صورت محل بنا سکتے ہو؟ یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی؟''

چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ''سنمار'' کو محل کے اوپر لے جا کر دھکا دیا جائے اور نیچے گرا کر مار دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

معمار ''سنمار'' مر گیا اور نعمان اس محل میں رہنے لگا۔ نعمان کو حکومت کرتے کرتے تیس سال بیت گئے۔ ایک دن وہ خورنق محل کی چھت پر بیٹھا دادِ عیش دے رہا تھا اس نے بیٹھے بیٹھے ارد گرد نگاہ دوڑائی، اسے پھلوں سے لدے ہوئے باغات، لہلہاتے کھیت، کھجوروں

کے اونچے اونچے درخت جھومتے نظر آئے، وہ اس دل کش اور روح پرور نظارے سے بڑا خوش ہوا۔

پھر اسے ایک دَم خیال آیا کہ کل جب میں نہیں ہوں گا تو ان تمام چیزوں کا مالک کوئی اور ہوگا اس خیال نے اسے دنیا کی بے ثباتی کا احساس دِلایا۔ وہ سر سے پاؤں تک ہل گیا اور اس کے دل ودماغ کے دریچے کھلتے چلے گئے اس نے محل کے پہرے داروں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ مؤرخین بتاتے ہیں کہ جب تمام محافظ اور پہرے دار چلے گئے تو اس نے رات کی تاریکی میں ایک کمبل اوڑھا اور ایسا غائب ہوا کہ پھر کسی کو کہیں نظر نہ آیا یوں اس نے یہ محل ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔

(ملاحظہ ہو تاریخ الاسلام حسن ابراہیم: ۳۵/۱، یہ واقعہ قدرے اختلاف کے ساتھ تاریخ کی متعدد کتابوں میں مذکور ہے۔ مثلاً: المنتظم فی تاریخ الملوک والامم لابن الجوزی: ۹۱/۲، ۹۲، البدایہ والنھایہ اور البدء والتاریخ وغیرہ)

(۷۳)

ہر حال میں شکر گزاری

بیان کرتے ہیں: ایک ولی اللہ کا ایک دوست تھا۔ سلطان نے اس ولی کو قید کیا تو اس کے دوست نے اس کی طرف آدمی بھیجا کہ اس سے پوچھے کہ: ''قید میں تیرا کیا حال ہے؟'' ولی نے کہا: ''اللہ کا شکر کرتا ہوں''۔

اس کے بعد جیل والے ایک ایسے مجوسی کو لائے جس کا پیٹ چلتا تھا اور اس کو دست آتے تھے اور مجوسی کو اس ولی کے ساتھ بیڑی میں باندھ دیا۔ پس یہ حالت ہوگئی کہ جب مجوسی پاخانہ کی طرف جاتا تھا اور اس کے واسطے کھڑا ہوتا تھا تو یہ ولی بھی مجبوراً اس کے ساتھ کھڑا رہتا تھا اور اس کے پاس اس وقت تک توقف کرتا تھا جب تک کہ وہ پاخانہ سے فارغ ہو اور اس ولی کو اس کی ہوا کی بدبو اور اس کے ساتھ چلنے پھرنے سے اذیت ہوتی تھی جب یہ خبر اس کے دوست کو معلوم ہوئی تو اس کے پاس پیام بھیجا: ''اب تیرا کیا حال ہے؟''

لیکن ولی نے یہی کہا: ''اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں''۔

اس کے اس دوست نے اس سے کہا: ''یہ شکر کب تک رہے گا اور جس بلا میں تم ہو اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہوگی؟''

اس کے جواب میں ولی نے فرمایا: ''اگر زنار مجوسی کی کمر سے لے لیا جائے اور میری کمر میں باندھ دیا جائے تو یہ اس بلا سے بڑی مصیبت ہوگی جس میں میں ہوں اور اے بھائی! میں اس سے بڑی مصیبت کا مستحق ہوں اور بے شک میرے رب نے اسی قدر کے ساتھ مجھ سے درگزر فرمایا۔ اس وجہ سے مجھ پر شکر واجب ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ کسی بزرگ پر راکھ بھرا ہوا طشت گرایا گیا پس انہوں نے سجدۂ شکر کیا جب ان سے پوچھا گیا تو

انہوں نے فرمایا: ''میں اس سے ڈرتا ہوں کہ میرے اوپر آگ کا طشت نہ گرایا جائے جب اس راکھ کے طشت کے عوض اس آگ کے طشت سے مجھے معاف کیا گیا تو کیوں نہ اللہ تعالیٰ کا شکر کروں''۔ واللہ اعلم

(نوادر قلیوبی)

(۷۴)

دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے

یہ شریعت کا مسئلہ ہے: اَلْیَاسُ مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ کُفْرٌ ۔

''خدا کی رحمت سے بالکل ہی ناامید ہو جانا اور اپنی مغفرت سے مایوس ہو جانا کفر ہے''۔

''اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف اور نڈر ہو جانا بھی کفر ہے''۔

ایمان کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مغفرت کی امید بھی رکھے اور اس کے عذاب سے ڈرتا بھی رہے۔ بزرگانِ سلف کا یہ طریقہ رہا ہے کہ بعض پر امید کا غلبہ بعض پر خوف کا غلبہ رہا ہے۔ ہم یہاں چند بزرگوں کے واقعات درج کرتے ہیں جن پر خوفِ خداوندی غالب رہا ہے اور وہ غلبہ خوف میں بڑے بڑے عبرت خیز و رقت انگیز کلمات بولتے رہے۔ آپ بھی ان کو پڑھ کر عبرت حاصل کیجیے۔

☆......امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر خوفِ الٰہی کا بے حد غلبہ تھا کسی چڑیا کو دیکھتے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں تیری ہی طرح کا ایک پرندہ ہوتا اور انسان نہ ہوتا (تاکہ میں قیامت کے دن اعمال کے حساب سے بچ جاتا)

(احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۸۹)

☆......امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس قدر خدا کا خوف غالب تھا کہ آپ قرآن مجید کی آیت سن کر بے ہوش ہو جاتے اور کئی کئی دنوں تک ان پر غشی کا دورہ پڑتا رہتا تھا' یہاں تک کہ لوگ ان کی عیادت و (بیمار پرسی) کے لیے جایا کرتے تھے۔

ایک دن آپ نے ایک تنکا ہاتھ میں لے کر فرمایا: ''کاش! میں بجائے عمر ہونے کے

یہ تنکا ہوتا''۔ کبھی فرماتے: ''کاش! میں کوئی قابلِ ذکر شخصیت نہ ہوتا''۔

کبھی یہ کہتے: ''کاش! عمر کی ماں عمر کو نہ جنتی''۔

اور منقول ہے کہ آپ کے چہرے میں آنسوؤں کے بکثرت بہنے کی وجہ سے دو کالی لکیریں بن گئی تھیں۔ ایک مرتبہ خود ہی آپ نے سورۂ الشمس کی تلاوت کی اور جب وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کی آیت پر پہنچے یعنی جب نامۂ اعمال کھولے جائیں گے تو اس کو پڑھتے ہی ان پر اس قدر خوفِ الٰہی طاری ہو گیا کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ایک دن آپ گدھے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے اور کوئی آدمی اپنے گھر میں سورۃ الطور پڑھ رہا تھا جب آپ نے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ کی آیت سنی تو گدھے سے اُتر کر ایک دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے پھر گھر آ کر ایک مہینہ بیمار رہے اور لوگ آپ کی عیادت کے لیے آتے جاتے رہے مگر کسی کو آپ کی بیماری کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔

(احیاء العلوم' ج:۳' ص:۱۶۰)

☆......ایک دن امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھ کر بے قراری کے ساتھ ہاتھ ملتے ہوئے مسجد سے باہر نکلے اور فرمایا:

''میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ علیہم الرضوان کو جس حال میں دیکھا ہے آج میں کسی آدمی میں ان کی مشابہت کا اثر نہیں دیکھ رہا ہوں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان رات بھر جاگ کر نمازوں میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے' صبح کو ان کے بال پراگندہ اور چہرہ زرد دکھائی دیتا تھا اور وہ ڈگمگاتے ہوئے چلا کرتے تھے اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر رہا کرتی تھیں اور آج لوگوں کا یہ حال ہے کہ ہر طرف لوگ غفلت اور بے خوفی کے ساتھ اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں کسی کے چہرے پر خوفِ خداوندی کا اثر نظر ہی نہیں آتا''۔

آپ نے جس دن یہ فرمایا اس کے بعد پھر کسی نے کبھی آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا' یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے آپ کو شہید کر دیا۔ (احیاء العلوم' ج:۴' ص:۱۶۰)

☆......حضرت ابوعبیدہ بن الجراح صحابی فاتح شام رضی اللہ عنہ بکثرت فرمایا کرتے تھے: ''میری تو یہی تمنا ہے کہ میں بجائے ابوعبیدہ ہونے کے ایک مینڈھا ہوتا جس کو لوگ

Scanned with CamScanner

ذبح کر کے پکاتے اور اس کا گوشت کھا کر اس کا شوربہ پی لیتے''۔ (احیاء العلوم، ج:۴، ص:۱۶۰)

☆......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک بلند مرتبہ صحابی ہوتے ہوئے غلبۂ خوف میں فرمایا کرتے تھے:

''کاش! میں آدمی نہ ہوتا بلکہ میں راکھ ہوتا جو ہواؤں میں اُڑا دیا جاتا (تو بہت اچھا ہوتا تاکہ میں قیامت کے دن حسابِ اعمال سے بچ جاتا)''۔ (احیاء العلوم، ج:۴، ص:۱۶۰)

☆......حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی ہیں' آپ پر خوفِ الٰہی کا ایسا غلبہ تھا کہ قرآن مجید سننے کی تاب نہیں رکھتے تھے اگر کبھی کوئی آیت سن لیتے تو چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے اور کئی کئی دن بے ہوش رہا کرتے تھے۔ ایک دن قبیلہ خثعم کا ایک قاری آیا اور اس نے یہ آیت تلاوت کر دی: يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ (پ:۱۶، سورۃ مریم، آیت:۸۶)

''ہم قیامت کے دن متقی لوگوں کو مہمانوں کی صورت میں رحمٰن کے دربار میں جمع کریں گے اور مجرموں کو ہانک کر جہنم کی طرف پیاسا لے جائیں گے''۔

آیت سن کر آپ نے فرمایا: ''میں تو متقی لوگوں میں سے نہیں ہوں بلکہ میں تو مجرمین میں سے ہوں۔ اے قاری! اس آیت کو پھر پڑھ۔

چنانچہ قاری نے اس آیت کو دوبارہ پڑھا تو آپ نے زور سے چیخ ماری اور فوراً آپ کی وفات ہو گئی۔ (احیاء العلوم، ج:۴، ص:۱۶۰)

☆......حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب بھی نماز کے لیے وضو کرتے تو خوفِ خداوندی سے آپ کا چہرہ پیلا پڑ جاتا' گھر والوں نے پوچھا:

''آپ کی یہ کیا عادت ہو گئی ہے کہ ہمیشہ وضو کے بعد آپ اس قدر ڈر جاتے ہیں کہ چہرہ پیلا پڑ جاتا ہے اور آپ کانپنے لگتے ہیں؟''

آپ نے فرمایا: ''کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے نماز میں کھڑا ہونے والا ہوں''۔ (احیاء العلوم، ج:۴، ص:۱۶۰)

☆......حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ نے ایک آدمی کو زور سے قہقہہ لگا کر ہنستے

ہوئے دیکھا تو آپ نے اس سے فرمایا: ''اے نوجوان! کیا تو پل صراط پر سے گزر چکا ہے؟'' اس نے کہا: ''جی نہیں!''

پھر پوچھا: ''کیا تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تو جنتی ہے یا جہنمی؟''

تو اس نے جواب دیا: ''جی نہیں!''

تو آپ نے فرمایا: ''پھر یہ ہنسی کیسی اور کس بناء پر ہے؟''

تو اس نوجوان پر یہ اثر ہوا کہ پھر وہ زندگی بھر کبھی نہیں ہنسا۔ (احیاء العلوم، ج:۴، ص:۱۶۰)

☆......حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ میں نے طوافِ کعبہ کے دوران ایک لڑکی کو دیکھا' وہ کعبہ معظمہ کے پردوں سے چمٹی ہوئی رو رو کر یہ کہہ رہی ہے کہ یارب! بہت سی شہوتوں کی لذتیں جاتی رہیں اور ان کی سزائیں میرے سر پر رہ گئیں۔ اے میرے رب! کیا جہنم کے سوا مجھے سزا دینے کی اور کوئی دوسری صورت نہیں ہے؟ وہ لڑکی ساری رات صبح تک اپنی جگہ پر بیٹھی روتی اور دعائیں مانگتی رہی۔ حضرت مالک بن دینار کہتے ہیں:

''میں نے اس لڑکی کا حال اور اس کی دعاؤں کو سن کر اپنا سر پکڑ لیا اور میری چیخ نکل گئی اور میں نے کہا: مالک بن دینار کی ماں مالک بن دینار کو روئے۔ (مالک بن دینار مر جائے)'' (احیاء العلوم، ج:۴، ص:۱۶۰)

☆......حضرت حاتم اصم علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے:

''اچھے مکان پر ناز نہ کرو' جنت سے زیادہ اچھا مکان اور کون ہوگا؟ مگر اس مکان میں حضرت آدم کا کیا انجام ہوا اور عبادت کی کثرت پر غرور نہ کرو۔ ابلیس سے بڑا کون عابد ہوگا مگر اس کو کیا ملا؟ علم کی زیادتی پر گھمنڈ نہ کرو دیکھو بلعم بن باعوراء کو خدا تعالیٰ کا اسمِ اعظم معلوم تھا مگر اس کا کیا انجام ہوا؟ کہ وہ کافر ہو گیا اور اس کی زبان لٹک کر سینے پر آ گئی اور نیکوں کی صحبت سے بھی فریب نہ کھاؤ۔ دیکھو حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولہب نے دیکھا' صحبت بھی اُٹھائی' قرابت بھی تھی مگر اس کو کچھ نفع نہیں پہنچا''۔

(احیاء العلوم، ج:۴، ص:۱۶۰)

Scanned with CamScanner

☆......حضرت سری سقطی اور عطاء سلمی علیہما الرحمہ یہ دونوں اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ حضرت سری سقطی فرماتے ہیں: ''میں روزانہ اپنی ناک کو بغور دیکھتا ہوں کہ کہیں گناہوں کی وجہ سے میرا منہ کالا تو نہیں ہو گیا ہے؟''

حضرت عطا سلمی کبھی جنت کی دعا نہیں مانگتے تھے بلکہ ہمیشہ گناہ معاف ہونے کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ مرض الموت میں ان سے پوچھا گیا: ''آپ کو کس چیز کی خواہش ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''جہنم کا خوف میرے دل میں کوئی خواہش پیدا ہونے ہی نہیں دیتا''۔

اور لوگوں کا بیان ہے کہ چالیس برس تک حضرت عطاء سلمی نے نہ آسمان کی طرف دیکھا نہ کبھی ہنسے ایک مرتبہ بلا ارادہ آسمان کی طرف دیکھ لیا تو خوف سے کانپ کر گر پڑے اور ان کی آنت اُتر آئی اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ راتوں کو اُٹھ کر خدا کے خوف سے اپنے بدن کو ٹٹولا کرتے تھے کہ کہیں میں مسخ تو نہیں ہو گیا ہوں۔ (احیاء العلوم ج ۴، ص:۱۶۱)

آیاتِ قرآنی کی اثر انگیزی

حضرت صالح مری علیہ الرحمۃ کا بیان ہے: ''میں نے ایک عابد کے سامنے یہ آیت پڑھ دی:

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ (پ۲۲، الاحزاب، آیت:۶۶)

''جس دن ان کے چہرے جہنم میں اُلٹ پلٹ کیے جائیں گے اور وہ یہ کہتے ہوں گے کہ کاش! ہم لوگوں نے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر لی ہوتی''۔

یہ آیت سن کر وہ بے ہوش ہو گئے پھر ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا: ''اے صالح کچھ زیادہ پڑھیے کیونکہ میں اپنے دل میں غم کی کیفیت محسوس کرتا ہوں''۔ تو میں نے یہ پڑھ دیا:

كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِیْدُوْا فِیْهَا (پ۲۱، السجدہ، آیت:۲۰)

''جب جہنمی جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو دوبارہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے''۔

اس آیت کو سن کر وہ عابد زمین پر گر پڑے اور اسی دَم میں ان کی روح پرواز کر گئی''۔ (احیاء العلوم ج ۴، ص:۱۶۱)

یہی صالح مری کہتے ہیں: ''ایک مرتبہ ابن السماک جو نامور محدث اور باکمال واعظ و عابد تھے ہمارے یہاں آئے اور مجھ سے کہا: آپ اپنے یہاں کے عابدوں کے عجائب مجھے دِکھلایئے تو میں ان کو محلّہ کے ایک چھپر میں لے گیا، وہاں ایک آدمی ٹوکری بنا رہا تھا تو میں نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھ دی:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ ۝ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۝ (پ۲۴، المؤمن:۷۲)

''جب ان جہنمیوں کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی وہ لوگ گھسیٹے جائیں گے کھولتے ہوئے پانی میں پھر آگ میں جلائے جائیں گے''۔

تو آیت سن کر اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا پھر اس کو اس کے حال پر چھوڑ کر ہم ایک دوسرے عابد کے سامنے گئے تو اس کے سامنے بھی میں نے یہی آیت پڑھ دی تو وہ بھی چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا پھر ہم لوگ تیسرے عابد کے پاس گئے تو میں نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھ دی: ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِیْدِ ۝ (پ۱۳، ابراہیم، آیت:۱۴)

''یہ اس کے لیے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے اس سے خوف کرے''۔

تو وہ بھی چیخ پڑے اور ان کے نتھنوں سے اتنا خون بہا کہ وہ خون میں لت پت ہو گئے، یہاں تک کہ ان کی روح نکل گئی اسی طرح میں نے ابن السماک کو چھ عابدوں کے پاس پھرایا اور جس کے سامنے میں نے آیت پڑھ دی وہ بے ہوش ہو گیا پھر میں ساتویں عابد کے پاس ان کو لے کر چلا تو ایک عورت نے چھپر کے اندر سے ہم لوگوں کو بُلایا۔ جب ہم چھپر

کے اندر داخل ہوئے تو ایک بوڑھا عابد اپنے مصلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہم لوگوں نے سلام کیا تو اس کو ہمارے سلام کی خبر نہ ہوئی تو میں نے زور سے چلا کر کہا:

اِنَّ لِلْخَلْقِ غَدًا مَقَامًا ۔ ''کل قیامت میں ایک مقام پر تمام مخلوق کو کھڑا ہونا پڑے گا''۔

تو اس بوڑھے نے کہا: ''کس کے سامنے؟''

پھر وہ منہ کھولے اور آنکھ پھاڑے مبہوت بنا رہا اور اوہ اوہ کہتا رہا' یہاں تک کہ اس کی بیوی نے ناراض ہو کر ہم کو اپنے گھر سے نکال دیا پھر میں نے ایک دن ساتوں عابدوں کا حال معلوم کیا تو پتہ چلا کہ تین تو ہوش میں آ گئے اور تین وفات پا گئے اور ساتواں جو بوڑھا تھا' تین دن تک اس طرح مبہوت و حیران رہا کہ اسے فرض نمازوں کی بھی خبر نہیں ہوتی تھی''۔ (احیاء العلوم' ج:۴' ص:۱۶۱)

☆......حضرت طاؤس علیہ الرحمۃ بہت ہی نامور شیخ الحدیث تھے اور بادشاہ اور گورنروں کو نصیحت کرنے میں مطلق خوف نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کے روبرو کلمہ حق علی الاعلان کہہ دیا کرتے تھے اور اس قدر بارعب تھے کہ کوئی آپ کا جواب دینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا مگر خوفِ خداوندی کا یہ عالم تھا کہ بستر پر لیٹتے تو سانپ کی طرح کروٹ بدلتے رہتے پھر بستر لپیٹ کر رکھ دیتے اور فرمایا کرتے:

''جہنم کے ذکر نے خدا سے ڈرنے والوں کی نیندیں اُڑا دی ہیں''۔

پھر تہجد پڑھ کر مسجد میں چلے جاتے اور نمازِ فجر ادا کر کے اپنے مصلیٰ پر قبلہ رو بیٹھے رہا کرتے تھے۔ (احیاء العلوم' ج:۴' ص:۱۶۳)

☆......خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کی لونڈی نیند سے بیدار ہوئی اور کہا: ''اے امیر المومنین: میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے''۔ آپ نے کہا: ''بیان کرو''۔

لونڈی نے کہا: ''میں نے دیکھا کہ جہنم بھڑک رہا ہے اور اس کی پشت پر پلِ صراط قائم کیا گیا ہے' بنی اُمیہ کا خلیفہ عبدالملک لایا گیا وہ پل صراط پر چند قدم چلا اور جہنم میں گر گیا۔

آپ نے چوک کر پوچھا: پھر کیا ہوا؟''

لونڈی نے کہا: ''پھر ولید بن عبدالملک لایا گیا تو وہ بھی چند قدم چل کر جہنم میں گر گیا''۔ آپ نے چونک کر سوال کیا: ''پھر کیا ہوا؟''

لونڈی بولی: ''پھر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک لایا گیا تو وہ بھی تھوڑی دُور پل صراط پر چل کر جہنم میں اوندھا ہو کر گر پڑا''۔ آپ نے فرمایا: ''آگے کا حال جلد بیان کر''۔

لونڈی نے کہا: ''اے امیر المومنین! پھر آپ لائے گئے''۔

یہ سنتے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے تو لونڈی کان میں کہنے لگی: ''اے امیر المومنین! میں نے دیکھا کہ آپ پل صراط سے پار ہو کر نجات پا گئے''۔

قسم کھا کھا کر کہنے لگی: ''آپ سلامتی کے ساتھ پل صراط سے پار ہو گئے''۔

مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز برابر پاؤں پٹک پٹک کر چیخ مارتے اور روتے چلاتے رہے' یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ (احیاء العلوم' ج:۴' ص:۱۶۳)

☆......حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ سے ایک شخص نے پوچھا: ''آپ کا کیا حال ہے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''ایک قوم کشتی پر سمندر میں سوار ہوئی اور جب کشتی بیچ سمندر میں پہنچی تو کشتی ٹوٹ گئی اور ہر آدمی ایک تختہ سے چمٹا ہوا بہنے لگا تو بتاؤ کہ اس قوم کا کیا حال ہوگا؟'' اس نے کہا: ''یہ لوگ بے حد خوف ناک حال میں انتہائی مبہوت و حیران ہوں گے''۔ حضرت نے فرمایا: ''میرا حال اس قوم سے بھی زیادہ خوف ناک و حیران کن ہے''۔

(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۱۶۲)

اللہ اکبر! یہ ہے علم و عمل کے پہاڑوں اور آسمانِ ولایت کے چمکتے تاروں کا حال کہ یہ مقدس بندگانِ خدا اپنے علم و عمل کی عظمت کے باوجود کس حالت میں رہتے تھے اور خوف خداوندی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کیا کیا اور کیسے کیسے دل ہلا دینے والے کلمات بولا کرتے تھے! ہم بے علم و بے عمل غافل انسانوں کے لیے ان مقدس بزرگوں کا حال بہت ہی عبرت انگیز اور نصیحت آموز ہے۔

(۷۵)

اسمِ اعظم کا خواہش مند

حضرت سیّدنا یوسف بن حسن رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''مجھے بتایا گیا کہ حضرت سیّدنا ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ ''اسمِ اعظم'' جانتے ہیں۔ چنانچہ میں مصر کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا بالآخر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا' میری داڑھی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ ایک بڑا سا پیالہ میرے پاس تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نظر میری طرف دیکھا پھر دوسری طرف متوجہ ہو گئے پھر میری طرف بالکل التفات نہ فرمائی۔ میں بھی آس لگائے بیٹھا رہا کہ کبھی نہ کبھی تو نظرِ کرم ضرور فرمائیں گے اسی آس میں کافی دن گزر گئے۔

ایک دن ایک تیز طرار چرب زبان شخص جو علمِ کلام میں ماہر تھا' آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور مناظرہ کرنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل سے گفتگو کی لیکن وہ اپنی چرب زبانی کی وجہ سے قابو نہ آیا۔ جب میں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو اس سے مناظرہ کیا اور اسے لاجواب کر دیا' وہ شکست کھا کر وہاں سے چلا گیا اب حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ میرا مقام جان چکے تھے' آپ میرے پاس آئے' مجھے گلے سے لگایا اور میرے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ضعیف العمر جب کہ میں عالمِ شباب میں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کمالِ انکساری کا مظاہرہ کیا اور معذرت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے نوجوان! میں تجھے پہچان نہ سکا میں اپنے رویے پر معذرت خواہ ہوں''۔

میں نے کہا: ''حضور! کوئی بات نہیں! میں آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں''۔

چنانچہ ایک سال تک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرتا رہا' ایک دن موقع پا کر میں

نے عرض کی: ''حضور! میں ایک سال مسلسل آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں اب میرا حق آپ پر لازم ہو گیا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ ''اسمِ اعظم'' جانتے ہیں۔ ایک سال کے عرصہ میں آپ مجھے اچھی طرح جان چکے ہوں گے۔ حضور! مجھے یقین ہے کہ میری مثل آپ کسی ایسے کو نہ پائیں گے جسے اسمِ اعظم سکھایا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ''اسمِ اعظم'' کی تعلیم دیں''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے ''اسمِ اعظم'' سکھانے کے لیے راضی ہو گئے ہیں۔

میں چھ ماہ تک مزید آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرتا رہا' ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تھال اور رومال میں بندھی ہوئی کوئی چیز دے کر فرمایا: ''اے نوجوان! شہرِ فسطاط میں رہنے والے ہمارے فلاں دوست کو تم جانتے ہو؟''

میں نے کہا: ''جی ہاں!'' فرمایا: ''ہماری خواہش ہے کہ تم یہ تھال اس تک پہنچا دو''۔

میں نے وہ تھال اُٹھایا اور فسطاط کی طرف چل پڑا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص فلاں شخص کو ہدیہ بھیج رہا ہے اس تھال میں ضرور کوئی خاص چیز ہو گی دیکھوں تو سہی کہ آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دوست کو کیا تحفہ بھجوایا ہے۔ میں بے صبرا ہو گیا' ایک پل کے قریب پہنچ کر تھال نیچے رکھا اس میں نہ جانے کیا چیز تھی جسے رومال سے باندھ دیا ہے۔ میں نے رومال کھول کر اوپر اُٹھایا تو ایک چوہا نکل کر بھاگا یہ دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا اور دل میں کہنے لگا:

''حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بندے نے مجھ جیسے شخص کے ہاتھوں اپنے دوست کو تحفہ میں چوہا بھجوا کر میرے ساتھ مذاق کیا ہے چنانچہ اس غصے کی حالت میں میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے میری حالت دیکھ کر فرمایا:

''اے نادان! ہم نے تجھے آزمایا اور ایک چوہا تیرے پاس امانت رکھوایا لیکن تو چوہے کے معاملے میں بھی خیانت کر بیٹھا اگر میں نے ''اسمِ اعظم'' امانتاً تیرے پاس رکھ دیا تو تیرا کیا حال ہو گا' جا مجھ سے دُور ہو جا۔ تو اس قابل نہیں کہ تجھے یہ دولت دی جائے''۔

(عیون الحکایات)

(۷۶)

شاہانِ ایران کے خدائی دعوے

ایران کے بادشاہ دعویٰ کرتے تھے کہ (نعوذ باللہ) ان کی رگوں میں خدائی خون ہے' لہٰذا ایران کے باشندے بھی انہیں اسی نظر سے دیکھتے' ان کے آگے سربسجود ہوتے اور انہیں ہر قانون اور نقد ونظر سے ماورا' فوق البشر تصور کرتے تھے۔ مزید برآں ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ بادشاہت ان کا آسمانی حق ہے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو براؤن کی کتاب Iterary History of Persia (Vol. iv

ان سلاطین کا ہر انسان پر پیدائشی حق تھا لیکن کسی انسان کا ان پر کوئی حق نہ تھا۔ حکمرانی کے لیے صرف ایک ہی خاص خاندان یعنی کیانی خاندان مخصوص تھا اس لیے یہی باور کیا جاتا تھا کہ صرف اسی خاندان کے افراد تاج وتخت کے مالک ہو سکتے ہیں اور بادشاہت پر ان کا یہ حق موروثی اور الٰہی ہے اگر انہیں اس خاندان میں بادشاہت کے لیے کوئی سن رسیدہ شخص نہیں ملتا تھا تو وہ اس خاندان کی کسی عورت یا بچے ہی کو تاج پہنا دیتے تھے۔ چنانچہ کسریٰ کی لڑکی بوران دخت اور دوسری بیٹی آزرمی دخت تخت نشین ہوئیں اور شیرویہ کے بعد اس کے سات سالہ بچے کو تخت شاہی پر بٹھایا گیا اور خسرو پرویز کے بیٹے فرخ زاد خسرو کو شہنشاہ تسلیم کیا گیا حالانکہ ان دنوں کئی قابل سپہ سالار اور سردار موجود تھے لیکن زمامِ حکومت محض اس لیے ان کے سپرد نہیں کی گئی کہ ان کا نسبی تعلق شاہی خاندان سے نہیں تھا کیونکہ سمجھا یہ جاتا تھا اور عام پبلک کو بھی یہی سمجھایا جاتا تھا کہ ان کے دل ودماغ دوسرے انسانوں سے بہت مختلف ہیں اسی وجہ سے فوکاس نے جب ۶۱۰ء میں رومی بادشاہ ماریس سے جنگ کی اور

اسے قتل کر کے خود تخت پر قابض ہو گیا تو فوکاس نے ایک سفیر کے ذریعے ایران کی حکومت کو اپنی تخت نشینی کی اطلاع دی اس وقت ایران کے تخت پر نوشیرواں عادل کا پوتا خسرو پرویز متمکن تھا۔ خسرو پرویز کو ۵۹۱ء میں اندرونی بغاوت کی وجہ سے فرار ہونا پڑا تھا اس موقع پر مقتول رومی بادشاہ ماریس نے اسے اپنے علاقے میں پناہ دی تھی اور تخت وتاج کے دوبارہ حصول میں بھی اس کی بھرپور مدد کی تھی۔ انہی دنوں خسرو پرویز نے ماریس کی لڑکی سے شادی بھی کر لی اس رشتے کی وجہ سے وہ ماریس کو باپ کہتا تھا۔ ۶۱۰ء میں خسرو پرویز دریائے فرات پار کر کے شام کے علاقے میں داخل ہو گیا اور رومی سلطنت کی حدود میں بڑھتا چلا گیا۔ ایرانی فوجیں انطاکیہ کو فتح کر کے یروشلم پر قابض ہو گئیں۔ خسرو پرویز کی اس کامیابی میں نسطوری اور یعقوبی فرقے کے عیسائیوں اور یہودیوں کا بڑا عمل دخل تھا کیونکہ وہ رومی سلطنت کے خلاف تھے۔

رومی سلطنت کو بچانے کے لیے اعیانِ حکومت نے افریقی مقبوضات کے رومی گورنر کو خاموش پیغام بھیجا اس نے اپنے لڑکے ہرقل کو اس مہم پر روانہ کیا۔ ہرقل نہایت رازداری سے آیا' معمولی سی لڑائی کے بعد سلطنت پر قابض ہو گیا اور فوکاس کو قتل کر دیا لیکن ہرقل ایرانی فوجوں کے سیلاب کو نہ روک سکا۔ ۶۱۶ء تک رومی دارالسلطنت سے باہر مشرقی اور جنوبی حصہ کھو چکے تھے اور عراق' شام' فلسطین' مصر اور ایشیائے کوچک وغیرہ پر صلیبی علم کے بجائے دُرفش کاویانی لہرا رہا تھا۔

(دُرفش کاویانی کے معنی ہیں ریشمی گوشۂ طلائی پر کام کیا ہوا کپڑا جو عموماً جھنڈے کے سرے پر لگایا جاتا ہے۔ درفشیدن کے معنی لرزنا یا لہرانا ہے اور یہ کپڑا ہوا کے جھونے سے اُڑتا اور لہراتا رہتا ہے لہٰذا یہ اسی نام سے موسوم ہو گیا۔ ''کاوہ'' ایک آہن گر یا لوہار کا نام ہے۔ یہ اصفہان کا رہنے والا تھا۔ ضحاک بن علوان بڑا ظالم وجابر حکمران تھا' اسے ایک بیماری لاحق ہو گئی جس سے شفایابی کے لیے وہ لوگوں کے بھیجے نکلوا کر انہیں چربی میں تبدیل کراتا اور اپنے زخم پر ملواتا تھا اس طرح اسے قدرے آرام ملتا تھا اس نے سارے قیدیوں کے بھیجے اسی طرح نکلوائے اور مرہم بنا کر استعمال کر لیے۔ کاوہ کے چار بچے بھی اس کی بے رحمی کی

Scanned with CamScanner

نذر ہو چکے تھے اس نے اس چمڑے کے کپڑے کا جسے وہ آہرن کے نیچے بچھایا کرتا تھا' پھریرا بنایا اور اسے ایک لکڑی پر لٹکا کر ڈھول بجاتا اور ضحاک بن علوان کے ظلم کا راگ الاپتا ہوا کوچہ کوچہ گلی گلی چکر لگانے لگا۔ سینکڑوں ستم رسیدہ اس کے ساتھ جڑتے چلے گئے' یہاں تک کہ سارا اصفہان اس کا ہمنوا ہو گیا۔ پہلے اس نے اصفہان کے حاکم کو قتل کیا پھر اصفہان سے نکل کر ضحاک کے کئی قلعوں پر قابض ہوا بالآخر ''کاوہ'' نے ضحاک کو قتل کر کے ایرانی سلطنت فریدوں بن جمشید کے حوالے کر دی اور اس چمڑے کو تبرک اور فتح کی علامت خیال کر کے خزانہ ضحاک کے زر و جواہر سے مرصع کرنے کے بعد مثلِ خورشید چمک دار بنا دیا اس وقت سے اس جھنڈے کا نام ''دُرفش کاویانی'' قرار پایا۔

یہ جھنڈا یزدگرد ایران کے آخری بادشاہ تک اس کے قبضے میں رہا اور اس قدر بیش قیمت ہو گیا کہ زمانے بھر کے جوہری اس کی تشخیصِ قیمت سے عاجز آ گئے چونکہ مالِ غنیمت سے جو کچھ ہاتھ آتا تھا اس کا ایک حصہ دُرفش کاویانی پر چڑھا دیا جاتا تھا اس لیے چمڑا جواہرات سے چھپ کر بوسیدہ اور نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ چار ہزار برس تک یہ جھنڈا قائم رہا۔ ۶ ہجری میں اس کی بھی قضا آ گئی۔ خلیفہ دوم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب لشکر اسلام نے مملکتِ ایران پر تسلط پایا اور دُرفش کاویانی ان کے ہاتھ آیا تو انہوں نے اس کے جواہر تمام فوجیوں میں تقسیم کر دیے اور اس چمڑے کو جلا کر خاکستر کر دیا اور فرمایا:

''دیکھو! کوئی چیز اللہ وحدہ لاشریک کے سوا یہ طاقت نہیں رکھتی کہ کسی انسان کی مدد کر سکے لہٰذا اب جو شخص ''کاوہ لوہار'' کے جھنڈے کی معاونت چاہے' وہ لوہار کے لوہے ہی سے قتل کر دیا جائے۔ بس یہ ہے ماجرا اس دُرفش کاویانی کا جس نے شاہنامے کو مزے دار اور قصہ خوانوں کو اس کا گرفتار بنا دیا۔

(اس کی تفصیل تاریخ کی متعدد کتابوں میں لکھی ہوئی ہے جیسے تاریخ الطبری' المنتظم لابن الجوزی' البدایۃ والنہایۃ وغیرہ البتہ ہم نے یہ معلومات ان کتابوں کے علاوہ زیادہ تر فرہنگ آصفیہ سے لی ہیں)

ایرانی حکومت نے رومی علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد عیسائیت کو نیست و نابود کرنے

کے لیے ان پر بڑے سخت مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ ان کے مذہبی شعائر کی توہین کی گئی۔ تقریباً ایک لاکھ بے گناہ عیسائیوں کو قتل کر دیا گیا' کلیسا مسمار اور آتش کدے تعمیر کیے گئے اور ان کی مقدس صلیب کی اصل لکڑی جن کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ سیّدنا مسیح علیہ السلام نے اس پر جان دی تھی' چھین کر ایرانی دارالسلطنت مدائن بھیج دی گئی۔

اس وقت ایرانی فاتح خسرو پرویز اپنے آپ کو کیا سمجھتا تھا؟ اس کا اندازہ خسرو پرویز کے اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل کو لکھا:

''سب خداؤں سے بڑے خدا اور تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینے اور بے شعور بندے ہرقل کے نام! تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے اگر ایسا ہے تو تیرے خدا نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے کیوں نہیں بچایا؟''

اس خط کے ایک ایک لفظ سے ایرانی بادشاہ کا تکبر اور غرور ٹپک رہا تھا اسی دوران ایرانی جنرل سین (Sain) نے تجویز پیش کی کہ ہرقل صلح کا قاصد شہنشاہ ایران کی خدمت میں روانہ کرے' یہ تجویز ہرقل اور اس کے مشیروں نے بڑی خوشی سے قبول کر لی لیکن شہنشاہِ ایران نے کہا: ''مجھے یہ بات ہرگز قبول نہیں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ خود ہرقل زنجیروں میں بندھا ہوا میرے تخت کے نیچے پڑا ہوا ہو۔ میں رومی حکمران سے اس وقت تک صلح نہیں کروں گا جب تک وہ اپنے صلیبی خدا کو چھوڑ کر سورج دیوتا کی پرستش نہ کرے''۔

ایرانیوں کے ہاں تعددِ ازدواج کا عام رواج تھا۔ ایک شخص کے لیے بیویوں کی تعداد کی کوئی حد نہ تھی۔ ہر شخص اپنی آمدنی کے مطابق بیویاں رکھ سکتا تھا البتہ غریب آدمی کو صرف ایک بیوی پر قناعت کرنا پڑتی تھی۔ خسرو پرویز کے بارے میں علامہ طبری نے لکھا ہے:

''اس کی تین ہزار بیویاں تھیں' ان کے علاوہ ہزار لونڈیاں تھیں جو بادشاہ کی ہر طرح سے خدمت کرتی تھیں اور رقص و سرود کا جادو جگاتی تھیں اس کے پاس تین ہزار خدمت گار' آٹھ ہزار پانچ سو گھوڑے (ابن اثیر نے پچاس ہزار لکھے ہیں) سات سو ساٹھ ہاتھی اور بارہ ہزار خچر تھے جبکہ ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کے برتنوں کا کوئی شمار نہیں تھا''۔

کسریٰ کے تاج کی تفصیلات مختلف کتابوں میں درج ہیں۔ یہ خالص سونے کا تھا اس

Scanned with CamScanner

کا وزن کئی من تھا۔ الماس، یاقوت، زبرجد اور دوسرے قیمتی جواہرات سے آراستہ تھا۔ وزنی ہونے کی وجہ سے بادشاہ اسے سر پر اُٹھا ہی نہ سکتا تھا لہٰذا تاج، تخت کے اوپر ایک طلائی زنجیر میں لٹکا رہتا تھا۔ کسریٰ پردے میں تخت پر بیٹھ کر اپنا سر تاج میں داخل کر دیتا تھا اس عمل کے بعد پردہ ہٹا دیا جاتا تھا اور حاضرین اس کی ہیبت اور دہشت سے سجدہ ریز ہو جاتے تھے۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر: ۱/۲۹۲)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: ''۱۶ ہجری میں مدائن کی فتوحات کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ تاج سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنایا تھا''۔ (البدایۃ والنھایۃ: ۷/۶۷)

خسرو کے مقرر کردہ گورنر آذربائیجان کے پاس جو اموال تھے اس کی تفصیل یہ ہے:

''ضرورت سے زائد فالتو مد میں بیس لاکھ دینار، پانچ لاکھ دینار کا سونے چاندی کا سامان، چھ لاکھ دینار کے جواہرات، خراسان، عراق، فارس اور آذربائیجان کا کوئی ضلع اور شہر ایسا نہیں تھا جس میں اس کی جاگیریں، مکانات، سرائیں اور زمینیں نہ ہوں۔ تئیس ہزار خچر اور گھوڑے تھے، دو لاکھ بھیڑیں، سترہ سو ترک، یونانی اور حبشی غلام اور چودہ سو لونڈیاں''۔

(ایران بعہد ساسانیاں، ص: ۵۰۳، ۵۰۴)

ملک میں اخلاقی ویرانی اور انارکی پھیلی ہوئی تھی۔ کسی کی عزت محفوظ نہیں تھی، شرم وحیا اور غیرت وحمیت کا جنازہ نکل چکا تھا، اخلاقی گراوٹ اور گندگی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک روز مزدک نے بادشاہ قباد سے جو اس کا پیروکار بن چکا تھا، کہا: آج تیری بیوی جو نوشیرواں عادل کی ماں تھی، میرے پاس رات بسر کرے گی اگرچہ قباد ایران کا مطلق العنان حکمران تھا لیکن مزدک کی صحبت نے اسے اتنا بے حس، بے غیرت اور دیوث بنا دیا تھا کہ اس نے مزدک کی یہ حیا سوز تجویز بلا تامل قبول کر لی اور اپنی بیوی ایک رات کے لیے مزدک کے حوالے کرنے پر راضی ہو گیا۔ نوشیرواں کو باپ کی اس بے غیرتی کا پتہ چلا تو وہ بے قرار ہو گیا مگر وہ بے بس تھا، ماں کی عزت محفوظ رکھنے کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ نہایت نیازمندی سے مزدک کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنے ہاتھوں سے اس کے موزے اُتارے، اس کے پاؤں کو بوسے دیئے پھر نہایت لجاجت سے مزدک کی خدمت میں ہاتھ

جوڑ کر عرض کیا: ''اہلِ ایران کی مادر ملکہ اور خاتونِ اوّل کی آبروریزی نہ کیجیے اس مہربانی کے عوض جو کچھ چاہیں، میں دینے کے لیے تیار ہوں''۔ نوشیرواں کی یہ لجاجت بھری درخواست مزدک نے قبول کر لی اور اس کی ماں کو چھوڑ دیا۔

(یاد رہے مزدک ایک گمراہ ایرانی فلسفی تھا۔ ۴۸۷ء میں پیدا ہوا اس کے نظریات نہایت عجیب وغریب تھے۔ وہ خالق کائنات کو اپنی بولی میں ''اہوزمزدا'' کے نام سے موسوم کرتا تھا۔ کہتا تھا کہ ''اہوزمزدا'' نے تمام انسانوں کو برابر سرابر پیدا کیا ہے۔ اونچ نیچ، عدم مساوات، حرص وہوس اور لالچ کا جذبہ ''اہرمن'' کا پیدا کردہ ہے۔ وہ اپنے ہی من گھڑت نظریات پر ایمان رکھتا تھا۔ جانوروں کو ہلاک کرنے کی ممانعت کرتا تھا۔ املاک کی مساوی تقسیم پر زور دیتا تھا اس نے اپنے عہد میں یہ نظریہ عام کر دیا کہ بچے پیدا کرنا صرف خوش جمال مردوں اور خوب صورت عورتوں ہی کو زیبا ہے۔ ایران کے بادشاہ قباد کے بیٹے خسرو نوشیرواں نے مزدک کو ۵۲۸ء میں اس کے لاکھوں پیروکاروں سمیت ہلاک کر دیا۔ ۱۹۱۷ء میں روس میں جو اشتراکی انقلاب آیا، کہنے کو تو کہا جاتا ہے کہ وہ کارل مارکس اور لینن کے فکر وجہد کا نتیجہ تھا لیکن بغور دیکھا جائے تو اشتراکیت کے ڈانڈے مزدک ہی کے فاسد نظریات سے ملتے نظر آتے ہیں۔)

ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے: ''بادشاہ قباد جب مزدک کا پیروکار ہو گیا تو اس نے اپنی سلطنت کے تمام گورنروں کو اس تحریک میں شمولیت کی دعوت دی۔ حیرہ کے گورنر منذر نے بادشاہ کی دعوت ٹھکرا دی۔ بادشاہ نے اسے گورنری سے معزول کر دیا، کچھ عرصہ بعد قباد مر گیا۔ نوشیرواں تخت نشین ہوا۔ نوشیرواں اپنے باپ کے عقیدے سے بہت بے زار تھا۔ نوشیرواں نے لوگوں کو اپنے دربار میں حاضری کا اذنِ عام دیا۔ اتفاق سے دو ممتاز شخصیتیں بھی اکٹھی دربار میں حاضر ہو گئیں۔ پہلے مزدک حاضر ہوا پھر معزول گورنر حیرہ منذر بن امرؤ القیس۔ نوشیرواں ان دونوں کو دیکھ کر خوشی سے اُچھل پڑا اور بولا: ''میری زندگی کی دو آرزوئیں تھیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ دونوں تمنائیں پوری ہونے والی ہیں''۔

مزدک نے پوچھا: ''شہنشاہ! وہ کون سی دو آرزوئیں ہیں؟''

Scanned with CamScanner

نوشیرواں نے جواب دیا: ''ایک آرزو تو یہ تھی کہ اس غیرت مند شخص منذر کو اس کے منصب پر بحال کردوں جس نے تیری عورت کو ٹھکرایا تھا۔ دوسری آرزو یہ تھی کہ میں ان زندیقوں کو موت کے گھاٹ اُتاردوں جنہوں نے ملک میں اخلاقی بے راہ روی پھیلادی ہے اور عورت اور دولت کو سب کی مشترکہ چیز بنادیا ہے''۔

مزدک جانتا تھا کہ ملک میں میرے ماننے والوں کی اکثریت ہے اور بادشاہ اس اشتراکی تحریک کو ختم نہیں کرسکتا لہٰذا اس نے کہا: ''کیا تیرے بس میں ہے کہ ان تمام انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتاردے جو اس تحریک کے رُکن ہیں؟''

یہ جواب سن کر نوشیرواں ایک دَم غصے سے بے قابو ہوگیا اور چیخ کر بولا: ''او زانیہ کے بیٹے! تو ابھی تک یہاں زندہ سلامت موجود ہے۔ اللہ کی قسم! تیری جرابوں کی بدبو ابھی تک میری ناک میں موجود ہے جب میں نے اپنی ماں کی عصمت بچانے کی خاطر تیری جرابیں اُتاریں اور تیرے متعفن پاؤں کو بوسہ دیا تھا تو تیرے ناپاک وجود کی سڑاند سے میرا دماغ پھٹنے لگا تھا''۔

چنانچہ نوشیرواں نے اسی وقت حکم دیا کہ اس کا سر قلم کردیا جائے اور اس کی لاش سولی پر لٹکادی جائے تاکہ لوگ اس ملعون کے انجام سے عبرت حاصل کریں اس کے قتل کے بعد کچھ مزدکیوں نے ملک میں شورش برپا کرنے کی کوشش کی لیکن نوشیرواں کے حکم سے ایک دن میں ایک لاکھ مزدکی قتل کردیے گئے۔

مزدک اور اس کے پیروکاروں نے لوگوں کی جو دولت اور جائیدادیں چھینی تھیں' وہ اصل مالکوں کو واپس کی گئیں اس طرح مزدکی فتنہ نوشیرواں کی دلیری سے اپنے انجام کو پہنچا اور لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اسی دن سے اسے نوشیرواں عادل کے لقب سے ملقب کیا گیا''۔ (الکامل فی التاریخ لابن الاثیر: ۱/۳۳۲-۳۳۶)

یہ ہے مختصری داستان اس ملک کی جس کا بادشاہ اپنے آپ کو ''سب خداؤں سے بڑا خدا اور تمام روئے زمین کا مالک'' کہتا تھا۔ اَنا ولا غیری کا ڈنکا بجاتا تھا اور جس کے بادشاہ خسرو پرویز کے القابات غرور اس حد تک پہنچ گئے کہ اس نے اپنے نام کے ساتھ طاغوت و

تکبر میں ڈوبے ہوئے یہ الفاظ بھی منسلک کرلیے:

''خداؤں میں انسان غیر فانی اور انسانوں میں خدائے لاثانی اس کے نام کا بول بالا' آفتاب کے ساتھ طلوع ہونے والا اور شب کی آنکھوں کا اُجالا''۔

(ایران بعہد ساسانیاں' ص: ۳۳۸)

شاہانِ ایران اپنے آپ کو من جانب اللہ اور اپنی ذات کو جملہ اختیارات کا سرچشمہ قرار دیتے تھے' ان کے اختیارات اس قدر بے لگام تھے کہ بادشاہ' اس کی ماں اور بڑی ملکہ کو کلی اختیار تھا کہ جس شخص کو چاہیں کوئی جرم ثابت کیے بغیر تختۂ دار پر لٹکادیں۔ ان کے اس ظالمانہ فعل پر کسی شخص کو صدائے احتجاج بلند کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک باپ نے اپنے چار لڑکے میدانِ جنگ میں بھیجے۔ ان میں سے ایک بھائی نے بادشاہ سے درخواست کی کہ ان کے پانچویں بھائی کو یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ امور زراعت کی نگرانی اور بوڑھے والدین کی خدمت کرے لیکن ''نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارد'' بادشاہ کی طبع نازک پر یہ بات نہایت گراں گزری۔ قصرِ شاہی سے فوراً حکم صادر ہوا کہ اس پانچویں بھائی کو دو حصوں میں کاٹ دیا جائے اور جس راستے سے لشکر شاہی کو گزرنا ہے اس کے ایک طرف اس کے اوپر والا حصہ اور دوسری طرف اس کا نیچے والا حصہ لوگوں کی عبرت کے لیے رکھ دیا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی' تمام لشکر اس نوجوان کی لاش کے دو ٹکڑوں کے درمیان سے گزر گیا اور کسی کو زبان پر حرفِ احتجاج تک لانے کی جرأت نہ ہوئی۔

(جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے' تاریخ کی کتابوں میں اس کی ناقابلِ تردید شہادت موجود ہے۔ مثلاً اس سلسلے میں البدایہ والنہایہ' البدء والتاریخ' الکامل فی التاریخ' تاریخ طبری اور تاریخ ابن خلدون کے اوراق دیکھے جاسکتے ہیں البتہ ہم نے یہ معلومات سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم' ص: ۳۹-۴۵' مؤلف حکیم محمود احمد ظفر سے لی ہے)

Scanned with CamScanner

(۷۷)

اللہ والوں کی آزمائش

نقل کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے اولیاء سے کسی ولی کو دِکھادے''۔ آواز آئی: ''اے موسیٰ علیہ السلام! اس پہاڑ پر چڑھو اور وادی کی طرف اُترو تو تم نے جو سوال کیا ہے اس کو دیکھو گے''۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ پس انہوں نے ایک وسیع سبزہ زار دیکھا جس میں زمین کے نیچے ایک مکان تھا جب موسیٰ علیہ السلام اس میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک کوڑھی آدمی ہے جو گوشت کے لوتھڑے کی طرح ڈال دیا گیا ہے۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''السلام علیک یا ولی اللہ!'' یہ سن کر اس مردِ خدا نے کہا: ''وعلیک السلام یا کلیم اللہ!''

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''تم نے مجھے کہاں سے اور کیونکر پہچانا؟''

اس نے جواب دیا: ''میں ایسا آدمی ہوں کہ اس حالت پر کوئی میری عیادت کو نہیں آتا ہے اور میں نے چند راتوں سے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ وہ مجھے تمہارے ساتھ جمع کردے اور بے شک اللہ نے میری دعا قبول فرمائی''۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس ولی سے فرمایا: ''اے شخص! تیری خدمت کون کرتا ہے اور تیرا کھانا اور پینا کہاں سے آتا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''میرا لڑکا ہے وہ ہر روز اس وادی کی طرف جاتا ہے اور میرے واسطے تھوڑے سے نفیس خرمے چُن لاتا ہے۔ پس میں اس کو کھاتا ہوں اور اس سے روزہ افطار کرتا ہوں''۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''میں دوست رکھتا ہوں کہ تیرے لڑکے کو دیکھوں''۔

اس نے موسیٰ علیہ السلام کو اس کا راستہ بتلا دیا' وہ اسی راستہ کی طرف گئے اور ناگاہ دیکھا کہ وہ ایسا لڑکا ہے کہ حسن میں چاند کی مثل ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس سے تعجب کیا اور کہا: ''تَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ''۔

پس موسیٰ علیہ السلام اس حالت میں تھے کہ دفعتہً ایک درندہ آیا اور اس نے لڑکے کو پھاڑ ڈالا۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام متحیر ہو گئے اور عرض کیا:

''الٰہی وسیدی! تیرے اولیاء میں سے ایک ولی اس حالت پر پڑا ہوا ہے اور اس کا کوئی بجز اس کے خادم نہ تھا۔ پس اس لڑکے کی ہلاکت میں کیا بھید ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: ''اس کے باپ کی طرف واپس جاؤ اور اس کے صبر اور اس کی رضا کو دیکھو''۔

موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس گئے اور اس کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ یہ سن کر وہ خوشی اور مسرت سے ہنسا اور اپنی آنکھ آسمان کی جانب اُٹھائی اور کہا: ''اے میرے اللہ اور اے میرے آقا! بے شک تو نے مجھے یہ لڑکا عنایت کیا تھا اور میں خیال کرتا تھا کہ میرے بعد یہ زندہ رہے گا پس جب تو نے اس سے مجھے راحت دی تو اب سجدہ کی حالت میں مجھے اپنے پاس بُلا لے اور میری روح قبض کر لے''۔

پھر اس نے سجدہ کیا اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ہلایا تو دفعتہً وہ مر چکا تھا پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''الٰہی وسیدی! کیا یہ تیرا ولی اس مقام پر اسی طرح پڑا رہے گا اور اس کا لڑکا وادی میں پڑا رہے گا؟''

پس حضرت جبرائیل علیہ السلام ان دونوں کی طرف اُترے اور ان کو غسل دیا اور دفن کیا اور موسیٰ علیہ السلام واپس آئے۔ (انوارِ محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(۷۸)

جذام کا علاج

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فتوحات کے وصایا میں تحریر فرمایا ہے:

''ہمارے یہاں ایک شخص جذام کی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور تمام اطباء نے بالاتفاق یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ لاعلاج مرض ہے۔ اتفاق سے اس زمانے کے ایک قوی الایمان محدث نے جن کا نام سعد السعود تھا اس جذامی کو دیکھ کر فرمایا: ''تم اپنے اس مرض کا علاج کیوں نہیں کرتے؟'' غریب جذامی نے آب دیدہ ہو کر کہا: ''حضور! میرے اس مرض کو تمام طبیبوں نے لاعلاج قرار دے دیا ہے اس لیے اب میں مایوس ہو چکا ہوں''۔

یہ سن کر سعد السعود محدث نے فرمایا: ''یہ تمام اطباء جھوٹے ہیں اور میرا ایمان ہے کہ سارے عالم میں سب سے بڑھ کر حاذق طبیب میرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کلونجی کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے: وہ موت کے سوا تمام بیماریوں کی دوا ہے اور جذام بھی ایک مرض ہے اس لیے یقیناً کلونجی اس کی بھی دوا ہے''۔

چنانچہ انہوں نے فوراً ہی کلونجی منگوا کر پیسی اور اس کو شہد ملا کر جذامی کے پورے بدن پر مل دیا اور کچھ تھوڑی مقدار میں اس کو چٹا دی پھر تھوڑی دیر کے بعد اسے غسل کرایا تو اس کی پرانی کھال اُتر گئی اور نئی کھال فوراً ہی نمودار ہو گئی اور اس کے سر کے گرے ہوئے بالوں کی جگہ دوسرے بال اُگ آئے اور وہ بالکل شفایاب ہو کر پہلے کی طرح تندرست ہو کر توانا ہو گئے''۔

حضرت محی الدین ابن العربی کا بیان ہے: ''سعد السعود محدث کا اس حدیث پر اتنا قوی ایمان تھا کہ وہ ہر مرض میں کلونجی بطورِ دوا استعمال کرتے تھے' یہاں تک کہ انہیں کبھی

آشوبِ چشم ہو جاتا تو وہ کلونجی کو پیس کر بطورِ سرمہ لگاتے تھے اور فوراً شفایاب ہو جاتے تھے''۔ (روح البیان' ج:۳' ص:۳۱۹)

اس واقعہ کو ایک کامل الایمان عالم باعمل کی کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ مگر اس کرامت کے ظہور کے لیے یہ شرط ہے کہ فرمانِ رسول پر سعد السعود جیسا کہ یقین محکم اور کامل ایمان ہونا ضروری ہے

مصیبت میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں
مگر ایمان کامل ہو تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

Scanned with CamScanner

(۷۹)

بزرگوں کی باتیں

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے ایک دن مندرجہ ذیل حدیث بیان فرمائی:

يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِيْ مَسَاجِدِهِمْ فِيْ اَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ لَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ ۔

''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اپنی مساجد میں دنیا کی باتیں کریں گے۔ تم ان کے ساتھ مل کر نہ بیٹھنا' ان میں رضا الٰہی کی کوئی حاجت نہیں اور اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں''۔

بعد میں حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی سنایا کہ بغداد شریف کے بازار میں گرا ہوا ایک کاغذ پایا جس پر بسم اللہ شریف لکھی ہوئی تھی۔ اسے محفوظ رکھ اور بعد میں بغداد شریف میں تمام عمر جوتا نہ پہنا اسی لیے آپ کو حافی (ننگے پاؤں والا) کہا جاتا ہے جب آپ نے جوتا اُتار دیا تو جانوروں نے شہر کی گلیوں میں لید وروث وگوبر کرنا چھوڑ دیا حتیٰ کہ ایک روز کسی مجذوب نے بازار میں لید پڑی ہوئی دیکھی تو رو پڑے جب ان سے رونے کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''آج حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا ہے کیونکہ ان کی زندگی میں بازاروں میں ان ہی کے احترام کی خاطر جانور پیشاب ولید وغیرہ نہیں کرتے تھے۔ آج بازار میں اس گوبر کا پایا جانا ان کی رحلت کا ثبوت ہے''۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ مجذوب صاحب نے بالکل درست فرمایا ہے۔

(انوارِ قمریہ' ص:۲۰۹)

☆......حضور غریب نواز خواجہ خواجگان فرید الملت والدین بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

کے ہم عصر حضور غریب نواز خواجہ خواجگان حضرت قبلہ حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے عہد لیا کہ جس کا وصال پہلے ہو وہ صاحب دوسرے کو بتائیں گے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ مقبول ہے لہٰذا جب قضائے الٰہی سے حضرت خواجہ باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال پہلے ہوا تو جناب خواجہ حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ قلم دوات اور کاغذ لے کر ان کے سرہانے غلاف کے نیچے رکھ آئے اور عرض کی:

''غریب نواز! وعدہ وفائی کے طور پر اس کاغذ پر وہ عمل تحریر کر دینا جو عنداللہ زیادہ مقبول ہے''۔ جب صبح سویرے وہ کاغذ اُٹھایا تو یہ شعر لکھا ہوا پایا

جملہ فنون شیخ نیرزد بہ نیم خس
راحت بہ دل رساں کہ ہمیں مشرب است وبس

''شیخ کے تمام اعمال نصف تنکے کے برابر بھی نہیں ہیں' دل کو آرام پہنچا کہ یہی طریقہ ہے اور بس'' فرمایا یہ رباعی بھی باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے:

گیرم کہ بہ شب نماز بسیار کنی
در روز دوائے شخص بیمار کنی
تادل نہ کنی زغصہ و کینہ تہی
صد خرمن گل بر سریک خار کنی

''میں سمجھتا ہوں کہ تو رات کو نماز زیادہ پڑھتا ہے اور دن میں بیمار کا علاج بھی کرتا ہے لیکن جب تک دل کینہ اور غصہ سے خالی نہ کرے گا تو خرمن اور ڈھیروں پھولوں کو کانٹوں پر برباد کر دے گا''۔

☆......اس کے بعد ارشاد فرمایا:

''حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ حضور باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ حضرت باوا صاحب قدس سرہ العزیز کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک فتویٰ تحریر فرما کر اس میں باوا صاحب جیسے فتویٰ کا حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے بھی اسی طرح لکھا تھا: ''اپنے فتویٰ کی تقویت وحقانیت کے لیے

ان کا حوالہ درج کیا۔ باوا صاحب بڑے مرتبے کے ہوئے ہیں''۔

پھر فرمایا: ''حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے اس وقت ان کا لقب بحاث صف شکن مشہور تھا۔ انہوں نے قاضی القضاۃ کا منصب حاصل کرنے کا ارادہ فرمایا اور علم مسائل کو اچھی طرح مکمل کیا۔ قاضی بننے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے' راستہ میں ایک درویش صاحب ملے۔ کہنے لگے نظام الدین قاضی مشو چیزے دیگر بشوا جودھن برو (اے نظام الدین قاضی نہ بن دوسری چیز بن اجودھن جا) اس وقت پاکپتن شریف کا نام اجودھن تھا۔ چنانچہ آپ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور ان کی خدمت میں رہ کر تصوف اختیار فرمایا۔ فیض حاصل کر کے دنیا کو روشن ومنور فرمایا۔

☆......ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''ترکوں کو اسلام سے مشرف فرمانے والی ہستی جناب شیخ الطریقت والشریعت حضور غریب نواز باوا فرید الملت والدین گنج شکر رضی اللہ عنہ ہی کی ذاتِ گرامی ہیں۔ آپ کے خلیفہ جناب جمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اس علاقے میں تشریف لے گئے' جنگل میں نماز صبح ادا فرمائی۔ ہلاکو خان کا لڑکا (ولی عہد) شکار کھیلتا ہوا وہاں سے گزرا۔ آپ کی قرأت سن کر کھڑا ہو گیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کہنے لگا: ''آپ کا قرآن پاک پڑھنا میں نے سنا ہے اور یقین کیا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے لیکن آج میں اسلام نہیں لاتا۔ میرا والد ہلاکو خاں جب فوت ہو جائے گا اس وقت آپ تشریف لانا میں اسلام قبول کرلوں گا''۔

چنانچہ ہلاکو خان کی وفات کے بعد جب وہی لڑکا تخت نشین ہوا تو جناب جمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا۔ انہوں نے اپنے خلیفہ کو وصیت فرمائی کہ ہلاکو خان کے لڑکے نے وعدہ کیا ہوا ہے تم میری طرف سے جا کر وعدہ یاد دِلانا اور دعوتِ اسلام دینا جب وہ خلیفہ تشریف لائے اور وعدہ یاد دِلایا نیز جنگل کا واقعہ بتایا تو کہنے لگا ٹھیک ہے آپ وہی خلیفہ صاحب ہیں۔

فرمایا' ان کا وصال ہو گیا ہے' ان کی وصیت کے مطابق میں آیا ہوں جب بادشاہ

اسلام لانے کو تیار ہو گیا تو نصیر الدین طوسی (جو متعصب شیعہ تھا۔ جعفر از بنگال وصادق از دکن' علقمی جو سقوط بغداد کا سبب بنا وہ بھی رافضی تھا۔) نے کہا اس طرح نہیں ہوگا بلکہ ایک شرط ہے وہ یہ کہ سکہ پگھلا کر ان کے منہ میں ڈالا جائے اگر پی جائیں تو آپ اسلام قبول کرلیں ورنہ نہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''اے بادشاہ! تیرے وعدہ میں یہ شرط نہیں ہے''۔ لیکن طوسی بڑا چالاک اور شاطر دشمن تھا' کہنے لگا: ''یہ تو ضرور ہوگا''۔

چنانچہ جلدی جلدی اس نے سکہ پگھلا کر خلیفہ صاحب کے منہ میں ڈالا تو آپ شربت کی طرح پی گئے اب بادشاہ تیار تھا کہ طوسی نے دوبارہ چالاکی ظاہر کی۔ کہنے لگا: ''اب تو چند آدمی آپ کے پاس ہیں۔ بادشاہ کا اس وقت اسلام قبول کرنا (ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا) معمولی بات نہیں اس لیے مجمع عام ہونا چاہیے تاکہ دوسرے بھی دیکھ کر اتباع کریں اس کی صورت یہ ہے کہ ایک دن مقرر کر کے میدان وسیع میں تمام لوگ جمع ہو جائیں وہاں خلیفہ صاحب ہمارے مشہور پہلوان سے کشتی کریں گے اگر اس کو بھی گرا لیا تو پھر بادشاہ کو عام اختیار ہوگا''۔

اگرچہ اس شرط سے بھی طوسی کا ناپاک ارادہ تھا کہ پہلے تو کرامت کی بنیاد پر سکہ پگھلا یا ہوا پی گئے ہیں اب پہلوان کے ہاتھوں تو یقیناً ختم ہو جائیں گے لیکن جب عام لوگوں کے سامنے کشتی کی صورت میں ایک طرف موٹا تازہ تجربہ کار طاقت ور پہلوان اور دوسری طرف دُبلے سے فقیر کی ہلکی پھلکی تصویر سامنے تھی۔ فقیر نے پہلوان کو ایک بازو سے پکڑ کر زمین سے اونچا اُٹھا لیا اور سر کے بل دے مارا۔ پہلوان نے آپ کی طاقت بیان کی کہ مجھے تو کوئی آفت معلوم ہوئی تھی جس نے مجھے سنبھلنے بھی نہ دیا بلکہ میرے تمام اعضاء سلب ہو گئے اس وقت بادشاہ نے اسلام قبول کیا اور خلیفہ کو لکھا کہ آج سے میں بھی مذہب اسلام اور حقانیت میں تمہارا شریک ہوں۔

پھر فرمایا: ''ایک مولوی صاحب نے مجھ پر اعتراض کیا کہ بہت سی کتابیں احادیث فقہ وتفاسیر کی میری نظروں سے گزری ہیں' کسی میں بابا فرید کے دروازہ کا ذکر نہیں دیکھا اور تم لوگ بہشتی دروازہ مشہور کیے ہوئے ہو اور پھر کہتے ہو کہ صرف اسی دروازہ سے گزر جانا

Scanned with CamScanner

ہی بہشتی بننے کا سبب ہے‘ یہ کہاں سے تم نے پڑھا ہے‘ سنا ہے یا کسی کتاب کی عبارت ہے؟“

میں نے جواب دیا: ”تم بہشتی بننے کے کون سے اسباب جانتے ہو؟“

وہ ذرا خاموش رہا تو پھر خود میں نے ہی اسے بتایا:

”یہی اسباب ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت برحق ماننا‘ قرآن پاک کو کلام اللہ یقین کرنا‘ حشر ونشر حساب وکتاب‘ بہشت ودوزخ‘ عذاب وثواب ان تمام کو برحق سمجھنا“۔ اس نے کہا: ”ہاں! یہی اسباب بہشتی ہونے کے ہیں“۔

پھر اسے کہا: ”باوا صاحب کے دروازہ پر وہی لوگ جاتے ہیں جو مذکورہ تمام اعتقادات سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور پھر گزرتے وقت ان کی زبان پر ان الفاظ کا ہونا اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم چار یار‘ حاجی قطب فرید ان کے مومن اور بہشتی ہونے کی دلیل ہے اور باوا صاحب نے فرمایا: ”میرے دروازہ پر شقی نہیں آئے گا تو یقیناً گزرنے والا بہشتی ہی ہوگا“۔

نیز بخاری شریف والی حدیث پاک جو حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّه فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِه الخ......

اس بات کی مؤید ہے کہ اولیاء اللہ کے فرامین برحق ہیں۔ باوا صاحب نے اپنے دروازہ سے گزرنے والے کو بہشتی فرمایا۔ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ نے اپنے شہر سے گزرنے والے کو بہشتی فرمادیا۔ پیر پٹھان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”باوا صاحب کے ٹبہ پر چڑھ جانے والا بھی بہشتی ہے‘ ان ہستیوں نے تو تمہارے لیے نجات کے ذرائع آسان فرمادیئے“۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے

چوں روا باشد انا اللہ از درخت
کے روا نبود کہ گوید نیک بخت

”جب درخت سے انا اللہ کا آواز جائز ہے تو یہ کیسے ناجائز ہے جب کوئی نیک بخت فرمادے“۔

جس کا مطلب ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے رب العزت کی ذاتِ اقدس کا

جلوہ درخت سے نمودار ہوا تو اگر اسی ذات کا جلوہ اشرف المخلوقات انسان کی ذات سے نظر آئے تو یہ کس طرح بعید ہوسکتا ہے؟ آیتِ کریمہ: اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِی الْمُقَدَّسِ طُوًی......

”بے شک میں تیرا رب ہوں تو اپنے جوتے اُتار دے کیونکہ مقدس وادی طویٰ میں تو ہے“۔

بھٹی سے نکالا ہوا لوہا لوہا نہیں رہتا بلکہ آگ ہوتی ہے جس میں اثر بھی آگ کا ہوتا ہے اور وہ نظر بھی آگ کی طرح آتا ہے۔ وہ لوہا زبانِ حال سے کہتا ہے میں اب آگ ہوں‘ مجھ سے آگ کا کام لے سکتے ہو جن والا آدمی بولتا ہے دیکھتا ہے بظاہر آدمی ہوتا ہے درحقیقت جن بول رہا ہوتا ہے جو اس کے بدن ورگ وریشہ میں سرایت کرچکا ہوتا ہے۔ ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے یہ بات تسلیم کرلینا بعید نہیں کہ اللہ والوں میں ذات وحدہ لا شریک لہ کی صفات کا ظہور ہوتا ہے اور ان ہستیوں میں وہی بولتا ہے‘ وہی سنتا ہے‘ وہی دیکھتا ہے۔ حدیث قدسی: کنت سمعه الذی یسمع به وبصره التی یبصر بها...... (الحدیث)

”میں ہی اس کے کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے......الی اخرہ) (انوار قریہ)

(۸۰)

دو عظیم محدّث

حضرت سیّدنا محمد بن منذر رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث حضرت سیّدنا عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہا کرتے تھے۔ اُن کا بیان ہے:

''ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید علیہ الرحمۃ اپنے دونوں بیٹوں امین اور مامون کو ساتھ لے کر حج کے لیے روانہ ہوئے جب ''کوفہ'' پہنچے تو حضرت سیّدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''کوفہ کے تمام محدثین کو پیغام بھجوائیں کہ وہ ہمارے پاس آکر حدیث سنائیں''۔

خلیفہ کا پیغام سن کر سوائے حضرت سیّدنا عبداللہ بن ادریس اور حضرت سیّدنا ابن یونس کے تمام محدثین خلیفہ کے پاس پہنچ گئے اور حدیثیں بیان کیں۔ امین اور مامون کو جب معلوم ہوا کہ دو محدث خلیفہ کے پاس نہیں آئے تو انہوں نے خود ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ پہلے حضرت سیّدنا عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ کر حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سننے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں سو حدیثیں سنائیں۔ حدیث سننے کے بعد مامون نے کہا: ''چچا جان! اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو یہ سو حدیثیں آپ کو سنائیں''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دی تو مامون نے جیسے سنی تھیں حرف بحرف اسی طرح سنا دیں۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ جو خود بہت زیادہ مضبوط حافظہ کے مالک تھے، مامون الرشید کی ذہانت و فطانت دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ مامون نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ''چچا جان! آپ کی مسجد کے برابر میں دو گھر ہیں اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو انہیں خرید کر آپ کی مسجد کو وسیع کر دیا جائے''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جس نے مجھ سے پہلے والوں کی کفایت کی وہ میری

بھی کفایت کرے گا، مجھے ان گھروں کی خریداری کی رغبت نہیں''۔

مامون الرشید نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر پھنسی نکلی ہوئی ہے تو کہا: ''چچا جان! ہمارے ساتھ ماہر طبیب اور بہترین دوائیں ہیں اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ اجازت دیں تو ہم کسی ماہر طبیب کو بُلا لائیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا علاج کرے؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا: ''پہلے بھی اس کی مثل زخم ہوا تھا جو خود بخود ٹھیک ہو گیا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بھی ٹھیک ہو جائے گا''۔

مامون نے بہت سا مال آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دینا چاہا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لینے سے انکار کر دیا اور ایک درہم بھی قبول نہ کیا۔

پھر امین و مامون حضرت سیّدنا ابن یونس رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور احادیث سنیں جب واپس ہونے لگے تو خدام کو حکم دیا: ''حضرت سیّدنا ابن یونس رحمۃ اللہ علیہ کو دس ہزار درہم پیش کیے جائیں''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کر دیا، مامون نے سمجھا کہ شاید دس ہزار درہم کم ہیں اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ انکار فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے بیس ہزار درہم پیش کیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں حدیثِ نبوی سنانے کے عوض پانی کے چند گھونٹ اور روٹی کا ٹکڑا بھی قبول نہیں کروں گا۔ خدا تعالیٰ کی قسم! اگر تم اس مسجد کو چھت تک سونے سے بھر دو تب بھی میں حدیث کے عوض یہ دولت قبول نہیں کروں گا''۔ یہ سن کر امین و مامون اس عظیم محدث کے پاس سے واپس چلے آئے اس مردِ قلندر نے ان سے ایک درہم بھی نہیں لیا۔ (عیون الحکایات)

(سبحان اللہ! ہمارے بزرگانِ دین کیسے خوددار اور متوکل ہوا کرتے تھے، ان کی نظروں میں دنیوی دولت و شہرت کی کچھ بھی اہمیت نہ تھی۔ وہ کسی بھی دنیادار کی دنیوی آسائشوں اور نعمتوں کو دیکھ کر مرعوب نہ ہوتے بلکہ بڑے بڑے امراء و وزراء پر ان بزرگ ہستیوں کا رعب و دبدبہ ہوتا۔ سچ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اسے کسی کی محتاجی نہیں ہوتی۔ ہمارے اسلاف اپنے دینی منصب کو کبھی بھی اپنے دنیوی فائدے کے لیے استعمال نہ کرتے، انہیں اپنے پاک پروردگار پر یقینِ کامل تھا۔)

Scanned with CamScanner

(۸۱)

شاہانِ ایران وروم کی عیاشیاں

تاریخ بتاتی ہے کہ اپنی رعایا سے رومی حکومت کا برتاؤ نہایت سفاکانہ تھا' ان کے شہری اور انسانی حقوق غصب کر لیے گئے تھے' سرکاری ٹیکس ادا کرنے کے لیے وہ اکثر اوقات اپنی اولاد کو فروخت کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے' غلام بنانے اور بے گار لینے کا عام رواج تھا' اسی بے گار کی بنیاد پر رومی حکومت نے وہ ادارے اور کارخانے تعمیر کیے جو رومیوں کا کارنامہ سمجھے جاتے ہیں۔ مختصر لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ رعایا کے لیے رومی حکام کی حکومت بدترین نحوست اور شدید ترین عذاب تھی۔

رومی اور ایرانی سلطنتوں کے اعلیٰ حکام کے سروں پر شہوانی خیالات اور عیاشیوں کا بھوت سوار تھا' ان دونوں حکومتوں میں مصنوعی بھڑکیلی تہذیب اور پُر فریب زندگی کا ایک سیلاب اُمنڈ آیا تھا جس میں ہر شخص سر سے پاؤں تک غرق تھا۔ عیش وعشرت کے سوا ان حکومتوں کے امراء ورؤساء کا کوئی کام ہی نہ تھا۔ تکلفاتِ زندگی' سامانِ آرائش اور اسباب تعیشات کی ان کے ہاں وہ بہتات تھی جس کی قلم کو تاب نگارش نہیں۔ کسریٰ پرویز کے شبستان میں بارہ ہزار عورتیں تھیں۔ اصطبل میں پچاس ہزار اصیل گھوڑے' محلات اور بھاری نقدی اور جواہر کا تو اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ کسریٰ کا قصر ابیض نوشیرواں نے بنوایا تھا' اس کی تعمیر میں رومی' یونانی اور اس زمانے کے دوسرے متمدن ممالک کے فنِ تعمیر کی تمام نزاکتیں اور رعنائیاں صرف کر دی گئی تھیں۔ یہ محل پانچ دلانوں اور بڑے بڑے گنبدوں پر مشتمل تھا اور ہر آن اپنی عظمت وجلال کا نظارہ دکھاتا رہتا تھا اس کے سامنے کا حصہ ایک سو پچاس میٹر سے زیادہ چوڑا اور بلندی چالیس میٹر تھی اس قصرِ ابیض پر کتنی رقم خرچ ہوئی؟ اس

کا اندازہ مشکل ہے۔ مسلمانوں نے جب کسریٰ کے دارالسلطنت مدائن پر قبضہ کیا تو اگرچہ یزدگرد اپنا بہت سا خزانہ' غلام' کنیزیں اور مختلف سامانِ تعیش اپنے ساتھ لے کر حلوان بھاگ گیا تھا اس کے باوجود شاہی خزانے سے مسلمانوں کو تیس کھرب دینار ملے تھے اس کے علاوہ اور بھی بہت سا قیمتی سامان ہاتھ آیا تھا جس کی مالیت کا اندازہ مؤرخین نے بیس کھرب دینار سے زیادہ لگایا ہے۔ تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ یزدگرد جب اپنے دارالسلطنت سے بھاگا تو وہ اس قدر عجلت' بے بسی اور پریشانی کی حالت میں بھی اپنے ساتھ جو کچھ لے گیا اس سے اس کے عیش وعشرت کے لیل ونہار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً لکھا ہے:

''یزدگرد اپنے ساتھ ایک ہزار باورچی' ایک ہزار گویے' ایک ہزار چیتوں کے محافظ' ایک ہزار بازدار اور بہت سے دوسرے لوگ لے بھاگا اور خدام کی یہ تعداد بھی اس کے نزدیک بہت کم تھی''۔ (ایران بعہد ساسانیاں' ص:۸۱)

وہ اپنے ساتھ کتنی نقدی لے گیا؟ اس کی تفصیل نہیں ملی لیکن اس کے ہمراہی خدام کے ہجوم سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کتنے کھرب روپیہ لے گیا ہوگا اسی روپے کے بل بوتے پر وہ اپنے ہی ملک میں ایک چکی والے کے ہاتھوں قتل ہوا۔ دَم توڑتے وقت اس کی مالی حالت یہ تھی کہ اس کی جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔

مؤرخین نے کسریٰ کے اس فرشِ بہار کا حال سنایا ہے جس پر بیٹھ کر امرائے ایران موسمِ خزاں میں شراب پیتے تھے ذرا اس کی ایک جھلک دیکھیے:

''اس کا رقبہ ساٹھ مربع گز تھا اس کی سطح سونے سے تیار کی گئی تھی جس میں جا بجا جواہرات اور موتیوں کی گل کاری تھی اس میں پھول دار اور پھل دار درخت کاڑھے گئے تھے' درختوں کی لکڑی سونے کی' پتے حریر کے' کلیاں سونے چاندی کی اور پھل جواہرات کے بنائے گئے تھے اردگرد ہیرے کی جدول تھی' درمیان میں روشیں اور نالیاں بنائی گئی تھیں اور یہ سب جواہرات کی مینا کاریوں سے بنائی گئی تھیں۔ موسمِ خزاں میں تاج دارانِ آلِ ساسان اس گلشنِ بے خزاں میں بیٹھ کر شراب پیا کرتے اور دولت وثروت کا وہ حیرت انگیز کرشمہ نظر آتا جو زمانے نے کبھی اور کہیں نہ دیکھا تھا''۔ (تاریخ اسلام مولانا عبدالحلیم شرر: ۱/۳۵۴)

Scanned with CamScanner

علامہ طبری نے نقل کیا ہے:

''اہلِ ایران سروں پر جو کلاہ رکھتے تھے' وہ کئی کئی لاکھ دینار کے ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنا معیارِ زندگی اتنا اونچا کرلیا تھا کہ ایک شخص اپنی ذات اور اپنے لباس کے محض ایک حصے ہی پر اتنا روپیہ صرف کرتا تھا جس سے پوری ایک بستی پرورش پاسکتی تھی۔ ہرمز کے ایک کلاہ کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی جس میں مختلف قسم کے جواہرات جڑے ہوئے تھے شاہ حیرہ کسریٰ کا ایک عزیز تھا اس کے کلاہ کی قیمت پچاس ہزار اور رستم جو کسریٰ کا وزیر دفاع تھا' اس کے کلاہ کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی''۔

(سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم' ص: ۴۸-۴۹)

ان حکمرانوں کا موازنہ خلفائے راشدین سے کیجیے تو آپ پر اسلام کی حقانیت اور باطل کی ضلالت روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گی۔

(۸۲)

درندوں کے ذریعہ نیک بندوں کی مدد

بیان کرتے ہیں: ابوحمزہ خراسانی نے کہا: ''ایک سال میں حج کرکے واپس آرہا تھا کہ دفعتہً کنویں میں گر پڑا۔ چنانچہ میرے نفس نے کہا: میں فریاد کروں لیکن میں نے کہا: بخدا فریاد نہ کروں گا۔ پس یہ خطرہ تمام نہیں ہوا تھا کہ دو شخص اس کنویں پر گزرے اور ایک نے دوسرے سے کہا: ''آؤ اس کنویں کا منہ بند کردیں تاکہ کوئی اس میں نہ گرے''۔

چنانچہ وہ بانس اور چٹائی لائے اور کنویں کا منہ بند کردیا (یہ دیکھ کر) میں نے چیخنے کا ارادہ کیا لیکن پھر میں نے اپنے جی میں کہا: کیا اس ذات بے نیاز کی طرف فریاد کروں اور چیخوں جو ان دونوں سے میرے قریب تر ہے اور میں چپ رہا۔ میں اسی حالت میں تھا کہ اچانک تھوڑی دیر کے بعد کنویں کا منہ کھلا اور ایک شخص نے اپنا پاؤں لٹکایا اور گونجتی ہوئی آواز میں مجھ سے کہا: ''اس سے لٹک جا''۔

میں اس سے لٹک گیا پس جب اس نے مجھے نکالا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درندہ ہے۔ چنانچہ اس نے مجھے چھوڑا اور چلتا ہوا اس کے بعد میں نے ہاتفِ غیبی سے سنا وہ کہتا ہے:

''اے ابوحمزہ! کیا یہ بہت خوب نہیں ہے کہ میں نے تجھ کو تلف ہونے سے اسی درندہ کے ذریعہ سے بچایا جو تیرا دشمن ہے''۔ (نوادر قلیوبی)

(۸۳)

قبر کی آواز پہ کان دھرو

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب قبر میں مردہ رکھ دیا جاتا ہے تو قبر اس مردہ سے کہتی ہے کہ اے ابن آدم! تو کس فریب میں پڑا رہا؟ کیا تجھے نہیں معلوم کہ میں فتنہ کا گھر ہوں' میں تاریکی کا گھر ہوں' میں تنہائی کا گھر ہوں' میں کیڑوں کا گھر ہوں تو کس گھمنڈ میں تھا جب تو لوگوں کو دھکا دیتا ہوا میرے اوپر سے گزرتا تھا؟ اگر مردہ نیک وصالح ہوتا ہے تو ایک فرشتہ اس کی طرف سے قبر کو جواب دیتا ہے کہ اے قبر! یہ تو زمین پر لوگوں کو اچھی اچھی باتوں کا حکم دیتا تھا اور بُری باتوں سے لوگوں کو منع کیا کرتا تھا۔ یہ سن کر قبر کہتی ہے کہ اگر ایسا ہی تھا تو اب میں اس کے پاس ہریالی لاؤں گی اور اس کا بدن نور ہو کر دوبارہ مجھ سے نکلے گا اور اس کی روح اللہ تعالیٰ کے دربارِ رحمت تک رسائی حاصل کرے گی''۔ (احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۲۳)

۲) عبید بن عمیر لیثی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''میت سے بوقتِ دفن قبر کہتی ہے کہ میں تاریکی کا گھر ہوں' میں تنہائی کا گھ ہوں' میں بے کسی کا گھر ہوں اگر تو اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار تھا تو آج میں تیرے لیے رحمت بن جاؤں گی اور اگر تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان تھا تو میں تیرے لیے عذاب بن جاؤں گی۔ میں وہ جگہ ہوں کہ خدا کے فرماں بردار بندے مجھ میں داخل ہونے کے بعد مسرور ہو کر نکلتے ہیں اور خدا کے نافرمان بندے مجھ میں داخل ہو کر رنجیدہ اور غمزدہ ہو کر نکلتے ہیں''۔

(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۲۳)

۳) محمد بن صبیح علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

''جب قبر میں میت کو عذاب ہونے لگتا ہے تو دوسرے مردے اس سے کہتے ہیں کہ اے شخص! کیا تو نے ہم لوگوں کا حال دیکھ کر کچھ بھی عبرت نہیں حاصل کی؟ ہمارے تو اعمال ختم ہو چکے تھے لیکن تو زندہ تھا اور تجھ کو کافی مہلت ملی لیکن تو نے اپنے اعمال کی کچھ بھی اصلاح نہیں کی۔ اے ظاہری دنیا پر فریب کھانے والے! تو نے ان لوگوں سے عبرت نہیں پکڑی جو تجھ سے پہلے ظاہری دنیا پر فریب کھا کر زمین کے اندر چلے گئے حالانکہ تو ہمیشہ دیکھا کرتا تھا کہ سب کے اقرباء واحباب لوگوں کو اس منزل تک پہنچایا کرتے تھے''۔

(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۲۳)

۴) حضرت کعب علیہ الرحمۃ کا بیان ہے:

''مردہ جب قبر میں وحشتوں کا منظر دیکھتا ہے تو بہت گھبراتا ہے اس وقت اس کے اعمال صالحہ یعنی نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' جہاد اور صدقہ وغیرہ اس کی وحشت اور گھبراہٹ کو دُور کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: قبر میں جب عذاب کے فرشتے میت کے پاؤں کی طرف سے آتے ہیں تو نماز آ کر کھڑی ہو جاتی ہے کہ ہٹو! تم کچھ نہیں کر سکتے اس نے نمازوں میں بہت لمبا لمبا قیام کیا تھا پھر عذاب کے فرشتے میت کے سر کی جانب سے آتے ہیں تو روزہ کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ ہٹو! تمہیں اس طرف سے کوئی راستہ نہیں ملے گا اس نے دنیا میں روزہ رکھ کر خدا کے لیے بہت زیادہ پیاس برداشت کی تھی پھر عذاب کے فرشتے میت کے دائیں بائیں سے آنا چاہتے ہیں تو حج وجہاد راستہ روک لیتے ہیں کہ اس نے خدا کے لیے اپنے بدن کو بڑی تھکن میں ڈالا تھا پھر عذاب کے فرشتے میت کے دونوں ہاتھوں کی طرف سے آنے لگتے ہیں تو صدقہ روک لیتا ہے کہ اس نے ہاتھوں سے صدقہ دیا تھا پھر عذاب کے فرشتے چلے جاتے ہیں اور رحمت کے فرشتے آ جاتے ہیں اور اس کی قبر جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے' چوڑی کر دی جاتی ہے اور اس کی قبر میں ایک قندیل جلا دی جاتی ہے جس سے قیامت تک قبر میں روشنی رہے گی''۔ (احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۲۳'۴۲۴)

Scanned with CamScanner

(۸۴)

درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

سیدی جعفر نصر خلدی بغدادی بہت با کمال عالم اور نہایت ہی با کرامت ولی تھے' دن رات کی عبادت وریاضت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ ساٹھ مرتبہ حج کے لیے گئے' ان کے پاس ایک نہایت قیمتی نگینہ تھا جو دریائے دجلہ میں گر پڑا۔ گم شدہ چیز کی بازیابی کے لیے ان کے پاس ایک دعا تھی' انہوں نے اس دعا کو پڑھ لیا تو وہ نگینہ جو دریائے دجلہ میں گرا تھا' کتابوں کے پراگندہ اوراق میں ملا۔ وہ دعا یہ ہے کہ جب کوئی گم ہو جائے تو پہلے تین مرتبہ سورۂ الضحیٰ مع بسم اللہ پڑھے پھر ایک مرتبہ یہ دعا پڑھ لے: یَاجَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّارَیْبَ فِیْهِ اِجْمَعْ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ'

اسی طرح مشہور محدث حافظ ابوبکر خطیب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

''میں نے ''صوفی مزین کبیر'' کو رخصت کرتے وقت عرض کیا کہ حضرت! آپ مجھے کوئی توشہ دے دیجیے تو انہوں نے مجھے یہ دعا تعلیم فرمائی کہ اگر تمہاری کوئی چیز یا آدمی گم ہو جائے تو یہ دعا پڑھ لینا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ چیز یا آدمی ضرور مل جائے گا۔ دعا یہ ہے:

یَاجَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّارَیْبَ فِیْهِ اِجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ کَذَا

کذا کی جگہ اس گم شدہ چیز یا اس انسان کا نام لے۔ (مستطرف ج ۱ ص ۱۲۱)

بزرگانِ دین علماء کرام اور اولیاء عظام سے جو دعائیں منقول ہیں بلاشبہ ان کی تاثیرات حق ہیں لیکن عوام جو کبھی کبھی ان دعاؤں کے پڑھنے سے فیض پاتے اور اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوتے تو یہ ان دعاؤں کا قصور نہیں ہے بلکہ دعائیں پڑھنے والوں کے اخلاص میں کمی' گناہوں کی شامت اور زبانوں کی گندگی کا قصور ہے۔ دعاؤں کی

مقبولیت کے لیے کچھ شرائط وآداب ہیں اگر ان شرائط وآداب کی پابندی نہیں ہوگی تو ظاہر ہے کہ دعائیں مقبول نہیں ہوں گی۔ مقبولیت دعا کے لیے تقویٰ ودین داری' اخلاص قلب' اکل حلال' صدقِ مقال وغیرہ نہایت ہی اہم اور ضروری شرائط ہیں۔ حدیث شریف میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَکْلُهٗ حَرَامٌ وَشَرْبُهٗ حَرَامٌ یَقُوْلُ اللّٰهُ اللّٰهُ اَنّٰی یُسْتَجَابُ لَهٗ

''ایک شخص حرام کھاتا ہے اور حرام پیتا ہے اور اللہ اللہ کر کے دعا مانگتا ہے بھلا ایسے شخص کی دعائیں کہاں سے اور کیسے مقبول ہوں گی؟''

غور فرمائیے! حرام غذا کھا پی کر جس کے خون کا قطرہ قطرہ اور گوشت کی بوٹی بوٹی مالِ حرام کی نجاست سے آلودہ ہو چکی ہو اور جھوٹ' غیبت' تہمت' گالی فحش کلامی وغیرہ سے جس کی زبان گندی ہو چکی ہو پھر اس زبان سے نکلی ہوئی دعا کب اس قابل ہے کہ خداوندِ سبوح وقدوس کی بارگاہِ عظمت میں شرفِ قبولیت سے سرفراز ہو اس لیے ضرورت ہے کہ انسان پہلے تقویٰ و پرہیزگاری کے انوار سے اپنے ظاہر وباطن کو منور کرے اور لقمہ حلال کھائے اور اپنی زبان کو جھوٹ' غیبت' تہمت' بدکلامی وغیرہ کی لعنتوں سے پاک کرے اور پاک رکھے اور پھر انتہائی اخلاص قلب اور گریہ وزاری کے ساتھ جناب باری میں اپنی دعائے عجز وانکساری کو پیش کرے تو ارحم الراحمین ایسا کریم اور نکتہ نواز ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کی صداؤں کو اپنے دامنِ رحمت میں جگہ عطا فرما کر مقبولیت کے شرف سے نواز دیتا ہے۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا؟

اس تنبیہ کی ضرورت اس لیے پڑی کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض جہال کوئی وظیفہ یا بزرگوں کی بتائی ہوئی دعاؤں کا ورد کرتے ہیں اور انہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو وہ شور مچانے لگتے ہیں کہ ان دعاؤں کا جو فائدہ بزرگوں نے بتایا ہے وہ معاذ اللہ غلط ہے' خود اپنی کوتاہیوں پر نظر نہیں ڈالتے اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ کتنی ہی زود اثر ظاہر اور سریع التاثیر دوا

Scanned with CamScanner

کیوں نہ ہو مگر جب اس کی ترکیب استعمال کا خیال نہیں رکھا جائے گا تو کبھی ہرگز ہرگز اس دوا کا اثر ظاہر نہیں ہوگا پھر ترکیب استعمال کے ساتھ دوا کے اثر کو زائل کرنے والی چیزوں سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کتنی ہی مفید دوا کیوں نہ ہو لیکن اگر دوا کے ساتھ بدپرہیزی ہوتی رہے گی تو ظاہر ہے کہ دوا کا فائدہ برباد ہوتا رہے گا اب اگر کوئی شخص کسی دوا کا غلط طریقے سے استعمال کرے یا بدپرہیزی کرے اس طرح دعا کا اثر ظاہر نہ ہو تو کیا اس شخص کو یہ حق ہے؟ کہ وہ کہہ دے کہ یہ دوا بالکل بوگس اور بے اثر ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ ہر عقل والا یہی کہے گا کہ دوا کا مفید و مؤثر ہونا بالکل یقینی ہے۔ لیکن ترکیب استعمال کی غلطی اور بدپرہیزی نے اس دوا کے اثر کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ بالکل یہی کیفیت وظیفوں اور دعاؤں کے ادا کرنے کی بھی ہے کہ کبھی ان کے شرائط اور آداب نہ پورے ہونے کے باعث غلط طریقے سے پڑھی جاتی ہیں اور کبھی ایسی بدپرہیزیاں ہو جاتی ہیں جن کی نحوستوں سے دعاؤں کا اثر زائل ہو جاتا ہے لہٰذا ہرگز ہرگز کسی دعا اور وظیفے کی تغلیط اور اس کے فوائد و ثمرات کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہر دعا اس کے شرائط و آداب کے ساتھ پڑھی جائے اور ان گناہوں سے پرہیز کیا جائے جن کی ظلمت دعا کے نور کو برباد و غارت کر دیتی ہے پھر ان شاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ ضرور مولیٰ کرم فرمائے گا اور دعاؤں کو قبول فرما کر مانگنے والے کی خالی جھولیوں کو گوہر مراد سے بھر دے گا۔ خداوند عالم کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے اگر ہماری دعا مقبول نہیں ہوتی اور ہماری مراد پوری نہیں ہوتی تو یقیناً اس میں ہماری کوتاہی اور تقصیر کا دخل ہے۔ (روحانی حکایات)

(۸۵)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ

حضور غریب نواز خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ محبوبِ الٰہی کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ لاہور میں قاضی القضاۃ کی مسند سنبھالنے کے لیے تشریف لا رہے تھے، راستہ میں ایک فقیر مجذوب بیٹھے ہوئے ملے۔ انہوں نے پوچھا: ''نظام الدین کجا مے روی؟''

جواب دیا: ''قاضی القضاۃ بن کر مسند سنبھالنے جا رہا ہوں''۔

مجذوب صاحب نے فرمایا: ''قاضی مشو چیزے دیگر بشو'' قاضی نہ بن کچھ اور بن۔

آپ نے پوچھا: ''کہاں جاؤں؟''

فرمایا: ''اجودھن برو'' پاکپتن شریف جا۔

پہلے پاک پتن شریف کا نام اجودھن تھا۔ چنانچہ حضرت فرید الملت والدین بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو بابا صاحب نے دیکھ کر فرمایا

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جان ہا خراب کردہ

''اے وہ کہ تیرے فراق کی آگ نے کئی دلوں کو کباب بنا دیا ہے اور تیرے شوق کے سیلاب نے کئی جانیں تلف کر دیں یعنی عشق میں بہت سے حضرات جاں بحق ہو گئے یا تڑپ رہے ہیں''۔

حضور غریب نواز گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مراتب ولایت سے نوازا۔ بابا صاحب نے ایک سکہ دو پیسے والا عنایت فرمایا اس خیال پر کہ دنیا میں سے بھی کچھ دوں۔ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ سکا حاصل کیا ادھر بابا صاحب کے گھر کا دنیاوی حال یہ تھا

Scanned with CamScanner

کہ آپ کے دو صاحب زادے تھے ایک صاحب زادہ تو بھوک کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر واصلِ بحق ہو چکے تھے جب کہ دوسرے صاحب زادہ صاحب بھی بے تاب تھے۔ حضور غریب نواز محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو جب علم ہوا تو ایک ادھیلے کے چنے لے کر صاحب زادہ صاحب کے لیے پیش کر دیئے جس کا یہ اثر ہے کہ آج تک بابا صاحب کا لنگر جاری ہے۔ یہ سب اسی ادھیلے کی برکت ہے اور باقی ڈیڑھ پیسہ کے لنگر تمام خاندانِ چشتیہ کے ہاں جاری ہیں۔ مجھے یہ بھی امید اور توقع ہے کہ آپ محبوبِ الٰہی ہیں۔ محبوب جو کہے گا محبّ یقیناً دے گا۔

حضرت خواجہ محبوب الٰہی کا نام نامی محمد بن احمد بن علی بخاری ہے اور لقب سلطان المشائخ' سلطان الاولیاء اور سلطان السلاطین ہے اور خطاب محبوب الٰہی نظام الاولیاء نظام الدین اور زری زر بخش ہیں۔ آپ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ راشدین سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس طرح ملتا ہے:

حضرت نظام الدین اولیاء بن سید احمد بن سید علی بن سید محمد عبداللہ بن سید حسن بن سید علی اصغر بن سید عبداللہ بن سید احمد بن سید جعفر بن سید امام علی ہادی بن امام تقی الجواد بن امام علی موسیٰ رضا بن امام علی موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

اخبار الاخیار میں ہے کہ آپ کے دادا علی بخاری اور نانا خواجہ عرب دونوں بزرگوار حوادثِ زمانہ کے سبب سے بخارا سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے۔ وہاں چند دن رہ کر بدایون متعلقہ ہندوستان میں پہنچ کر وہیں قیام پذیر ہوئے۔ وہاں ۳۴-۶۳۳ھ میں نظام الاولیاء پیدا ہوئے۔ (انوار قمریہ ص: ۲۱۴)

(۸۶)

جان کی قربانی دینے والی مومنہ

حضرت سیّدنا سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے!

''ایک بادشاہ بڑی عیش وعشرت سے شاہانہ زندگی گزار رہا تھا اس کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام ''خضر'' تھا۔ وہ بہت متقی و پرہیزگار تھا۔ ایک دن بادشاہ کے پاس اس کا بھائی الیاس گیا اور کہا: ''بھائی جان! اب آپ کی عمر بہت ہو گئی ہے' آپ کا بیٹا خضر حکومت میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا' آپ خضر کی شادی کرا دیں تا کہ اس کی اولاد میں سے کوئی آپ کا جانشین بن کر تختِ شاہی سنبھال لے اور اس طرح حکومت ہمارے ہی خاندان میں رہے''۔

بھائی کی بات بادشاہ کو پسند آئی اس نے اپنے بیٹے کو بُلا کر کہا: ''بیٹا! تم شادی کر لو''۔

شہزادے نے انکار کیا تو بادشاہ نے کہا: ''تمہیں شادی ضرور کرنا پڑے گی''۔

سعادت مند بیٹے نے جب باپ کا اصرار دیکھا تو شادی کے لیے تیار ہو گیا۔ بادشاہ نے ایک دوشیزہ سے اس کی شادی کر دی۔ شہزادہ اپنی رفیقۂ حیات کے پاس گیا اور کہا: ''مجھے عورتوں میں کچھ رغبت نہیں اگر تو چاہے تو میرے ساتھ رہ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کر' تیرا نان ونفقہ شاہی خزانے سے ادا کیا جائے گا لیکن ہمارے درمیان ازدواجی تعلق قائم نہ ہو سکے گا اگر اس بات پر راضی ہے تو میرے ساتھ رہ اور اگر چاہے تو میں تجھے طلاق دے دیتا ہوں''۔ سعادت مند بیوی نے کہا: ''میرے سرتاج! آپ سے دُوری مجھے گوارا نہیں' میں آپ کے ساتھ رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں گی''۔

شہزادے نے کہا: ''اگر یہی بات ہے تو میرا راز کسی پر ظاہر نہ کرنا اگر تو میرا راز چھپائے گی تو اللہ تعالیٰ تجھے اپنے حفظ وامان میں رکھے گا اگر میرا راز فاش کرے گی تو اللہ

تعالیٰ تجھے ہلاکت میں مبتلا کر دے گا‘‘۔

اس نے یقین دہانی کرائی کہ میں یہ راز پوشیدہ رکھوں گی۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ ایک سال گزرنے کے باوجود ان کے ہاں اولاد نہ ہوئی تو بادشاہ نے اپنی بہو کو بُلایا اور کہا: ’’میرا بیٹا بالکل نوجوان ہے تم بھی جوان ہو پھر بھی تمہارے ہاں اولاد کیوں نہ ہوئی؟‘‘

سعادت مند وفا شعار بیوی نے کہا: ’’اولاد اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے جب وہ چاہے گا اولاد عطا فرمائے گا‘‘۔ پھر بادشاہ نے اپنے بیٹے خضر کو بُلایا اور کہا: ’’ایک سال گزرنے کے باوجود تمہارے ہاں اولاد کیوں نہ ہوئی؟‘‘ کہا: ’’اولاد حکمِ خداوندی سے ہوتی ہے‘ جب وہ چاہے گا‘ عطا فرمادے گا‘‘۔

پھر بادشاہ سے کہا گیا: ’’شاید یہ عورت بانجھ ہے اسی لیے اولاد نہ ہوئی‘ آپ شہزادے کی شادی کسی ایسی عورت سے کرائیں جو بانجھ نہ ہو اور اس کے ہاں اولاد ہو چکی ہو‘‘۔

بادشاہ نے شہزادے کو بُلایا اور حکم دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو‘‘۔

شہزادے نے کہا: ’’ابا جان! اسے مجھ سے جدا نہ کریں‘ وہ بڑی بابرکت اور قابلِ رشک عورت ہے‘‘۔ بادشاہ نے کہا: ’’تجھے میری بات ماننا پڑے گی‘‘۔

بالآخر شہزادے نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے مجبوراً طلاق دے دی۔ بادشاہ نے شہزادے کی شادی ایک بیوہ سے کرادی جس کے ہاں پہلے بھی اولاد ہو چکی تھی۔ شہزادہ جب اپنی اس نئی دُلہن کے پاس پہنچا تو اس سے بھی وہ بات کہی جو پہلی بیوی سے کہی تھی اس نے بھی شہزادے کے ساتھ رہ کر عبادت کرنا منظور کر لیا۔ دن رات دونوں عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے‘ ان کے درمیان ایک مرتبہ بھی ازدواجی تعلق قائم نہ ہوا۔ سال گزرنے کے باوجود جب اولاد کے آثار نظر نہ آئے تو بادشاہ نے اس عورت کو اپنے پاس بُلایا اور کہا:

’’اپنے پہلے خاوند سے تیرے ہاں اولاد ہوئی اب میرے بیٹے کی اولاد تجھ سے کیوں نہ ہوئی حالانکہ میرا بیٹا خوبرو نوجوان ہے اور تو بانجھ بھی نہیں؟‘‘

اس نے کہا: ’’اولاد جبھی ہوتی ہے جب میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق قائم ہو‘

آپ کا بیٹا تو ہر وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا ہے اس نے ایک مرتبہ بھی وظیفۂ زوجیت ادا نہیں کیا‘‘۔

بادشاہ یہ سن کر بہت غصہ ہوا اس نے خادم بھیج کر شہزادے کو بُلوایا لیکن شہزادہ وہاں سے بھاگ گیا۔ تین سپاہی اس کے پیچھے گئے تو شہزادہ مل گیا۔ سپاہیوں نے بادشاہ کے پاس لے جانا چاہا تو اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ دو سپاہی لے جانے پر بضد رہے تو تیسرے نے کہا: ’’شہزادے پر سختی نہ کرو اگر ہم اس وقت اسے بادشاہ کے پاس لے گئے تو ہو سکتا ہے کہ بادشاہ غصہ میں آکر اپنے اس نیک بیٹے کو قتل کروا دے۔ بہتری اسی میں ہے کہ شہزادے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے‘‘۔

دونوں سپاہی تیسرے کی بات سے متفق ہو گئے اور شہزادے کو وہیں چھوڑ کر بادشاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے شہزادے کے متعلق پوچھا تو دو سپاہی کہنے لگے: ’’عالی جاہ! ہم نے تو اسے پکڑ لیا تھا لیکن ہمارے رفیق نے اسے چھڑوا دیا‘‘۔

بادشاہ نے غصہ میں آکر تیسرے سپاہی کو قید میں ڈال دیا پھر بادشاہ شہزادے کے متعلق سوچنے لگا اچانک اس نے دونوں سپاہیوں کو بُلوایا جب وہ سامنے آئے تو کہا: ’’تم دونوں نے میرے بیٹے کو خوف زدہ کیا اسی لیے وہ مجھ سے دُور چلا گیا۔ اے جلاد! انہیں پکڑ کر لے جا اور ان کے سر قلم کر دے‘‘۔

پھر شہزادے کی دوسری بیوی کو بلوایا اور کہا: ’’تو نے میرے بیٹے کا راز فاش کیا تیری وجہ سے وہ مجھ سے دُور چلا گیا اگر تو اس کے راز کو چھپاتی تو آج وہ میری آنکھوں کے سامنے ہوتا۔ اے جلاد! اسے بھی قتل کر دے‘‘۔

پھر بادشاہ نے تیسرے سپاہی اور شہزادے کی مطلقہ کو بُلایا اور کہا: ’’تم دونوں جہاں چاہو جاؤ‘ میری طرف سے تم آزاد ہو‘‘۔

وہ نیک سیرت عورت اپنے شہر کے دروازے کے پاس ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں رہنے لگی۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچتی اور اپنا گزارہ کرتی۔ ایک دن ایک غریب شخص اس طرف آنکلا اس نے جھونپڑی دیکھی تو قریب آیا اور ’’بسم اللہ‘‘ شریف پڑھنے لگا۔ عورت اس

کی آواز سن کر باہر آئی اور کہا: ''اے مسافر! کیا تو اللہ تعالیٰ کے متعلق جانتا ہے؟ کیا تو اس ''وحدہ لاشریک'' ذات پر ایمان رکھتا ہے؟''

اس نے کہا: ''ہاں! میں اللہ تعالیٰ کو مانتا ہوں' میں شہزادہ خضر کا دوست ہوں''۔

عورت نے یہ سنا تو کہا: ''میں خضر کی مطلقہ ہوں''۔

پھر ان دونوں نے شادی کر لی' اللہ رب العزت نے انہیں اولاد کی دولت سے نوازا اس طرح ان کی زندگی کے شب وروز خیریت سے گزرتے رہے۔

اس عورت کو فرعون کی بیٹی نے اپنی خادمہ رکھ لیا۔ ایک دن اس کے سر میں کنگھی کرتے ہوئے کنگھی ہاتھ سے گر گئی تو اس نیک سیرت عورت کی زبان سے بے اختیار ''سبحان اللہ'' کی صدا بلند ہوئی۔ فرعون کی کافرہ بیٹی نے جب یہ آواز سنی تو کہا: ''کیا تو نے میرے باپ فرعون کی تعریف کی ہے؟''

اس مومنہ نے جواباً کہا: ''نہیں! میں نے تیرے باپ کی تعریف نہیں کی بلکہ میں نے تو اس پاک پروردگار کی پاکی بیان کی ہے جو میرا' تیرے باپ فرعون کا اور تمام کائنات کا خالق ہے' عبادت کے لائق صرف وہی ''وحدہ لاشریک'' ذات ہے''۔

اس مومنہ کی ایمان بھری گفتگو سن کر فرعون کی بیٹی نے کہا: ''میں تمہارے بارے میں اپنے والد کو بتاؤں گی کہ تم اسے خدا نہیں مانتی''۔ عورت نے کہا: ''بے شک بتا دو''۔

فرعون کی بیٹی نے اپنے باپ کو بتایا تو اس نے نیک سیرت مومنہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا: ''ہم نے سنا ہے کہ تو ہمارے علاوہ کسی اور خدا کو مانتی ہے' تیری سلامتی اسی میں ہے کہ تو نئے مذہب کو چھوڑ کر ہماری عبادت کر اور ہمیں خدا مان ورنہ تجھے دردناک سزا دی جائے گی''۔

عورت نے کہا: ''جو چاہے کر' میں کبھی بھی شرک کی طرف نہ آؤں گی''۔

فرعون نے جب ایک ایمان دار اور نیک سیرت عورت کی ایمان افروز گفتگو سنی تو بہت غضب ناک ہوا اور تانبے کی دیگ میں تیل گرم کرنے کا حکم دیا جب تیل خوب کھولنے لگا تو اس کے بچے کو اُبلتے ہوئے تیل میں ڈال دیا' کچھ ہی دیر میں بچے کی ہڈیاں تیل پر تیرنے

لگیں۔ ظالم فرعون نے عورت سے کہا: ''کیا تو مجھے خدا مانتی ہے؟''

اس نے کہا: ''ہرگز نہیں! میرا خدا وہی ہے جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے''۔

فرعون نے اس کا دوسرا لڑکا منگوایا اور اُبلتی ہوئی دیگ میں ڈال دیا پھر اس عورت کو شرک کی دعوت دی اس نے صاف انکار کر دیا۔ فرعون نے اس کے ایک اور بچے کو تیل میں ڈال دیا اسی طرح اس باہمت صابرہ وشاکرہ عورت کے تمام بچوں کو اُبلتے ہوئے تیل میں ڈال دیا لیکن اس نے اپنا ایمان نہ چھوڑا۔ ظالم فرعون نے حکم دیا کہ اسے بھی اس کے بچوں کی طرح تیل میں ڈال دو! سپاہی جب اسے لے جانے لگے تو فرعون نے کہا:

''اگر تمہاری کوئی آرزو ہو تو بتاؤ؟'' کہا: ''ہاں! میری ایک خواہش ہے اگر ہو سکے تو یہ کرنا کہ جب مجھے تیل کی اُبلتی ہوئی دیگ میں ڈال دیا جائے اور میرا سارا گوشت جل جائے تو اس دیگ کو شہر کے دروازے پر بھجوا دینا میری ایک جھونپڑی ہے' دیگ اس میں رکھوا کر جھونپڑی گرا دینا تاکہ ہمارا گھر ہی ہمارے لیے قبرستان بن جائے''۔

فرعون نے کہا: ''ٹھیک ہے' تمہاری اس خواہش کو پورا کرنا ہمارے ذمہ ہے''۔

پھر اس جرأت مند مومنہ کو اُبلتے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا۔ کچھ ہی دیر بعد اس کی ہڈیاں بھی تیل کی سطح پر تیرنے لگیں۔

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''شبِ معراج' میں نے ایک بہترین خوشبو سونگھی تو پوچھا: اے جبریل (علیہ السلام) یہ خوشبو کیسی؟'' کہا: ''فرعون کی بیٹی کی خادمہ اور اس کے بچوں کی خوشبو ہے''۔

(کنز العمال' کتاب الفضائل' باب فی فضائل من لیسوا من الصحابۃ وذکرھم' الحدیث: ۳۷۸۳۴' ج:۱۴' ص:۹)

(سبحان اللہ! کیسا پختہ ایمان تھا اس مومنہ' صابرہ وشاکرہ عورت کا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو ایک ایک کر کے شہید ہوتا دیکھا لیکن پھر بھی اس کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ خود اپنی جان دے دی لیکن ایمان کی دولت ہاتھ سے نہ جانے دی۔ خدا تعالیٰ کی قسم! جنہیں ایمان کی قدر معلوم ہوتی ہے' وہ کسی بھی قیمت پر لمحہ بھر کے لیے

Scanned with CamScanner

ایمان نہیں چھوڑتے' انہیں دین وایمان کی خاطر سر کٹانے میں لذتِ ایمانی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جان دینا انہیں محبوب ہوتا ہے' دنیا کی تمام مصیبتیں اور غم اس وقت کافور ہو جائیں گے جب جنت کی نعمتوں میں غوطہ دیا جائے گا۔

خدا تعالیٰ کی قسم! اگر دنیا میں انسان کے پاس دنیوی نعمتوں کی بہت زیادہ کمی ہو لیکن ایمان کی دولت اس کے سینے میں ہو اور ایمان سلامت لے کر دنیا سے چلا جائے تو وہ کامیاب ہے۔ ہر مسلمان کو اپنے ایمان کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے۔ گناہوں کی نحوست سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو فوراً سچے دل سے توبہ کر لینی چاہیے۔ ہو سکے تو سونے سے پہلے ''صلوٰۃ التوبہ'' پڑھ لی جائے۔)

(۸۷)

عدل وانصاف کا بول بالا

علامہ حافظ ابنِ کثیر اپنی مایہ ناز تصنیف ''البدایہ والنہایہ'' میں رقم فرماتے ہیں:

''سلطان محمود بن سبکتگین کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس نے جان کی امان پا کر عرض کیا: ''آپ کا بھانجا میری بیوی پر عاشق ہے جب جی چاہتا ہے' وہ زبردستی میرے گھر آ جاتا ہے اس نے میری بیوی سے ناجائز تعلقات قائم کر رکھے ہیں اس کے خوف کی وجہ سے کوئی حاکم اس کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تیار نہیں۔ میں نے ہر طرف کوشش کی' امراء سے ملا' وزراء سے شکایت کی مگر میری تمام کوششیں ناکام رہیں اس کے شر سے سب پناہ مانگتے ہیں اس لیے میں آپ ہی سے انصاف کا طالب ہوں''۔

سلطان محمود سبکتگین نے یہ شرمناک واقعہ سنا تو اس کا خون کھولنے لگا اس نے شکایت کرنے والے سے کہا: ''آئندہ جونہی میرا بھانجا تمہارے گھر آئے' فوراً مجھے اطلاع دینا اس بات کی قطعاً پرواہ نہ کرنا کہ رات ہے یا دن''۔ پھر سلطان نے اپنے سیکرٹری کو طلب کیا اور حکم جاری کیا: ''تمام سکیورٹی والوں کو اطلاع کر دو کہ جب بھی یہ فریادی آئے' اسے فوراً میرے پاس پہنچا دیا جائے''۔

دو دن گزرے' رات کا کچھ حصہ بیت چکا تھا کہ وہ شخص سلطان محمود کے محل آ پہنچا۔ سلطان سو رہا تھا' اسے جگا کر بتایا گیا کہ فلاں شخص آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا ہے۔ سلطان فوراً اٹھا اور فریادی کے ساتھ اس کے گھر روانہ ہو گیا۔ گھر میں داخل ہوا تو اس نے اپنے بھانجے اور عورت کو ایک ہی بستر پر یکجا پایا۔ کمرے میں شمع روشن تھی۔ سلطان نے فریادی سے کہا: ''تم پیچھے ہٹ جاؤ''۔

اس کے بعد وہ آگے بڑھا اور شمع گل کر دی پھر وہ بجلی کی طرح اپنے بھانجے کی طرف لپکا اور پلک جھپکتے ہی اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔ اب سلطان نے آواز دی: ''جلدی سے پانی لاؤ''۔ وہ شخص پانی لے آیا تو سلطان نے بے تابی سے پانی پیا۔

اس شخص نے سلطان کو قسم دے کر پوچھا: ''آپ نے آتے ہی شمع کیوں بجھائی؟''

سلطان نے کہا: ''تیرا ناس ہو، یہ میرا سگا بھانجا تھا۔ میں اسے ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے اس کی شکل دیکھ کر مجھے رحم آ جائے اور میں تقاضائے عدل پورا نہ کر سکوں''۔

اس شخص نے اگلا سوال کیا: ''آپ نے اسے ذبح کرتے ہی پانی کیوں مانگا؟''

سلطان نے جواب دیا: ''جب تم نے مجھے میرے بھانجے کے فعلِ بد کے بارے میں اطلاع دی تھی، میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک تمہاری مدد نہ کر لوں، مجھ پر کھانا پینا حرام ہے۔ میں اسی وقت سے پیاسا تھا اس لیے میں نے فوراً پانی مانگا''۔

اس شخص نے عادل سلطان محمود کو بڑی دعائیں دیں اور اس واقعہ کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

قارئینِ کرام! یہ ہے ہمارے نیک حکمرانوں کے کردار کی ایک جھلک! انہوں نے حق و انصاف کے معاملے میں اپنے اور بے گانے میں کبھی کوئی تمیز روا نہیں رکھی اور عدل و انصاف کا ترازو ہمیشہ سیدھا رکھا۔

(البدایة والنہایة: ۱۵/۶۳۴ وطبقات الشافعیة الکبریٰ: ۵/۳۲۱)

(۸۸)

قبر کا عذاب حق ہے

عذابِ قبر حق ہے جو قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے لہٰذا اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ عذابِ قبر کیونکر اور کس کس طرح ہوتا ہے اس بارے میں چند حدیثیں پڑھ لیجیے۔

۱) حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خچر پر سوار ہو کر بنی نجار کے باغ میں گزرے اور ہم لوگ ہمراہ تھے تو ناگہاں خچر اس طرح بدک گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرا دینے کے قریب ہو گیا اچانک وہاں چھ یا پانچ قبریں نظر آئیں تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''ان قبر والوں کی جماعت اپنی قبروں کے اندر عذاب میں مبتلا ہے اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تم لوگوں کو وہ عذاب سنا دے جو میں سن رہا ہوں''۔

پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کی طرف سے اپنا چہرۂ انور کر کے متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''سب لوگ جہنم کے عذاب سے پناہ مانگو''۔

تو ہم لوگوں نے کہا: ''ہم جہنم سے خدا کی پناہ طلب کرتے ہیں''۔

پھر فرمایا: ''تم لوگ قبر کے عذاب سے پناہ مانگو''۔

تو سب نے کہا: ''ہم عذابِ قبر سے خدا کی پناہ طلب کرتے ہیں''۔

پھر فرمایا: ''تم سب لوگ ظاہری و باطنی فتنوں سے پناہ مانگو''۔

تو سب نے کہا: ''ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں''۔

پھر فرمایا: ''تم سب لوگ فتنۂ دجال سے پناہ مانگو''۔

Scanned with CamScanner

تو سب لوگوں نے کہا: ''ہم دجال کے فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں''۔

(مشکوٰۃ' ج:۱'ص:۲۵' بحوالہ مسلم)

۲) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ راوی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قبر میں دو فرشتے (منکر ونکیر) آتے ہیں اور میت کو بٹھا کر اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ مومن کہہ دیتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر دوسرا سوال کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ مومن کہہ دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر تیسرا سوال کرتے ہیں کہ یہ مرد کون ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے؟ مومن کہہ دیتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے کہ میرا یہ بندہ سچا ہے لہٰذا اس کو جنتی بچھونے پر سُلاؤ اور اس کو بہشتی لباس پہناؤ اور اس کی طرف سے جنت کا ایک دروازہ کھول دو تو اس دروازے سے قبر میں جنت کی ہوا اور خوشبو آنے لگتی ہے اور اس کی نظر کی درازی بھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔

اور کافر سے جب منکر ونکیر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہائے ہائے میں تو کچھ جانتا ہی نہیں پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں تو کچھ نہیں جانتا پھر فرشتے سوال کرتے ہیں کہ یہ مرد کون ہیں جو تمہارے اندر بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے کہ ہائے ہائے میں تو کچھ بھی نہیں جانتا تو آسمان سے ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے لہٰذا اس کے لیے جہنم کا بستر بچھاؤ اور اس کو جہنمی لباس پہناؤ اور اس کی طرف سے جہنم کا ایک دروازہ کھول دو تو اس دروازے سے جہنم کی گرمی اور گرم ہوا اور بدبو قبر میں آتی رہتی ہے اور اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جاتی ہے کہ میت کی داہنی پسلیاں بائیں طرف اور بائیں پسلیاں داہنی طرف ہو جاتی ہیں اور اس کے اوپر ایک اندھا بہرا فرشتہ عذاب' لوہے کی ایک ایسے گرز کے ساتھ مسلط کر دیا جاتا ہے کہ اگر وہ اس گرز سے پہاڑ کو مارے تو پہاڑ مٹی ہو کر بکھر جائے اسی گرز سے وہ فرشتہ اس مردہ کو ایسی مار مارتا ہے کہ مشرق ومغرب کی ہر مخلوق سوائے انسانوں اور جنوں کے سب اس کی مار سنتے ہیں''۔

(مشکوٰۃ' ج:۱'ص:۲۵' وص:۲۶' بحوالہ ابوداؤد)

۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کافر کی قبر میں ننانوے اژدہے مسلط کر دیئے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے اور ڈستے رہتے ہیں' یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے اور وہ اتنے زہریلے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک اژدھا ایک مرتبہ زمین پر پھونک مار دے تو زمین کبھی سبزہ نہ اُگائے گی''۔ (مشکوٰۃ' ج:۱'ص:۲۲)

۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ہم لوگ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن میں گئے جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جنازہ پڑھا چکے اور وہ قبر میں اُتارے گئے اور مٹی برابر کر دی گئی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی اور ہم لوگ بھی دیر تک تسبیح پڑھتے رہے پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی اور ہم بھی دیر تک تکبیر پڑھتے رہے تو کسی نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تسبیح وتکبیر کیوں پڑھی؟'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''اس بندہ صالح پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کشادہ فرما دی''۔ (مشکوٰۃ' ج:۱'ص:۲۶)

۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی صاحب زادی بی بی زینب کے دفن میں تشریف لے گئے اور وہ بکثرت بیمار ہوا کرتی تھیں تو جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اُترے تو آپ کا چہرۂ انور زرد ہو گیا پھر جب قبر سے باہر تشریف لائے تو خوشی سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چمکنے لگا تو میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا کیوں ہوا؟''

فرمایا: ''قبر نے میری بیٹی کو ایک مرتبہ دبوچا تو مجھے دبوچنے اور عذابِ قبر کا خطرہ محسوس ہونے لگا پھر ایک فرشتہ نے آ کر مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تخفیف فرما دی تو مجھے اس سے خوشی کے ساتھ اطمینان ہو گیا۔ قبر کا دبوچنا اس زور کا تھا کہ اس کی آواز مشرق ومغرب میں سنی گئی''۔ (احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۳۸)

(۸۹)

آئینِ جواں مرداں حق گوئی وبے باکی

دہلی میں مولانا احمد صاحب ہوئے ہیں‘ بہت بڑے علم کے مالک اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے۔ شاہ جہاں کا زمانہ تھا‘ شاہ جہاں نے ایک چغہ پہنا جواوپر سے زربفت یعنی سنہری پھولوں وغیرہ سے خوش نما بنا ہوا تھا۔ علماء کرام میں اختلاف ہوگیا۔ بعض تو کہتے تھے کہ ناجائز ہے اور بعض کہتے تھے کہ جائز ہے اور بعض کہتے تھے کہ اندرونی حصہ دوسرے کپڑے سے سلا ہوا ہے لہٰذا اس کا پہننا جائز ہے۔ شاہ جہاں نے حکم دیا کہ ملا جیون صاحب کو بلاؤ‘ وہی مولانا احمد صاحب ملا جیون صاحب کے نام سے مشہور تھے جب ملا جیون صاحب شاہی دربار میں پہنچے تو نہایت شان وشوکت سے گھوڑے پر سوار ہو کر گئے۔ الی صل شاہ جہاں کے پاس بیٹھے تو لوگوں کو یقین ہوگیا کہ ملا جیون نے مسئلہ حق بتانا ہے جو بادشاہ کی مرضی کے خلاف ہے اور بادشاہ نے تلوار نکال رکھی ہے‘ اسے قتل کر دے گا۔ ان کے قتل سے آج سطح دنیا سے ایک علمی ہستی اُٹھ جائے گی جب بادشاہ نے ملا جیون صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا: ’’یہ سنہری بیل بوٹوں والا چغہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟‘‘

ملا جیون نے نہایت دلیری سے جواب دیا: ’’تیرے باپ کو بھی حرام ہے کیونکہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری اُمت کے مردوں کو سونا پہننا ناجائز ہے اور تو جائز کہتا ہے؟‘‘ شاہ جہاں تخت سے اُترا‘ نزدیک کمرہ تھا اس میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کر کے واپس آیا اور کہا: ’’اللہ تعالیٰ کا شکر ہے‘ کلمہ حق کہنے والا دنیا میں موجود ہے۔ میں نے تلوار اسی لیے نکال رکھی تھی کہ اگر ملا جیون نے میرے رعب ودبدبہ میں آکر جائز کہا تو اس تلوار سے سر قلم کر دوں گا‘‘۔

یہ سن کر ملا جیون صاحب نے اپنے پاس سے تلوار نکالی اور کہا: ’’میں بھی یہ تلوار اسی لیے لایا تھا کہ میرے جائز مسئلہ کو اگر بادشاہ نہیں مانے گا یا اعتراض کرے گا تو اس تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا‘‘۔ شاہ جہاں نے کہا: ’’اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دونوں کے سر محفوظ رہ گئے‘‘۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(انوارِ قمریہ‘ ص:۲۱۵)

Scanned with CamScanner

(۹۰)

ایک کفن چور کا انکشاف

حضرت سیّدنا ابن خُبیق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں:

’’حضرت سیّدنا یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے نوجوان سے ملاقات کے لیے جاتے جو تنِ تنہا ایک جزیرے میں رہا کرتا تھا۔ دس سال تک اس نے حضرت سیّدنا یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو نہ کی جب کبھی دن یا رات میں آپ اس سے ملنے جاتے اسے روتا گڑگڑاتا ہوا پاتے۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا: ’’اے نوجوان! کیا بات ہے میں ہر وقت تجھے روتا اور گڑگڑاتا ہوا دیکھتا ہوں؟ آخر تم اتنا کیوں روتے ہو؟‘‘

نوجوان نے اپنا حال بیان کرتے ہوئے کہا: ’’توبہ سے قبل میں لوگوں کے کفن چرایا کرتا تھا‘‘۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ’’جب تو قبر کھودتا تو مردے کو کس حالت میں پاتا؟‘‘

کہا: ’’میں نے جب بھی قبر کھودی سوائے چند کے اکثر کے منہ قبلہ سے پھرے ہوئے دیکھے‘‘۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو بہت غمگین ہوئے اور آپ کے منہ سے بے اختیار نکلا:

’’سوائے چند کے اکثر کے منہ پھرے ہوئے تھے‘‘۔

اس خبر سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دماغ پر بہت اثر ہوا حتیٰ کہ صدمے کی وجہ سے آپ کی عقل زائل ہوگئی اب ضرورت تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا علاج کروایا جائے۔ چنانچہ ہم نے مشہور طبیب سلیمان کو بُلایا۔ طبیب نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جب بھی افاقہ ہوتا یہی کہتے: ’’سوائے چند کے اکثر کے منہ قبلہ سے پھرے ہوئے تھے‘‘۔

طبیب نے آپ کا علاج شروع کیا۔ الحمدللہ! آپ کو شفا مل گئی۔ صحت یابی کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے پوچھا: ’’میرا علاج کرنے پر طبیب کو کیا دو گے؟‘‘

ہم نے کہا: ’’حضور! وہ طبیب آپ کے علاج پر کچھ بھی اُجرت نہیں چاہتا‘‘۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’سبحان اللہ! تم میرے علاج کے لیے شاہی طبیب لے کر آئے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اسے کچھ بھی نہ دوں‘‘۔

ہم نے کہا: ’’اگر دینا ہی چاہتے ہیں تو سونے کی ایک اشرفی دے دیں‘‘۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تھیلی ہماری طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

’’یہ اس طبیب کو دے دینا اور کہنا کہ اس وقت میرے پاس صرف اتنا ہی مال ہے یہ نہ سمجھنا کہ ہم مروت میں بادشاہوں سے کم ہیں اگر میرے پاس اس وقت مزید مال ہوتا تو تیری اُجرت میں اضافہ کر دیتا‘‘۔ جب ہم نے تھیلی کھول کر دیکھی تو اس میں پندرہ اشرفیاں تھیں، ہم نے وہ رقم طبیب کو دے دی‘‘۔ راوی کہتے ہیں: ’’حضرت سیّدنا یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہاتھوں سے کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بنا کر رزق حلال کمایا کرتے اور مرتے دَم تک یہی کام کرتے رہے‘‘۔

(عیون الحکایات)

Scanned with CamScanner

(۹۱)

ہمارے آقا علیہ السلام کے جدامجد

مکہ مکرمہ میں درختوں کو کاٹنا زمانہ جاہلیت میں بھی ممنوع تھا۔ اہلِ مکہ بیت اللہ کے قریب اپنے مکان نہیں بناتے تھے وہ اس کے قریب رات کو آرام کرنے کو بڑی بے ادبی اور گستاخی تصور کرتے تھے۔ چنانچہ شہر کی آبادی بیت اللہ سے کچھ دُور نشیبی حصہ میں تھی۔ چونکہ آبادی قریب نہ تھی اس لیے بیت اللہ کے اردگرد درختوں کے ہجوم نے اس پورے علاقہ کو گھیر رکھا تھا۔ ہر طرف کیکر کے درخت اور بیریاں تھیں' رہائش کی جگہ کو توسیع کی ضرورت تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد جناب قصی بن کلاب نے ۴۴۰ء میں مکہ پر تسلط حاصل کیا۔ اس سے قبل بنو جرہم کوئی دو ہزار ایک سو سال تک مکہ میں حکومت کرتے رہے پھر بنو خزاعہ نے ان سے حکومت چھین لی۔ ان کا اقتدار تین سو سال تک رہا اس وقت مکہ کے اطراف میں قریش کی چند شاخیں باقی رہیں۔ مکہ کی حکومت اور بیت اللہ کی تولیت میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا پھر جناب قصی نے مکہ کے والی حُلیل بن حبشی خزاعی کی بیٹی حُبی سے شادی کر لی جب حلیل کا انتقال ہوا تو جناب قصی نے مکہ کا اقتدار سنبھال لیا۔ یہ نہایت زیرک اور سمجھدار آدمی تھے۔

انہوں نے مختلف قبائل کے ساتھ روابط کو مضبوط کیا حتیٰ کہ قیصر روم کے ساتھ بھی ان کے تعلقات تھے۔ انہوں نے مکہ کی تعمیرنو کا منصوبہ بنایا۔ لوگ بیت اللہ کے اردگرد پیدا ہو جانے والے جنگل کو کاٹنے سے ڈرتے تھے کیونکہ ان کے عقیدہ میں اسے کاٹنا ایک بہت بڑا گناہ تھا۔ چنانچہ جناب قصی نے سب سے پہلے خود کلہاڑا اٹھایا اور لوگوں سے کہا:

''بے شک درخت کاٹنے ممنوع اور ناجائز ہیں لیکن ان درختوں کے کاٹنے

سے ہمارا مقصد آبادی ہے' بربادی نہیں' تعمیر ہے' تخریب نہیں''۔

لوگ قصی کی اس بات سے مطمئن ہو گئے۔ درختوں کو کاٹ دیا گیا اور ایک نقشے کے مطابق شہر کی تعمیر شروع کی گئی۔ قریش کے بہت سارے قبائل اور افراد مکہ سے باہر رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے قریش کو اطرافِ مکہ سے بُلا کر پورا شہر ان پر تقسیم کر دیا' خالی پلاٹ بنائے اور ہر ایک خاندان کو ایک پلاٹ دے دیا جس پر انہوں نے اپنے مکانات بنائے۔ قصی کا ایک نمایاں کارنامہ حرم کعبہ کے شمال میں دارالندوہ کی تعمیر کا بھی ہے۔ یہ ایک وسیع وعریض عمارت تھی جس کا دروازہ حرم میں کھلتا تھا۔ مختلف مواقع پر اہلِ مکہ کے نمائندے جمع ہوتے اور باہمی مشورہ سے مختلف مسائل کا حل پیش کرتے اور پیش آمدہ سیاسی' معاشرتی' معاشی اور عمرانی مسائل پر گفتگو کرتے اسی دارالندوہ میں مختلف سماجی تقریبات کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔ نکاح اور ختنہ وغیرہ کی تقریبات یہیں منائی جاتی تھیں۔ قریش کی کوئی لڑکی جب سنِ بلوغت کو پہنچتی تو اس کو یہاں لایا جاتا اور قوم کے بزرگ اسے اوڑھنی اُڑھاتے اور پردہ کا حکم دیتے تھے۔

اس مقام کو مکے کی پارلیمنٹ کا درجہ حاصل تھا پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ایک دن اسی دارلندوہ میں تاریخ کا سب سے خطرناک اجتماع ہوا اس میں قریش کے تمام قبائل کے نمائندوں نے شرکت کی جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ اسلامی دعوت کے علمبردار کا قصہ بہ عجلت تمام پاک کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کفار کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھا اور ان کی دعوت پورے جزیرہ نمائے عرب میں پھیل گئی۔

(جناب قصی کے حالات کی تفصیل کے لیے دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۲/۲۱۰'۲۵۴ والبدء والتاریخ: ۴/۱۰۹ اوالکامل فی التاریخ: ۱/۵۵۷ وغیرہا)

(۹۲)

نوے ہزار درہم کا صدقہ

نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں لوگوں کو فاقہ کشی اور قحط پہنچا۔ سردارانِ قوم خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ درداس بن حبیب عجلی بھی حاضر ہوا اور اس کے بدن پر ایک اونی جبہ اور ایک چھوٹی کملی تھی جس سے وہ اپنا سب بدن لپیٹے ہوئے تھا (اشتمال اور صماء کی یہ صورت ہے کہ چادر کو اپنے دائیں جانب سے بائیں طرف اور کندھے پر لپیٹنا اور پھر چادر کی دوسری جانب کو اپنے پیچھے سے دائیں طرف کندھے پر لے جانا) پس جب خلیفہ ہشام نے درداس کو دیکھا تو اپنے دربان کی طرف غصہ سے دیکھا اور اس سے فرمایا: ''کیا جو میرے پاس آنا چاہے وہ آسکتا ہے؟''

درداس سمجھ گیا کہ خلیفہ کی مراد اسی سے ہے۔ پس اس نے عرض کیا:

''یا امیر المومنین! میرا آپ کی خدمت میں آنا آپ کے واسطے مخل ہوا اور آپ کے دربار میں حاضر ہونے سے مجھے شرف حاصل ہوا اور جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک معاملہ کے بارہ میں حاضر ہو رہے ہیں اور انہوں نے اس پر اتفاق اور اجتماع کیا ہے تو میں بھی ان کے ساتھ حاضر ہوا اور اگر آپ مجھے کلام کی اجازت دیں تو میں کچھ کلام کروں''۔

اس کے بعد ہشام نے فرمایا: ''اللہ کے واسطے تیرا باپ کیا اچھا ہے (یہ کلمہ دعائیہ ہے) اچھا کہو اس لیے کہ میں تیرے علاوہ قوم میں کسی دوسرے کو تجھ سے افضل نہیں دیکھتا ہوں''۔

اس نے کہا: ''یا امیر المومنین! بلاشبہ ہم پر تین برس متواتر گزرے ہیں کہ پہلے سال نے تو ہماری چربی پگھلا دی اور دوسرے نے ہمارا گوشت کھا لیا اور تیسرے نے ہڈی چوس لیں اور اللہ کے واسطے آپ کے ہاتھ میں مال ہیں پس اگر یہ مال اللہ کے واسطے ہیں تو وہ

اس کے بندوں کو دیجیے اور اگر وہ مال ان کے ہیں تو آپ ان مالوں کو بندگانِ خدا سے کیوں روکتے ہیں اور اگر وہ مال آپ کی ملک ہیں تو ان کو اللہ کے بندوں پر صدقہ کیجیے کیونکہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے اور احسان کرنے والوں کا ثواب برباد نہیں کرتا ہے''۔

یہ سن کر خلیفہ ہشام نے فرمایا: ''اللہ کے واسطے تیرا باپ کیا اچھا ہے تو نے تو ہمارے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا''۔ پھر اس نے ایک لاکھ اشرفیوں کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ لوگوں کے درمیان تقسیم کی گئیں اور خلیفہ نے درداس کے واسطے ایک لاکھ درہموں کا حکم دیا۔ پس درداس نے خلیفہ سے کہا: ''کیا ہر شخص کے واسطے اس کے برابر حصہ پہنچا ہے''۔

خلیفہ نے فرمایا: ''نہیں کیونکہ خزانہ سرکاری اس کا متحمل نہیں ہوسکتا''۔

اس کے بعد درداس نے کہا: ''مجھے ایسے مال کی ضرورت نہیں ہے جو لوگوں کو آپ کی بُرائی پر برانگیختہ کرے''۔ اور وہ اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ آیا پھر ہشام نے ان درہموں کو درداس کے پاس بھیجنے کا حکم دیا۔ پس جب وہ درہم اس کے پاس پہنچے تو اس نے ان میں سے نوے ہزار درہم قبائل میں سے نو قبیلوں میں تقسیم کر دیئے اور اپنے اور اپنے قبیلہ کے واسطے دس ہزار باقی رکھے۔ چنانچہ جب یہ حال ہشام سے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''اللہ کے واسطے درداس کے لیے خیر کثیر ہو۔ بے شک زمین اپنی طبیعت کے موافق اُگاتی ہے''۔

(یہ اس کی تمثیل ہے کہ آدمی اپنی طبیعت اور عادت کے موافق کام کرتے ہیں)

(قلیوبی)

(۹۳)

حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ کا قارورہ

مشہور عالمِ حدیث حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ جب مرض الموت میں بیمار ہوئے تو لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ کا قارورہ کسی طبیب کو دِکھلا کر علاج کرایا جائے۔ آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا: ''میں اپنے طبیب کے سامنے حاضر ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے اس کی جو مرضی ہوگی' وہ کرے''۔

لیکن جب لوگوں نے انتہائی اصرار کیا تو آپ کی ہمشیرہ نے آپ کا قارورہ لوگوں کو دے دیا جب قارورہ لے کر لوگ پڑوس کے ایک نصرانی طبیب کے یہاں گئے تو وہ قارورہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا: ''یہ قارورہ اگر کسی نصرانی کا ہے تو وہ یقیناً بہت بڑا راہب ہوگا کیونکہ اس قارورہ والے کا جگر خوفِ الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو چکا ہے اور اگر یہ قارورہ کسی مسلمان کا ہے تو یقیناً یہ بشر حافی کا ہے''۔

جب لوگوں نے بتایا: بشر حافی کا قارورہ ہے تو نصرانی طبیب بے اختیار کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

لوگ جب طبیب کے پاس سے لوٹے تو حضرت بشر نے فرمایا: ''تم لوگوں کا طبیب تو مسلمان ہوگیا''۔ لوگوں نے عرض کیا: ''حضور! آپ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا؟''

فرمایا: ''جب تم لوگ قارورہ لے کر مکان سے نکلے تو اسی وقت میں نے ایک غیبی آواز سنی:

''اے بشر! تمہارے قارورہ کو دیکھ کر نصرانی طبیب مسلمان ہوگیا''۔

۲۲۷ھ میں حضرت بشر حافی کا انتقال ہوا۔ (مستطرف' ج:۱' ص:۱۴۴)

جن کے قارورہ کو دیکھ کر ایک نصرانی طبیب مسلمان ہوگیا ان کی نورانی صورت اور مقدس سیرت نے کتنے کفار کے اندھیرے دِلوں میں نورِ ایمان سے چراغاں کیا ہوگا کیوں نہ ہو کہ ان ہی علماء حق کے بارے میں علماء حق کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے:

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔

''میری اُمت کے علماء ہدایت کے وہ کارنامے انجام دیں گے جو بنی اسرائیل کے انبیاء انجام دیا کرتے تھے''۔

بلاشبہ ایسے ہی مقدس علماء حق کے بارے میں حافظ شیرازی نے کیا خوب ہی فرمایا ہے

گر درسرت ہوائے وصال است حافظ
باید کہ خاک درگہہ اہلِ نظر شوی!

(روحانی حکایات)

(۹۴)

حضرت مولانا فخر جہاں علیہ الرحمۃ

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے ملفوظات انوارِ قمریہ میں ہے کہ فرمایا:

''حضرت خواجہ فخر جہاں پہلے پہل فوج کے افسر تھے لیکن بڑے مراتب ومقامات حاصل کر چکے تھے۔ ایک مرتبہ لاہور میں تبدیل ہو کر آئے تو شہر کے مجذوب سے ایک آدمی نے پوچھا: ''موجودہ وقت میں سب سے بڑھ کر کون ولی اللہ ہے کہ میں اس کی زیارت کروں؟'' مجذوب نے فرمایا: ''بھئی! اب تو وہ ہمارے شہر میں آچکا ہے''۔

دوبارہ پوچھا: ''کہاں ہے؟'' جواب ملا: ''فوج کا بڑا افسر''۔

جب وہ فوج میں پہنچا آپ کو دیکھا لمبی لمبی مونچھیں رکھی ہوئی ہیں ظاہری آثارِ ولایت پوشیدہ تھے لیکن وہ آتے ہی قدموں پر گر گیا کیونکہ مجذوب کا فرمان تھا یقین ہو گیا۔ یہی شخص ہے۔ عرض کی: ''غریب نواز مجھے بیعت فرما دیں''۔ آپ نے فرمایا: ''شہر میں غماض رہتے ہیں''۔

یہ کہہ کر اسے بیعت فرما لیا۔ وہ پہلا شخص تھا جو آپ کی بیعت سے مشرف ہوا۔

☆......آپ نے فرمایا: ''قبلہ عالم فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کی سند بزرگانِ عظام کے توسل سے ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی مان گئے تھے۔ وضو فرماتے وقت سوال و جواب میں شاہ صاحب خاموش ہو گئے جواب نہ دے سکے۔ اتنا کہا: کل بتاؤں گا۔ آپ نے غلام سے استفسار فرمایا: شاہ صاحب نے ان شاء اللہ کہا تھا یا نہیں؟ جواب ملا نہیں تو فرمایا پھر انہیں کیا معلوم؟ رات کو فوت ہی ہو جائیں۔ قدرتاً شاہ صاحب اسی رات وصال کر گئے۔ یہ شاہ صاحب کا آخری سوال و جواب تھا جس میں وہ خاموش ہوئے۔ یہ دونوں حضرت ہم عصر ہوئے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کا اعتراض تھا کہ حضرت خواجہ حسن بصری نے سیّدنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی ان سے بیعت کی ہے اور نہ ہی کوئی روایت آپ سے روایت فرمائی ہے لہٰذا سلسلہ چشتیہ منقطع ہے۔ حضرت خواجہ فخر جہاں نے ان کے جواب میں صحیح مسلم و بخاری کی وہ روایتیں پڑھ کر سنائیں جو حضرت حسن بصری نے بذاتِ خود امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے استماع فرمائی تھیں اور اس جواب کا جواب شاہ صاحب نہ دے سکے اس کے بعد حضرت غریب نواز نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے

اَللّٰہُ لَـقَّبَـهُ مِنْ عِنْدِهٖ شَرَفًا ‏ ‏ ‏ ‏ شَرُفَ دِيْنُ الْهُدٰى مِنْ شِيَمِهٖ

اِنَّ الْاَمَارَةَ بَاهَتْ اِذْ بِهٖ نَسَبَتْ ‏ ‏ ‏ ‏ وَالْحَمْدُ حَمْدٌ لِمَا اشْتُقَّ مِنْ اِسْمِهٖ

''بے شک اللہ نے اسے لقب دیا۔ اپنی طرف سے بزرگی کا اور ہدایت والا دین شرف والا ہوا اس کے خصائلِ اعلیٰ سے بے شک حکومت نے فخر کیا جب کہ اس کی طرف منسوب ہوئی اور حمد کو حمد اسی لیے کہا گیا کہ اس کے اسم سے مشتق ہے''۔

☆......مذکورہ سوال و جواب کے متعلق دوبارہ عرض کی تو آپ نے فرمایا:

''مولانا فخر جہاں ظاہری علوم بھی اس قدر رکھتے تھے کہ جب اورنگ آباد شریف سے دہلی مدرسۃ امینیہ میں تشریف لے گئے تو اردگرد کے مدارس خالی ہو گئے۔ تمام کے تمام طلباء آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مولانا مولانا تھے اور پھر فخر جہاں رضی اللہ عنہ''۔

جب قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعلیم حاصل کرنے کے لیے عرض کیا تو اس وقت فرمایا:

''میں تو اب پڑھانا بند کر چکا ہوں لیکن آپ کو پڑھاؤں گا''۔

چنانچہ قبلہ عالم غریب نواز نے آپ کے پاس تکمیل علوم ظاہری و باطنی فرمائی۔ آپ کسی کا دل آزردہ نہ فرماتے تھے۔

☆......ایک طوائف کو کہلا بھیجا: ''میں رات کو تیرے پاس آؤں گا''۔

اس نے خوب سجاوٹ کی۔ آپ کے انتظار میں تھی جب آپ تشریف لائے اس نے اپنے فعل کا قصد کیا لیکن آپ نے فرمایا: ''پہلے وضو بنا لے''۔

جب وضو کرلیا تو فرمایا: ''دو رکعت نماز نفل پڑھ لے اور یہ چادر اوڑھ لے''۔

جب وہ مصلّی پر کھڑی ہوگئی تو بارگاہِ رب العزت میں دعا مانگی:

''خدایا! یہاں تک لانا میرا کام تھا اب ہدایت دینا تیرا کام ہے''۔

وہ بھی تائب ہوکر غلام بن گئی اور اسے آپ نے خلعت ولایت سے نوازا۔

☆......آپ نے ارشاد فرمایا:

''ایک مرتبہ ایک ابدال فوت ہوگیا۔ عرض کیا گیا' غریب نواز فلاں ابدال کا وصال ہو گیا ہے اس کی جگہ کسی کو مقرر فرمادیں''۔

چونکہ آپ وقت کے غوثِ اعظم تھے تو فوت شدہ ابدال کی جگہ دوسرے کو مقرر فرمانا آپ کے تصرف میں تھا۔ ابدال کو ابدال بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کے جنازہ سے پہلے اس کا عوض اور بدل مقرر کردیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ جنازہ کے لیے تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک حمام تھا جس میں کوئی نہا رہا تھا۔ آپ نے باہر سے آواز دی اندر کون نہا رہا ہے۔ ایک ہندو لڑکا تھا اس نے جواباً اپنے متعلق بتایا تو آپ نے حکم دیا اِدھر آؤ اس نے عرض کی میرے پاس چادر نہیں ہے۔ آپ نے اپنی چادر عنایت فرما کر اسے اپنے ساتھ لے لیا جب جنازہ کے پاس پہنچے تو عرض کی گئی غریب نواز اس کی جگہ کوئی مقرر فرمایا ہے آپ نے اس ہندو لڑکے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''ایک تو لایا ہوں''۔

تمام نے حیران ہوکر عرض کیا: ''یہ تو مشرک ہے''۔

آپ نے اس کے کندھے کو پکڑ کر دو تین مرتبہ ہلایا اور فرمایا: اب تو ٹھیک ہوجا اس طرح اسے ولی اللہ بنا کر ابدالوں میں شامل کردیا۔

☆......فرمایا: ''حضرت خواجہ فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جنازہ خود آپ پڑھایا۔ آپ سے ایک غلام بدیع الدین نے پوچھا: اولیاء کی حیات اور شہداء کرام کی حیات کس طرح ہوتی ہے؟ فرمایا: ''جب میرا جنازہ پڑھنے کے لیے تیاری ہوگی تو ایک شخص اونٹ سوار پہاڑ کی جانب سے آئے گا وہی میرا جنازہ پڑھا جائے گا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو اس سے یہ مسئلہ دریافت کرلینا''۔

چنانچہ مولانا کا وصال ہوا' غسل وکفن دے کر جنازہ کے لیے لائے تو لوگ بے شمار تھے جب جنازہ تیار ہوا تو بدیع الدین نے کہا: ''مولانا نے فرمایا تھا کہ پہاڑ کی طرف سے ایک اونٹ سوار آکر میرا جنازہ پڑھائے گا اس کا انتظار کرنا ہے''۔

انہی باتوں میں تھے کہ وہ شخص آگیا۔ خاموشی سے امامت کرائی' صفیں تو پہلے ہی انتظار میں تھیں' تمام نے اقتداء کرلی۔ نمازِ جنازہ سے فارغ ہوکر وہ چل دیئے۔ بدیع الدین صاحب ان کے پیچھے ہولیے جب وہ پہاڑ پر گئے تو بدیع الدین نے عرض کیا: ''مولانا فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے''۔

آپ متوجہ ہوئے تو وہی مذکورہ سوال پیش کیا۔ مولانا نے چہرہ سے پردہ اُٹھایا تو آپ ہی تھے۔ بدیع الدین صاحب قدموں پر گر گئے' وہیں بیٹھ کر گفتگو اور بے تکلفانہ باتیں کرتے رہے۔ مولانا نے حکم دیا: ''روزانہ آکر یہاں ملاقات کرلیا کرو''۔

چنانچہ بدیع الدین صاحب روزانہ اسی جگہ پر حاضری دیتے رہے اور کسی قسم کا غم یا آثارِ غم نہ ہوا۔ احباب نے کہا: ''بدیع الدین کو اپنے مرشد کامل سے جدائی کا کوئی غم نہیں ہے اور مرید ہونے کا ویسے ہی دعویٰ کرتا ہے''۔ بدیع الدین اس معاملہ کو ظاہر نہیں کرتے تھے کیونکہ مولانا کا فرمان تھا کہ یہ راز کسی کو نہ بتانا لیکن دوستوں نے زیادہ چہ میگوئیاں شروع کردیں تو کہا:

''جسے اپنا شیخ روزانہ ملتا ہو اسے غم کیسے ہوگا۔ میں تو روزانہ فلاں پہاڑ پر جاکر آپ کی ملاقات کرتا ہوں اور زیارت سے مشرف ہوتا ہوں۔ پہلی تاریخ سے ان کے ساتھ باتیں کرتا ہوں''۔

جب دوسرے دن مقررہ جگہ پر حاضر ہوئے تو مولانا تشریف نہ لائے۔ وہیں روتے رہے اسی حالت میں نیند آگئی تو خواب میں حضور غریب نواز مولانا فخر جہاں تشریف لائے' فرمایا: ''تو نے میرا وعدہ بھلا دیا اور عمل نہ کیا اب عالمِ بے داری میں میری ملاقات تجھے میسر نہ ہوگی البتہ اسی طرح یہاں آکر سوجایا کر' زیارت ہوتی رہے گی''۔

☆......آپ نے فرمایا: ''حضرت مولانا فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ایک

Scanned with CamScanner

آدمی حاضر ہوا، بہت رویا اور عرض کی: ''غریب نواز! میری شادی ہوئی، برأت واپس آ رہی تھی کہ ڈاکوؤں نے میری بیوی چھین لی اور لیتے گئے''۔ ایک طوائف ان دنوں حاضری دیتی تھی۔ آپ مطلقاً اسے اپنے پاس نہ آنے دیتے تھے۔ ایک دن اس طوائف کو بُلا کر فرمایا: ''تیرے ساتھ ایک کام ہے''۔

اس نے عرض کی: ''باندی حاضر ہے، حکم فرمادیں''۔

آپ نے فرمایا: ''اس شخص کو لے جا اس کی خوب خدمت کرنا''۔

وہ لے گئی۔ نئے کپڑے، نیا بستر پیش کیا کیونکہ اس کا خیال تھا نفسانی خواہش ظاہر کرے گا لیکن وہ شخص تو اپنی آہ وزاری میں تھا کہ اس بدکاری سے کس طرح رہائی ہو۔ آج تک یہ کام نہیں کیا۔ خواجہ صاحب نے بھی طوائف کے ہاں بھیج دیا ہے اور طوائف نے بھی نفسانی خواہش کی خاطر ایک نوجوان عورت پیش کر دی جب خلوت میں ایک دوسرے کے حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا یہی دونوں خاوند بیوی ہیں اور ڈاکوؤں کے ذریعے اس کی بیوی ان لوگوں کے ہاں پہنچی تھی اب پہچان لینے کے بعد حضرت خواجہ مولانا فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل زوجین کی ہمیشہ کے لیے ملاقات ہوگئی۔

☆...... ایک دن بوقتِ اشراق ۳ رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک ۱۳۸۹ھ حضور خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے حضرت غریب نواز مولانا فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان ارشاد فرمایا:

نیا نہ کی ٹھکرائی دن بیتے جوئے
لکھ لی جد بُرائی اب کیا ہوئے میرے روئے
کھیت کتا دن جوتے جوئے

☆......فرمایا حضرت قبلہ فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے تکفیر روافض کے متعلق استفسار کیا کہ ان لوگوں کے متعلق آپ کا کیا مسلک ہے؟ آپ نے فرمایا۔

نہ سنی ام کہ زند طعنہ رافضی احمق
نہ شیعہ ام کہ کند سنی ام گریبان شق

غلام حضرت عشقم و گرنے دانم
کہ کیست برسر باطل و کیست بر سر حق

حضرت خواجہ محمد فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ فخر جہاں اور محب النبی کے القاب سے ملقب ہیں۔ خرقہ فقر وارادت اپنے والد ماجد حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی سے حاصل کیا۔ اپنے والد ماجد کے بعد مسند خاندان چشت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سید محمد گیسودراز کی اولاد سے ہیں اور والد ماجد حضرت مولانا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد سے ہیں۔ حضرت مولانا فخر جہاں مادرزاد ولی تھے۔ آپ کی عمر شریف سات برس کی ہوئی تو آپ کو حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں پانچ دانے قہوہ کے عنایت فرمائے جب آپ بے دار ہوئے تو قہوہ کے دانے ہاتھ میں موجود تھے جب والد ماجد کو مطلع کیا تو انہوں نے فرمایا:

''اے نور العین عطیہ مبارکہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا تنہا نہیں کھانا چاہیے''۔

تو دو دانے خود تناول فرمائے، تین دانے والد ماجد کو پیش کر دیئے۔

(مرآۃ السالکین، ص:۱۲۲)

Scanned with CamScanner

(۹۵)

دو بزرگ اور دو پرندے

حضرت سیّدنا خلف بن تمیم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''ایک مرتبہ دو عظیم بزرگ حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم اور حضرت سیّدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہما مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً پہنچے جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیّدنا شقیق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ''وہ کون سا پہلا واقعہ ہے جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ عظمت و بزرگی نصیب ہوئی؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ایک مرتبہ میں جنگل میں تھا اچانک مجھے ایک پرندہ نظر آیا جس کے پَر ٹوٹے ہوئے تھے، میں نے اپنے دل میں کہا:

''یہ پرندہ اپنی غذا کیسے حاصل کرتا ہوگا؟ بس اس خیال کے آتے ہی میں وہیں کھڑا ہوگیا اور ارادہ کیا کہ آج یہ دیکھ کر جاؤں گا کہ اس پرندے کو غذا کہاں سے ملتی ہے؟ میں وہیں کھڑا سوچتا رہا۔ کچھ دیر بعد ایک پرندہ اپنی چونچ میں ایک ٹڈی پکڑے ہوئے وہاں آیا اور اُس ٹوٹے پَروں والے پرندے کے منہ میں وہ ٹڈی ڈال کر واپس اُڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس شانِ رزاقی پر میں عش عش کر اُٹھا اور اپنے نفس سے کہا: ''اے نفس! جس خدائے بزرگ و برتر، خالق و مالک نے صحیح و سالم پرندے کے ذریعے جنگل و بیابان میں اس پَر ٹوٹے ہوئے پرندے کو رزق عطا فرمایا، وہ پروردگار مجھے رزق عطا فرمانے پر قادر ہے چاہے میں کہیں بھی ہوں۔ بس اس دن سے میں نے تمام دنیوی مشاغل ترک کر دیئے اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہوگیا اور آج آپ کے سامنے ہوں''۔

یہ سن کر حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے شقیق رحمۃ اللہ

علیہ! تم اس پرندے کی طرح کیوں نہ ہوگئے جو تندرست تھا اور بیمار پرندے تک اس کا رزق پہنچا رہا تھا اگر تم اس جیسے ہوتے تو تمہارے لیے بہت اچھا تھا۔ کیا تم نے شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا: ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لاصدقۃ الاعن ظہر غنی، الحدیث: ۱۴۲۷، ص: ۱۱۳)

''اے شقیق رحمۃ اللہ علیہ! مومن کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے تمام امور میں اس مرتبے و مقام کو پسند کرتا ہے جو اعلیٰ و نفیس ہو، یہاں تک کہ وہ نیکوکاروں کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے''۔ حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت بھری باتیں سن کر حضرت سیّدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑا اور بڑی محبت سے بوسہ دیتے ہوئے کہا: ''حضور! آج سے آپ رحمۃ اللہ علیہ استاذ اور میں شاگرد ہوں''۔ (عیون الحکایات)

پیارے مسلمان بھائیو! خدائے بزرگ و برتر تمام جہانوں کا پالنے والا اپنی تمام مخلوق کو رزق عطا فرماتا ہے جسے جیسے چاہتا ہے، رزق دیتا ہے۔ انسان کو اس معاملے میں توکل کرنا چاہیے کیونکہ جس کے مقدر میں جو ہے وہ اسے ضرور مل کر رہے گا۔ بس انسان اپنی سی کوشش کرتا رہے، رزقِ حلال کے لیے تگ و دو کرتا رہے لیکن یہ خیال ضرور رکھے کہ فرائض و واجبات کو ہرگز ہرگز ترک نہ کرے ورنہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔ رزق وہی اچھا جس کی وجہ سے اعمالِ صالحہ میں تقویت ملے اگر معاملہ برعکس ہو یعنی مال و کاروبار کی وجہ سے اعمالِ دینیہ میں کمی ہو رہی ہو تو ایسا مال و کاروبار کچھ کام نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رزقِ حلال عطا فرمائے، دنیوی اور اُخروی زندگی میں سلامتی عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم!

Scanned with CamScanner

(۹۶)

سچی توبہ

علامہ ابن جوزی مسلم بن ابراہیم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: ''ایک شخص حبیب فارسی کے پاس آیا اور بڑے تکبر اور رعب سے کہنے لگا: ''میری بات سنو!''

حبیب فارسی نے کہا: ''بتاؤ! کیا بات ہے؟''

اس نے کہا: ''میرے تین سو درہم تم پر واجب الادا ہیں' فوراً ادا کرو ورنہ میں قاضی کی عدالت میں تمہارے خلاف مقدمہ دائر کروں گا اور تمہیں لوگوں میں رسوا کروں گا''۔

حبیب فارسی کہنے لگے: ''میرے عزیز! میرے اور تمہارے درمیان آج تک کبھی کوئی ملاقات ہی نہیں ہوئی' کوئی لین دین نہیں ہوا' نہ کبھی میں نے تم سے کوئی قرض لیا' تم مجھ سے تین سو درہم کیسے' کیوں اور کس کھاتے میں مانگ رہے ہو؟ تمہارا مطالبہ سفید جھوٹ' سراسر ظلم اور صریحاً زیادتی ہے''۔ وہ شخص بولا: ''بس تمہیں مجھے تین سو درہم دینے ہیں' کان کھول کر سن لو میں ہر صورت میں یہ رقم لے کر رہوں گا''۔

حبیب فارسی نے اس سے کہا: ''تم کل تک اپنے مطالبے پر دوبارہ غور کر لو کہ کیا واقعی تمہیں مجھ سے یہ رقم لینی ہے۔ اِدھر میں بھی سوچتا ہوں۔ گھر میں اپنے اوراق دیکھتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میں بھول چکا ہوں اور مجھے میرے اوراق میں کوئی ایسی تحریر مل جائے جو تمہاری بات کی تصدیق کرے تاہم میری یادداشت کے مطابق میرا تمہارا لین دین کا کبھی معاملہ نہیں ہوا''۔

حبیب فارسی اپنے گھر تشریف لائے اور سارے حسابات چیک کیے' ایک ایک ورق کی جانچ پڑتال کی مگر کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے اس شخص کے دعوے کی تصدیق ہوتی

ہو۔ یہ مستجاب الدعوات شخص تھے' آدھی رات کے بعد انہوں نے وضو کیا' مصلے پر کھڑے ہوئے' دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا دیے اور دعا مانگی: ''اے اللہ! اگر یہ شخص اپنے قول میں سچا ہے تو پھر مجھے اس کا حق واپس کرنے کی توفیق عطا فرما اور اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے ہاتھ شل کر دے تاکہ لوگوں کو میرا سچ اور اس کا جھوٹ معلوم ہو جائے''۔

اگلا دن طلوع ہوا تو اچانک بڑا بھیانک منظر نظر آیا اس شخص کو لوگوں نے اپنے کندھوں پر اُٹھایا ہوا تھا کیونکہ اس پر فالج گر گیا تھا اور اس کا آدھا جسم بالکل شل ہو گیا تھا اس شخص نے آتے ہی حبیب فارسی سے کہا: ''کیا آپ نے پہچانا؟ میں وہی شخص ہوں جس نے کل آپ سے دھونس' دھاندلی اور زیادتی کرتے ہوئے تین سو درہم مانگے تھے۔ سچ مچ وہ میرا حق نہیں تھا جو میں آپ سے مانگ رہا تھا' نہ میں نے آپ کو بطورِ امانت دیئے۔ نہ آپ نے مجھ سے کوئی قرض لیا نہ میرا آپ سے کوئی لین دین تھا بس میرے جی میں آئی کہ آپ چونکہ ایک معروف اور شریف آدمی ہیں' لوگوں میں آپ کی بڑی عزت اور شہرت ہے اس لیے آپ میری دھمکی میں آ جائیں گے اور اپنی عزت بچانے کے لیے میرا مطالبہ پورا کر دیں گے''۔

حبیب فارسی نے اس سے کہا: ''کیا تم دوبارہ ایسی حرکت کرو گے؟ مجھے یا کسی اور مسلمان کو اسی طرح ناجائز تنگ کرو گے اور اس سے غلط اور ناحق مطالبہ کرو گے؟''

اس نے کہا: ''ہرگز نہیں! میں توبہ کرتا ہوں' میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا''۔ حبیب فارسی نے دوبارہ بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھا دیئے اور نہایت لجاجت سے عرض کرنے لگے: اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ صَادِقًا فَاَلْبِسْہُ الْعَافِیَۃَ ۔

''اے اللہ! اگر یہ اپنے قول و قرار میں سچا ہے تو اسے شفایاب کر دے''۔

یہ دعا کرنے کی دیر تھی کہ وہ شخص یک دم اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا اس کا مفلوج بدن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کسی علاج کے بغیر ہی ٹھیک کر دیا پھر وہ یوں چلنے لگا جیسے اسے کبھی کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ (سنہرے نقوش)

(۹۷)

باعصمت بیوی

بیان کرتے ہیں: ''ہند عتبہ کی بیٹی بہت ہی خوب صورت اور مال دار تھی اس کے پاس ہر قسم کے جانوروں میں سے ایک ہزار راس موجود تھے اور ایک ہزار غلام تھے اور لکڑی کا ایک ہودہ تھا جو موتیوں اور جواہرات سے مرصع تھا اور اس کا شوہر فاکہ بن مغیرہ جوانانِ قریش سے تھا جو بہت ہی مہمان نواز تھا۔ لوگ اس کے پاس آتے تھے اور بغیر پردہ کے اس کے یہاں داخل ہوتے تھے چنانچہ ایک دن فاکہ اپنی کسی ضرورت سے باہر گیا تھا اس کے احباب میں سے ایک شخص آیا اور وہ گھر میں داخل ہوا لیکن اکیلا ہند کو دیکھ کر وہ شرم سے واپس آیا اس کے گھر سے نکلنے کی حالت میں فاکہ بھی آ گیا اور گھر میں داخل ہو کر اپنی بی بی ہند کو دیکھا۔ پس وہ شک میں پڑ گیا اور بدگمان ہوا اور ہند سے جھگڑا کیا اور اس سے کہا: ''تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا''۔ (یہ کلمہ طلاق سے کنایہ ہے)

اس کے بعد لوگوں میں اس بات کا چرچا پھیلا اور یہ خبر رفتہ رفتہ ہند کے باپ عتبہ تک پہنچی۔ پس اس نے ہند سے تخلیہ میں کہا: ''بلاشبہ لوگ تیرے معاملے میں طرح طرح کی گفتگو کرتے ہیں اور اس خبر کو کثرت سے کہتے سنتے ہیں لہٰذا تو اس بات کو مجھ سے سچ سچ کہہ دے تاکہ جو لوگ کہتے ہیں اگر سچ ہے تو میں ایک شخص کو مقرر کروں جو فاکہ کو خفیہ طور پر مار ڈالے اور تو اس سے خلاصی پائے اور اگر یہ خبر جھوٹ ہے تو میں یمن کے فال نکالنے والوں میں سے کسی ایک کے پاس فاکہ سے محاکمہ کروں گا تاکہ تیری برأت ظاہر ہو جائے اور ہم اسی پر اکتفاء اور بس کریں گے''۔

یہ سن کر ہند نے عتبہ سے ایسی قسمیں کھائیں جس پر اس کو اعتماد ہو گیا کہ جو کچھ لوگ

اس کے بارے میں کہتے ہیں، یہ اس سے پاک ہے اس کے بعد ہند کے باپ نے فاکہ کے پاس آدمی بھیجا اور اس سے کہا: ''وہ فال گو معین کے پاس اس وقت میں محاکمہ کرے اور فیصلہ چاہے اور کہا: تو نے ہند کو ایک سخت کام اور بڑی بلا کے ساتھ تہمت لگائی ہے اس لیے محاکمہ ضروری ہے''۔

چنانچہ فاکہ بنی عبدالدار کی ایک جماعت میں نکلا اور ہند بنی اُمیہ کی عورتوں کی ایک جماعت میں گھر سے نکلی۔ پس جب ان لوگوں نے شہر چھوڑا اور کاہن (فال گو) کے قریب ہوئے تو ہند کے باپ نے اس کو دیکھا کہ اس کا رنگ فق ہو گیا ہے اور اس کی حالت بدل گئی ہے اور وہ اپنے معاملہ میں متحیر ہے۔ (یہ دیکھ کر) ہند کے باپ نے اس سے کہا: ''کیا بات ہے کہ میں تم کو اس حال پر دیکھتا ہوں؟''

ہند نے کہا: ''خدا کی قسم! اس بُرے کام کا وجود میرے پاس نہیں۔ یعنی میں نے بدکاری نہیں کی ہے لیکن میں ایک ایسے آدمی کے پاس آئی ہوں جو کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صحیح بتلاتا ہے اس لیے میں اس سے امن میں نہیں ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خلافِ اصل مجھے اس بڑی بلا سے تہمت لگائے یعنی مجھے ڈر ہے کہ وہ غلطی سے بدکاری کے ساتھ مجھ متہم کرے۔ پس ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے یہ بُرائی ہم پر رہ جائے گی''۔

اس کے بعد اس کے باپ نے کہا: ''پہلے ہم اس کاہن کا ایک پوشیدہ چیز میں امتحان کرتے ہیں۔ پس اگر اس نے ہم کو اس کی خبر دی تو ہم اس کے علم پر استدلال کریں گے اور اس سے فتوے دریافت کریں گے ورنہ ہم اس کو چھوڑ دیں گے''۔

پھر عتبہ نے گیہوں کا ایک دانہ لیا اور اس کو گھوڑے کے سوراخ ذکر میں رکھا۔ چنانچہ جب یہ لوگ کاہن کے پاس پہنچے تو اس نے ان کو اُتارا اور ان کی بزرگی اور تعظیم کی اس کے بعد انہوں نے اس سے کہا: ''ہم تمہارے پاس ایک معاملہ کے بارے میں آئے ہیں اور ہم نے ایک چیز چھپائی ہے تاکہ ہم اس سے تمہارا امتحان کریں۔ پس تم بتاؤ کہ وہ کیا چیز ہے؟''

اس کے جواب میں کاہن نے کہا: ''وہ ایک پھل ہے جو بچھیرے کے سرزہ اور سوراخ ذکر میں رکھا گیا ہے''۔

(یہ سن کر) لوگوں نے اس سے کہا: ''ہم اس سے بھی واضح جواب چاہتے ہیں''۔

پس اس فال گو نے کہا: ''گیہوں کا ایک دانہ گھوڑے کے سوراخ ذکر میں ہے''۔

چنانچہ لوگوں نے کہا: ''تم نے سچ کہا اب تم ان عورتوں کے حال میں نظر کرو''۔

چنانچہ وہ ایک ایک کے قریب ہونے لگا اور کہتا جاتا تھا کہ یہ عورت نہیں ہے' یہاں تک کہ وہ ہند کے پاس پہنچا پس اس نے ہند کے شانہ پر اپنا ہاتھ مارا اور کہا: ''خدا کی قسم! تو زانیہ نہیں ہے اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں تو اس سے پاک ہے اور عنقریب تیرے بطن سے ایک بادشاہ پیدا ہوگا جس کا نام معاویہ ہوگا''۔

چنانچہ یہ خبر اور گفتگو فاکہ کو پہنچی تو وہ اس کی طرف اُٹھا اور اس پر متوجہ ہوا اور اس کے سر کا بوسہ لیا لیکن ہند نے اس کو جھڑک دیا اور اس سے کہا: ''مجھ سے دُور ہو۔ خدا کی قسم! میں ضرور یہ کوشش کروں گی کہ یہ بادشاہ تیرے علاوہ دوسرے سے پیدا ہو''۔

اور وہ اس حال سے نہ ہٹی' یہاں تک کہ ابوسفیان نے بھی ہند کو نکاح کا پیغام دیا اور انہوں نے اس کے واسطے اس قدر مال خرچ کیا کہ جس کا ذکر دشوار ہے۔ چنانچہ ابوسفیان سے راضی ہوگئی اور ابوسفیان نے اس سے نکاح کیا اس کے بعد امیر معاویہ پیدا ہوئے اور ان کی سلطنت کا یہ حال ہوا کہ وہ زمین ... ق ومغرب کے مالک ہوگئے''۔ واللہ اعلم

(نوادر قلیوبی)

(۹۸)

مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب

اس پر اہلِ سنت و جماعت کے تمام اماموں کا اجماع و اتفاق ہے کہ زندہ کا سلام و دعا و ایصالِ ثواب مردوں کو پہنچتا ہے اور ان کے لیے نفع بخش و فائدہ مند ہے۔ ہدایہ شریف میں ہے: اَلْاَصْلُ فِیْ هٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ صَلٰوةً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ غَیْرَهَا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

(ہدایہ ج ۱ ص ۲۷۶ باب الحج عن الغیر)

''قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے لیے جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کو پہنچا دے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا ان کے علاوہ کوئی بھی عمل ہو' یہ اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے''۔

اب اس سلسلے میں ہم چند بزرگوں کے اقوال یہاں نقل کرتے ہیں جن سے ہدایت کا نور طلوع ہوتا ہے۔ امید ہے کہ ان سے ہر طالبِ حق کو روشنی ملے گی۔

☆......حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کی نمازِ جنازہ پر یہ دعا فرمائی جس کو میں نے یاد کرلیا:

''اے اللہ تعالیٰ! اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کو عافیت دے اور اس کی مہمانی باعزت فرما اور اس کی قبر کو وسیع فرما دے اور اس کو پانی اور برف اور اولے سے دھو دے اور اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کر رکھا ہے اور اس کو اس کے گھر کے بدلے میں اس سے بہتر گھر عطا فرما اور اس

کے اہل سے بہتر اہل اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عنایت فرما اور اس کو جنت میں داخل فرما اور عذابِ قبر وعذابِ جہنم سے اس کو اپنی پناہ میں رکھ''۔

اس دعائے نبوی کو سن کر حضرت عوف بن مالک کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ تمنا ہوگئی کہ کاش! اس میت کی جگہ میری میت ہوتی''۔(مشکوٰۃ' ج:۱' ص:۱۴۵)

☆......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کے پاس آکر اس طرح کھڑے ہوتے کہ میں سمجھتا تھا کہ نماز شروع کر دی ہے پھر وہ سلام عرض کرتے اور واپس لوٹ جاتے''۔(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۱۷)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''جو مسلمان کسی مسلمان کی قبر پر گزرے اور سلام کرے تو دنیا میں اس سے جان پہچان رہی ہو یا نہ رہی ہو ہر حال میں قبر والا اس کے سلام کو سنتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے''۔
(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۱۷)

☆......حضرت نافع رضی اللہ عنہ تابعی بزرگ ہیں اور علمِ حدیث وفنِ قرأت کے ایک عظیم استاد ہیں۔ یہ کہتے ہیں: ''میں نے سینکڑوں مرتبہ سے زیادہ دیکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر صحابی رضی اللہ عنہ روضۂ اقدس پر حاضر ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہم کو سلام کر کے گھر واپس جایا کرتے تھے''۔
(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۱۷)

☆......حضرت بشر بن منصور علیہ الرحمۃ بہت ہی عظیم المرتبت محدث اور عبادت و ریاضت اور زُہد و تقویٰ میں بھی بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ روزانہ پانچ سو رکعت نوافل اور ہر تیسرے دن قرآن مجید ختم کرنا ان کا معمول تھا۔ ۱۸۰ھ میں ان کا وصال ہوا۔ ان کا بیان ہے: ''طاعون (پلیگ) کے زمانے میں ایک آدمی روزانہ قبرستان جایا کرتا تھا اور جنازوں پر نماز پڑھ کر گھر آتا تھا پھر شام کو قبرستان جا کر یہ دعا مانگتا تھا:

''اللہ تعالیٰ! تم لوگوں کی وحشت کا مونس بنائے اور تمہاری غربت پر رحم فرمائے اور

تمہاری نیکیوں کو قبول فرمائے''۔

اس آدمی کا بیان ہے کہ میں ایک شام کو قبرستان نہیں گیا تو رات کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک کثیر جماعت میرے پاس آئی اور جب میں نے ان لوگوں سے پوچھا: کس ضرورت سے آپ لوگ میرے پاس آئے ہیں تو ان لوگوں نے بتایا: روزانہ تمہاری دعائیں ہمارے پاس آیا کرتی تھیں لیکن ایک دن تمہاری دعاؤں کا ہدیہ ہم لوگوں کے پاس نہیں آیا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس خواب کے بعد کبھی میں نے قبرستان جا کر دعائیں مانگنا نہیں چھوڑا''۔(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۱۷)

☆......علی بن موسیٰ حداد کا بیان ہے:

''میں امام احمد بن حنبل کے ساتھ ایک جنازہ میں گیا اور محمد بن قدامہ جوہری بھی ہمارے ہمراہ تھے جب میت دفن ہوگئی تو ایک نابینا قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے لگا' امام احمد بن حنبل نے اس سے کہا: ''اے فلاں! قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنا بدعت ہے''۔

پھر جب ہم لوگ قبرستان سے باہر آئے تو محمد بن قدامہ جوہری نے امام احمد بن حنبل سے کہا: ''آپ مبشر بن اسمٰعیل حلبی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟''

تو امام احمد بن حنبل نے کہا: ''وہ قابلِ بھروسہ اور ثقہ محدث ہیں''۔

تو محمد بن قدامہ نے پوچھا: ''وہ حدیث میں آپ کے استاد بھی ہیں؟''

تو امام احمد بن حنبل نے کہا: ''جی ہاں!''

تو محمد بن قدامہ نے کہا: ''مجھے مبشر بن اسمٰعیل حلبی نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن علاء بن لجاج اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ دفن کے بعد میرے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیتیں پڑھی جائیں اور انہوں نے کہا: میں نے ابن عمر کو وصیت کرتے سنا ہے''۔

یہ سن کر امام احمد بن حنبل نے علی بن موسیٰ حداد کو بھیجا کہ جا کر اس نابینا سے کہہ دو کہ وہ قبر کے پاس قرآن مجید پڑھا کرے''۔(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۱۸)

☆......حضرت محمد بن احمد مروزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

Scanned with CamScanner

''میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جب تم لوگ قبرستان جاؤ تو سورۂ فاتحہ اور قل ھواللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر اس کا ثواب تمام قبرستان والوں کو پہنچا دو تو اس کا ثواب تمام قبر والوں کو پہنچ جائے گا''۔

(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۱۸)

☆......حضرت ابوقلابہ علیہ الرحمۃ بہت ہی جلیل الشان محدث کبیر ہیں اور بڑے مشہور عابد بھی تھے۔ یہ فرماتے ہیں:

''میں شام سے بصرہ جاتے ہوئے ''خندق'' میں اُتر پڑا اور وضو کر کے میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا پھر میں جاگا تو صاحب قبر مجھ سے شکایت کرنے لگا کہ تم نے آج کی رات مجھے تکلیف پہنچائی پھر وہ کہنے لگا کہ تم لوگ عمل کرتے ہو اور ہم عمل نہیں کرتے۔ سن لو تمہاری دو رکعتیں تمام دنیا کی چیزوں سے بہتر ہیں پھر یہ کہا: تم جا کر دنیا والوں سے ہمارا اسلام کہہ دینا اور یہ بھی کہہ دینا کہ تمہاری دعائیں پہاڑوں کے مثل عظیم بن کر ہم لوگوں کے پاس آیا کرتی ہیں''۔ (احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۱۸)

☆......ابوبکر رشیدی کہتے ہیں: ''میں نے حضرت محمد طوسی معلم کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا: ''ابوسعید صفار سے کہہ دینا کہ ہمارا تمہارا تو معاہدہ تھا کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں بھولیں گے تو ہم تو نہیں بدلے مگر تم بدل گئے''۔

میری آنکھ کھل گئی اور میں نے ابوسعید صفار سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا: ''کیا بتاؤں میں ہر جمعہ کو ان کی قبر کی زیارت کے لیے جایا کرتا تھا اور کچھ ایصالِ ثواب کیا کرتا تھا لیکن اس جمعہ کو میں نہیں جا سکا اسی کی ان کو مجھ سے شکایت ہو گئی ہے''۔

(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۲۳)

☆......حضرت بشار بن غالب نجرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رابعہ بصریہ عدویہ کے لیے بکثرت دعائیں مانگا کرتا تھا تو ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہہ رہی ہیں: ''اے بشار بن غالب! تمہاری دعائیں ہدیہ کی شکل میں نور کی تھالیوں میں ریشمی رومال سے چھپا کر ہمارے پاس آیا کرتی ہیں''۔

تو میں نے کہا: ''وہ کیسے؟''

تو انہوں نے فرمایا: ''یاد رکھو زندوں کی دعائیں اموات کے لیے مقبول ہو کر نور کے طباق میں رکھ کر ریشمی کپڑے کے سرپوش سے چھپا کر مردوں کے پاس لائی جاتی ہیں اور لانے والا فرشتہ کہتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا ہدیہ ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''قبر میں میت کی مثال یہ ہے کہ جیسے ڈوبنے والا فریاد کرنے والا آدمی' ہر وقت قبر میں مردوں کا انتظار رہتا ہے کہ اس کے باپ یا بیٹوں یا بھائیوں یا دوستوں کی طرف سے دعاؤں اور ایصالِ ثواب (فاتحہ) کا کوئی ہدیہ اس کے پاس آئے گا اور جب ہدیہ آ جاتا ہے تو اس کو دنیا بھر کی نعمت پا جانے سے بڑھ کر خوشی حاصل ہوتی ہے''۔

(احیاء العلوم' ج:۴' ص:۴۱۷)

ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے دیتے ہیں:

کاش! مسلمانوں کو ان حقائق سے کچھ سبق ملتا اور انہیں عبرت حاصل ہو کر ہدایت کی روشنی اور توفیق نصیب ہوتی جو اپنے ماں باپ اور بھائیوں' بہنوں اور بیٹوں وغیرہ اعزہ و اقرباء کو قبروں میں دفن کرنے کے بعد پھر ان کا کچھ بھی خیال نہیں رکھتے۔ نہ ان کی قبروں کی زیارت کے لیے کبھی قبرستان میں قدم رکھتے ہیں نہ کبھی دعائے مغفرت کرتے ہیں نہ صدقہ و خیرات اور نیاز و فاتحہ کے ذریعے کبھی ایصالِ ثواب کرتے ہیں نہ ان کے لیے کبھی قرآن خوانی کرائیں نہ محتاجوں کو کھانا کھلا کر اور کپڑا پہنا کر ان کی روحوں کو ثواب پہنچائیں نہ چہلم نہ ششماہی نہ برسی پر انہیں یاد رکھ کر ان کی فاتحہ دِلائیں بلکہ اب تو وہابیوں نے یہ غضب ڈھایا کہ زیارتِ قبور اور نیاز و فاتحہ کو قبر پرستی اور بدعت قرار دے کر مسلمانوں کا اپنے مردہ عزیزوں سے بالکل ہی رشتہ و تعلق کاٹ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اپنے ماں باپ اور بزرگوں کو اس طرح بھول گئے کہ کبھی بھولے سے بھی ان کو یاد نہیں کرتے۔ احسان فراموشی اور مطلب پرستی کی اس سے زیادہ گھناؤنی مثال اور کیا ہوگی کہ ماں باپ اور بھائیوں بہنوں کے وارث بن کر ان کی جائے دادوں پر تو قابض ہو کر مزے اُڑا رہے ہیں مگر ان بزرگوں اور عزیزوں کو کبھی یاد کر کے ان کی روحوں کو کسی قسم کا ثواب نہیں پہنچاتے کبھی یہ نہیں سوچتے

کہ ہمارے باپ دادوں نے کتنی محنت ومشقت اُٹھا کران مکانوں اور جائے دادوں کو بنایا ہوگا جوہمیں مفت میں دے کر دنیا سے چلے گئے تو ہم ان کا شکریہ اس طرح ادا کرتے رہیں کہ ان کی قبروں پر حاضر ہوکر کبھی کبھی فاتحہ پڑھتے اور دعائے مغفرت کرتے رہیں۔قرآن مجید میں خداوند قدوس کا فرمان ہے: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

''احسان کا بدلہ تو احسان ہی ہے''۔

ہاں باپ اور بزرگوں کا احسان تو یہ ہوا کہ انہوں نے ہم کو پالا پھر وہ ہم کو مکان و جائے داد دے گئے تو ہمیں بھی لازم ہے کہ ان کے احسانوں کا بدلہ دیں کہ ان کو بھلائی کے ساتھ یاد رکھیں اور ان کے لیے دعا واستغفار کرتے رہیں اور فاتحہ کے ذریعے ان کو ایصالِ ثواب اور ان کی روحوں کو ثواب پہنچاتے رہیں۔بہرحال ہر مسلمان کا یہ لازمی کارنامہ ہونا ہی چاہیے کہ وہ اپنے ماں، باپ، دادی، دادا اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ہمیشہ یاد رکھیں اور کبھی بھی ان کی قبروں کی زیارت اور ان کی فاتحہ وایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت و استغفار سے ہرگز ہرگز غافل نہ رہیں۔

مانو نہ مانو آپ کو یہ اختیار ہے
ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جائیں گے

(آئینۂ عبرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی)

(۹۹)

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''جب پیر پٹھان حضرت غریب نواز شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ مہار شریف سے علومِ ظاہری و باطنی حاصل کر کے تونسہ شریف پہنچے تو وہاں کے ایک مولوی صاحب جو امام مسجد تھے گھبرائے اور خیال آیا کہ میرا مولویانہ ورثہ کہیں یہ نہ لے لیں۔آپ کے پاس مناظرہ کی غرض سے حاضر ہوکر سوال کیا: ''بتاؤ! ایمان کے کتنے رُکن ہیں؟''

آپ نے اشارہ کر کے فرمایا: ''دو (تیرے ایمان کے) ایک ڈھوڈھا روٹی کا اور دوسرا پیالہ پانی کا''۔

مولوی بے چارہ ہفتوں تک طنز کی صورت میں کہتا رہا: ''دیکھو مسلمانو! ان کو ایمان کے ارکان بھی نہیں آتے اور صرف روٹی پانی کی طرف ہی خیال ہے''۔

آپ نے مولوی صاحب کے ایک آنے والے حال کی طرف اشارہ فرمایا لیکن وہ بے چارہ کیا سمجھتا۔الحاصل وہی مولوی صاحب زیارتِ حرمین شریفین کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔بحری جہاز پر سوار تھے، طوفان آیا۔کسی پہاڑی سے ٹکرا کر جہاز پاش پاش ہوگیا۔مولوی صاحب ایک تختہ پر رہ گئے، وہ تیرتا تیرتا کہیں دُور قدرتِ خداوندی سے کنارے جا لگا۔چند روز کا بھوکا پیاسا بے حس ولاچاری کے عالم میں جنگل کا راستہ لیا۔بالآخر انتہائی بھوک اور پیاس کی شدت سے زمین پر لیٹ گیا اور موت کا انتظار کرنے لگا۔خود مولوی صاحب کا بیان ہے کہ اس وقت معاذ اللہ ایمان والی نعمت سے محروم ہو رہا تھا کیونکہ یہ بدعقیدگی غالب ہو رہی تھی کہ حج کا ارادہ اور حرمین شریفین کا راستہ اور اتنی ذلت وخواری کا

Scanned with CamScanner

ہونا ایمان سے بعید ہے اس قسم کا کفریہ کلمہ منہ سے نکالنے ہی والا تھا کہ اچانک حضور غریب نواز پیر پٹھان تشریف لائے' ان کے ہاتھ میں ایک ڈوڈھا روٹی کا اور ایک پیالہ پانی کا تھا جس میں لقمہ لقمہ بھگو کر میرے منہ میں ڈالتے رہے اور فرمایا: ''آہستہ آہستہ کھاتا رہ''۔

مولوی صاحب کہتے ہیں: ''میرا دل زیادہ کھانے کو چاہتا تھا لیکن آپ نے فرمایا حرص نہ کر تھوڑا کھا''۔ چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق میں نے تھوڑا تھوڑا کھایا نیز فرمایا: ''یہ ہیں رُکن تیرے ایمان کے اور تشریف لے جاتے وقت بتایا: کل ایک بیڑا (جہاز) دُور سے آتا ہوا تجھے دِکھائی دے گا' ان کو اشارہ کرنا وہ لوگ تجھے سوار کرلیں گے''۔

دوسرے روز اسی طرح ایک بیڑا دُور سے نظر آیا جب اشارہ کیا تو انہوں نے سوار کر لیا۔ حضور نے فرمایا جب مولوی صاحب تونسہ شریف پہنچے تو حاضر ہوتے ہی پیر پٹھان رضی اللہ عنہ کی قدم بوسی کی اور آپ کے غلام ہوئے۔ فرمایا: ''آج کل تو انسان قرآن مجید اور حدیث پاک مسجد میں بیٹھ کر پڑھتا ہے اور مطالعہ کرتا رہے' باہر کہیں نہ جائے' دَور حاضر میں باہر جانے کا کوئی حال نہیں رہا''۔

☆......فرمایا: ''ایک بار کسی پیر بھائی نے پیر پٹھان رضی اللہ عنہ کی دعوت کی اور ان کی آمد سے پہلے مرغ پکایا ابھی پیر پٹھان رضی اللہ عنہ کے انتظار میں تھا کہ آپ کا پیر بھائی اللہ یار چشتی قدرتی طور پر پہلے پہنچ گیا۔ دعوت کنندہ سے کہا: ''مجھے ریل پر سفر کرنا ہے' دیر ہو رہی ہے' آپ کی آمد تک نہیں بیٹھ سکتا جو تو نے اپنے پیر کے لیے پکایا ہے' مجھے کھلا دو' انہیں دوبارہ پکا دینا''۔ مہمان نواز نے بطیب خاطر وہ اس کو کھلا دیا جب آپ تشریف لائے تو دسترخوان پر روٹی پیش کی۔ فرمایا: ''مرغ نہیں پکایا تھا؟'' عرض کی: ''پکایا تو تھا لیکن اللہ یار چشتی صاحب تشریف لائے تھے' روٹی اور مرغ ان کو کھلا دیا''۔ فرمایا: ''بہت ہی اچھا کیا۔ دوست کے ہاں اسی طرح بے تکلف ہو کر کھانا چاہیے اور جتنا قدر کہ دوست کو کھلانے کی وسعت ہو اس قدر خود بخود کھالیا جائے تب بھی جائز ہے''۔ حدیث پاک میں ہے:

مَنْ نَّزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ اَنْ يَّقْرُوْهُ فَاِنْ لَّمْ يَقْرُوْهُ فَلَهٗ اَنْ يُّعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ ۔ (مشکوۃ شریف)

''جو شخص کسی قسم کے ہاں مہمان جائے تو ان پر اس کی مہمان نوازی ضروری ہے اگر وہ مہمان نوازی نہ کریں تو مہمان کے لیے جائز ہے کہ ان سے اتنا کھالے جتنا کہ انہوں نے اسے کھلانا تھا''۔

پرندوں کا سلام

فرمایا: ''پیر پٹھان کا فرمان ہے کہ جب میں طالب علمی کے زمانہ میں سفر کرتے ہوئے کسی درخت کے نیچے آرام کرتا تو اس درخت پر بہت سے پرندے بیٹھے ہوئے ہوتے اور مجھے خطاب کر کے بولتے: ''السلام علیکم سلیمان خان جی''

وہ فرشتے ہوتے تھے کیونکہ حدیث پاک ہے کہ طالب علم کی رضا کے لیے فرشتے اپنے پردوں کو بچھا دیتے ہیں تو سلام کہنا کیونکر بعید ہو سکتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''پیر پٹھان کا ایک غلام ہندو عورت کے گھر موقع پا کر داخل ہو گیا جب کہ عورت بالکل اکیلی تھی۔ ہندوؤں نے بھی اسے داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ بہت سے ہندو دروازہ پر جمع ہو گئے' دروازہ اندر سے بند تھا لیکن ہندوؤں نے دروازہ کھولنے کے لیے دروازہ توڑ دیا جب دروازہ کھل گیا تو اندر کیا دیکھا کہ بجائے مسلمان غلام کے عورت کا خاوند مولا رام نظر آیا۔ یہ دیکھ کر ہندو نادم ہوئے اور واپس چلے گئے۔ وہ غلام جب پیر پٹھان کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''شرم کریں کتنے دن تک مولا رام بنتا رہوں گا اور تجھے ایسے موقعوں سے محفوظ رکھوں گا''۔

آپ اکثر فرمایا کرتے: ''پیر سیال کو پیر پٹھان نے بہت کچھ عطا فرمایا۔ پیر پٹھان نے بے شمار غلاموں کو فیض یاب فرمایا بلکہ کسانوں تک کو آپ نے نوازا لیکن سب سے بڑھ کر پیر سیال کو کمال درجہ کا فیض عطا فرمایا۔ ایک جٹ کا واقعہ تمہیں بتاتا ہوں:

شادا خان بلوچ جس کی قبر سے کستوری جیسی خوشبو سونگھی ہے حالانکہ میرے پاس کسی قسم کی خوشبو نہ تھی اس کی قبر کی مٹی لوگ اُٹھا کر لے جاتے اور اس سے گھروں میں کستوری کا کام لیتے تھے۔ شادا خان کو اللہ تعالیٰ نے پیر پٹھان کی خدمت میں بھیجا تھا حالانکہ بالکل سادہ آدمی تھا اور سادی دموٹی باتیں کرتا تھا۔ پیر پٹھان اکثر مراقبہ میں رہتے تھے' لوگ حاضر

Scanned with CamScanner

ہوتے تو کسی کو کلام کرنے کی مجال نہ ہوتی۔ شادا خان لوگوں سے متوجہ ہو کر کہتا اور پیر پٹھان کو سنا کر کہتا اُٹھو یارو اپنے اپنے کام کریں یہ تو خدا سے باتیں کر رہا ہے اس کا کام تو خدا کے ساتھ ہے' ہمارے ساتھ کون باتیں کرتا ہے اور ہماری کون سنتا ہے کہ ہم اپنا اپنا کام چھوڑ کر بیٹھے ہیں۔ اُٹھو چلیں اور اپنے آپ کو گالیاں بھی دیتا تھا جب بار بار یہ کہتا تو پیر پٹھان متوجہ ہو کر فرماتے: ''کیا گال ہئی بھلیا لوکا؟'' یعنی کیا بات ہے بھلائی والے۔

پیر سیال پہ کرم

اس وقت لوگ اپنی اپنی حاجات پیش کرتے اور حضور فیض عطا فرماتے۔

ایک مرتبہ شادا خان نے عرض کی: ''تیرے پاس رہنے کا کیا فائدہ بہت سے لوگوں کو دیکھا' آئے فیض لے کر چلے گئے' انہیں جلدی جلدی خلافتیں دے دیں اور یہ سیال کئی سالوں سے تیرے گھوڑے کی لید صاف کرتا ہے' تیرے گھوڑے کے آگے سامان اُٹھا کر دوڑتا ہے۔ آج تک اسے کچھ نہیں عنایت فرمایا''۔

پیر پٹھان نے فرمایا: ''مولوی صاحب ساہیوال والے کو تو میں نے کوئی شے بنانا ہے۔ دوسرے تو خلافتیں لے گئے لیکن ان کو شے بناؤں گا''۔

پیر سیال کو آپ ساہیوال والے مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ (پیر سیال) سخت بیمار ہوئے اور ہر ایک کو یقین ہو گیا اب زندگی محال ہے۔ کسی نے تونسہ شریف حاضر ہو کر عرض کی غریب نواز ساہیوال والے مولوی صاحب سخت بیمار ہیں' ان کا آخری وقت ہے' دعا فرمائیں۔ اتفاقاً اس وقت کسی نے حضور کے سامنے ''چینا'' پیش کیا تھا جو آپ کے پاس پڑا تھا۔ آپ نے اس چینے سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھر کر علیحدہ رکھ دیا پھر دوبارہ اور تیسری دفعہ بک بھر کر فرمایا' انیس (اتنے) تو اس نے غوث اور قطب بنانے ہیں اور تو کہتا ہے' آخری وقت ہے''۔

پیر پٹھان نے ہم لوگوں پر یہ بہت مہربانی فرمائی کہ پیر سیال جیسا خلیفہ بھیجا۔ فرمایا پیر پٹھان کی ذات بابرکات بہت بڑے تصرفات کی مالک تھی۔ مخاطب کو اس کی طبیعت و مزاج اور آنے والے حالات کے مطابق جواب دیتے تھے۔ ایک مولوی صاحب نے آپ سے

پوچھا: ''کیا اللہ تعالیٰ گناہِ کبیرہ بخش سکتا ہے؟'' فرمایا: ''اگر چاہے تو بخش دے''۔

اس نے پھر اصرار کیا: ''حقوق اللہ تو بخش دے گا مگر حقوق العباد کیسے بخش سکتا ہے؟''

فرمایا: ''مولوی صاحب اسے سب طاقت ہے لیکن اگر نہ بخشنا چاہے تو جو گندہ کپڑا تیری والدہ نے فلاں جگہ سے اُٹھا کر دھویا تھا پھر تجھے دیا جو تو نے اپنی کتاب پر چولی چڑھائی تو وہ بھی نہیں بخشے گا''۔

وہ مولوی صاحب عمر میں پیر پٹھان سے بڑے تھے۔ متعجب ہوئے کہ یہ واقعہ تو آپ کی ولادت سے بھی پہلے کا ہے' آپ کو کیسے علم ہو گیا اس کی تحقیق والدہ سے کروں گا جب گھر گیا تو اس کی والدہ ضعیفہ زندہ تھی اس سے پوچھا تو اس نے بتایا: بچہ تو نے طالب علمی کے زمانہ میں مجھ سے کپڑا مانگا تا کہ کتاب پر چڑھائے' میرے پاس تو تھا نہیں جب تو نے بہت اصرار کیا تو باہر گئی۔ ایک کپڑا گندگی سے آلودہ کسی کا پڑا ہوا اُٹھا لائی اسے دھو کر صاف کر کے تجھے دیا تو نے کتاب پر چولی چڑھائی تھی۔

جب یہ واقعہ اس نے اپنی والدہ سے سنا تو اپنے آپ ہی شرمندہ ہوا حالانکہ یہ واقعہ یقیناً پیر پٹھان کی ولادت سے پہلے کا تھا جو اس عورت کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھا اور آپ نے علی الاعلان فرما دیا اور دنیا پر تشریف لانے سے پہلے واقعات بیان فرما دیئے۔

ایک عبارت پر اعتراض اور اس کا جواب

حضرت خواجہ صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت پر کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے ایک تو بذریعہ ڈاک اس کو جواب بھیجا' دوسرا حضرت تونسوی کا علو مرتبت مضمون اس عبارت کے بعد آ رہا ہے۔ چنانچہ پہلے عبارت ملاحظہ ہو:

''حضور پیر پٹھان رضی اللہ عنہ کا بہت اونچا شان ہے' بہت اونچا شان ہے' بہت بلند مقام ہے۔ ارمان یہ ہے کہ آپ کے شان کے مطابق نیاز نصیب نہ ہو سکا۔ فرماتے تھے کہ پیرانِ پیر کے مرتبہ کے مطابق مساوی کسی کے مرتبہ کا وہم بھی نہیں ہوا کرتا تھا لیکن جب بیعت کر لی تو معلوم ہوا کہ شاید یہ مرتبہ پیرانِ پیر کو بھی نصیب نہ ہوا ہو جو پیر پٹھان کا ہے۔

آپ شہبازِ طریقت تھے جو کام مولانا روم بڑی توجہ سے کراماتاً کرتے وہ پیر پٹھان ہنسی کی صورت میں سرانجام فرمادیتے۔ فرمایا اعلیٰ حضرت پیر پٹھان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔ ایک بار وظیفہ میں بیٹھے تھے مولوی مرید غوث سامنے سے گزرا۔ آپ نے فرمایا:

''کون جاہل یہاں سے گزرا ہے؟''

یہ لفظ سن کر مرید غوث فوراً قدموں پر گر پڑا اور آپ کے قدموں کو زور سے بذریعہ منہ پکڑا حتیٰ کہ دانتوں کے نشان پڑ گئے اور خون بھی نکل آیا اور یہ کہتا رہا: ''آپ فرماؤ کون عالم گزرا ہے''۔ آپ نے فرمایا: ''عالم عالم' اس نے عرض کیا فرماؤ بڑا عالم''

آپ نے بھی فرمایا: ''بڑا عالم'' تب اس نے پاؤں مبارک کو چھوڑا۔ عبدالعلی ٹوانہ نے یہ سن کر کہا: ''بڑی جرأت ہے''۔

آپ نے فرمایا: ''واقعی بڑی جرأت کی چونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ آپ کے پہلے الفاظ سے مارا گیا ہوں اس لیے فوراً تدارک کی خاطر جرأت کر لی''۔

اس کے بعد آپ نے خاں صاحب قانو نچہ کھوالی کا واقعہ بیان فرمایا: ''وہ بعد میں مرزائی ہو گیا تھا۔ پہلے پیر پٹھان کو وضو کراتا تھا۔ ایک بار آپ نے اسے فرمایا:

''مانگ کیا مانگتا ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''میں صرف ونحو کا امام ہو جاؤں''۔

دوسری بار بھی تیسری بار بھی یہی عرض کیا تو آپ نے جواباً فرمایا:

تو صرف ونحو کا امام ہو جائے گا لیکن بے ایمان ہو کر مرے گا''۔

چنانچہ وہ خود بیان کرتا تھا کہ پیر پٹھان کی تین باتیں میں نے دیکھیں جن سے دو تو درست تھیں لیکن تیسری غلط یعنی آپ نے دریا کو پایاب کیا' میں ساتھ تھا۔ دریائے سندھ نخنوں تک آیا اور مجھے فرمایا: ''تو بے ایمان ہو کر مرے گا' یہ درست نہیں کیونکہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دست پر بیعت ہو چکا ہوں' بے ایمان کیسے ہو سکتا ہوں؟'' (معاذ اللہ)

بندہ نے عرض کیا: ''پیر پٹھان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیوں فرمایا: تو بے ایمان ہو کر مرے گا؟''

آپ نے جواباً فرمایا: ''خدا کی رحمت اُمڈ رہی تھی' عشقِ حقیقی مانگتا یا نعمتِ توحید مانگتا اس نے رحمت سے روگردانی کر کے نحو وصرف کا سوال کیا تو آپ نے یہ فرمایا''۔

''ایک دفعہ پیر پٹھان غریب نواز بمعہ خواجہ اللہ بخش صاحب خواجہ خیر محمد صاحب اور ان کے بھائی سمیت مہار شریف جا رہے تھے جب ملتان پہنچے کسی مائی نے دودھ پیش کیا چونکہ اس میں زہر ملا ہوا تھا اس لیے آپ نے فرمایا: ''آؤ ہس کوں پی لوں' ہس کولوں نہیں ڈردا''۔ یعنی اس کو پی لیتے ہیں' میں اس سے نہیں ڈرتا۔

یہ فرما کر دودھ خود بھی پیا اور صاحب زادوں کو بھی پلایا۔ خواجہ اللہ بخش صاحب فرماتے ہیں مجھے تلیین ہوئی۔ ایک صاحب زادہ کو معمولی سی قے آئی اور کسی کو بھی ذرا بھر نقصان نہ پہنچا۔ یہ سب معاملات اولیاء اللہ نے اپنی نگاہوں سے ملاحظہ فرما کر اختیار فرمائے''۔

(انوار قمریہ)

ایک مکتوب گرامی

حضرت پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کی شان میں حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کا ایک مکتوب ملاحظہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باسمہ سبحانہ عم امتنانہ واحسانہ۔ بعنوان حضرت تونسوی کا علو مرتب

از سیال شریف' ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

عزیزی المحترم محمد رفیع الدین (مردلوی) سلمہ رب العالمین

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' مراسلہ آں عزیز کاشف ما فیہا ہوا۔ آن فخر الاولیاء (شہنشاہِ زمان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ) کے شیم وشمائل کا مضمون جس طرح مرغوب ومحبوب ہے اسی طرح اس سے عہدہ برآئی حیطہ امتناع ومحال میں داخل ہے کیونکہ اس قائم مقام عبودیت کی حقیقت مرتبت کا ادراک بلکہ تصور ممتنع مسلم ہے۔ لہٰذا حد وتعریف کما حقہ بیان اور اس کے لیے حصول عنوان غیر متصور ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ رَفَعَ مَرْتبتہٗ اِلٰی تِلْکَ الدَّرَجَۃِ وَاَوْصَلَہٗ اِلٰی قُرْبِہِ الَّذِیْ لَمْ یُتَصَوَّرْ مَقَرُّہٗ وَمَقَامُہٗ سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ

لیکن جس طرح اس مرتبہ اعلیٰ وطرز افاضہ لمحات حیاتِ اقدس ومحبوبیت شیم مرغوبیت کا

شمہ بیان سے فائق ہے اسی طرح دل وزبان اس کے تذکرہ اعلیٰ واعذب سے بعد میں معدب ہے اسی دائرہ بین المحالین امر کو غالب گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا عنوان دیتا ہے۔ ہاں بقدر الطاقۃ البشریہ کتاب ''مناقب المحبوبین'' ونافع السالکین ومنتخب شریف جو کتب خانہ سیال شریف میں موجود ہیں ان سے آفتابِ ولایت کے اشعہ کے متعلق قدرے شمہ حاصل ہوسکتا ہے اگر سجادہ نشین صاحب مرولہ شریف (خواجہ غلام سدید الدین صاحب) ان کتابوں سے آں عزیز کی طبع سامی کا اندازہ لگاتے ہوئے اقتباس فرمالیں تو ناقص خیال میں کاتب وقاری کے لیے بہت مفید ہوگا غالباً یکم رجب المرجب کو بموقع عرس مبارک مولوی صاحب آئیں گے اوران کو عرض کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ والسلام ودمتم بخیر ویمن۔ (انوار قمریہ)

فقیر محمد قمر الدین غفرلہ سجادہ نشین سیال شریف

(۱۰۰)

چارسوسالہ محنت ضائع ہوگئی

حضرت سیّدنا عبدالصمد بن معقل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: ''میں نے حضرت سیّدنا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کوفرماتے ہوئے سنا: ''بنی اسرائیل کا ایک نوجوان تختِ شاہی پر متمکن ہوا۔ ایک دن اس نے سوچا مجھے تو اپنی حکومت ومملکت میں بہت کیف وسرور محسوس ہوتا ہے۔ کیا میری رعایا بھی میری حکومت اور تخت نشینی سے اسی طرح خوش ہے؟ جب تک مجھے معلوم نہ ہوجائے کہ لوگ میری حکومت سے خوش ہیں اور میں ان کے درمیان فیصلوں میں عدل وانصاف سے کام لیتا ہوں اس وقت تک مجھے سکون میسر نہ آئے گا''۔

لوگوں نے کہا: ''عوام الناس بھی ملک کی بہتری چاہتے ہیں بس آپ عدل وانصاف سے کام لیجیے''۔ بادشاہ نے کہا: ''وہ کون سی چیز ہے جسے میں اختیار کروں تو میرے تمام معاملات درست ہوجائیں؟'' کہا گیا: ''اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنا اور اس کی نافرمانی سے ہردَم بچنا۔ یہ عمل آپ کو فلاح وکامرانی کی طرف لے جائے گا''۔

بادشاہ نے شہر کے نیک لوگوں کو بُلایا اور کہا: ''آپ لوگ میرے شاہی دربار میں بیٹھا کریں جب آپ کوئی نیک عمل دیکھیں تو مجھے اسے اختیار کرنے کا حکم دیں اگر میں کوئی بُرا کام کروں تو مجھے زجر وتوبیخ کریں، میں آپ کی باتوں پر دل وجان سے عمل کروں گا''۔

چنانچہ یہ نیک لوگ بادشاہ کے پاس رہتے جب بھی وہ کوئی کام کرتا تو ان بزرگوں سے مشورہ کرتا اگر اجازت دیتے تو کرتا ورنہ ترک کر دیتا اس طرح اس کے ملک میں امن وامان قائم ہوگیا۔ وہ ملک ہر طرح سے مضبوط ومستحکم ہوگیا۔ چارسوسال تک یہ بادشاہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رہ کر حکومت کرتا رہا، لوگ اسے بہت پسند کرتے پھر شیطان لعین اس کی طرف

متوجہ ہوا اور کہا: ''میں نے ایک بادشاہ کو چھوڑے رکھا' یہاں تک کہ وہ چار سو سال سے اللہ کی عبادت کر رہا ہے اب میں اسے ضرور بہکاؤں گا''۔ چنانچہ شیطان اس بادشاہ کے پاس انسانی صورت میں آیا' بادشاہ اسے دیکھ کر خوف زدہ سا ہو گیا پھر ڈرتے ہوئے پوچھا: ''تو کون ہے؟''

کہا: ''میں ابلیس ہوں اگر خیریت چاہتے ہو تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟''

بادشاہ نے کہا: ''میں آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں''۔

شیطان نے اپنا خطرناک وار کرتے ہوئے کہا: ''اگر تو آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوتا تو کب کا مر چکا ہوتا جیسے دوسرے انسان مر گئے تو خود دیکھ لے کہ تیرے سامنے کتنے لوگ اس دنیا سے جا چکے ہیں اگر تو بھی ان کی طرح ہوتا تو کب کا مر چکا ہوتا تو انسان نہیں بلکہ خدا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) تو لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بُلا''۔

شیطان لعین کی یہ کفریہ باتیں بے وقوف و بدبخت بادشاہ کے دل میں اُتر گئیں اور وہ اپنے آپ کو خدا سمجھنے لگا پھر منبر پر کھڑے ہو کر اس نے لوگوں سے کہا:

''اے لوگو! ایک بہت بڑا راز میں نے تم سے چھپائے رکھا' آج تک میں نے تمہارے سامنے اس کا اظہار نہ کیا۔ میں چار سو سال سے تم پر حکومت کر رہا ہوں اگر میں انسان ہوتا تو جس طرح دوسرے انسان مر گئے اسی طرح میں بھی مر چکا ہوتا۔ میں انسان نہیں م بلکہ خدا ہوا (معاذ اللہ تعالیٰ) آج سے تم سب میری عبادت کیا کرو''۔

جب بدبخت بادشاہ نے یہ کفریہ کلمات زبان سے نکالے تو اس کو ایک جھٹکا لگا اور اچانک اس پر لرزہ طاری ہو گیا اس کے دربار میں موجود کسی شخص کو حکمِ الٰہی پہنچا:

''اس سے کہہ دے کہ تو نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا ہے جو صرف ہمارے لائق ہے تو میری اطاعت چھوڑ کر میری نافرمانی کی طرف چل پڑا ہے' مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں اس پر (انتہائی ظالم بادشاہ) ''بخت نصر'' کو مسلط کروں گا جو اس کو واصلِ جہنم کر کے اس کا تمام خزانہ لے لے گا''۔

اس دور میں اللہ تعالیٰ جس سے ناراض ہوتا اس پر ''بختِ نصر'' کو مسلط کر دیتا۔ بادشاہ

کفریہ کلمات بک کر ابھی منبر سے اُترنے بھی نہ پایا تھا کہ اس پر ''بختِ نصر'' کو مسلط کر دیا گیا اس نے بدبخت و نامراد بادشاہ کو قتل کر کے اس کے خزانوں پر قبضہ کر لیا' حاصل شدہ خزانے میں اتنا سونا تھا کہ اس سے ستر کشتیاں بھر گئیں''۔ (عیون الحکایات)

اس حکایت میں ہمارے لیے عبرت ہی عبرت ہے۔ چار سو سال تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہنے والے بادشاہ پر جب اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر غالب آئی تو ایمان جیسی عظیم دولت سے محروم ہو کر دائمی عذابِ نار کا مستحق ہو گیا۔ شیطان لعین جو انسان کا عدوِ مبین (کھلا دشمن) ہے اس کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ مرتے وقت کسی طرح اس کا ایمان برباد ہو جائے۔ وہ ہر طرح سے انسان کو راہِ ایمان سے ہٹا کر کفر کے تنگ و تاریک گڑھوں میں دھکیلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شیطانی حملوں سے محفوظ رکھے' ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے' وقتِ نزع ہمارے پاس شیطان نہ آئے بلکہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان کی سلامتی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۰۱)

ظالم کا عبرت ناک انجام

ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں ایک مرتبہ اپنے دوستوں کے ساتھ شام کے علاقے میں تھا کہ میں نے ایک شخص کی آواز سنی' وہ چلا چلا کر کہہ رہا تھا: یَا وَیْلَاہُ! النَّار ۔

''ہائے بربادی!......آگ!......آگ!''

موصوف فرماتے ہیں: ''میں اس کے پاس گیا تو دیکھا اس شخص کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے' آنکھوں سے نابینا تھا اور منہ کے بل زمین پر پڑا بڑبڑا رہا تھا میں نے اس سے پوچھا: تمہارا یہ حشر کیسے اور کیوں ہوا؟ اس نے جواب میں درج ذیل عبرت ناک واقعہ سنایا:

''میں ان بدبخت لوگوں میں سے ہوں جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فتنے میں مبتلا ہو گئے تھے۔ میں بھی باغیوں کے ساتھ ان کے گھر میں گھس گیا جب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو ان کی اہلیہ محترمہ نے دہائی دی اور چیخنا شروع کر دیا۔ میں نے ان کے منہ پر تھپڑ دے مارا' ان کی اہلیہ نے میرے لیے فوراً بددعا کی:

قَطَعَ اللّٰہُ یَدَیْکَ وَرِجْلَیْکَ وَأَعْمٰی عَیْنَیْکَ وَأَدْخَلَکَ النَّارَ ۔

''اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے' تیری بینائی چھین لے اور تجھے آگ میں جھونک دے''۔

یہ بددعا سننے کی دیر تھی کہ مجھ پر ہراس طاری ہو گیا۔ میرا وجود لرزنے لگا اور میں وہاں سے بھاگ آیا پھر امیر المومنین کی اہلیہ کی بددعا پوری ہو گئی۔ تم میری حالت دیکھ رہے ہو' میرے ہاتھ پاؤں کٹ چکے ہیں' میں اندھا ہو چکا ہوں اور اب آخری بددعا کے مطابق جہنم میں داخل ہونا باقی ہے۔ میں نے اس سے کہا:

بُعْدًا لَّکَ وَسُحْقًا ۔

''تم اسی قابل ہو کہ رحمت سے دُور رہو اور جہنم تمہارا مقدر ٹھہرے''۔

قارئین کرام! یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب باغیوں نے امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا اور آپ کے گھر تک غذا اور پانی کی رسد بھی بند کر دی تھی۔ یہ فتنہ آپ کی شہادت کا سبب بنا۔

(اسے محب طبری نے ''الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ'' میں بیان کیا ہے)

ظالموں کو خبردار رہنا چاہیے کہ ظلم اپنا تاوان لیے بغیر نہیں رہتا۔ چاہے کوئی کتنا ہی امیر' طاقتور اور مقتدر شخص کیوں نہ ہو' وہ کسی پر ظلم ڈھائے گا تو اس کی سزا ضرور بھگتے گا۔ قرآن اور حدیث کے اوراق بتلاتے ہیں کہ ظالم کو کبھی فلاح نصیب نہیں ہوتی۔ وہ اس فنا پذیر دنیا میں بھی ہولناک انجام کا شکار ہوتا ہے اور آخرت میں بھی اسے قادر و عادل پروردگار کے حضور اپنی سفا کیوں کا جواب دینا پڑے گا۔

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے!

Scanned with CamScanner

(۱۰۲)

نوازشِ شاہاں اور حیلہ

فضل بن ربیع (ہارون رشید کے وزیر کا نام ہے) سے نقل ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک دن خلیفہ ہارون رشید نے فرمایا: ''میرے لیے کوئی ایسا حجام یعنی پچھنے لگانے والا تلاش کرو جو پتھر سے زیادہ خاموش ہو''۔ میں نے خلیفہ نے عرض کیا: ''میرا ایک غلام بہت ہی خاموش ہے''۔

پس خلیفہ سے فرمایا: ''اس کو میرے پاس بھیج دو''۔

چنانچہ میں نے اس کو بھیج دیا اور اس کو خاموشی اور کچھ بھی بات نہ کرنے کی تاکید کی اور یہ بھی تاکید کی کہ اچھے سامان سے تیار ہو کر جائے پھر اس کے بعد جو میں خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان کو نہایت ہی ترش رو اور سخت غصہ کی حالت میں پایا۔ آخر خلیفہ نے فرمایا: ''اے فضل بے شک اس غلام کی عجب شان اور حالت ہے اور اس کے متعلق میں بعد کو گفتگو کروں گا''۔

میں نے اس کا ان کو کچھ جواب نہیں دیا پھر میں نے اس فراش سے جو خلیفہ کی خبر سے مخصوص تھا' پوچھا۔ اس نے کہا: ''جب اس حجام نے پچھنا لگانا شروع کیا تو اس نے کہا: یاامیرالمومنین! میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں''۔ خلیفہ نے فرمایا: ''وہ کیا بات ہے؟''

اس نے کہا: ''کیا وجہ ہے کہ آپ نے محمد کو مامون پر مقدم کیا حالانکہ مامون محمد سے عمر میں زیادہ ہیں؟'' اس پر خلیفہ نے فرمایا: ''میں جب اس کام سے فارغ ہو جاؤں گا تو تجھ کو اس کا جواب دوں گا''۔

چنانچہ وہ حجام تھوڑی دیر بھی چپ نہ رہا اور پھر اس نے کہا: ''یاامیرالمومنین! میں آپ

سے ایک دوسری بات پوچھتا ہوں''۔ خلیفہ نے فرمایا: ''وہ کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''آپ نے جعفر بن یحییٰ برمکی کو کیوں قتل کیا؟'' خلیفہ نے فرمایا: ''جب میں اس سے فارغ ہوں گا تو اس کے جواب کی تم کو خبر کروں گا''۔ اس کے بعد حجام نے کہا: ''میں آپ سے ایک تیسری بات پوچھتا ہوں''۔ خلیفہ نے فرمایا: ''کہو'' حجام نے کہا: ''آپ نے شہر رقہ کو بغداد پر کیوں ترجیح دی اور اختیار کیا حالانکہ بغداد رقہ سے بہتر اور عمدہ ہے؟''

خلیفہ نے اس سے فرمایا: ''جب میں فارغ ہوں گا تو اس کا جواب بھی تجھ کو دوں گا''۔

آخر جب خلیفہ فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنے خادم مسرور کو بلایا اور اس سے فرمایا:

''اس حجام کے قتل کے پہلے تم ٹھنڈا پانی نہ پینا۔ اس لیے کہ اس نے مجھ سے ایسے تین مسئلے پوچھے ہیں کہ اگر منصور بھی ان باتوں کو مجھ سے پوچھتا تو میں اس کو بھی جواب نہ دیتا''۔

فضل وزیر نے کہا: ''میں اسی سوچ میں بیٹھا تھا کہ ناگاہ ابودلامہ شاعر ہارون رشید کی خدمت میں روتا ہوا حاضر ہوا اور اس نے اپنی بی بی اُم دلامہ سے اس پر سازش کر لی تھی کہ وہ خلیفہ ہارون رشید کے پاس جاتا ہے اور خلیفہ سے اُمّ دلامہ کی موت کی خبر کرے گا اور اُم دلامہ زبیدہ خاتون (ہارون رشید کی بیوی کا نام ہے) کے پاس جائے اور وہ ابودلامہ کے مرنے کی خبر ان کو پہنچا دے''۔

چنانچہ خلیفہ ہارون رشید نے ابودلامہ کو روتا ہوا دیکھا تو اس سے فرمایا: ''تیرا کیا حال ہے کہ روتا ہے؟'' اس کے جواب میں ابودلامہ نے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اور ہم میاں بیوی جوڑا بحال رہنے کے وقت ایسے تھے جس طرح مرغ سنگ خوار میدان میں رہتا ہے اس عافیت سے جو فراق زندگی میں اور خوش عیشی میں نصیب ہوتی ہے۔ پس حوادث زمانہ نے اپنی گردش کی وجہ سے ہم کو جدا کر دیا اور کوئی چیز جدائی سے زیادہ وحشت ناک ہرگز میں نے نہیں دیکھی ہے اس کے بعد ابودلامہ نے نوحہ اور گریہ ظاہر کی پھر اس نے کہا: ''امیرالمومنین! اُم دلامہ مر گئی اور میں اس کی تجہیز و تکفین کا محتاج ہوں''۔

چنانچہ خلیفہ نے اس کے لیے مال کا حکم دیا ادھر اُم دلامہ روتی ہوئی زبیدہ خاتون کے پاس داخل ہوئی۔ پس زبیدہ نے اس سے فرمایا: ''تیرا کیا حال ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''ابودلامہ اپنے راستہ پر گزر گیا یعنی مر گیا''۔

چنانچہ زبیدہ نے اس کو اس قدر مال دیا کہ جس سے وہ اس کی تجہیز وتکفین کرے پھر وہ وہاں سے چلتی ہوئی اس کے بعد ہارون رشید حجام کے سوالوں اور ابودلامہ کے مرنے کی وجہ سے محل میں غضب آلود داخل ہوا۔ یہ دیکھ کر زبیدہ نے خلیفہ سے کہا: ''کیا بات ہے کہ میں آپ کو غمگین دیکھتی ہوں؟'' خلیفہ نے اس کو اُم دلامہ کے مرنے کی خبر کی جس کو سن کر زبیدہ ہنسی اور کہا: ''ابھی اُم دلامہ ابودلامہ کی تجہیز کے واسطے میرے پاس آئی تھی''۔ اور خلیفہ نے کہا: ''ابھی ابودلامہ اُم دلامہ کی تجہیز کے واسطے میرے پاس سے مال لے کر گیا ہے''۔

فضل کہتے ہیں کہ پس ہارون رشید ہنسی میں ڈوبے ہوئے میرے پاس محل سے برآمد ہوئے۔ چنانچہ مجھے اس سے تعجب ہوا کہ خلیفہ غمگین محل میں داخل ہوئے اور خوش خوش برآمد ہوئے میں نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جو کچھ ماجرا گزرا تھا اس کو مجھ سے بیان کیا۔ میں نے اسی وقت حجام کی سفارش کی۔ خلیفہ نے قبول کی اور اس کو رہا کر دیا اور ابودلامہ کو بلایا اور اس سے فرمایا: ''اس پر تم کو کس چیز نے اُبھارا؟ اور مستعد کیا؟''

اس نے کہا: ''یا امیر المومنین! اس کی وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین کی بخشش تک حیلہ سے ہی پہنچا جا سکتا ہے۔ پس ہم سب لوگ ابودلامہ اور اُم دلامہ کے حیلوں کی عمدگی کی وجہ سے ہنسے''۔ واللہ اعلم بالصواب

(انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

(۱۰۳)

جو بیمار تھا وہ حکیم بن گیا

مشہور بزرگ عالمِ دین حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ لوگوں نے بغرض علاج شفا خانہ میں داخل کرا دیا۔ وزیر سلطنت علی بن عیسیٰ آپ کا بے حد معتقد تھا اس نے خلیفہ بغداد سے درخواست کی کہ دربار شاہی کے رئیس الاطباء کو ان کے لیے بھیج دیا جائے۔ چنانچہ خلیفہ نے رئیس الاطباء کو بھیج دیا جو نصرانی تھا اس نے بڑی دماغ سوزی اور توجہ سے آپ کا علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

ایک دن رئیس الاطباء نے کہا: ''اے شبلی! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میرے بدن کے کسی ٹکڑے میں آپ کا علاج ہے تو مجھے آپ کے لیے اپنا عضو کاٹ دینے میں بھی کوئی تردد نہیں ہوگا''۔ حضرت شبلی نے فرمایا: ''میرا علاج آپ کے ایک عضو کاٹنے سے کہیں زیادہ آسان اور معمولی چیز ہے''۔ اس نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟''

تو آپ نے فرمایا: ''تم اپنا زنار کاٹ ڈالو اور اسلام قبول کر لو۔ مارے خوشی کے میرا مرض جاتا رہے گا''۔

طبیب نے فوراً زنار توڑ کر یہ کلمہ پڑھ لیا اور اسی وقت حضرت شبلی تندرست ہو کر بستر بیماری سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

خلیفہ بغداد کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے حیران ہو کر تعجب سے یہ کہا: ''میں نے تو طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ میں مریض کو طبیب کے پاس بھیج رہا ہوں''۔

(روح البیان، ج:۲، ص:۴۲۱)

اللہ اکبر! علماء حق خلقِ خدا کی ہدایت اور اشاعتِ اسلام کے کتنے شیدائی تھے کہ ایک

Scanned with CamScanner

غیر مسلم کے اسلام قبول کر لینے سے انہیں اتنی عظیم مسرت قلبی حاصل ہوئی تھی۔ جذبہ شادمانی سے روحانی طور پر ان کی خطرناک بیماریاں دُور ہو جاتی تھیں مگر افسوس کہ آج وہ منحوس دن آ گئے کہ بہت سے مولوی کہلانے والے کمیونزم اور سوشلزم کی دربدر تبلیغ کرتے پھرتے ہیں مگر تبلیغ دین و اشاعت اسلام کا کبھی بھول کر بھی انہیں خیال نہیں آتا۔ زمانہ حال کی گندی سیاست کی نحوست نے ان کے دل و دماغ سے تبلیغِ اسلام کے جذبے ہی کو فنا کر دیا ہے ایسے ملت فروش علماء کی جمعیت کے بارے میں شفیق جونپوری نے کیا خوب کہا ہے

عجب حال ہے اُمت کے ناخداؤں کا
خیال ہے وطنیت کے دیوتاؤں کا
بناؤ جس پہ ہے ہاشمی عباؤں کا
دماغ پر ہے اثر مغربی ہواؤں کا
کبھی وطن، کبھی مزدور یا کسان کا غم
نہ فکر شام و فلسطین ہے یاد حرم

ان ہی سیاسی مولویوں کی حرکتوں کا مرثیہ پڑھتے ہوئے میرے محترم اور کرم فرما بزرگ حضرت واصف اڑکائی مدظلہ تعالیٰ نے بھی بہت خوب فرمایا ہے

رازی و بوعلی کی حکمت سنانے والے
مداح بن رہے ہیں کارل کے اور لینن کے
فرعون کے مصاحب موسیٰ بنے ہوئے ہیں
بزمِ یزید والے وارث ہیں پنجتن کے

(روحانی حکایات)

(۱۰۴)

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ

جب حضرت اللہ بخش کریم تونسوی اجمیر شریف تشریف لے گئے تو مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی نے عرض کی: ''میں نے بیعت ہونا ہے لیکن ایک شرط ہے''۔ آپ نے اشارہ فرمایا: ''مولانا ادھر آؤ''۔

چنانچہ علیحدہ کمرہ میں لے گئے' کچھ دیر کے بعد نکلے تو مولانا صاحب قدموں پر گرتے ہوئے نظر آئے۔ خدا معلوم شرط کونسی تھی۔ بیعت فرما کر اپنے سلسلہ میں داخل فرمایا۔

''حضرت کریم اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ حافظ صاحب کے پاس ان کا ایک خاص غلام ایک کتاب لایا جس میں تمام شہر کے یتیم، مسکین، بیواؤں، غرباء اور بے نوالوگوں کے نام درج تھے اور ہر ایک نام کے ساتھ ان کا وظیفہ ماہانہ سالانہ تحریر شدہ تھا۔ مثلاً فلاں کے بیس روپے، فلاں کے تیس پچاس اور سو وغیرہ۔ کسی کے نام گندم کی مقدار اور کسی کے نام آٹا وغیرہ۔ ساتھ ہی کتاب پیش کرنے والے نے عرض کیا کہ دوسرے وظیفوں اور عبادات کے علاوہ حضرت کریم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک یہ بھی وظیفہ تھا جو اپنے جانشین کے لیے فرما گئے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اس کتاب کا علم اس غلام خاص کے سوا کسی اور کو نہ تھا۔ قائم مقام خلف الرشید حضرات تک بے خبر تھے عمر بھر اس قسم کی سخاوت اختیار فرمائی جو فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھی۔ حدیث پاک میں ہے کہ داہنے ہاتھ سے اس طرح فی سبیل اللہ دو کہ بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو۔ چنانچہ جب سردی کا موسم آتا تو آپ بہت سے نئے لحاف بنوا کر غریب لوگوں کے گھروں میں راتوں رات جا کر صحن میں ڈال دیا کرتے''۔

Scanned with CamScanner

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''حضرت کریم تونسوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑی جائے داد کے مالک تھے۔ رئیس اعظم تھے حتیٰ کہ حرمین شریفین حاضری دی تو آپ کے پینے اور استعمال کے لیے پانی تونسہ شریف سے جاتا رہا۔ ایک جہاز پر اتنا پانی پہنچایا جاتا کہ دوسرے جہاز کے جانے تک پہلا پانی ختم نہ ہوتا''۔

ایک دن آپ نے خواجہ فخر الدین صاحب بدر الدین صاحب اور معظم دین صاحبان کو متوجہ فرمایا: اس دفعہ قبلہ عالم مہاروی غریب نواز کے آستانہ اقدس پر حاضری ہوئی ہے تو مہاروی حضرات کے بنگلہ شریف میں رہائش نصیب ہوئی۔ روضۂ انور کی پچھلی جانب چشتیہ حضرات کی مزارات ہیں' ان پر ایک صاحب کو پچھلی رات ذکر جہر کرتے سنا ہے۔ اتنا ذوق آیا کہ تمام عمر ایسا ذوق نہیں آیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا یا تو وہ صاحب حضرت کریم تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہے یا اعلیٰ حضرت پیر سیال کا کیونکہ ان دو حضرات کی اس سے خوشبو آتی تھی۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''حضرت کریم تونسوی بہت ہی بڑے سخی تھے۔ مسکینوں وغیرہ کو عطا فرمانے میں اپنے اور غیروں کا لحاظ نہیں ہوتا تھا بلکہ مخالفین میں بھی جو غریب ہوتے ان کو نوازتے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی صفات سے یہ لوگ موصوف ہوتے ہیں جیسا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمنان ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

فرمایا: ''حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادہ محمد عبداللہ صاحب کی پیدائش ہوئی تو انہوں نے حضرت خواجہ کریم تونسوی رضی اللہ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر نام کے متعلق عرض کیا کہ غریب نواز ہم نے لڑکے کا نام قمر الدین رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اس کا نام محمد عبداللہ رکھو۔ قمر الدین نام والا اور ہوگا۔ (سبحان اللہ دوسری پشت بعد میں آنے والے سجادہ نشین صاحب کی خوش خبری دی)''

حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش بن خواجہ گل محمد بن حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا جان حضرت شاہ محمد سلیمان کے مصلیٰ سجادگی پر رونق افروز ہوئے کیونکہ آپ کے والد ماجد کا وصال بزرگوار کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ ذوالحج ۱۲۴۱ھ میں ہوئی۔ چنانچہ ان کی تاریخ ولادت ''زہے بیدار بخت'' سے نکلتی ہے۔

علوم ظاہری باطنی کے عالم تھے۔ آپ کو حضرت ثانی صاحب کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ دہلی شریف کا سفر ۱۲۷۰ھ میں کیا تو تونسہ شریف سے صدہا آدمیوں کے ساتھ جو سوار و پیادہ تھے' یہ سفر اختیار کیا۔ محض حضرات خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت کے لیے اور حضرت خواجہ قطب الدین و دیگر خواجگان کی زیارت کے لیے یہ سفر کیا۔ بوقتِ وصال حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ آپ ان کے پاس موجود تھے۔ جد امجد نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''تو کون ہے؟'' آپ کے جواب دینے سے پہلے میاں محمد صالح نے عرض کی:

''یہ آپ کے فرزند ارجمند خواجہ گل محمد صاحب کے صاحب زادہ ہیں۔ ان پر شفقت فرمائیں''۔ تو انہوں نے فرمایا: وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي ۔

اس فرمان سے ان کی حالت دادا جان کی طرح ہوگئی۔ آپ کا وصال ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ ہجری بروز شنبہ ہوا۔ (انوار قمریہ ص: ۲۲۸ تا ۲۳۰)

(۱۰۵)

غلامیٔ سادات کی برکات

حضرت سیّدنا احمد بن خصیب رحمۃ اللہ علیہ وزیر بننے سے قبل کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میں خلیفہ متوکل کی والدہ کا کاتب تھا' ایک دن میں کچہری میں بیٹھا ہوا تھا کہ خادم ایک تھیلا لیے ہوئے میرے پاس آیا اور کہا: ''اے احمد! خلیفہ کی والدہ آپ کو سلام کہتی ہے اس نے یہ ہزار دینار بھجوائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ دینار میرے حلال وطیب مال میں سے ہیں انہیں مستحقین میں تقسیم کرکے ان کے نام ونسب اور مکمل پتہ لکھ کر ہمیں بھجوا دو تا کہ جب کبھی ان علاقوں سے کوئی ہمارے پاس آئے تو ہم ان کی طرف ہدیہ بھجوا دیں''۔

میں نے وہ دینار لیے اور اپنے گھر چلا آیا اب میں اس فکر میں تھا کہ ایسا کون ہے جو مجھے ان لوگوں کے نام بتائے جو تنگ دستی وغربت کے باوجود سفید پوش ہیں اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے کیونکہ ایسے لوگ ہی مالی امداد کے زیادہ مستحق ہیں۔ بالآخر شام تک میرے پاس غریب وتنگ دست اور سفید پوش وخوددار لوگوں کی ایک فہرست تیار ہوگئی۔ میں نے تین سو دینار ان میں تقسیم کردیے اب کوئی اور ایسا نہ تھا جسے رقم دی جاتی' رات نے آہستہ آہستہ اپنے پر پھیلا دیے۔ میرے پاس سات سو دینار موجود تھے لیکن اب کوئی بھی ایسا شخص معلوم نہ تھا جس کی مدد کی جاتی۔ رات کا ایک حصہ گزر چکا تھا۔ میرے سامنے کچھ سرکاری غلام موجود تھے' باہر پہرے دار پھر رہے تھے' برآمدے کے دروازے بند کردیے گئے تھے۔ میں بقیہ دیناروں کے بارے میں فکر مند تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی پھر چوکی دار کی آواز سنائی دی وہ آنے والے سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔ میں نے خادم بھیجا تو اس نے بتایا: دروازے پر ایک سیدزادہ ہے جو آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ میں نے کہا: ''اسے اندر بُلا لاؤ''۔

پھر اپنے پاس موجود تمام لوگوں سے کہا: ''اس وقت یہ ضرور کسی حاجت کے پیشِ نظر آ رہا ہوگا' ہوسکتا ہے تمہارے سامنے حاجت بیان کرنے میں اسے جھجک محسوس ہو تم ایک طرف ہو جاؤ''۔ جب وہ سب چلے گئے تو سیدزادہ میرے پاس آیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا پھر کہنے لگا: ''اس وقت آپ کے سامنے ایسا شخص موجود ہے جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص قربت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس سے ہمارا گزارہ ہوسکے اور نہ ہی ہمارے پاس دیگر لوگوں کی طرح درہم ودینار ہیں کہ ہم اپنے لیے کھانے کی کوئی چیز خرید سکیں۔ ہمارے پڑوس میں آپ کے علاوہ ایسا کوئی شخص نہیں جو اس کڑے وقت میں ہماری مدد کرے''۔

سیّدزادے کو صرف ایک دینار؟

میں نے اس کی گفتگو سن کر ایک دینار اسے دے دیا اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوگیا پھر میری زوجہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی: ''اے بندۂ خدا تعالیٰ! تجھے کیا ہوگیا؟ خلیفہ کی والدہ نے تجھے یہ دینا مستحقین میں تقسیم کرنے کو دیے تھے' ایک سیدزادے نے تجھ سے عیال داری اور تنگ دستی کی شکایت کی تو تو نے صرف اسے ایک دینار دیا۔ افسوس ہے کہ آلِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ ہرگز مناسب نہیں''۔

اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت سے سرشار نیک سیرت بیوی کی گفتگو نے میرے دل پر بہت گہرا اثر کیا۔ میں نے بے قرار ہوکر پوچھا: ''اب کیا ہوسکتا ہے اس غلطی کا ازالہ کس طرح کیا جائے؟'' اس نے کہا: ''یہ سارے دینار اس سیدزادے کی خدمت میں پیش کردیجیے''۔

میں نے غلام سے کہا: ''جاؤ اور فوراً اس سیدزادے کو بُلا لاؤ''۔

وہ گیا اور اسے لے آیا۔ میں نے اس سے معذرت کی اور سات سو دیناروں سے بھرا تھیلا اس کے حضور پیش کردیا' وہ دعائیں دیتا اور شکریہ ادا کرتا ہوا رخصت ہوگیا۔ پھر مجھے شیطانی وسوسہ آیا کہ خلیفہ متوکل ساداتِ کرام سے زیادہ خوش نہیں اس کی والدہ ''شجاع'' نے

Scanned with CamScanner

غریبوں، مسکینوں میں تقسیم کرنے کے لیے جو رقم دی تھی اس کا بڑا حصہ تو ایک سیدزادے کی خدمت میں پیش کر دیا گیا کہیں ایسا نہ ہو کہ خلیفہ مجھ پر غضب ناک ہو اور مجھے سزا کا سامنا کرنا پڑے۔ میں نے اس پریشانی کا اظہار اپنی بیوی پر کیا تو اس متوکلہ وصابرہ خاتون نے کہا: ''آپ ان ساداتِ کرام کے نانا جان پر بھروسہ رکھیں اور سارا معاملہ ان پر چھوڑ دیں''۔

میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی بندی! تو اچھی طرح جانتی ہے کہ خلیفہ متوکل ساداتِ کرام سے کیسا برتاؤ کرتا ہے جب وہ مجھ سے اس رقم کے متعلق پوچھے گا تو میں کیا جواب دوں گا؟''

اس نے کہا: ''میرے سرتاج! آپ سارا معاملہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیں جس سیدزادے کی آپ نے مدد کی ان کے نانا جان ہی آپ کا بدلہ چکائیں گے، آپ ان پر بھروسہ رکھیں''۔ وہ اس طرح میری ڈھارس بندھاتی رہی پھر میں اپنے بستر پر جا لیٹا۔ ابھی میں سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی، میں نے خادم سے کہا: ''جاؤ! دیکھو اس وقت کون آیا ہے؟'' وہ گیا اور واپس آ کر کہا: ''خلیفہ کی والدہ شجاع نے پیغام بھجوایا ہے کہ فوراً میرے پاس پہنچو''۔

میں صحن میں آیا تو دیکھا کہ آسمان پر ستارے جگمگا رہے تھے، رات کافی بیت چکی تھی ابھی میں صحن میں ہی تھا کہ دوسرا قاصد آیا پھر تیسرا۔ میں نے تینوں کو اپنے پاس بُلایا اور کہا: ''کیا اتنی رات گئے جانا ضروری ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں! آپ فوراً خلیفہ کی والدہ کے پاس چلیں''۔

چنانچہ میں سواری پر سوار ہو کر محل کی طرف چل دیا ابھی تھوڑی ہی دُور چلا تھا کہ بہت سارے قاصد ملے جو مجھے بُلانے آ رہے تھے۔ میں محل میں پہنچا تو خادم مجھے ایک سمت لے کر گیا۔ ایک جگہ جا کر وہ ٹھہر گیا پھر خادمِ خاص آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر بولا:

''اے احمد! خلیفہ کی والدہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہے جہاں آپ کو ٹھہرایا جائے وہیں ٹھہرنا اور جب تک سوال نہ کیا جائے اس وقت تک کچھ نہ بولنا''۔

پھر وہ مجھے ایک خوب صورت کمرے میں لے گیا جس میں بہترین پردے لٹک رہے تھے اور کمرے کے وسط میں شمع دان رکھا ہوا تھا، مجھے ایک دروازے کے پاس کھڑا کر دیا گیا

میں چپ چاپ وہاں کھڑا رہا پھر کسی نے بلند آواز سے پکارا: ''اے احمد!''

میں نے آواز پہچان کر کہا: ''اے خلیفہ کی والدہ! میں حاضر ہوں''۔

پھر آواز آئی: ''ہزار دیناروں کا حساب، بلکہ سات سو دیناروں کا حساب دو''۔

اتنا کہہ کر خلیفہ کی والدہ کے رونے کی آواز آنے لگی۔ میں نے اپنے دل میں کہا:

''اس سیدزادے نے کسی دُکان سے کھانے کا سامان اور غلہ وغیرہ خریدا ہوگا اور کسی مخبر نے خلیفہ کو خبر دی ہوگی کہ میں نے اس سیدزادے کی مدد کی ہے تو خلیفہ نے مجھے قتل کرنے کا حکم دیا ہوگا جس کی وجہ سے اس کی والدہ مجھ پر ترس کھاتے ہوئے رو رہی ہے''، میں انہیں سوچوں میں گم تھا کہ دوبارہ آواز آئی:

''اے احمد! ہزار دیناروں کا حساب دو بلکہ سات سو دیناروں کے متعلق مجھے بتاؤ''۔

اتنا کہہ کر وہ پھر زار و قطار رونے لگی اس طرح اس نے کئی مرتبہ کیا اور دیناروں کے متعلق بار بار پوچھا۔ میں نے سارا واقعہ کہہ سنایا جب سیدزادے کا ذکر آیا تو وہ رونے لگی اور کہا: ''اے احمد! اللہ تعالیٰ تجھے اور جو تیرے گھر میں نیک خاتون ہے اسے بہترین جزا عطا فرمائے، کیا تو جانتا ہے کہ آج رات میرے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے؟''

دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو کہا: ''آج رات جب میں سوئی تو میری سوئی ہوئی قسمت جاگ اُٹھی۔ میں نے خواب میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ لب ہائے مبارکہ کو جنبش ہوئی، رحمت کے پھول جھڑنے لگے اور الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے:

''اللہ تعالیٰ احمد بن خصیب اور اس کے گھر میں موجود نیک خاتون کو بہترین جزا عطا فرمائے، آج رات تم لوگوں نے میری اولاد میں سے تین ایسے شخصوں کی تنگ دستی دُور کی جن کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے''۔

خواب سنانے کے بعد کہا: ''اے احمد بن خصیب! یہ زیورات، کپڑے اور دیناروں کی تھیلیاں اس سیدزادے کو دے دینا جس کی برکت سے مجھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا اس سے کہہ دینا کہ جب کبھی ہمارے پاس مال آئے گا، ہم تمہارے لیے بھجوا

Scanned with CamScanner

دیا کریں گے''۔ پھر خلیفہ کی والدہ شجاع نے کچھ اور سامان دیتے ہوئے کہا: ''یہ زیورات' کپڑے اور دینار اپنی زوجہ کو دینا اور کہنا:

''اے نیک و مبارک خاتون! اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی جزاء عطا فرمائے۔ تمہارے ہی مشورے پر اس سیدزادے کو رقم دی گئی اور اس طرح مجھے دیدارِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوا۔ یہ نذرانہ قبول کر لیجیے اور اے احمد! یہ کپڑے اور رقم تم اپنے پاس رکھو یہ تمہارے لیے ہیں''۔ میں تمام سامان لے کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا' راستے میں ہی اس سیدزادے کا گھر تھا' میں نے دل میں کہا: ''جس کی برکت سے مجھے اتنا انعام ملا اسی سے خیر کی ابتدا کرنی چاہیے''۔ چنانچہ میں اس کے گھر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا' اندر سے پوچھا گیا: ''کون؟''

میں نے اپنا نام بتایا تو وہی سیدزادہ باہر آیا اور کہا: ''اے احمد! ہمارے لیے جو مال لے کر آئے وہ ہمیں دے دو''۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا: ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں تمہارے لیے ہدیہ لایا ہوں؟'' کہا: ''بات دراصل یہ ہے کہ جب میں تمہارے پاس سے رقم لایا اس وقت ہمارے پاس کچھ نہ تھا میں نے تمہاری دی ہوئی رقم اپنی زوجہ کو دی تو وہ بہت خوش ہوئی اور کہا: ''آؤ ہم اس شخص کے لیے دعا کریں جس نے ہماری مدد کی' تم نماز پڑھو اور دعا کرو میں آمین کہوں گی''۔ پس میں نے نماز پڑھ کر دعا کی اور اس نے ''آمین'' کہی۔ پھر مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی' میری آنکھیں تو کیا بند ہوئیں' دل کی آنکھیں کھل گئیں میں خواب میں اپنے نانا جان' رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''جنہوں نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہم نے ان کا شکریہ ادا کر دیا ہے اب وہ دوبارہ تمہیں کچھ چیزیں بطورِ خیر خواہی دیں گے تم قبول کر لینا''۔

حضرت سیّدنا احمد بن خصیب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''اس وقت میرے پاس جو کچھ بھی مال و اسباب تھا سب اس سیدزادے کے حضور پیش کر کے خوشی خوشی گھر چلا آیا۔ میں نے اپنی زوجہ کو مشغولِ دعا و مناجات پایا وہ کافی بے چین و مضطرب نظر آ رہی تھی جب اسے میرے گھر آنے کا علم ہوا تو میرے پاس آئی اور خیریت معلوم کی میں نے جانے سے لے کر واپسی تک کا تمام واقعہ کہہ سنایا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

''میں نہ کہتی تھی کہ آپ ان کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم پر بھروسہ رکھیں اور معاملہ ان کے سپرد کر دیں۔ دیکھیں انہوں نے کیسا لطف و کرم فرمایا اور کیسے ہماری دست گیری فرمائی''۔

پھر میں نے اپنی زوجہ سے کہا: ''اچھا! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھے جو انعام ملا ہے اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

حالانکہ میں نے اس کا حصہ اس کے حوالے کر دیا جو اس نے بخوشی قبول کر لیا''۔

(عیون الحکایات)

سبحان اللہ! کیا شان ہے ساداتِ کرم اور ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی! اس سخی گھرانے کے ساتھ جو بھی حسنِ سلوک کرتا ہے' وہ محروم و مایوس نہیں ہوتا بلکہ اس پر انعام و اکرام کی ایسی بارش ہوتی ہے کہ محتاجوں اور غم گینوں کے دلوں کی مرجھائی کلیاں کھل اٹھتی ہیں۔ گردشِ ایام کی زد میں آ کر سنسان و ویران ہو جانے والے باغات میں بہار آ جاتی ہے۔ جس نے بھی ان مبارک ہستیوں سے حسنِ سلوک کیا وہ بے شمار پریشانیوں سے نجات پا کر شاداں و فرحاں ہو گیا اور کیوں نہ ہو کہ کریموں سے تعلق رکھنے والے پر بھی ضرور کرم کیا جاتا ہے۔ ساداتِ کرام چمنستانِ کرم کے مہکتے پھول ہیں ان کی خوشبو سے عالمِ اسلام مہک رہا ہے' انہیں درخشاں ستاروں کی روشنی سے نہ جانے کتنے بھولے بھٹکے مسافروں کو نشانِ منزل ملا۔ اعلیٰ حضرت' امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ اہلِ بیتِ اطہار کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہراء ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نفوسِ قدسیہ کے صدقے دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے' ان ساداتِ کرام کا باادب بنائے' بے ادبوں سے ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی غلامی میں استقامت عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کا گدا ہوں اور اہلِ بیت کا خادم
یہ سب ہے آپ کی نظرِ عنایت یارسول اللہ

Scanned with CamScanner

(١٠٦)

غلاموں کا آقا صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو آخری وقت تک یہ تعلیم دی کہ غلاموں، خادموں، نوکروں بلکہ ہر طرح کے کمزوروں، غریبوں اور ناداروں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے اور غلاموں کا خاص خیال کیا جائے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے کریمانہ اسلوب سے غلامی کے بندھن کھول دیئے اور غلاموں کو ان کا پورا پورا حق دِلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے اصول وضوابط مقرر فرمائے جو درحقیقت غلاموں کی آزادی پر منتج ہوئے اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے کیجیے:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابی ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے ایک غلام کو لاٹھی سے مار رہے ہیں۔ ارشاد ہوا:

اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُوْدٍ! أَنَّ اللّٰہَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰى هٰذَا الْغُلَامِ .

''ابومسعود! اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تم پر اس سے کہیں زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تم اس غلام پر رکھتے ہو''۔

سیّدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ نے پلٹ کر بات کہنے والے کو دیکھا تو سامنے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراضی کے تاثر کے ساتھ نظر آئے۔ بہت پریشان ہوئے اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس غلام کو اللہ کے لیے آزاد کرتا ہوں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَمَا لَوْلَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ أَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ .

''خبردار! اگر تم ایسا نہ کرتے (آزاد نہ کرتے) تو آگ تمہیں چھو لیتی''۔

(مسلم شریف: ١٦٥٩)

اس واقعہ کے بعد از روئے اسلام یہ قاعدہ مقرر ہو گیا کہ جو شخص اپنے غلام کو ناحق مارے گا اس کو اسے آزاد کرنا پڑے گا۔ ہمیں اپنی حالت پر غور کرنا چاہیے۔ آج ہم میں کتنے سرکش لوگ ہیں جو فنا پذیر جاہ وحشم کے زعم میں لوگوں کو ناحق مارتے ہیں۔ اربابِ اقتدار، چھوٹے بڑے حکام اور پولیس والے بے قصور کمزور اور ناتواں لوگوں کو چند ٹکوں کے لالچ میں پکڑ کر حوالات میں بند کر دیتے ہیں، ان لوگوں کو دل پر ہاتھ رکھ کر غور کرنا چاہیے کہ کل جب وہ حشر کے ہجوم و ہیجان میں اللہ رب العزت کے حضور پیش ہوں گے تو انہیں ان کی سفاکیوں کی کتنی کڑی سزا ملے گی۔ قیامت اٹل ہے، وہ دن ضرور آئے گا جب میزانِ عمل گاڑھ دی جائے گی، سب کے اعمال نامے کھل جائیں گے اور ہر ظلم وزیادتی کا حساب لگے ہاتھوں چکا دیا جائے گا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حدیث ان سب لوگوں کے لیے درسِ عبرت و موعظت ہے جو اپنے ماتحتوں کو ستاتے اور ان کے حقوق پامال کرتے ہیں۔

(سنہرے نقوش)

(۱۰۷)

وسیلہ کرم الٰہی سے ہی ملتا ہے

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ میں موسم حج میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور ہر طرف سے جنگل کے فقراء ہمارے پاس آئے۔ میں نے نہایت ہی خوب صورت ایک لڑکی دیکھی جو مردوں کے درمیان میں آتی جاتی تھی اور وہ ایسے کلام سے سوال کرتی تھی جو ہوا سے رقیق تر اور غبار سے باریک تر تھے جب میں اس کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا تو وہ آنکھوں کو حسن و جمال سے بھر دیتا تھا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی شیطان سے پناہ مانگی پھر میں نے کہا: اے لڑکی! کیا تیرے لیے یہ جائز ہے کہ اس موسم میں مخلوق کے ساتھ باوجود ایسے خوبصورت چہرے کے سفر کرے، یہ سن کر لڑکی روئی اور یہ اشعار پڑھے: پس میں نے اس چہرہ کو ظاہر کیا حالانکہ وہ عزیز اور بزرگ تر ہے اور مجھ پر اس چہرہ کا چھپانا دشوار ہوا کیونکہ زمانہ جور کرتا ہے اور ظلم کرتا ہے جیسا کہ تم اس کو دیکھتے ہو۔ بے شک میں نے اس چہرہ کی حفاظت کی اور اس کو پردہ میں رکھا حتیٰ کہ جب میرے لیے کوئی پشت پناہ باقی نہ رہا اور میرا باپ ہیثم مر گیا تو مجبوراً میں نے اس کو پردہ سے ظاہر کر دیا اور اللہ تعالیٰ اس پر میرا گواہ ہے اور خوب جانتا ہے اور زمانہ نے اس چہرہ کے پردہ کو ایسے شہر میں کھولا اور دور کیا کہ اس میں دوست کم اور درہم عزیز اور نادر ہو گیا ہے اور میں حجاز کی زمین میں مسافر ہو گئی ہوں اور ابوربیعہ (نام شوہر شاعرہ) دور اور خیمہ والا یعنی مقیم ہے اور مسافر نہیں ہے۔ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں اس لڑکی کے قریب گیا اور جو کچھ مجھے میسر تھا وہ اس کو دیا پھر اس سے کہا: ''اے لڑکی تیرا کیا نام ہے؟''

پس اس نے کہا: ''میرا نام متمناۃ ہے اور ہیثم کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ جنگ میں مارا گیا اور میں اس حالت پر قوم میں باقی رہ گئی ہوں''۔

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''میں نے اس کو چھوڑا اس کے بعد مجھے صحن مسجد یا کشادہ میدان میں حاضری کا اتفاق ہوا تو میں نے ابوکلثوم طوق بن مالک بن طوق سے اس لڑکی کا قصہ بیان کیا پھر جب ابوکلثوم مذکور دوسرے سال میں مجھ سے ملے اور میں ان کے پاس حاضر ہوا اور چند دن ٹھہرا تو بعض اوقات میں میرے پاس چمکتے چہرے والا ایک خادم آیا اور اس کے ساتھ کپڑوں کا ایک جوڑا اور ایک تھیلی تھی اس نے ان دونوں کو میرے سامنے رکھا لیکن مجھے ان کا حال نہ معلوم ہوا اس کے بعد ابوکلثوم میری طرف متوجہ ہوا اور کہا:

''اے ابوالعباس (کنیت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ) یہ تمہارے بتلانے کا حق ہے یعنی تم نے جو مجھے متمناۃ کا پتہ دیا تھا اس کا بدلہ ہے اور یہ متمناۃ بنت ہیثم کا ہدیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری برکتوں کی وجہ اس پر مہربانی کی اس لیے کہ جب تم نے مجھے اس کی خبر دی تو میں نے اس شخص کو بھیجا جو اس کو لایا اور میں نے اس سے نکاح کیا اور میں نے اس کو تمہاری اطلاع دی۔ پس اس نے تمہارے کام پر شکر کیا اور میں اس کے شکر سے دگنا تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں''۔ (قلیوبی)

(۱۰۸)

اللہ کے ہاں حساب ہوگا

خداوند قہار و جبار کے دربار میں بندوں کے حساب و کتاب کا منظر بہت ہی مہیب اور بے حد خوف ناک ہوگا' اللہ تعالیٰ کے فرشتے جو بہت ہیبت ناک اور انتہائی خوف ناک ہوں گے' وہ اپنی کرخت آواز سے ڈانٹ کر جھڑکتے اور ہانکتے ہوئے لوگوں کو دربارِ خداوندی میں حاضر کریں گے اور خداوند قدوس ایسے غضب و جلال میں ہوگا کہ الامان والحفیظ! سب سے پہلے انبیاء کرام کی مقدس جماعت حساب فہمی کے لیے پیش ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان مقدس نفوس سے سوال فرمائے گا جب تم لوگوں نے میرے احکام اپنی اپنی قوموں کو پہنچائے تو تمہاری قوموں نے تم کو کیا جواب دیا؟ اس سوال کی عظمت و ہیبت سے انبیائے کرام کی عقلیں مبہوت ہو جائیں گی اور ان کا علم اس قدر فراموش ہو جائے گا کہ وہ کہیں گے:

''ہمیں کچھ معلوم نہیں بے شک تمام غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے''۔

چنانچہ ارشادِ قرآنی ہے:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔ (پ:۷،المائدۃ' آیت:۱۰۹)

''(یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے فرمائے گا کہ تمہاری قوموں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا؟ سب یہ کہیں گے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں بے شک سب غیب کی باتوں کو تو ہی جاننے والا ہے''۔

حقیقت میں رسولوں کو سب کچھ معلوم تھا مگر اس وقت شدت ہیبت اور جلالِ خداوندی کی دہشت سے ان کی عقلیں خوف زدہ ہو کر مبہوت ہو چکی ہوں گی اور ان کا سارا علم

فراموش ہو چکا ہوگا اس لیے ان کا یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ ہمیں کچھ معلوم ہی نہیں۔ جس وقت وہ قہار و جبار حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ تہدید آمیز سوال فرمائے گا۔

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔

''کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ تم لوگ مجھ کو اور میری والدہ کو اللہ کے سوا دو خدا بنالو''۔

تو اس سوال کی ہیبت و جلالت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کئی برس تک مبہوت ہو کر خاموش رہیں گے پھر جب انہیں قدرے سکونِ قلب نصیب ہوگا تو عرض کریں گے:

سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ط اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔ (پ۷۔المائدہ آیت ۱۱۶)

(اے اللہ) تو پاک ہے میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو ضرور تجھے معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بے شک تو ہی ہے سب غیبوں کا جاننے والا

انبیاء اور رسولوں کے بعد پھر فرشتوں سے حساب لیا جائے گا اس شدت حساب سوال اور خدا کے غضب و جلال کو دیکھ کر تمام امتیں خوف زدہ ہو کر لرزاں و ترساں ہو جائیں گی۔

پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمائے گا کہ جہنم کو حاضر کریں تو بہت سے فرشتے اس کی لگاموں کو پکڑے ہوئے جہنم کو لائیں گے اور جہنم چیختی چنگھاڑتی اور شور مچاتی ہوئی آئے گی اور تمام خلائق اس کی چیخ و چنگھاڑ کو سن کر اس طرح سہم جائیں گے کہ خوف و ہراس سے بے خود ہو کر سب لوگ گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑیں گے پھر اللہ تعالیٰ کفار و مجرمین سے علی روس الاشہاد سوال فرمائے گا اور لوگوں کے اعضاء ان کے کرتوتوں کو بیان کریں گے اور بھرے مجمع میں خوب رسوائیاں ہوں گی۔

مومنین میں سے کچھ لوگوں کے نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے تو

Scanned with CamScanner

خدا کے فضل کی بناء پر ان لوگوں سے بہت آسان حساب لیا جائے گا اور کچھ لوگوں کو ان کے نامۂ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے ان کے، بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو ان لوگوں سے خدا کی عدل کی بناء پر بڑا سخت حساب لیا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا ۔(پ٣٠ سورۃ الانشقاق)

تو وہ جوان کا نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ دیا جائے گا ان سے عنقریب آسان حساب میں لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش وخرم ہو کر پلٹیں گے اور وہ جن کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جانے گا وہ عنقریب موت مانگے گا اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا

الغرض خداوندِ قہار وجبار کے دربار میں حسابِ اعمال کا مرحلہ نہایت ہی دل دوز بے حد خطرناک انتہائی روح فرسا و جان سوز ہے۔ ارحم الراحمین اپنا فضل و کرم فرمائے اور تمام مومنین اہلِ سنت و جماعت کو اس پُر خطر منزل سے سلامتی و عافیت کے ساتھ گزار کر منزل مقصود پر پہنچائے اور جہنم سے نجات عطا فرما کر جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

(آئینۂ عبرت)

(١٠٩)

علم کے سمندر جو کبھی خشک نہ ہوگا

حضرت عروہ بن زبیر بڑے جلیل القدر تابعی عالمِ دین ہیں۔ امام زُہری نے ان کے کمال علم کو دیکھ کر یہ فرمایا ''بحر لا ینزف'' یہ علم کا ایسا سمندر ہے جو کبھی خشک نہیں ہوگا۔ مدینہ منورہ کے ساتھ مشہور فقہاء میں ان کا شمار ہے یہ جنتی صحابی حضرت زبیر بن عوام کے فرزند ہیں ان کی والدہ کا نام ''اسماء'' ہے جو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی ہیں۔ اُپنے والد اپنی والدہ بی بی اسماء اور اپنی خالہ اُم المومنین حضرت بی بی عائشہ اور بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد رشید ہیں حضرت عروہ بن زبیر میں سینکڑوں علمی و عملی کمالات کے ساتھ ذکر الٰہی اور صبر کا کمال بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔

ایک مرتبہ آپ کو ولید بن یزید نے ''دمشق'' میں مدعو کیا۔ آپ تشریف لے گئے اور راستے میں ایک ہڈی آپ کے پاؤں میں چبھ گئی اور یہ زخم اس قدر بگڑ گیا کہ آپ کا پاؤں سڑنے لگا۔ ولید نے اطباء کو جمع کیا مگر سب طبیبوں نے آپ کو بے ہوشی کی دوا پلا کر آپریشن کرنا چاہا تو آپ نے بالکل صاف انکار فرما دیا اور یہ فرمایا: ''میں ایک منٹ کے لیے بھی ذکرِ الٰہی سے غافل ہو جاؤں یہ مجھے ہرگز ہرگز گوارا نہیں ہے''۔

چنانچہ ڈاکٹر نے آری گرم کر کے آپ کا پاؤں کاٹ ڈالا مگر نہ آپ کے منہ سے اُف نکلا نہ آپ کی پیشانی پر کوئی بل یا چہرے پر کوئی تغیر پیدا ہوا جب پاؤں کاٹ کر آپ کے سامنے رکھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''الحمد للہ! اگر میرا ایک عضو کٹ گیا تو کوئی مضائقہ نہیں خداوند کریم کا شکر ہے کہ ابھی میرے بہت سے اعضاء سلامت ہیں''۔

ابھی آپ اتنا خوف ناک اور تکلیف دہ آپریشن کرا کے بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں ایک

Scanned with CamScanner

شخص یہ ہوش ربا اور اندوہناک خبر لے کر آیا کہ آپ کا ایک بچہ چھت سے گر کر مر گیا۔ آپ نے یہ دردانگیز خبر سن کر فرمایا: الحمدللہ علیٰ کل حال یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ اگر تو نے میرے ایک بچے کو موت دی تو ابھی تو نے میرے کئی بچوں کو زندہ رکھا ہے۔ (ثمرات الاوراق: ۲' ص: ۲۸۸)

سبحان اللہ! اس صبر جمیل اور عبادت و ذکر الٰہی کے ذوق کا کیا کہنا کہ محض اس خیال سے کہ بے ہوشی کے عالم میں چند گھنٹے ذکر الٰہی نہ ہو سکے گا' آپ نے بے ہوشی کی دوا استعمال نہیں فرمائی اور اطمینان سے بیٹھے ہوئے دل وزبان سے ذکر الٰہی کرتے رہے اور پاؤں آری سے کٹتا رہا اور اتنی بڑی بڑی مصیبت پر بھی صبر وشکر کے ساتھ ایک لمحہ کے لیے بھی ذکرِ خداوندی سے غافل نہیں ہوئے۔ اللہ اکبر! بلاشبہ یہی وہ ذکرِ خداوندی کے بلند منارے ہیں اور صبر واستقامت کے جبل راسخ ہیں جن کے لیے قرآن مجید میں خداوند قدوس نے بشارتِ عظمیٰ کا مژدہ سنا کران کی مدح وثنا کا خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ ۔

"(اہلِ ایمان) وہی لوگ ہیں جو کھڑے' بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں"۔ اور کہیں یہ ارشاد فرمایا: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۔ "(اے محبوب) آپ میرے صبر کرنے والے بندوں کو خوش خبری سنا دیجیے"۔

احادیثِ مبارکہ:۔

ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا افضل ترین عبادت ہے۔ چند احادیثِ کریمہ ملاحظہ فرمائیے:

۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

"کون سے بندے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ درجے پر فائز ہوں گے؟"

ارشاد فرمایا: "بہت زیادہ ذکرِ الٰہی کرنے والے مرد اور بہت زیادہ ذکرِ الٰہی کرنے والی عورتیں"۔

لوگوں نے عرض کیا: "کیا یہ لوگ ان مجاہدین سے بھی زیادہ بلند درجہ پائیں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں؟"۔

فرمایا: "اگر مجاہد اس شان سے جہاد کرے اور خون سے رنگین ہو جائے"۔

ایسے مجاہد سے بھی ذکرِ الٰہی کرنے والے کا درجہ افضل ہے۔ (مشکوٰۃ شریف' ص: ۱۹۸)

۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"ہر چیز کی پالش ہوتی ہے اور دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے اور سب سے زیادہ اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی چیز اللہ کا ذکر ہے"۔

لوگوں نے عرض کیا: "کیا اللہ کی راہ میں جہاد بھی اس سے بڑھ کر نہیں ہے؟"

ارشاد فرمایا: "اگر تلوار مارتے مارتے ٹوٹ جائے اس شان کا جہاد بھی خدا کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے"۔ (مشکوٰۃ شریف' ص: ۱۹۸)

۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو قوم کسی مجلس میں بیٹھی اور بغیر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے ہوئے مجلس سے اُٹھ گئی تو اس قوم کی مثال مردار گدھے کی سی ہے اور اس قوم پر افسوس ہے"۔ (مشکوٰۃ شریف' ص: ۱۹۸)

بہرکیف ذکرِ خداوندی ایک نہایت ہی افضل ترین عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ ہر وقت ذکرِ قلبی اور ذکرِ لسانی میں مشغول رہتے ہیں اور ایک لمحہ کے لیے بھی ذکرِ خداوندی سے غافل نہیں رہتے کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

یک لحظہ دلا! غافل ازاں ماہ نہ باشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

"اے دل ایک لمحہ کے لیے بھی تو محبوب (کی یاد) سے غافل مت رہا کر کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تجھ پر کسی وقت نگاہِ کرم فرمائے اور تو اپنی غفلت کی وجہ سے اس وقت آگاہ نہ رہے۔ نہ معلوم کس وقت اس کی نظرِ کرم تیری طرف توجہ فرمائے لہٰذا ہر وقت اس کا ذکر کرتے رہو اور ان کا دھیان رکھو"۔ (روحانی حکایات)

Scanned with CamScanner

(۱۱۰)

کون کہتا ہے ہم مر گئے ہیں

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ نے فرمایا: ''میرے شیخ خواجہ محمد حامد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال کے بعد مجھے فرمایا: کون کہتا ہے ہم مر گئے ہیں' ہم تو زندہ ہیں۔ ہمیں مردہ کہنے والا حرام زادہ ہے۔ فرمایا آپ نو جوانی کے عالم میں تھے کہ مولانا عبدالحق خیر آبادی تونسہ شریف حاضر ہوئے انہوں نے پوچھا: ''صاحب زادے کیا پڑھتے ہیں؟''

فرمایا: ''حدیث پاک پڑھتا ہوں''۔ مولانا نے کہا: ''معقول بھی پڑھتے ہو؟''

فرمایا: ''میں حدیث پاک معقول سمجھ کر پڑھتا ہوں''۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ مولانا کانپ گئے اور خوف طاری ہو گیا کہ حدیث پاک کے بالمقابل معقول کے الفاظ میں نے استعمال کیے ہیں حالانکہ حدیث پاک جامع ہے۔ معقول تو ایک جز وحدیث ہے۔ نیز اعتراف کیا کہ ایسا جامع جواب میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''مولانا اس لیے کانپ گئے تھے کہ معقول کوئی مستقل فن نہیں اگر حدیث پاک کو اچھے انداز سے بیان کیا جائے تو یہی معقول ہے''۔ مولانا کہنے لگے: ''شیروں کے بیٹے بھی شیر ہیں''۔

فرمایا: ''میرے شیخ نے مجھے فرمایا تھا کہ تم کسی کو نہ چھیڑنا جو تجھے چھیڑے گا میں جو ہوں دیکھا جائے گا اور اپنے سینہ پر ہاتھ مارا''۔

فرمایا: ''میرے پیر کی ایک یہ بھی کرامت ہے کہ ایک مرتبہ آپ موٹر کار میں دہلی جا رہے تھے' راستہ میں سامنے سے ایک لڑکا تیزی سے گزرا۔ ڈرائیور کے منہ سے افسوس کا کلمہ نکلا لیکن آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سیدھا اوپر اُٹھایا اور پڑھا اللہ! لوگوں نے دیکھا کہ

موٹر کار آدمی کے قد کے برابر زمین سے اوپر اُٹھ گئی اور لڑکا صحیح سالم نیچے سے گزر گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہاں کے کئی لوگ مسلمان ہو گئے''۔

ایک دفعہ آپ دہلی میں تشریف فرما تھے' وہابیوں نے مغرب کی اذان کہی۔ آپ نے فرمایا: ''ابھی سورج غروب نہیں ہوا''۔

لوگوں نے عرض کیا: ''غریب نواز آفتاب غروب ہو چکا ہے' رات چھائی ہوئی معلوم ہو رہی ہے''۔ فرمایا: ''نہیں! ابھی غروب نہیں ہوا''۔

جب لوگ زیادہ آ گئے تو فرمایا: ''دیکھو دیواروں پر روشنی اور دھوپ پڑ رہی ہے''۔

چنانچہ دیکھنے سے تمام کو یقین ہو گیا۔ نجدی لوگ قدموں پر گر گئے اور تسلیم کیا کہ ہم پہلے بھی اپنی مغرب کی نماز قبل از وقت پڑھ کر ضائع کرتے رہے ہیں اور تائب ہو گئے۔

فرمایا: ''ایک بار ہم تین آدمیوں نے میرے پیر روشن ضمیر کی کرامت دیکھی تھی جب تونسہ شریف جاتے ہوئے ہمیں پیاس کی شدت نے نڈھال کر دیا' ریگستانی علاقہ' گرمی کا موسم اور پانی کا کہیں نام ونشان نہ تھا' دُور سے ایک اونٹنی سوار دیکھا اس کے پاس جا کر ہم نے پانی طلب کیا۔ کہنے لگا میرے پاس تو پانی بالکل نہیں ہے۔ ہم نے کہا: ایک گلاس کے بدلے پانچ روپے لے لے اور پانی دے دے لیکن اس نے پانی رکھنے والی جھاری اوندھی کر کے دکھا دی کہ پانی ختم ہو چکا ہے پھر بتایا: وہ دُور جو درخت نظر آ رہا ہے اس کے پرے ایک ٹیلہ ہے۔ امید ہے اس ٹیلے کے پاس پانی ہو گا اگر وہاں نہ ہوا تو اتنا ہی آگے دُور فاصلہ پر دوسرا ٹیلہ آئے گا وہاں ضرور پانی مل جائے گا لیکن وہ کڑوا اور کھاری ہو گا۔ پہلے ٹیلہ پر ظہر کے وقت ہم پہنچ گئے لیکن وہاں پانی نہ پایا اور ساتھیوں نے آگے چلنے سے ہمت ہار دی۔ میں نے کہا جس طرح بھی ہو سکا ضرور آگے چلیں گے۔ بالآخر چل دیئے۔ دوسری جگہ شام کے وقت ہم پہنچے تو نہایت ہی کڑوا اور کھاری پانی ملا کیونکہ گھوڑوں نے بھی منہ لگاتے ہی فوراً ہٹا لیے۔ بالکل پینے اور منہ لگانے کے قابل نہ تھا۔ گویا اس میں کئی گنا میگنیشیا حل کیا ہوا تھا۔ مجبوراً رات بسر کرنے کے لیے اس جگہ قیام کر دیا کیونکہ اب رات بھی چھا چکی تھی اور سواریوں کو بھی چلنے کی طاقت نہ رہی تھی۔

میں نے بالکل ظاہراً عیاناً دیکھا کہ میرے شیخ و مرشد رحمۃ اللہ علیہ ایک گڑوا دودھ کا ہاتھ میں لیے ہوئے تشریف لائے اور مجھے عطا فرمایا۔ ساتھ ہی فرمایا: مجھے خیال آیا ہے کہ مولوی صاحب دودھ کے دل دادہ ہیں' جا کر پلا آؤں۔ تھوڑی دیر بعد آپ غائب ہو گئے۔ بعد میں کسی ساتھی نے ہاتھ دھونے کے لیے وہ پانی استعمال کیا اور خیال تھا کہ اپنی چادریں بھگو کر اوڑھ لیں گے' رات بسر ہو جائے گی شاید اسی خیال سے ہی اس ساتھی نے کلی کر لی۔ پانی کو شربت کی مانند میٹھا پایا جب دوسروں کو بتایا تو پہلے تو کسی نے تسلیم نہ کیا بار بار اصرار پر چکھا گیا تو واقعی میٹھا پایا اب خود پیا' گھوڑوں کو پلایا اور استعمال میں لائے۔

کڑوے پانی کو میٹھا بنایا اور جنگل بیاباں میں مایوسی کے عالم میں دودھ پلایا اور تمام ساتھیوں کو زیارت کرائی۔ یہ ساری کراماتیں آنکھوں سے دیکھیں۔

جو کہا سو ہو گیا

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ اپنی عمہ (پھوپھی) صاحبہ کے ساتھ اپنے ایک سفر کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ ایک سٹیشن پر ریل گاڑی پر سوار ہونا تھا جب ریل گاڑی پہنچی تو جلدی سے ایک خالی ڈبہ میں پھوپھی صاحبہ کو بٹھا کر دروازہ بند کر دیا تا کہ کوئی غیر آدمی داخل نہ ہو کیونکہ وہ ڈبہ لیڈیز کا نہیں تھا جب گاڑی (دوسرے) سٹیشن پر ٹھہری تو کسی افسر کے ملازمین نے سامان وغیرہ اٹھایا ہوا تھا۔ دروازہ کو دھکیلا میں نے کہا: ''مستورات کی وجہ سے دروازہ بند کر دیا ہے' کسی دوسرے ڈبہ میں چلے جاؤ''۔

یہ سن کر وہ کھڑے ہی تھے کہ ان کا افسر بمعہ عملہ و چند لواحقین کے آ گیا اور بڑے رعب سے کہا: ''دروازہ کھولو''۔

میں نے کہا: ''دروازہ نہیں کھولوں گا' تم کسی دوسرے ڈبہ میں چلے جاؤ یہاں مستورات ہیں''۔ وہ بولا: ''کہ مستورات کا نہیں انہیں لیڈیز ڈبہ میں لے جائیں''۔

اسے جواب دیا: ''مستورات کو ایک ڈبہ سے اتارنا اور دوسرے میں لے جانا تکلیف دہ ہے۔ تم ہی کوئی دوسرا ڈبہ تلاش کر لو''۔

اس طرح کی گفتگو میں گرما گرم بحث ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے تہیہ کر لیا

تھا کہ عزت کے معاملے میں مجھے لڑنا پڑا تو لڑوں گا کہ اتنے میں میرے پیر حضور غریب نواز حضرت خواجہ محمد حامد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ خدا کی قسم! مجھے عالم بے داری میں دن دیہاڑے ملے اور صورت بھی ظاہری تھی اور فرمایا: ''کیوں گھبرا گئے ہو؟ یہ تو لیڈیز کا ڈبہ ہے''۔ میں نے عرض کیا: ''غریب نواز لیڈیز کا ڈبہ نہیں ہے''۔

انہوں نے فرمایا: ''دیکھو تو سہی لیڈیز کا ڈبہ ہے''۔

جب میں نے دروازہ پر دیکھا تو لیڈیز لکھا ہوا تھا اور وہ آفیسر بمعہ ساتھیوں کے پیچھے کو ہٹنے لگے اور انہوں نے منہ کی کھائی اور ناکام واپس چلے گئے اور یہ واقعہ جناب خواجہ محمد حامد صاحب کی وفات کے بعد کا ہے''۔

نسخۂ کیمیا گری

فرمایا: ''ایک دفعہ میں اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تونسہ شریف چینی مسجد میں آپ سے ایک طرف کونہ میں بیٹھا تھا۔ آپ کی مجھ پر مہربانی اس قدر ہوتی تھی کہ اپنے اور میرے درمیان کسی قسم کا حجاب و پردہ نہ آنے دیتے تھے۔ ایک شخص حاضر ہوا۔ عرض کی غریب نواز دعا فرما دیں کہ میں مال دار ہو جاؤں' میرے دل میں خیال آیا کہ اتنی بزرگ ہستی کے پاس آ کر یہ دنیا طلب کر رہا ہے تو آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہاں' دنیا طلب کرنا ایمان کی کمزوری ہے' یہ مجلس برخاست ہوئی پھر ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کا ایک فوجی بھائی جعفر نامی حاضر ہوا' عرض کی: ''غریب نواز! مجھے کیمیا گری کا نسخہ عطا فرما دیں''۔

جواب دیا: ''یہ نسخہ بہت بڑا ہے''۔ دوبارہ اس نے عرض کی: ''جتنا خرچ کرنا پڑا کروں گا''۔

استفسار فرمایا امسال تیری جوار کتنی موصول ہوئی ہے؟ اس نے بتایا اتنے پتھ (وہاں اس علاقے میں ایک تول کا اندازہ ہے' جس طرح ہمارے ہاں کھلوار مشہور ہے' کئی کھلواروں کا ایک پتھ ہوتا ہے)۔

پھر آپ نے دوسری اجناس بھی دریافت فرمائیں۔ مکئی' باجرہ وغیرہ' وہ بتاتا گیا۔

Scanned with CamScanner

آخر کار کپڑے اور رقم گھر کا سامان سب کچھ دریافت فرمانے پر اس نے بتایا دس ہزار روپے نقد موجود ہیں اور کہنے لگا غریب نواز ان سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ کیمیا کا نسخہ بتا دیں تو میرے حضرت تونسوی غریب نواز نے فرمایا: ''جو کچھ بھی تیرے گھر اجناس رقم، سامان کپڑے وغیرہ موجود ہیں، تمام کے تمام میرے درویشوں کو لا کر دے دے یہی نسخہ کیمیا ہے، تیرے گھر کے لیے کمی نہ ہوگی''۔

کہنے لگا: ''سب کچھ دے دوں'' گھر دی تے لگ تھی گئی ناں''

حقیقتاً تو آپ نے کیمیا کا نسخہ ہی فرمایا تھا لیکن وہ بے چارہ کیا سمجھتا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: **ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما آتاہ اللہ لایکلف اللہ نفسا الا ما اتھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا ۔**

''جسے رزق کی تنگی آئے تو جو کچھ بھی گھر میں موجود ہو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دے۔ اللہ تعالیٰ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قدر جتنا اسے عطا فرمایا۔ قریب ہے اللہ تعالیٰ دشواری کے بعد آسانی فرما دے گا''۔

حدیث پاک میں ہے اللہ تعالیٰ دو فرشتے مقرر فرماتے ہیں۔ ایک فرشتہ کہتا ہے:
''اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے کو اس کی جگہ اور دے''۔

اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے: اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تلفًا ۔ ''اے اللہ! بخیل کا مال ہلاک کر دے''۔

علم ظاہری و باطنی

۲۳ شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ بروز جمعۃ المبارک بعد از نمازِ فجر قصیدہ بردہ شریف میں شمولیت کے بعد آپ نے فرمایا: ''علمِ ظاہری روحانی علماء کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں۔ اولیاء اللہ کو جب علومِ باطن سے نواز جاتا ہے تو علمِ ظاہری کی کتب اعلیٰ اور منتہی تعلیم ان کے نزدیک الف ب ت کے جوڑ و ترکیب کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہو جاتے ہیں ان کی ہر صفت یا ہر فعل بارگاہِ رب العزت کی طرف سے سمجھا جاتا ہے اور ان کا یہ علم ذاتی ہو جاتا ہے اور یہ مقام حال ہے جسے قال سے تعلق نہیں۔ آپ نے

بندہ کو مخاطب ہو کر فرمایا: ''تجھے کبھی سمجھاؤں گا''۔

مرتب ملفوظات

آپ نے فرمایا: ''پہلے پہل مجھے کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا لہٰذا صدرہ وغیرہ کا اکثر مطالعہ کیا کرتا۔ ایک دفعہ میرے حضرت غریب نواز خواجہ میاں محمد حامد صاحب نے مجھے خواب میں فرمایا: یہ کیا بچوں کے کھیل کے پیچھے لگ گئے ہو، یہ کتابیں تو ہمارے نزدیک الف با تا کے ہجے (جوڑ) ہیں اور بچوں کے کھیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چھوڑ دان کو بلکہ کام کرو''۔ حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی فرمائی تو فرمایا: صِلْ اَصْدِقَاءَ اَبِیْكَ ۔ ''اپنے والد کے دوستوں کی قدر کرنا ان سے تعلقات قائم رکھنا''۔

دراصل یہ حدیث پاک کی اطاعت ہے۔ (صِلْ مَنْ وَصَلَ اَبُوْكَ) جس سے تیرے باپ کا تعلق ہے، اسے قائم رکھ۔

ان کی تاریخ ولادت ۲۵ ذیقعدہ ۱۲۹۲ھ یوم شنبہ ہے۔ اپنے جد امجد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب رضی اللہ عنہ کے مطلوب سراپا ناز تھے۔ ۱۳۲۳ھ بحکم وصیت مسند جلوہ افروز ہوئے۔ ۲۳ ذوالحج ۱۳۵۰ ہجری وصال فرمایا۔

(انوار قمریہ، ص: ۲۳۰ تا ۲۳۴)

Scanned with CamScanner

(۱۱۱)

ایک شریر جن کا قصّہ

حضرت سیّدنا عبدالصمد بن معقل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: ''میں نے حضرت سیّدنا وہب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''گزشتہ اُمتوں میں ایک شخص تھا اس کی بیٹی مرگی کے مرض میں مبتلا ہوگئی۔ بہت علاج کرایا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ وہ جس معالج کے متعلق بھی سنتا' اپنی بیٹی کو لے کر اس کے پاس پہنچ جاتا لیکن اس کے علاج سے سب عاجز رہے۔ بالآخر اسے بتایا گیا کہ فلاں شخص اس وقت سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہے اگر اس کے پاس جاؤ تو تمہاری مشکل حل ہو جائے گی''۔ چنانچہ وہ اپنی بیٹی کو لے کر اس کے پاس گیا اور اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر علاج کا سوال کیا اور بتایا: میں زمانے بھر کے طبیبوں اور عاملوں سے ملا لیکن کوئی بھی اس بے چاری کا علاج نہ کر سکا۔

اس نیک شخص نے دُکھیارے باپ کی فریاد سنی تو کہا: ''مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ اگر میں نے تمہاری بیٹی کا علاج کر دیا تو تم لوگوں کو بتاؤ گے اس طرح میری شہرت ہو جائے گی اور لوگ مجھے مصیبت میں مبتلا کر دیں گے''۔ لڑکی کے باپ نے عہد کیا: ''میں ہرگز کسی کو نہیں بتاؤں گا''۔

چنانچہ وہ نیک شخص علاج کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ دراصل ایک شریر جن نے لڑکی کے جسم میں داخل ہو کر اسے اذیت میں مبتلا کر رکھا تھا' نیک شخص نے عمل کیا اور شریر جن کو مخاطب کر کے کہا: ''اس لڑکی کے جسم سے باہر نکل آ''۔

جن نے کہا: ''ہرگز نہیں! یہ صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس کے جسم سے نکل

کر تیرے جسم میں آ جاؤں''۔

نیک شخص نے کہا: ''ٹھیک ہے تو اسے چھوڑ دے اور میرے جسم میں داخل ہو جا''۔

چنانچہ جن لڑکی کو چھوڑ کر نیک شخص کے جسم میں داخل ہوگیا اس نے دَم کر کے اپنے جسم کا حصار کیا اور تمام مسام بند کر کے اسے اپنے جسم میں قید کر لیا پھر لڑکی کے والد سے کہا:

''اپنی بیٹی کو لے جاؤ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب یہ ٹھیک ہوگئی ہے''۔

اس نے کہا: ''مجھے ڈر ہے کہ یہ شریر جن دوبارہ میری بیٹی کو تنگ کرنے نہ آ جائے''۔

تو نیک آدمی نے کہا: ''جاؤ! ان شاء اللہ تعالیٰ اب کبھی بھی یہ اس کی طرف نہ آئے گا''۔ دُکھیارا باپ دعائیں دیتا ہوا وہاں سے رخصت ہوگیا۔ شریر جن اس مردِ صالح کے جسم میں قید تھا اس نے پورے ہفتے مسلسل روزے رکھے اور راتیں عبادت و ریاضت میں گزاریں' ساتویں دن شریر جن نے اس سے کہا: ''تو کھانا وغیرہ کیوں نہیں کھاتا کہ تقویت حاصل ہو؟'' کہا: ''جلدی نہ کر! ابھی مجھے کھانے کی حاجت نہیں''۔

جن نے کہا: ''پھر مجھے چھوڑ دے تاکہ تیرے جسم سے نکل جاؤں''۔

کہا: ''ہرگز نہیں! اب تو نہیں نکل سکتا''۔ پھر نیک بندے نے مزید ایک ہفتہ روزے رکھے اور راتیں عبادت میں گزاریں اور نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ جن نے کہا: ''تو کوئی چیز کھاتا کیوں نہیں؟ کیا تو اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہتا ہے؟'' کہا: ''مجھے ابھی کھانے پینے کی حاجت نہیں''۔

جن نے کہا: ''مجھے چھوڑ دو تاکہ تمہارے جسم سے نکل جاؤں''۔ کہا: ''ہرگز نہیں!''

جن نے عاجز ہو کر کہا: ''خدا تعالیٰ کی قسم! اگر تو نے مجھے اپنے جسم سے نہ نکلنے دیا تو بھوک و پیاس کی وجہ سے میں تمہارے جسم میں مر جاؤں گا اور تو بھی ہلاک ہو جائے گا۔ خدارا! مجھے چھوڑ دے''۔

نیک شخص نے کہا: ''مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں نے تجھے چھوڑ دیا تو دوبارہ اس لڑکی کے پاس جا کر اسے تنگ کرے گا''۔

جن نے کہا: ''خدا تعالیٰ کی قسم! اب میں کبھی بھی نہ اس لڑکی کے پاس جاؤں گا اور نہ

کسی اور انسان کی طرف تو نے میرا جو حشر کیا۔ بہ اس کی وجہ سے انسان میرے نزدیک سب سے زیادہ خطرناک ہو چکا ہے اب مجھے انسانوں سے ڈر لگنے لگا ہے“۔

جب نیک شخص نے جن کی یہ باتیں سنیں تو اسے اپنے جسم سے نکلنے کا راستہ دے دیا جن فوراً بھاگ کھڑا ہوا اور پھر کسی انسان کو تنگ نہیں کیا بلکہ جب بھی کسی انسان کو دیکھتا تو ڈر کر بھاگ جاتا“۔

(عیون الحکایات)

(۱۱۲)

ہمارے خدشات درست نہ تھے

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو ایرانی سرحد پر ایرانیوں سے مقابلے کے لیے روانہ کیا وہاں عجیب صورتِ حال پیش آئی۔ ہوا یہ کہ جونہی اسلامی لشکر ایرانیوں پر حملہ آور ہوتا اور ایرانی پسپا ہوتے نظر آتے تو انہیں اچانک کسی طرف سے کمک پہنچ جاتی اور وہ دوبارہ اپنی قوت مجتمع کر کے مسلمانوں کے سامنے ڈٹ جاتے۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو انہیں اس بات سے بڑی تشویش ہوئی۔ آپ کو بتایا گیا کہ ایرانیوں کو اُبلہ شہر سے کمک پہنچائی جاتی ہے۔ اُبلہ دجلہ کے کنارے واقع ایک محفوظ شہر تھا‘ ایرانیوں نے یہاں اسلحہ محفوظ کرنے کے لیے بڑے بڑے سٹور اور دشمنوں پر نگاہ رکھنے کے لیے قلعہ کے برجوں پر رصدگاہیں تعمیر کر رکھی تھیں۔

امیر المومنین نے اُبلہ شہر کو فتح کرنے کے لیے مدینہ سے لشکر روانہ کرنا چاہا مگر تمام بوڑھے اور جوان جہاد کے لیے جا چکے تھے اور مدینہ میں بہت تھوڑے لوگ باقی تھے۔ امیر المومنین نے مدینہ میں موجود تمام افراد کی فہرست سامنے رکھ کر ہر ایک کی صلاحیتوں کا بغور جائزہ لیا۔ آپ کی نگاہِ انتخاب سیّدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ پر پڑی جو شروع ہی میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے ساتویں مسلمان تھے اور جنہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ انہیں بدر‘ اُحد‘ خندق اور دیگر غزوات میں بھی کارہائے نمایاں انجام دینے کا موقع ملا تھا۔ ان کی تلوار اور تیر کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی کمان میں تین سو انیس مجاہدین کا لشکر اُبلہ روانہ کر دیا۔

سیّدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ان کی اہلیہ کے علاوہ دیگر پانچ مجاہدین کی بیگمات بھی شامل تھیں۔ لشکر نے اُبلہ شہر کے قریب ایک سرسبز جگہ پر پڑاؤ کیا‘ لشکر کے

پاس کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی جب بھوک چمکی تو سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے چندلوگوں سے کہا: ''کھانے کے لیے کوئی چیز ڈھونڈ کر لاؤ!......''

وہ خوراک تلاش کرنے چل دیے اس مرحلے پر ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ خوراک کی تلاش کے لیے جانے والوں میں سے ایک صاحب کا بیان ہے: ''ہم کھانے کے لیے کوئی چیز تلاش کر رہے تھے، چلتے چلتے درختوں کے ایک جھنڈ میں جا پہنچے وہاں دو مٹکے پڑے تھے۔ ایک میں کھجوریں تھیں اور دوسرے میں سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے باریک دانے تھے جن پر زرد رنگ کا چھلکا تھا۔ ہم نے دونوں مٹکے اُٹھالیے اور لشکر کے پاس آئے۔

ہمارے ایک ساتھی نے اس مٹکے کو دیکھا جس میں سفید رنگ کے دانے تھے۔ وہ کہنے لگا: ''ارے! یہ تو زہر ہے جو دشمن نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے اس کے قریب بھی نہ پھٹکنا''۔

پھر ہم کھجوروں کے مٹکے کی طرف لپکے اور کھجوریں کھانی شروع کر دیں اتنے میں ایک گھوڑا اپنی رسی تڑا کر بھاگا اور سیدھا اس مٹکے کی طرف لپکا جس میں سفید دانے تھے وہ ان دانوں پر ٹوٹ پڑا اور بڑی رغبت سے کھانے لگا۔ واللہ! ہم نے ارادہ کیا کہ گھوڑے کو ذبح کر دیں ورنہ اس زہر سے اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ ایک ساتھی نے کہا:

''جلدی نہ کرو، گھوڑے کو اسی طرح رہنے دو، میں رات بھر پہرہ دوں گا اگر یہ مرنے لگا تو اسے فوراً ذبح کر دوں گا''۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ گھوڑے کو تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ میری بہن نے کہا: ''بھائی جان! میں نے والد محترم سے سنا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے: زہر کو آگ پر بھون لیا جائے تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا''۔

پھر بہن نے تھوڑے سے دانے لیے، ہنڈیا میں ڈالے اور نیچے آگ جلا دی۔ تھوڑی دیر بعد کہنے لگی: ''آؤ دیکھو! ان کا رنگ سرخ ہو گیا ہے، چھلکا اُتر رہا ہے اور اندر سے سفید سفید دانے برآمد ہو رہے ہیں۔ ہم نے وہ دانے ایک بڑے پیالے میں ڈالے تو امیر لشکر نے فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر کھاؤ......'' ہم نے کھائے تو بڑا مزا آیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ ان دانوں کا نام چاول ہے''۔

(حیاتِ صحابہ کے درخشاں پہلو، ج:۳، ص:۳۱، ۳۲)

(۱۱۳)

عقل مند لڑکی

بیان کرتے ہیں: عرب کے کاروان اور عقلاء میں ایک شخص تھا جس کو لوگ شن کہتے تھے، اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ صرف اسی عورت سے نکاح کرے گا جو اس کے مناسب ہوگی اور وہ ایسی عورت کی تلاش میں قبیلوں اور شہروں کو طے کرتا تھا۔ چنانچہ اس کے بعض سفروں میں ایک آدمی اس کا ساتھی ہوا۔ پس جب ان پر سفر دشوار ہوا تو شن نے اس آدمی سے کہا: ''کیا تو مجھے اُٹھائے گا اور اپنی پیٹھ پر لادے گا یا میں تجھے لادوں؟''

اس کے جواب میں اس شخص نے کہا: ''اے جاہل! کیا سوار سوار کو اپنے اوپر لادتا ہے؟'' پس شن اس سے رُک گیا۔ اس کے بعد وہ دونوں ایک ایسی زراعت پر آئے جو کھڑی تھی پھر شن نے اس آدمی سے کہا: ''کیا تم دیکھتے ہو کہ یہ زراعت کھائی گئی ہے یا نہیں؟''

یہ سن کر اس آدمی نے شن سے کہا: ''اے جاہل! کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ یہ زراعت اپنی بالی میں باقی ہے''۔

پس شن یہ سن کر چپ ہو گیا اور کچھ نہ کہا پھر ان کے سامنے ایک جنازہ آیا۔ یہ دیکھ کر شن نے اپنے ساتھی سے کہا: ''آیا تم دیکھتے ہو کہ اس جنازہ کا صاحب (مردہ) زندہ ہے یا نہیں؟'' اس کے ساتھی نے کہا: ''میں نے تجھ سے بڑھ کر جاہل آدمی نہیں دیکھا، تم دیکھتے ہو کہ وہ مقبروں کی طرف لے جایا جا رہا ہے اور وہ زندہ ہے''۔

جب یہ دونوں اس آدمی کے گاؤں یا محلّہ میں پہنچے تو شن کا رفیقِ سفر اس کو اپنے گھر لے گیا اور اس شخص کی ایک لڑکی تھی جس کا طبقہ نام تھا اس کا باپ شن کی باتوں کا اس سے تذکرہ

Scanned with CamScanner

کرنے لگا اس لڑکی نے کہا: ''اس نے جو کچھ کہا وہ بہت صحیح ہے اور اس نے تم سے ایسی بات دریافت کی جو اسی جیسے آدمی سے دریافت کی جاسکتی ہے کیونکہ اس کا یہ قول کہ تم مجھے لادو گے یا میں تم کو لادوں اس سے اس کی یہ مراد تھی کہ آیا تم مجھ سے باتیں کرو گے یا میں تم سے باتیں کروں تا کہ ہم راستہ قطع کریں اور پھر اس کا یہ کہنا کہ یہ کھیتی کھائی گئی ہے یا نہیں اس سے اس کا یہ مقصد تھا کہ آیا مالکان زراعت نے اس کے ثمن کو کم شمار کیا ہے یا نہیں اور اس کا جنازہ کے بارے میں یہ کہنا کہ زندہ ہے یا نہیں اس سے مراد یہ تھی کہ آیا اس نے اولاد چھوڑی ہے جن سے اس کا ذکر زندہ رہے گا یا نہیں''۔

پس جب وہ شخص گھر سے باہر نکلا تو اس نے اپنی لڑکی کی بات اور اس کے کلام کی جو اس نے تفسیر کی تھی اس کو شن سے بیان کیا یہ سن کر شن نے اپنے لیے اس لڑکی کا بی بی ہونا پسند کیا اور اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کر کے اس کے باپ سے اس کے نکاح کا پیام دیا اور اس سے نکاح کیا اور اس کو اپنی قوم میں لایا۔ پس لوگوں نے ان دونوں کا حال معلوم کیا اور کہا: ''شن نے طبقہ سے موافقت کی''۔ چنانچہ یہ بات ضرب المثل ہوگئی۔ واللہ اعلم

(قلیوبی)

(۱۱۴)

ایک صالح نوجوان عالم دین

بغداد میں ایک نوجوان صالح عالمِ دین تھے جو لوگوں کو علی الاعلان گناہوں سے روکتے تھے، یہاں تک کہ خلیفہ بغداد ہارون رشید کو بھی اس کے خلاف شرع افعال پر ٹوک دیا کرتے تھے۔ خلیفہ نے غصہ میں آکر اس نوجوان عالم کو گرفتار کر کے ایک تنگ کوٹھڑی میں بند کر دیا اور اس کے تمام سوراخوں کو بھی بند کرا دیا تا کہ یہ بھوکے پیاسے گھٹ کر مر جائیں مگر چند دنوں کے بعد خلیفہ نے دیکھا کہ وہی نوجوان ایک باغ میں ٹہل رہا ہے۔ خلیفہ نے گرفتار کر کے دربارِ شاہی میں بلایا اور پوچھا: ''تم کو کوٹھڑی میں سے کس نے نکالا؟''

نوجوان نے کہا: ''جس نے مجھے قید کیا تھا''۔

خلیفہ نے کہا: ''تم کو بند کس نے کیا تھا؟''

نوجوان نے کہا: ''جس نے مجھے نکالا''۔

یہ جواب سن کر خلیفہ تعجب سے حیران رہ گیا اور حق کی ہیبت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے حکم دیا: ''اس نوجوان اور صالح عالمِ دین کو گھوڑے پر سوار کرا کے سارے شہر میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ یہ وہ شخص ہے جس کو خدا نے عزت دی ہے لیکن اس کو خلیفہ ذلیل کرنا چاہتا تھا مگر جس کو خدا عزت دے اس کو کوئی ذلیل نہیں کرسکتا''۔

(روح البیان، ج:۵، ص:۳۹۱)

Scanned with CamScanner

(۱۱۵)

دوزخ کا قیدی اور جنت کا مہمان

جہنم چونکہ غضب خداوندی اور اس کے عذاب و عتاب کا مظہر ہے اس لیے اس کے دروازے غضب الٰہی کے نشان ہیں جہنمیوں کو عذاب کے فرشتے گروہ در گروہ نہایت ذلت وحقارت کے ساتھ اپنی ڈانٹ وڈپٹ اور کرخت آوازوں سے جانوروں کی طرح ہانکتے ہوئے جہنم کے پھاٹکوں کی طرف چلاتے ہوں گے اور جہنمی گروہ منہ لٹکائے نہایت ہی غمگین وحزین صورت بنائے جبکہ ان کے چہرے سیاہ اور خوف وہراس اور مایوسی ونامرادی کی وجہ سے ان پر دھوئیں اڑ رہے ہوں گے۔ شرم وندامت سے سر جھکائے آنکھیں نیچی کیے ہوئے جہنم میں داخل کرنے کے لیے لائے جائیں گے اور جیسے ہی جہنم کے بڑے بڑے دروازوں پر پہنچیں گے تو پہلے فرشتوں کی لعنت وملامت اور انکی دھتکار وپھٹکار سنیں گے۔ پھر عذاب جہنم کے فرشتے اپنی نہایت ہی سخت وکرخت آوازوں میں ڈانٹ کر ان سے پوچھیں گے کہ کیا دنیا میں خدا کے رسول تمہارے پاس تمہیں خدا کی آیتیں سنانے اور اس برے دن سے ڈرانے کے لیے نہیں آئے تھے؟ سب جہنمی اپنی سہمی اور بھرائی ہوئی آوازوں سے اپنے جرم کا اقرار کریں گے اور کہیں گے کہ کیوں نہیں اللہ کے رسول یقیناً ہمارے پاس آئے تھے اور انہوں نے طرح طرح سے ہم لوگوں کو سمجھایا اور اس دن کے عذاب سے ہمیں ڈرایا تھا مگر ہماری شامت تھی کہ ہم نے ان کی صداقت اور حقانیت بھری تقریروں کو جھٹلایا جس کا انجام ہم نے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ہم پر عذاب کی بات پوری ہو کر رہی۔ پھر عذاب کے فرشتے یہ کہہ کر انہیں ذلت کے ساتھ جہنم میں پھینک دیں گے کہ جاؤ اب

جہنم میں چلے جاؤ جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہیں عذابوں میں گرفتار ہو کر رہنا ہے اور یہ جہنم متکبروں کا اتنا برا اور اس قدر بدترین ٹھکانا ہے کہ اس سے زیادہ برا اور اس سے بڑھ کر بدترین ٹھکانا کوئی سوچا ہی نہیں جا سکتا چنانچہ قرآن مجید نے اپنے معجزانہ انداز بیان میں اس ہولناک منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۔قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۔(پ۲۴۔الزمر آیت ۷۱۔۷۲)

اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ در گروہ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے تو دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے تھے کہیں گے کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر برحق ہوا فرمایا جائے گا۔ چلے جاؤ جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے کے لیے تو کیا ہی برا ٹھکانا ہے وہ متکبروں کا۔

☆ جنتی اپنی اپنی سواریوں پر نہایت اعزاز واحترام کے ساتھ لائے جائیں گے وہ گروہ در گروہ جنت کی طرف تعظیم وتکریم کے ساتھ بلائے جائیں گے اور جب اس مقدس گروہ کی رسائی جنت کے شاندار دروازوں کے پاس ہوگی تو ایک دم تمام دروازے کھل جائیں گے اور استقبال کرنے والے ملائکہ کی مقدس جماعت ہر طرف سے سلام واکرام اور خوش آمدید کا نعرہ بلند کرے گی۔ جنتی نہایت ہی ہشاش بشاش اور خوش وخرم ہو کر جنت میں داخل ہوں گے اور یہ کہتے ہوں گے کہ الحمد للہ! خداوند تعالیٰ نے اپنا وعدہ ہمیں سچ کر دکھایا اور ہمیں اس زمین جنت کا وارث بنا دیا کہ ہم جہاں چاہیں رہیں تو واہ! واہ! عمل صالح

Scanned with CamScanner

کرنے والوں کا ثواب کیا ہی خوب ہے اور عرش کے گرد حلقہ باندھے ہوئے جذبہ سرور اور جوش مسرت کے ساتھ ملائکہ مقربین حمد وتسبیح الٰہی کا نعرہ لگاتے ہوں گے۔ چنانچہ قرآن مجید اپنے قدسی انداز بیان میں اس کی منظر کشی کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۔ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (پ۲۴۔الزمر۔آیت ۷۵)

اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کی سواریاں گروہ در گروہ جنت کی طرف چلائی جائینگی یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ سلام تم پر تم خوب رہے تو جنت میں جاؤ ہمیشہ رہنے کے لیے اور جنتی کہیں گے کہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث کیا کہ ہم جنت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی بہترین بدلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کا اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ باندھے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بول رہے ہوں گے اور لوگوں میں سچا فیصلہ کر دیا جائیگا اور (ہر طرف) سے یہی کہا جائے گا کہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

بہر حال دخول جہنم اور جنت میں داخلہ کا منظر بہت ہی عبرت خیز ونصیحت آموز ہے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جہنم میں لے جانے والے عقائد واعمال سے توبہ کرے اور کبھی بھی ان اعمال کا مرتکب نہ ہو اور جنت میں لے جانے والے عقائد واعمال پر مستقیم رہ کر ان عقائد واعمال کا زندگی بھر پابند رہے۔

یاالٰہی! جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو
یاالٰہی! رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو
یاالٰہی! جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو
یاالٰہی! نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوش خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو
یاالٰہی! جب سر شمشیر پہ چلنا پڑے
ربِّ سلّم کہنے والے غمزدا کا ساتھ ہو
یاالٰہی! جب رضا خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولت بے دارِ عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

(حدائق بخشش)

(۱۱۶)

مشائخ سیال شریف کے جداعلیٰ

حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی جو کہ برادرِ حقیقی ہیں شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے۔ آپ فرماتے ہیں: ''دادا شیر کرم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کی پانچویں پشت سے پیر سیال اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ہیں' وہ موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ ملتان والوں کے مرید تھے جب پیران پیر محبوب سبحانی حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مزارِ پُر انوار پر دادا شیر کرم علی نے حاضری دی تو انہوں نے ملتان شریف میں موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا جب ملتان شریف حاضر ہوئے تو اس وقت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ اتنے معمر تھے کہ آنکھوں کے چھپڑ اُٹھا کر دیکھتے تھے۔ ہمارے دادا صاحب کی حاضری پر فرمایا: ''شیر کرم علی آ گئے ہو؟ میں تیرے انتظار میں تھا''۔ چنانچہ بیعت فرما کر خلافت عطا فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا: ''تم میری عمر کے وقت آئے ہو اب راہِ سلوک سمجھنا ہو تو سید شیر شاہ صاحب میرے بڑے خلیفہ ہیں' ان سے سمجھتے رہنا''۔

اسی لیے دادا صاحب پیر شیر شاہ کے ہاں جاتے رہے' وہ دادا صاحب کے پیر بھائی بھی ہوئے اور صحبت کے پیر بھی۔ فرمایا: ''دادا شیر کرم علی کا اصل وطن تو چک دھول ہے جو سیال شریف سے شمال مشرق کی طرف ہے۔ بچپن میں ایک مغل قوم کا لشکر جو ہندوستان سے لوٹ کر افغانستان کو جا رہا تھا ان کو اپنے ساتھ لے گیا اور افغانستان (پشاور) میں ایک مولوی صاحب کو جب شیر کرم علی صاحب نے افغانیوں سے پوشیدہ اپنا حال بتایا تو اس عالمِ دین نے ان کو اپنے پاس چھپا لیا جب وہ لشکر وہاں سے روانہ ہو گیا تو مولوی صاحب نے ان

کو علمِ دین پڑھایا۔ حافظِ قرآن بھی ہوئے۔ مولوی صاحب زیارتِ حرمین شریفین کو گئے تو ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ قدرتاً مولوی صاحب کا وہاں انتقال ہو گیا تو شیر کرم علی صاحب مدینہ منورہ میں بارہ سال تحصیلِ علم کرتے رہے اور وہاں مسجد نبوی میں دس سال امامت بھی کراتے رہے۔ محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے بغداد میں بائیس سال بعد پہنچے۔ دربار کے سجادہ نشین پر کامل یقین نہ ہونے کی صورت میں مضطرب تھے' تفکرات میں رہتے تھے۔ بالآخر غوث زماں رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرمایا: ''ملتان شریف میں میری اولاد ہے' موسیٰ پاک شہید موجود ہیں' ان کے ہاں جا کر اپنا نصیب حاصل کرو''۔

حسب الارشاد ملتان پہنچے اور موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت حاصل کی۔ موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا: ''تو نے اپنے وطن مسکن میں جا کر نکاح کرنا ہے' اپنی عمر زیادہ ہونے کا ذکر بھی عرض کیا''۔ لیکن انہوں نے فرمایا: ''تیری اولاد ہو گی اور تیری پشت سے ایک مردِ عارف کامل ہو گا جس کا فیض عالم میں عام ہو گا''۔

جب واپس چک دھول پہنچے تو تمام رشتہ دار و ملک عدم کو چل بسے تھے۔ دریا کے کنارے جنگل میں خلوت گزیں ہوئے۔ عقیدت مندان زائرین اور پاس آنے جانے والوں نے ان کی شادی کی۔ پانچ لڑکے ہوئے۔ میاں عبدالکریم' میاں محمد یار' حافظ تاج محمود' میاں موسیٰ اور میاں عبدالرحیم۔

میاں شیر کرم علی کے فرزندِ ارجمند میاں تاج محمود اور ان کے فرزند نیک اختر میاں برخوردار اور ان کے فرزند سعید میاں محمد شریف صاحب اور پھر ان کے بیٹے حافظ میاں محمد یار ہوئے۔ ان کے نونہال پیر سیال اعلیٰ حضرت شمس دوران حضرت خواجہ خواجگان محمد شمس الدین ہوئے جن کی بشارت شیر کرم علی صاحب کو ان کے شیخ طریقت رہبر شریعت حضرت خواجہ موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ نے دی تھی کہ تیری پشت سے ایک عارفِ کامل ہو گا جو عالمِ اسلام میں فیضِ عام پھیلائے گا''۔ (انوارِ قمریہ ص: ۲۳۵'۲۳۶)

Scanned with CamScanner

(۱۱۷)

نہر کی صدائیں

حضرت سیّدنا کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''بنی اسرائیل کا ایک شخص توبہ کرنے کے بعد پھر ایک بدکار عورت سے منہ کالا کر کے غسل کرنے کے لیے نہر میں داخل ہوا تو نہر سے صدائیں آنے لگیں: ''اے فلاں! تجھے شرم نہیں آتی؟ کیا تو نے توبہ کر کے یہ عہد نہ کیا تھا کہ اب کبھی یہ گناہ نہ کروں گا؟''

نہر کی صدائیں سن کر خوف زدہ ہو کر پانی سے باہر نکل آیا اور یہ کہتا ہوا وہاں سے بھاگا:

''اب کبھی بھی اپنے پاک پروردگار کی نافرمانی نہیں کروں گا''۔

روتا ہوا ایک پہاڑ پر پہنچا جہاں بارہ افراد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے۔ یہ بھی ان کے ساتھ عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گیا' کچھ عرصہ بعد وہاں قحط پڑا تو تیرہ افراد پر مشتمل نیک لوگوں کا وہ قافلہ غذا کی تلاش میں پہاڑ سے نیچے اُترا اور آبادی کی طرف چل دیا۔ اتفاق سے ان کا گزر اسی نہر کی طرف سے ہوا' وہ شخص خوف سے تھرا اُٹھا اور کہنے لگا: ''میں اس نہر کی طرف نہیں جاؤں گا کیونکہ وہاں میرے گناہوں کو جاننے والا موجود ہے' مجھے اس کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی ہے''۔ یہ کہہ کر وہ وہیں رُک گیا۔

باقی بارہ افراد جب نہر پر پہنچے تو نہر سے صدائیں آنا شروع ہو گئیں: ''اے نیک بندو! تمہارا رفیق کہاں ہے؟''

انہوں نے جواب دیا: ''وہ کہتا ہے کہ اس نہر پر میرے گناہوں کو جاننے والا موجود ہے' مجھے اس کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی ہے''۔

نہر سے آواز آئی: ''سبحان اللہ! اگر تمہارا کوئی عزیز تمہیں تکلیف پہنچائے پھر نادم ہو کر تم سے معافی مانگ لے اور اپنی غلط عادت ترک کر دے تو تم اس سے صلح نہ کر لو گے؟ تمہارا

رفیق بھی اپنے گناہ سے تائب ہو کر عبادت میں مشغول ہو گیا ہے لہٰذا اب اس کی اپنے رب سے صلح ہو چکی ہے اب میں اس سے راضی ہوں۔ جاؤ! اسے یہاں لے آؤ اور تم سب میرے کنارے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو''۔

انہوں نے اپنے رفیق کو خوش خبری دی اور پھر یہ سب مل کر وہاں مشغولِ عبادت ہو گئے۔ وہیں اس نیک شخص کا انتقال ہوا' نہر سے آوازیں آنے لگیں: ''اے نیک بندو! اسے میرے پانی سے غسل دو اور میرے ہی کنارے دفن کرو تا کہ بروزِ قیامت بھی وہ یہیں سے اُٹھایا جائے''۔

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ساری رات اس کے مزار کے قریب عبادت کرتے اور روتے ہوئے گزاری' وقتِ سحر انہیں نیند نے آلیا جب جاگے تو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس نیک شخص کے مزار کے اطراف میں سرو (ایک خوب صورت مخروطی (گاجر کی) شکل کا قد آور درخت جو اکثر باغات میں لگایا جاتا ہے جسے صنوبر کا درخت کہا جاتا ہے) کے بارہ درخت کھڑے تھے' زمین پر سب سے پہلے سرو کے درخت یہیں اُگے۔ یہ سب سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ درخت ہمارے لیے پیدا فرمائے ہیں تا کہ ہم کہیں اور جانے کی بجائے ان کے سائے میں ہی رہیں اور یہیں رہ کر اپنے پاک پروردگار کی عبادت کریں۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں عبادت میں مشغول ہو گئے جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا تو اسی شخص کے پہلو میں دفن کر دیا جاتا حتیٰ کہ سب وفات پا گئے''۔

اس حکایت کو نقل کرنے کے بعد حضرت سیّدنا کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''بنی اسرائیل اُن کے مزارات کی زیارت کے لیے آیا کرتے تھے''۔ (عیون الحکایات)

آپ نے ملاحظہ فرمایا: اللہ تعالیٰ کتنا مہربان اور رحمٰن ورحیم ہے جب کوئی بندہ سچے دل سے تائب ہوتا ہے تو اس سے خوش ہو جاتا ہے۔ یہ درس بھی ملا کہ گناہ کرنے والا اگرچہ لاکھ پردوں میں چھپ کر گناہ کرے' اللہ تعالیٰ تو دیکھ ہی رہا ہے لہٰذا انسان کو ہر وقت رب سے ڈرتے رہنا چاہیے اور گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اعمالِ صالحہ کو اپنا وطیرہ بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے بچا کر اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم!

Scanned with CamScanner

(۱۱۸)

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

وہ یمن کا بڑا مشہور کاہن تھا' اس کا رنگ کالا بھجنگ اور جسم نہایت موٹا اور بھدا تھا۔ وہ جتنا سیاہ پوست تھا' اتنا ہی سیاہ دل بھی تھا اس کا نام عبہلہ بن کعب تھا مگر لوگ اسے ''اسود عنسی'' کے نام سے جانتے تھے۔ یہ شخص بلا کا مکار اور حیلہ ساز تھا اس دَور میں اس سے بڑھ کر کوئی شعبدہ باز نہ تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری دَور تھا۔ عرب اس زمانے میں عموماً اَن پڑھ اور جاہل تھے۔ یمن میں اسلام کی روشنی آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی مگر پھر بھی جہالت عروج پر تھی۔ یمن میں اس وقت دو بڑے کاہن تھے۔ لوگ ان کا لوہا مانتے تھے۔ ان کے بارے میں عجیب وغریب قصے مشہور تھے۔ لوگ یہ قصے اپنی مجالس میں مزے لے لے کر بیان کرتے تھے۔ ایک کاہن نصف انسان کی صورت میں تھا' اسے شقا کہا جاتا تھا اور دوسرا کاہن حرکت نہ کر سکتا تھا' اسے سطیحا بولا جاتا تھا۔ لوگوں کی اس جہالت کا عبہلہ نے خوب فائدہ اُٹھایا۔ شعبدہ باز تو وہ پہلے ہی تھا چنانچہ اس نے ان کاہنوں کی مدد سے یمن پر قبضہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ بدقسمتی سے اس کے اردگرد لوگوں کا ایک بڑا ٹولہ جمع ہو گیا۔ وہ لوگوں کے پاس جا جا کر اس کی کرامتوں کے قصے بیان کرنے اور اسے اللہ کا برگزیدہ بندہ کہنے لگے۔ شروع میں اس کے ساتھ صرف سات سو آدمی تھے۔ یمن پر اس دَور میں کسریٰ کے مقرر کردہ امیر باذان کی حکومت تھی۔ پہلے ہم مختصراً یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یمن میں کسریٰ کی حکومت کیسے آئی تا کہ قارئینِ کرام کو اس علاقے کی تاریخ کا صحیح علم ہو جائے۔

ایک زمانے میں یمن' قبیلہ حمیر کے ماتحت تھا' ان کے بادشاہ تبع کہلاتے تھے پھر شاہ حبشہ نے اپنے دو جرنیلوں اشرم اور اریاط کو فوج دے کر بھیجا۔ انہوں نے حمیر سے یمن چھین

لیا۔ یوں یہ ملک حبشیوں کے قبضے میں آ گیا پھر اشرم اور اریاط میں جھگڑا ہوا تو اریاط مارا گیا' اشرم فتح یاب ہوا اسی اشرم کا نام ابرہہ تھا۔ یہ مذہباً عیسائی تھا اس نے یمن میں ایک بہت بڑا کلیسا بنایا اور چاہا کہ عرب کعبہ چھوڑ کر اس کلیسا کا حج کریں۔ ایک قریشی نے اس کلیسا میں پاخانہ کر دیا جب ابرہہ کو یہ اطلاع ملی تو اس نے حلف اُٹھایا کہ وہ بیت اللہ کو تباہ کر دے گا۔ چنانچہ وہ ہاتھیوں کا غول ساتھ لے کر مکہ کی طرف چل پڑا اور خائب وخاسر ہوا اس کی تفصیل سورۂ فیل میں موجود ہے۔ ابرہہ مکہ سے واپسی کے دوران راستے ہی میں سخت بیمار ہو گیا اس کے اعضاء مسلسل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتے رہے جب وہ صنعاء پہنچا تو اس کا دل پھٹ گیا اور وہ مر گیا اس کے بعد اس کا بیٹا بادشاہ بنا پھر اس کا بھائی مسروق بن ابرہہ بادشاہ بنا۔ یمن کی حکومت کم وبیش ستر سال تک حبشیوں کے ہاتھ میں رہی پھر سیف بن ذی یزن حمیری قیصرِ روم سے ان کے خلاف مدد مانگنے گیا چونکہ حبشی عیسائی تھے لہٰذا اس نے ہم مذہب ہونے کی وجہ سے ان کے خلاف مدد دینے سے انکار کیا پھر وہ ایرانیوں کے بادشاہ کسریٰ کے پاس گیا اور اس سے مدد مانگی۔ کسریٰ راضی ہو گیا چنانچہ کسریٰ کی مدد سے حبشیوں سے یمن کا قبضہ چھڑا لیا گیا۔ مسروق بن ابرہہ کو قتل کر دیا گیا اور دستور کے مطابق سیف بن ذی یزن کو بادشاہ مقرر کیا گیا۔ عرب ہر جانب سے مبارک باد دینے آئے اس کے علاوہ بھی مختلف ملکوں پر کسریٰ کے نائب مقرر تھے۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ صلح حدیبیہ کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امراء اور بادشاہوں کو خطوط ارسال فرمائے ان میں ایران کا شہنشاہ خسرو پرویز بھی شامل تھا اس نے جب خط پڑھا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہے اس پر خسرو پرویز بہت غضب ناک ہوا اس نے خط پھاڑ دیا اور اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا: ''جب تمہیں یہ خط ملے تو جزیرہ نمائے عرب کے اس شخص کی طرف دو آدمی بھیج دو جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے تا کہ وہ اسے گرفتار کر کے میرے پاس لے آئیں'۔

باذان نے دو سمجھ دار ہٹے کٹے آدمی مدینہ بھیجے اس نے ہدایت کی: ''ان کے پاس جاؤ جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دیکھو وہ کیسے ہیں اگر وہ جھوٹے ہیں تو گرفتار کر کے خسرو کے

Scanned with CamScanner

پاس لے جاؤ اور وہ سچے معلوم ہوں تو مجھے ان کے معاملے کی اطلاع دو تا کہ میں اس پر غور وفکر کروں''۔

وہ دونوں مدینہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت اچھے حالات میں پایا۔ وہ مدینہ میں ایک ماہ تک رہے انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو باذان کا پیغام پہنچایا تو آپ نے از روئے وحی انہیں بتایا: ''آج منگل کی رات ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری کو میرے رب نے تمہارے آقا کو قتل کر دیا ہے۔''

وہ دونوں بولے: ''کچھ ہوش ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات کر رہے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اس کی تصدیق کر لو''۔

ادھر باذان کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا: ''اگر یہ خبر سچ ہے تو پھر یہ سچے نبی ہیں......'' پھر چند دنوں کے بعد کسریٰ کے بیٹے کا خط آ گیا جس میں اس نے لکھا: ''میں نے اپنے باپ کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا ہے''۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر باذان اسلام قبول کر لے تو حکومت اسی کے پاس رہے گی چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں سمیت اسلام قبول کر لیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اقتدار باذان ہی کے پاس رہنے دیا۔

باذان کی وجہ سے یمن میں اسلام کی روشنی پھیلتی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابوموسیٰ اشعری اور دیگر صحابہ علیہم الرضوان کو تبلیغ کے لیے بھیجا۔ باذان وفات پا گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے ''شہر'' کو صنعاء اور بعض دوسرے صوبوں پر نائب مقرر کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یمن کے لوگوں کو تعلیم دیتے رہے۔ وہ دینِ حنیف کی تبلیغ وتعلیم کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہتے تھے۔ یہ سب کچھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری زمانے ۱۰ ہجری میں ہوا اسی دوران یہ لعین اسود عنسی منظرِ عام پر نمودار ہوا اور اس نے طاقت پکڑی۔

اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کارندوں کو لکھا: ''تم نے ہمارا جو علاقہ ہتھیا لیا ہے اور جتنا مال جمع کیا ہے' وہ سب واپس کر دو' ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں''۔

پھر وہ نجران کی طرف بڑھا' وہاں قبضہ کیا پھر صنعاء کا قصد کیا' وہاں اس کا مقابلہ شہر بن باذان سے ہوا۔ بدقسمتی سے اس لڑائی کا نتیجہ اسود عنسی کے حق میں نکلا۔ ''شہر'' کو شکست ہوئی' وہ شہید ہو گیا اور اسود عنسی نے یمن پر مکمل قبضہ کر لیا۔ یمن کے بہت سے لوگ مرتد ہو کر اسود کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اس نے ''شہر'' کی بیوہ ''آزاد'' سے زبردستی نکاح کر لیا۔ یہ نہایت حسین وجمیل' پکی مسلمان' نہایت نیک سیرت اور صالحہ خاتون تھی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ صنعاء سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرموت چلے گئے اس دوران صنعاء کے مسلمانوں نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا۔ آزاد کو اسود عنسی سے سخت نفرت تھی جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کی اطلاع پہنچی تو آپ نے یمن کے مسلمانوں کو اسود عنسی پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ادھر اسود عنسی نے اپنا اقتدار مضبوط کر لیا اور ہر گھر میں اپنے جاسوس داخل کر دیے۔ شہر کی بیوہ آزاد نے بھی بڑی حکمتِ عملی سے کام لیا اس نے فرعون کی بیوی آسیہ کی طرح اپنا ایمان چھپائے رکھا۔ اسود بھی اس پر اعتماد کرنے لگا۔ اسود کے حاشیہ نشینوں میں ایک ایرانی النسل شخص فیروز تھا۔ وہ شہر کی بیوہ آزاد کا دودھ شریک اور چچازاد بھی تھا جب بھی وہ اپنی بہن سے ملنے جاتا تو وہ عبہلہ کے ظلم وستم کی شکایت کرتی اس کے غلط عزائم سے آگاہ کرتی ادھر مسلمانوں کی فوج کے سپہ سالار ''وبرہ بن یحنس کلبی'' بھی اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہ تھے۔ ان کا آزاد اور فیروز سے مسلسل رابطہ تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار تھے اور آپ کا آخری وقت آ چکا تھا۔ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری میں مصروف تھے ادھر فیروز اور امیرہ آزاد میں عبہلہ اسود عنسی کو ٹھکانے لگانے کا پروگرام طے پا گیا۔ عبہلہ کے اردگرد اس قدر کڑا پہرہ رہتا تھا کہ اسے قتل کرنا ناممکنات میں سے تھا۔ آزاد نے فیروز کو محل میں ایک ایسی تنگ وتاریک جگہ بتائی جہاں کوئی محافظ نہیں ہوتا تھا اور وہ مناسب وقت تک وہاں چھپ سکتا تھا۔ آزاد نے فیروز کو پیغام بھیجا کہ تم فلاں دن فلاں وقت اسی جگہ پہنچ جاؤ۔ میں اس رات عبہلہ کو خوب شراب پلاؤں گی۔ نتیجتاً اس کی عقل ماری جائے گی' اسے اردگرد کا کوئی ہوش ہی نہیں رہے گا اسی لمحے تم اسے قتل کر دینا۔ فیروز مقررہ وقت پر محل پہنچ گیا اور اپنی

Scanned with CamScanner

تلوار لیے مقررہ تنگ جگہ میں چھپ کر رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ رات کو عبہلہ سونے کے لیے آیا اس کے محافظ محل کے کونوں پر تعینات تھے اور حسبِ دستور پہرہ دے رہے تھے اس نے سونے سے پہلے حسبِ معمول خوب شراب نوشی کی اور دُھت ہو کر بستر پر گر گیا۔ جلد ہی اس کے خراٹوں کی خوف ناک آواز آنے لگی۔ ادھر فیروز اسی وقت کا منتظر تھا' آزاد نے چراغ جلا رکھا تھا اس نے اپنی تلوار سنبھالی اور پوری قوت سے عبہلہ پر وار کیا۔ وہ بیل کی طرح اتنی شدت سے ڈکرایا کہ اس قسم کی دل خراش آواز کبھی نہ سنی گئی تھی۔ عبہلہ کی گرج دار چیخیں دُور تک گونجتی چلی گئیں۔ محافظ چوکنے ہو گئے۔ وہ عبہلہ کے کمرے کی طرف دوڑے۔ ادھر فیروز نے دوبارہ بھرپور وار کیا جو کاری ثابت ہوا اس دوران محافظ تلوار سنبھالے دروازے تک آ پہنچے وہاں آزاد کھڑی تھی۔ انہوں نے پوچھا: ''ہم نے امیر کی آواز سنی ہے' اسے کیا ہوا؟''

وہ بولی: ''گھبرانے کی کوئی بات نہیں' تمہارے نبی پر وحی اُتر رہی ہے''۔

وہ واپس چلے گئے۔ ادھر صبح ہوئی تو فیروز نے قلعے کی دیوار پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ مسلمان اور کافر قلعے کے اردگرد سب جمع ہو گئے تو اس نے بلند آواز سے کہا:

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ ۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں''۔

اور عبہلہ کذاب ہے پھر اس نے عبہلہ کا سر ان کی طرف پھینک دیا۔ وہ مسلمان جنہوں نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا' باہر آ گئے اس طرح عبہلہ کے ساتھیوں نے شکست کھائی۔ مسلمانوں نے انہیں قتل کیا' بعض کو قیدی بنایا اور بعض بھاگ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین اپنی اپنی عمل داریوں کی طرف واپس چلے گئے۔

خس کم' جہاں پاک' اسود عنسی کا فتنہ ختم ہوا۔ یہ واقعہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صرف تین دن پہلے پیش آیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسود عنسی کے قتل کی خوش خبری سنا دی۔ البدایہ والنہایہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گزشتہ

شب اسود عنسی قتل ہو گیا ہے اور اسے ایک بابرکت آدمی نے قتل کیا ہے جو بابرکت اہلِ بیت میں سے ہے''۔ پوچھا گیا: ''وہ شخص کون ہے؟'' فرمایا: ''فیروز' فیروز''۔

اسود عنسی کے قتل کے بعد وقتی طور پر اس کے امراء کی قوت اور حوصلوں کی کمان ٹوٹ گئی۔ بدقسمتی سے دو بڑے امراء قیس بن مکشوح اور عمرو بن معدیکرب بھی اسود کے ساتھیوں میں تھے۔ یہ بڑے بہادر اور جواں مرد تھے۔ یمن کے لوگ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی امامت پر متفق ہو گئے۔ چنانچہ وہ صنعاء میں لوگوں کو نماز پڑھانے لگے ادھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جہاں دیگر عرب قبائل مرتد ہوئے' وہاں یمن کے بہت سے لوگ بھی مرتد ہو گئے۔ انہوں نے قیس بن مکشوح اور عمرو بن معدیکرب کو اپنا لیڈر بنایا اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمانوں کو زہر کے ذریعے ہلاک کرنے کا پروگرام بنایا مگر اللہ نے اپنی خاص رحمت سے ان کی یہ سازش ناکام بنا دی۔ فیروز بال بال بچ گیا۔ یہ وقت مسلمانوں کے لیے بلاشبہ بڑا کٹھن تھا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذہانت اور مضبوط مؤقف کی وجہ سے جلد ہی مرتدین اور مانعینِ زکاۃ پر قابو پا لیا گیا جوں ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مرتدین سے فراغت ملی' انہوں نے فیروز کو پیغام بھیجا کہ عنقریب تمہاری مدد کے لیے ہماری فوج آ رہی ہے۔ ادھر فیروز نے مدد آنے سے پہلے ہی مسلمانوں کی قوت کو اکٹھا کر کے صنعاء کے باہر اسود عنسی کے باقی ماندہ متبعین اور مرتدین سے خوب جم کر جنگ کی۔ کافروں کے سردار قیس بن مکشوح اور عمرو بن معدیکرب تھے۔ جنگ کا انجام یہ ہوا کہ یہ دونوں سردار گرفتار کر لیے گئے اور انہیں بیڑیاں پہنا کر مدینہ روانہ کر دیا گیا اس طرح یمن میں مرتدین کی قوت پاش پاش ہو گئی۔

جب یہ دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوئے تو انہوں نے انہیں سرزنش کی۔ دونوں معافی کے طلب گار ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی معافی قبول کر لی' انہیں آزاد کرنے کا حکم دیا اور واپس اپنی قوم کی طرف یمن بھیج دیا۔ حضرت عمرو بن معدیکرب نے قادسیہ کے میدان میں جس بہادری کا مظاہرہ اور مسلمانوں کو

Scanned with CamScanner

فتح دِلوانے میں نمایاں کردار ادا کیا' وہ ایک الگ داستان ہے جو تاریخ کی کتب میں مذکور ہے۔ یمن میں ایک مردِ صالح فیروز اور صالحہ خاتون آزاد کی بدولت اسلام کا ازسرِ نو غلبہ ہو گیا اور مرتدین نیست و نابود ہو گئے۔

(البدایۃ والنہایۃ:۶/۳۰۷، والکامل فی التاریخ:۲/۲۰۱، والعبر فی خبر من غبر:۱/۱۲)

(۱۱۹)

انوکھا خریدار

بعض بزرگوں کی حکایت ہے کہ انہوں نے اپنی لونڈی فروخت کی اس کے بعد وہ اس پر نادم ہوئے اور انہیں اس حال کو لوگوں پر ظاہر کرتے شرم آئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ہتھیلیوں پر اپنی حاجت لکھی اور کہا: ''یا مجیب الدعاء جو میں چاہتا ہوں اس کو تو خوب جانتا ہے''۔ اور اپنی زبان سے کچھ نہ کہا اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے۔ پس جب صبح ہوئی تو انہوں نے کسی کو اپنا دروازہ کھٹکھٹاتے دیکھا اور اس سے کہا: ''تو کون ہے؟''

اس نے کہا: ''میں وہی ہوں جو کل تم سے لونڈی خرید لے گیا تھا اور آج اس لونڈی کو تمہارے پاس واپس لایا ہوں''۔ یہ سن کر وہ بے حد خوش ہوئے اور لونڈی کو لے کر خریدار سے کہا: ''تم صبر کرو' یہاں تک کہ ہم اس کی قیمت تمہارے حوالہ کریں''۔

خریدار نے کہا: ''میں تم سے قیمت نہیں چاہتا ہوں اور میں اس کا بدلہ اس سے بہتر لے چکا ہوں اس لیے کہ میں نے خواب میں ایک کہنے والے کو دیکھا کہ وہ کہتا ہے کہ اے شخص! اس لونڈی کا بیچنے والا اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہے اور اس کا دل اس لونڈی سے وابستہ ہو گیا ہے۔ پس اگر تو اس لونڈی کو بلا قیمت اسے واپس دے دے گا تو میں تجھے جنت مین داخل کروں گا اور اس کے عوض میں تجھے حورِ بہشتی عطا کروں گا اس لیے میں نے اس ثواب کو قیمت پر ترجیح دی۔ پس میں ثمن نہ لوں گا''۔ پھر وہ چلتا ہوا۔ (نوادر قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(١٢٠)

شیر کے پنجرے میں نماز پڑھنے والا

ایک زاہد عالمِ دین نے خلیفہ دمشق مروان کے گانے بجانے کے آلات توڑ پھوڑ دیئے۔ خلیفہ نے برہم ہو کر حکم دیا کہ ان کو شیر کے سامنے ڈال دیا جائے تا کہ وہ انہیں چیر پھاڑ کر ڈالے۔ چنانچہ یہ عالمِ ربانی جب شیر کے سامنے لائے گئے تو انہوں نے نماز شروع کر دی۔ شیر ان کو دیکھ کر دُم ہلاتے ہوئے آگے بڑھا اور ان کے پاؤں کو چاٹنے لگا اور یہ برابر نماز میں مشغول رہے۔ ساری رات اس حالت میں بسر ہو گئی۔ خلیفہ نے صبح کو حال دریافت کیا: ہو یکھو شیر نے عالمِ دین کو کھا ڈالا یا نہیں؟ جب لوگ دیکھنے کے لیے گئے تو یہ منظر دیکھا کہ عالمِ دین نماز پڑھ رہے اور شیر ان کا پاؤں چاٹ رہا ہے۔ لوگوں نے عالمِ دین کو شیر کے پنجرے سے نکال کر دربار میں حاضر کیا۔ مروان نے پوچھا: ''تمہیں شیر کا کوئی خوف نہیں تھا جو اتنے اطمینان سے تم نماز پڑھ رہے تھے؟''

عالمِ دین نے جواب دیا: ''میں تو رات بھر اسی فکر میں رہا کہ شیر نے میرا پاؤں چاٹ لیا ہے اور شیر کا جھوٹا نجس ہے تو میری نماز کس طرح ہوئی ہوگی؟ مجھے اس فکر سے فرصت ہی نہیں ملی کہ میں شیر کا خوف کرتا''۔ مروان عالمِ دین کے اس جواب سے حیران رہ گیا اور حق کی ہیبت سے لرزہ براندام ہو کر اس نے اس عالمِ دین کو رہا کر دیا۔

ایسے واقعات کو پڑھ کر جہاں علماء حق کی کرامتوں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے وہاں یہ حقیقت بھی بے نقاب ہو کر نگاہوں کے سامنے آ جاتی ہے کہ حق گو حقانی اور حق کا اعلان کرنے والے علماء حق کی خداوند عالم دشمنوں کے مقابلے میں کس طرح نصرت و اعانت فرماتا ہے۔ کسی حق پرست عالم کا یہ نعرۂ حق کتنی سچی حقیقت کا اظہار ہے

ہزار دشمن اگر می کنند قصد ہلاک
گر مرا تو دوستی از دشمنان ندارم باک

''ایک ہزار دشمن اگر مجھے ہلاک کرنے کا قصد کرلیں لیکن اے میرے اللہ! اگر تو میرا دوست ہے تو میں ان دشمنوں کا کبھی کوئی خوف نہیں رکھتا ہوں''۔

(روحانی حکایات)

Scanned with CamScanner

(۱۲۱)

آفتاب سیال شریف

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت جناب خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کو مندرجہ ذیل شعر پر وجد ہوا تھا

شراب عشق کا ندر جام کردند
نصیب عاشقاں بدنام کردند
ثنائے زلف رخسار تو اے ماہ
ملائک ورد صبح و شام کردند

فرمایا پیر سیال علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک درویش آیا: ''عرض کی کہ پانچ سو روپے کا مقروض ہوں، مجھے عطا فرماؤ تا کہ قرضہ ادا کر سکوں''۔ فرمایا: ''اس وقت تو میرے پاس نہیں، آؤ! تیرے ساتھ چلتا ہوں جب رقم بن گئی، واپس آجائیں گے''۔

چنانچہ آپ اس کے ساتھ ہو لیے۔ ایک گاؤں (نورے والا) میں تشریف لے گئے وہاں ایک زمیندار نے بوجہ آپ کے زیر سایہ ہونے کے تین سو روپے پیش کیے۔ ازاں بعد گھوڑی والا تشریف لے گئے۔ لوگوں کو فرمایا: ''یہ مولوی صاحب درویش آدمی پانچ سو روپے کا مقروض ہے اس کی امداد کرو''۔

لوگوں نے اپنی حیثیت کے مطابق دینا شروع کر دیا۔ کوئی رقم لایا، کوئی زیور لایا، کوئی کچھ۔ بہرحال جب رقم کا اندازہ لگایا گیا تو پانچ سو سے زائد ہوگئی۔ درویش نے کہا: ''میں تو صرف پانچ سو روپے کا خواست گار ہوں۔ میرا قرض صرف پانچ سو ہی ہے اور اتنے ہی کا مطالبہ کیا ہے''۔

یہ کہہ کر باقی واپس کر دیے اس درویش کا کام اس طرح کرنے کے بعد پیر سیال واپس تشریف لائے۔

کار درویش مستمند برآر
کہ ترا نیز کارہا باشد

آپ نے فرمایا: ''اعلیٰ حضرت پیر سیال رضی اللہ عنہ کا علم ظاہری بھی جس نے دیکھ لیا ہے اسے دنیا کے علماء بھول گئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بڑے بڑے مشہور علماء سے علوم وفنون حاصل کیے تھے اور خدا تعالیٰ کا فضل وکرم تھا کہ حافظہ بھی بہترین تھا۔ میں کہتا تھا کہ حافظہ بھی میرے برابر کا نہیں ہوگا اور علم بھی بہت حاصل کیا تھا۔ چنانچہ سیال شریف میں حضرت صاحب سے مناظرہ کے لیے حاضر ہوا۔ میں نے مسئلہ وحدۃ الوجود کی بحث کے لیے دلائل پیش کیے کہ وحدۃ الوجود کہنا غلط ہے۔ وحدۃ الشہود کہہ سکتے ہیں''

چنانچہ امور عامہ اور دوسری الٰہیات کی بحثیں جہاں جہاں تھیں اور محققین کے اقوال اتنے بیان کیے کہ مجھے یقین تھا اب اتنے دلائل کا انکار ناممکن ہے اور حضور تائید ہی فرمائیں گے جب دلائل ختم کیے تو آپ نے فرمایا: ''واہ! واہ!''

جس طرح ایک بچے کی تقریر و بیان سن کر جواب دیا جاتا ہے۔ فرمایا: تیری پہلی مثال و دلیل کا جواب یہ ہے۔ دوسری کا یہ ہے، علیٰ ہذا القیاس ترتیب وار تمام اعتراضات کا جواب اس طرح دیا جس طرح روشن اور واضح چیز ہو جاتی ہے۔ فوراً سمجھ میں آ گئے۔ میں اس وقت سمجھا کہ ایک علم کے پہاڑ کے سامنے ایک پتھر، کنکری یا مٹی پڑی ہوا اور دل میں کہا: میں نے تو دنیا بھر میں دوسرے علماء کے پاس ویسے ہی وقت ضائع کیا ہے۔

جن اساتذہ کو میں بحر اور بڑے علماء سمجھتا تھا وہ تو آپ کے طفل مکتب ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ایک دفعہ حضرت اعلیٰ پیر سیال رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا:

اَلْعِلْمُ حِجَابٌ اَکْبَر ۔ کا مطلب کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ علم عالم کے لیے شیطان کی

طرف راغب ہونے سے حجاب اکبر ہے اور یہ جواب مخاطب کے ذہنی اعتراض کے لیے فرمایا کیونکہ مخاطب علم کی تنقیص کرنا چاہتا تھا‘‘۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا: ’’کسی نے پیر سیال سے پوچھا‘ منصور حق پر تھا یا قاضی حق پر تھا؟‘‘

آپ نے جواب دیا: ’’اگر منصور صرف حق حق کہتا تو قاضی شرع کی گرفت میں نہ آتا اس نے توحید کی گستاخی کی اور شریعت کا پاس نہ رکھا‘‘۔

مولوی حبیب اللہ نے سن کر کہا: ’’انا الحق‘‘ کا لفظ تو شریعت وطریقت ہر دو کے خلاف تھا؟ حضور نے فرمایا‘ بہت بڑی ہستی کے الفاظ ہیں‘ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ واللہ اعلم

آپ نے فرمایا: ’’پیر سیال کا نذر برادار خدا بخش بلوچ تھا اس نے ایک بار گھڑی پیش کی اور عرض کیا: ’’غریب نواز ملتان سے یہ ساعت آپ کے لیے لایا ہوں‘‘۔

لیکن ساعت کو وہ سیعت کہتا تھا۔ آپ نے پوچھا: ’’یہ کیا کام دے گی؟‘‘

عرض کیا: ’’وقت بتائے گی‘‘۔ پیر سیال غریب نواز نے فرمایا: ’’رات کو ستاروں کے اندازہ سے وقت معلوم کر لیتا ہوں اس کی مجھے ضرورت نہیں یہ تو بچوں کا کھیل ہے‘‘۔

آپ نے فرمایا: ’’پیر سیال غریب نواز نے کبھی تعلیمی زمانہ میں بھی تہجد کی نماز قضا نہیں کی تھی‘‘۔ بندہ نے پوچھا: ’’قربِ قیامت میں ایک بہت بڑے روز کی حدیث پاک آئی ہے اس کا مطلب کیا ہے؟‘‘

تو آپ نے فرمایا: ’’ہاں! مسند امام احمد میں مسندات حذیفہ سے ہے‘‘۔

(مشکوٰۃ شریف باب العلامات بین یدی الساعۃ) میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

يَوْمٌ كَسَنَةٍ يَوْمٌ كَشَهْرٍ يَوْمٌ كَجُمْعَةٍ وَبَاقِي سائر الْاَيَّام كَاَيَّامِكُمْ
اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ۔

دجال کے زمانہ میں چالیس دن یا چالیس سال (اس میں شبہ ہے) ایسے ہوں گے جن میں ایک دن تو ایک سال کا ہوگا‘ ایک دن ایک ماہ کا ہوگا اور ایک دن ایک ہفتے کا اور باقی ایام تمہارے دنوں جیسے ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ’’تو پھر نمازیں

ایک دن کی ہوں گی یا سال بھر کی؟‘‘ تو فرمایا: ’’سال بھر کی ہوں گی‘‘۔

پوچھا گیا: ’’کس طرح معلوم ہوں گی؟‘‘ تو فرمایا: ’’اندازہ سے معلوم کریں گے‘‘۔

میرے حضرت غریب نواز نے فرمایا: ہمیں تو اسی گھڑی کا خیال آتا ہے شاید اسی کے ذریعے وقت معلوم ہوگا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی ذریعہ سمجھ میں نہیں آتا یا کوئی اور چیز یا سبب بن جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

دوبارہ زندگی مل گئی

۹ ربیع الاوّل شریف بروز سوموار بعد از نمازِ ظہر مسجد میں بعد از ختم خواجگان آپ نے چند ملفوظات بیان فرمائے۔ فرمایا: ’’جیون ترکھان سیال شریف کا باشندہ تھا‘ بڑے قد والا اور طاقت ور ایک دفعہ بوٹے مسلم شیخ کے ساتھ لڑ پڑا۔ بوٹا مسلم شیخ پہلے چوہڑا تھا بعد میں مسلمان ہوا۔ وہ بھی بہت جسیم قد آور اور نہایت طاقت ور تھا۔ لڑائی میں جیون ترکھان نے اس کو ایک تھپڑ مارا اس کے دونوں کانوں سے بھیجا (چربی) نکل پڑا۔ دُور جا گرا اور تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ آپ نے فرمایا: ’’مجھے جیون خود کہتا ہے کہ میں بہت گھبرایا کہ مجھے حکومت گرفتار کر لے گی‘‘۔

اس لیے پیر سیال کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی: ’’غریب نواز میں تو بہت نقصان کر آیا ہوں‘‘۔ آپ نے فرمایا: ’’او خدا کی مار‘‘ کیا بات ہے؟‘‘

عرض کیا: ’’بوٹا مسلم شیخ میرے ساتھ جھگڑا ہے‘ میں نے طمانچہ مارا اور وہ مر گیا‘‘۔

آپ (پیر سیال) نے فرمایا: ’’طمانچہ نہ مارتا یا اپنی طاقت کا خیال رکھ کر مارتا‘‘۔

میں نے عرض کیا: ’’غریب نواز! میں نے پہلے مار دیا اگر نہ مارتا تو وہ مار دیتا اب کرم فرماؤ تاکہ زندہ ہو جائے‘‘۔

آپ نے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب ضرور زندہ ہو جائے گا پھر مجھے یہ خیال آیا کہ کہیں جلدی جلدی دفن نہ کر دیں۔ بالآخر میں نے اس کے قریب آ کر کان کے ساتھ منہ لگایا کہ زندہ ہوا ہے یا نہیں تو کچھ معلوم نہ ہوا‘ گھر چلا گیا لیکن یقین تھا کہ زندہ ہو جائے گا کیونکہ آپ نے دعا فرمائی ہے۔ یہ واقعہ عصر کے وقت ہوا تھا۔ رات ہو گئی‘ صبح

سویرے یعنی بوقتِ تہجد اس کے گھر گیا تو سنا اسے عورت کہہ رہی تھی: ''کیا پینا چاہتا ہے؟''

یعنی باتیں کر رہا تھا حالانکہ میں نے خود دیکھا تھا کہ تڑپ تڑپ کر مر گیا اس کی لاش سرد ہو گئی تھی، سر سے بھیجہ نکل گیا تھا لیکن پیر سیال کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے زندہ فرما دیا۔

نجدی مولوی کا علاج

۱۲/صفر المظفر ۱۳۸۹ھ کو موجودہ سجادہ نشین صاحب اجمیر شریف کے صاحب زادے تشریف لائے۔ ان پیرزادوں کے پاس آپ تشریف فرما تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت پیر سیال کی بیعت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ یعنی حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ حضور غریب نواز حضرت پیر پٹھان تونسوی کی خدمت میں پیش تھے اور آپ نے بیعت بڑے عجیب انداز سے کی کیونکہ پہلے پیر سیال اپنے استاد صاحب کی معیت میں شیخ کامل کی تلاش میں تھے جب تونسہ شریف پہنچے اور پیر پٹھان کی زیارت نصیب ہوئی تو فوراً استاد صاحب کے ہاں جا کر فرمایا: آپ دیر نہ لگائیں فوراً پہنچیں''۔

چنانچہ دونوں حضرات نے بیعت کر لی۔ خواجہ فخر الدین صاحب نے فرمایا: ''آپ چاہتے تھے کہ حضرت غوث پاک یا حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا رضی اللہ عنہم جیسی ہستی ہوں تو بیعت کریں گے لیکن جب پیر پٹھان کے انوار و فیوضات کو ملاحظہ فرمایا تو خیال فرمایا: یہ ہستی تو ان ہستیوں سے بھی بلند پایہ کی ہے''۔

آپ نے فرمایا: ''اعلیٰ حضرت پیر سیال رحمۃ اللہ جب دستارِ خلافت حاصل کر کے تشریف لائے تو نوعمر نوجوان تھے۔ یہاں سیال شریف کی جنوبی مسجد میں ایک مولوی صاحب نجدی خیالات والا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ شہر کی چند عورتیں مل کر پانی بھرنے کے لیے جا رہی تھیں اور ایک ماہیا کہتی جاتی تھیں جس کے الفاظ یہ تھے

میرے بابل دی لاج رکھیں وے رانجھیا

یہ سن کر مولوی صاحب نے غصہ کی حالت میں کہا: ''یہ کفر بکتی جا رہی ہیں''۔

اتفاقاً پیر سیال پاس ہی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ تو قرآن مجید پڑھتی جا رہی ہیں''۔ مولوی صاحب یہ سن کر آپے سے باہر آنے لگے اور کہا: ''یہ بھی کفر ہے''۔

تو پیر سیال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''آیتِ کریمہ یوم لا یخزی اللہ النبی کا ترجمہ کہہ رہی ہے (اس دن نہ رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ نبی کی ذات کو)''

یہ الفاظ سنتے ہی مولوی صاحب کو وجد ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آیا تو پیر سیال کے قدموں پر گر کر غلام ہو گیا۔ پیر سیال نے فرمایا: ''رانجھے سے مراد اللہ تعالیٰ اور بابل سے مراد محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی نظر کی رسائی کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''حضرت خواجہ فضل دین صاحب اعلیٰ حضرت پیر سیال رحمۃ اللہ علیہ کے درمیانہ صاحب زادہ تھے۔ انہوں نے بیان فرمایا: ''ایک بار میں نمازِ تہجد کے وضو کے لیے مشرقی کنواں پر گیا تو ایک بزرگ وضو فرما رہے تھے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں شادی شہید ہوں۔ کبھی کبھی سیال شریف آتا رہتا ہوں۔ (شادی شہید کا مزار سیال شریف سے مشرق کی طرف تقریباً پانچ فرلانگ کے فاصلے پر ہے)

وصال سے پہلے میری تمنا تھی کہ یہاں غوثِ اعظم (حضرت خواجہ شمس العارفین) ہوں گے۔ ان کے پڑوس میں میری قبر ہو۔ چنانچہ اپنی قبر کی جگہ میں نے پہلے ہی بتا دی تھی کہ مجھے اس جگہ پر رکھنا تا کہ غوثِ اعظم کے زیر سایہ رہوں گا۔

ان کا وصال حضرت اعلیٰ غریب نواز سے کافی عرصہ پہلے کا ہے۔ کفار کے ساتھ جنگ کرتے کرتے شہید ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ سر تن سے جدا ہونے کے باوجود بھی ان کا دھڑ مبارک جنگ کرتا رہا''۔

ایک مرتبہ مہر علی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ملک نواب خدا بخش ٹوانہ سے کہنے لگے: ''مجھے پیر سیال خالی نہیں چھوڑ گئے، بہت کچھ دے گئے ہیں''۔

اس کے جواب میں پہلے تو نواب صاحب نے خوشی مناتے ہوئے فرمایا: ''آج میں ان آنکھوں کی زیارت کر لوں جنھوں نے پیر سیال کو دیکھا ہے''۔

اور پھر فرمایا: ''کیا خیال ہے، کیا مجھے خالی چھوڑ گئے ہیں؟ نہیں! نہیں! بلکہ تجھے تسبیح دے گئے، تم تسبیح چلاؤ اور مجھے قلم عنایت فرمایا۔ میں قلم سے کام لیتا ہوں۔ (نواب صاحب

Scanned with CamScanner

کو دفن بھی ملا ہوا تھا)''

شاہ صاحب نے پھر نواب صاحب کو کہا: ''جنہوں نے میرے پیر کی زیارت کی انہیں مجھ جیسے کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے''۔

ایک مرتبہ پیر سیال حضرت خواجہ شمس العارفین حضرت پیر پٹھان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف فرما تھے اور سر پر ٹوپی کیے ہوئے تھے۔ پیر پٹھان نے آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''رانجھڑیا میڈے سیالاں نوں رنگ لاویں''۔

خدمت مرشد

آپ نے فرمایا: ''پیر سیال نے خدمت بھی ایسے ہی کی تھی جب پیر پٹھان مہار شریف حاضری پر جاتے اور گھوڑے پر سوار ہوتے آپ کا گھوڑا اتنا چوڑا تھا کہ اس کی پشت پر چار پائی آ جاتی تھی اس وقت پیر سیال گھوڑے کے سامنے دوڑتے' ننگے پاؤں ہوتے' پتھریلا علاقہ ہوتا لیکن پرواہ نہ کرتے تھے۔ اپنے شیخ کا بستر کوزہ اُٹھائے ہوئے بلکہ مشک اور ڈھیلوں کی تھیلی اور گھوڑے کا توبرہ ایک ہاتھ میں اور دوسرے ہاتھ میں پینے کا کوزہ' جائے نماز اور وظائف وغیرہ ہوتے''۔

ایک مرتبہ سخت گرمی کا موسم تھا' پاؤں میں کنکریاں چبھتی تھیں۔ پیر پٹھان نے بلا کر اپنی نعلین پاک مبارک عنایت فرمائی تا کہ پہن لیں۔ پیر سیال نے چوم کر آنکھوں سے لگائی اور سر پر رکھ لی اور سامنے دوڑتے چلتے گئے۔ کچھ آگے چلے تو فرمایا ''کھڑ'' چنانچہ سینہ سے لگایا اور فیض یاب فرمایا۔ (انوار قمریہ)

(۱۲۲)

ید بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

حضرت سیدنا ابوالحسین دراج رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''ایک مرتبہ میں حاجیوں کے ایک قافلے کے ساتھ سوئے حرم روانہ ہوا جہاں قافلہ ٹھہرتا مجھے بھی ٹھہرنا پڑتا اور دیگر معاملات میں بھی ان کے ساتھ کام وغیرہ کرنا پڑتا اس طرح اس سال میرا تمام سفر ان قافلے والوں کے ساتھ رہا اور حج سے واپسی بھی انہیں کے ساتھ ہوئی پھر ایک سال میں اکیلا ہی سفر حج پر روانہ ہو گیا اور منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا ''قادسیہ'' پہنچا۔ میں ایک مسجد میں گیا تو محراب میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے جسم کو کوڑھ کے مرض نے بہت زیادہ متاثر کر رکھا تھا۔

اس نے مجھے دیکھ کر سلام کیا اور کہا: ''اے ابوالحسین! کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے؟''

مجھے اسے دیکھ کر بہت زیادہ کراہت محسوس ہو رہی تھی اس بات پر غصہ بھی آیا کہ اس نے مجھے مخاطب کیوں کیا؟ میں نے بڑی بے رُخی سے کہا: ''ہاں! میرا حج کا ارادہ ہے''۔

کہا: ''پھر مجھے بھی اپنا رفیق بنا لے''۔

میں نے دل میں کہا: ''یہ کیسی مصیبت آ گئی؟ میں تو تندرست لوگوں کی رفاقت پسند نہیں کرتا' وہاں سے بھاگا ہوں تو اس کوڑھی و بیمار شخص سے واسطہ پڑ گیا''۔

میں نے کہا: ''میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا''۔

اس نے کہا: ''مہربانی کرو' مجھے اپنے ساتھ رکھ لو''۔

میں نے کہا: ''خدا کی قسم! میں ہرگز تجھے اپنا رفیق نہ بناؤں گا''۔

اس نے کہا: ''اے ابوالحسین! اللہ تعالیٰ ناتوانوں اور کمزوروں کو ایسا نوازتا ہے کہ

Scanned with CamScanner

طاقت ور بھی تعجب کرنے لگتے ہیں''۔

میں نے کہا: ''تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا''۔

عصر کی نماز پڑھ کر میں سفر پر روانہ ہوا' صبح ایک بستی میں پہنچا تو اسی شخص سے ملاقات ہوئی اس نے مجھے سلام کیا اور وہی الفاظ کہے: ''اللہ تعالیٰ ضعیف و ناتواں بندوں کو ایسا نوازتا ہے کہ طاقت ور بھی تعجب کرنے لگتے ہیں''۔

اس کی یہ بات سن کر میں بڑا حیران ہوا۔ مجھے اس کوڑھی شخص کے بارے میں عجیب و غریب خیال آنے لگے' میں وہاں سے اگلی منزل کی طرف روانہ ہوا جب مقامِ ''قرعا'' پہنچ کر نماز پڑھنے مسجد میں داخل ہوا تو اسے وہاں بیٹھا دیکھا۔ اس نے کہا: ''اے ابوالحسین! اللہ تعالیٰ ضعیف و ناتواں بندوں کو ایسا نوازتا ہے کہ طاقت وروں کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں''۔ میں فوراً اس کے پاس گیا اور قدموں میں گر کر عرض کی: ''حضور! میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار ہوں اور آپ سے بھی معافی کی درخواست کرتا ہوں' مجھے معاف فرما دیں''۔ اس نے کہا: ''تجھے کیا ہوا؟''

میں نے کہا: ''مجھ سے غلطی ہوگئی کہ آپ کو اپنے ساتھ نہ رکھا اب کرم فرمائیں' مجھے معاف فرمادیں' آپ بخوشی میرے ساتھ سفر کریں''۔

اس نے کہا: ''کیا تو نے مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنے کی قسم نہ کھائی تھی؟''

میں تمہاری قسم نہیں تڑوانا چاہتا''۔

میں نے کہا: ''اچھا پھر اتنا کرم فرمائیں کہ ہر منزل پر اپنا دیدار کرادیا کریں''۔

اس نے کہا: ''ہاں! یہ ہوسکتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری یہ خواہش پوری ہوجائے گی''۔ پھر وہ مجھ سے جدا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس نیک بندے کی برکت سے میرا بھوک و پیاس اور تھکاوٹ کا احساس جاتا رہا جب بھی میں کسی منزل پر ٹھہرتا تو اس نیک بندے کی زیارت کا شوق بڑھ جاتا۔ الحمد للہ! مجھے ہر منزل پر اس بزرگ کی زیارت ہوتی رہی' یہاں تک کہ میں مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً میں داخل ہوگیا اس کے بعد مجھے وہ نظر نہ آیا۔

جب مکہ معظمہ زادھا اللہ شرفاً وتکریماً میں حضرت سیّدنا ابوبکر کتانی اور حضرت سیّدنا

ابوالحسن مزین رحمۃ اللہ علیہما سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور انہیں اپنے سفر کا سارا واقعہ سنایا تو انہوں نے فرمایا: ''ارے نادان! جانتے ہو' وہ کون تھے؟ وہ زمانے کے مشہور ولی حضرت سیّدنا ابوجعفر مجذوم علیہ الرحمۃ تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اپنے اس ولی کا ہمیں دیدار کرادے۔ سنو اب جب بھی تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ہمیں ضرور بتانا شاید ہمیں بھی ان کے دیدار کی دولت نصیب ہوجائے''۔ میں نے کہا: ''ٹھیک ہے''۔

پھر ہم ''منیٰ وعرفات'' کی طرف گئے لیکن میں ان کا دیدار نہ کرسکا۔ دسویں ذوالحجۃ الحرام کو جب میں رمی جمار کرنے (شیطان کو کنکریاں مارنے) لگا تو کچھ دیر بعد کسی شخص نے مجھے اپنی طرف کھینچا اور کہا: ''اے ابوالحسن! السلام علیکم!''

جیسے ہی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرے سامنے وہی بزرگ حضرت سیّدنا ابوجعفر مجذوم علیہ الرحمۃ موجود تھے۔ انہیں دیکھتے ہی مجھ پر رقت طاری ہوگئی میں بے ہوش ہوکر گر پڑا جب میرے حواس بحال ہوئے تو وہ وہاں سے جا چکے تھے۔ میں مسجد ''خیف'' آیا اور اپنے رفقاء کو سارا واقعہ بتایا''۔

یوم وداع کو مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد میں نے جیسے ہی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اچانک کسی نے مجھے اپنی طرف کھینچا' دیکھا تو وہی بزرگ حضرت ابوجعفر مجذوم علیہ الرحمۃ موجود تھے اور فرما رہے تھے: ''اے ابوالحسن! بالکل نہ گھبرانا اور نہ ہی شور مچانا''۔

میں نے کہا: ''ٹھیک ہے' میں شور نہیں کروں گا' آپ میرے لیے دعا فرمادیں''۔

انہوں نے فرمایا: ''جو مانگنا چاہتے ہو' مانگو''۔

چنانچہ میں نے بارگاہِ خداوندی میں تین مرتبہ دعا کی اور انہوں نے میری دعا پر آمین کہا پھر وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئے اور دوبارہ نظر نہ آئے۔

جب مجھ سے کسی نے میری تین دعاؤں کے متعلق پوچھا تو میں نے بتایا:

تین دعائیں

''میری پہلی دعا یہ تھی کہ اے میرے پاک پروردگار! میرے نزدیک فقر کو ایسا محبوب بنادے کہ دنیا میں مجھے اس سے زیادہ محبوب کوئی شے نہ ہو اور دوسری یہ تھی کہ مجھے ایسا نہ بنانا

Scanned with CamScanner

کہ میری کوئی رات اس حالت میں گزرے کہ صبح کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کر رکھی ہو اور پھر ایسا ہی ہوا کئی سال گزر گئے لیکن میں نے کوئی چیز اپنے پاس ذخیرہ کر کے نہ رکھی اور تیسری دعا یہ تھی کہ اے میرے پروردگار! جب تو اپنے اولیاء کرام رحمہم اللہ کو اپنے دیدار کی دولتِ عظمیٰ سے مشرف فرمائے تو مجھے بھی ان اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں شامل فرمالینا''۔

(عیون الحکایات)

مجھے پاک پروردگار سے امید ہے کہ میری ان دعاؤں کو ضرور پورا فرمائے گا کیونکہ ان پر ایک ولی کامل نے آمین کہا تھا: بھائیو! اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے' وہ اپنے اولیاء کرام کو جس حال میں چاہے رکھے' چاہے تو ایسا مشہور فرمائے کہ چہار دانگ عالم میں ان کی ولایت کے ڈنکے بجنے لگیں اور چاہے تو ایسا پوشیدہ رکھے کہ بالکل قریب رہنے والے بھی نہ پہچان سکیں بلکہ عام لوگ ان کو حقارت بھری نظروں سے دیکھیں اور اپنے ساتھ رکھنا بھی پسند نہ کریں۔ وہ خالقِ کائنات اپنے نیک بندوں کو جس حال میں بھی رکھے وہ اس سے خوش رہتے ہیں' کبھی بھی حرفِ شکایت لب پر نہیں لاتے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم کسی بھی مسلمان کو حقیر نہ سمجھیں' نہیں معلوم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کس کا کیا مقام ہو۔ بعض پراگندہ حال' بکھرے بالوں والے بظاہر کچھ بھی نظر نہ آنے والے اس مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ اللہ رب العزت ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو رد نہیں فرماتا۔

بکھرے بال' آزردہ صورت' ہوتے ہیں کچھ اہلِ محبت
بدر مگر یہ شان ہے ان کی' بات نہ ٹالے رب العزت

''ان کے خالی ہاتھوں میں دین و دنیا کی دولت ہوتی ہے اور جو ان سے عقیدت رکھتا ہے اسے بہت کچھ مل جاتا ہے بلاشبہ وہ گدڑی کے لعل ہوتے ہیں''۔

نہ پوچھ! ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(۱۲۳)

باپ کی عدالت سے بیٹے کے خلاف فیصلہ

قاضی شریح بن حارث اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ بیٹے نے کہا: ''ابا جان! میرا کچھ لوگوں سے جھگڑا ہے' میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر میں حق پر ہوں تو مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش کروں اور آپ انصاف کے تقاضے مدِ نظر رکھتے ہوئے میرے حق میں فیصلہ کر دیں اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میرا مؤقف کمزور ہے اور میں غلطی پر ہوں تو پھر میں سرے سے یہ مقدمہ پیش ہی نہیں کروں گا بلکہ ابھی ان لوگوں کے پاس جا کر کسی طریقے سے صلح کر لیتا ہوں''۔ والد نے دریافت کیا: ''بتاؤ! کیا جھگڑا ہے؟''

بیٹے نے تفصیل بتائی۔ قاضی شریح فرمانے لگے: ''تم پہلی فرصت میں مقدمہ میری عدالت میں پیش کرو''۔

اگلے دن مقدمہ پیش ہوا' فریقین حاضر ہوئے' دونوں نے دلائل دیے۔ بعد ازاں قاضی شریح نے اپنے بیٹے کے خلاف فیصلہ سنا دیا۔

عدالت سے فارغ ہو کر باپ بیٹا گھر آئے تو بیٹے نے کہا: ''ابا جان! آپ نے تو میرے مخالفین کے حق میں فیصلہ کر دیا' یہ کیا بات ہوئی؟''

باپ نے کہا: ''ہاں میرے بیٹے! میں نے ان کے حق میں اس لیے فیصلہ کیا ہے کہ وہ لوگ حق پر تھے''۔

بیٹا کہنے لگا: ''ابا جان! مجھے فیصلے پر اعتراض نہیں۔ ملال یہ ہے کہ میں نے آپ سے مشورہ کیا تھا اور آپ ہی کے ارشاد پر مقدمہ دائر کیا تھا۔ آپ مجھے مقدمہ دائر کرنے کے لیے

Scanned with CamScanner

نہ فرماتے تو میں ان سے صلح کر لیتا اور آج سرِ عام سب کے سامنے جو میری ذلت اور رسوائی ہوئی ہے اس کی نوبت نہ آتی۔ آپ نے اسی وقت کیوں نہ فرما دیا کہ میں جا کر ان سے صلح کرلوں۔ آپ نے تو مجھے بھری عدالت میں ذلیل کر دیا''۔ قاضی شریح نے فرمایا:

وَاللهِ! يَا بُنَيَّ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِنْ مِثْلِهِمْ وَلٰكِنَّ اللهَ أَعَزُّ إِلَيَّ مِنْكَ ۔

''بیٹے! اللہ کی قسم! تم مجھے دنیا جہان سے زیادہ عزیز ہو مگر اللہ تعالیٰ تم سے کہیں زیادہ عزیز تر اور محبوب ہے''۔

میرے لیے ہرگز جائز نہیں کہ میں اپنے رب کو ناراض کروں اگر میں تمہیں بتا دیتا کہ حق تمہارے مخالفین کے ساتھ ہے تو تم ان سے صلح کر لیتے اس صورت میں ان کا حق مارا جاتا۔ مجھے ان کی حق تلفی گوارا نہیں ہوئی اسی لیے میں نے ''حق بحقدار رسید'' کا اہتمام کر دیا۔

(المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم لابن الجوزی: ۶/۱۸۵ وصفۃ الصفوۃ لابن الجوزی: ۳/۲۶۸)

(۱۲۴)

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

بیان کرتے ہیں: زمانہ سابق میں ظالم بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے پاس ملک الموت آئے تاکہ اس کی روح قبض کریں۔ بادشاہ نے ان سے کہا: ''تم کون ہو؟''

انہوں نے جواب دیا: ''میں ملک الموت ہوں۔ تیری جان قبض کرنے کے واسطے آیا ہوں''۔ بادشاہ نے کہا: ''میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ سات برس مجھے مہلت دو تاکہ میں موت کے واسطے تیار ہو جاؤں''۔ پس اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی طرف وحی بھیجی کہ اس سے کہو: ''میں نے تم کو سات سال کی مہلت دی''۔

ملک الموت نے اس سے یہ کہا اور اس کے پاس سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ اس کے لیے ایک مضبوط قلعہ بنایا جائے اور اس کے سامنے سات خندقیں بنائی جائیں اور اس قلعہ کی چہار دیواریاں پتھر کی بنائی جائیں اور اس پر لوہے اور جست کا دروازہ بنایا جائے اور اس قلعہ میں اس کے لیے ایک بڑا محل تیار کیا جائے تاکہ وہ اس محل میں ملک الموت سے اپنا تحفظ کرے۔ ایسا ہی کیا گیا اور اس نے قلعہ کے دربانوں اور ڈیوڑھی بانوں سے کہا: ''تم لوگ کبھی کسی کو میرے پاس نہ آنے دینا''۔

جب مدتِ معینہ ختم ہو گئی تو ملک الموت اس کے سامنے آ موجود ہوئے جب بادشاہ نے ان کو دیکھا تو کہا: ''کہ تم کس راستہ سے آئے اور کیونکر اندر آئے اور تم کو کس نے اندر آنے دیا؟'' ملک الموت نے فرمایا کہ: ''میں صاحبِ خانہ کی اجازت سے آیا ہوں''۔

بادشاہ نے اپنی ڈیوڑھی بانوں اور دربان کو بلایا اور ان سے کہا: ''تم لوگوں نے ان کو محل کے اندر میرے پاس کیوں آنے دیا؟''

یہ سن کر انہوں نے اس سے قسم کھائی کہ ہم نے اس کو نہیں دیکھا اور نہ ہم نے اس کو اجازت دی اور نہ ہم نے کسی کو آتے دیکھا۔ دروازے اسی طرح بند ہیں اور کنجیاں محفوظ ہیں اس کے بعد ملک الموت نے اس سے فرمایا: ''مالکِ خانہ اس دیوار کی طرف التفات نہیں کرتا ہے اور اس کے پیغامبران کو دیواریں اور شہر پناہیں اور خندقیں نہیں روک سکتی ہیں''

اس وقت بادشاہ نے ملک الموت سے کہا: ''اے شخص! آخر تیرا مقصود کیا ہے؟''

ملک الموت نے فرمایا: ''میں تیری روح قبض کروں گا''۔

بادشاہ نے ان سے کہا: ''کیا یہ ضروری ہے؟''

ملک الموت نے جواب دیا: ''تم اس مکان کی طرف جاؤ گے جس کو تم نے بنایا ہے اور اس گہوارہ کی طرف جاؤ گے جس کو تم نے اپنی ذات کے واسطے تیار اور درست کیا ہے''۔

بادشاہ نے کہا: ''میں نے تو اپنے لیے کوئی مکان نہیں بنایا ہے''۔

ملک الموت نے فرمایا: ''ضرور تم نے بنایا ہے''۔

بادشاہ نے کہا: ''وہ گھر کہاں ہے؟''

ملک الموت نے جواب دیا: ''اس شعلہ میں جو گوشت کھینچنے والا ہے اور اس شخص کو بلاتا ہے جو اس سے بھاگتا اور پیٹھ دیتا ہے اور مال کو جمع کر کے اس کو محفوظ رکھتا ہے''۔

اس کے بعد ملک الموت نے اس کی روح قبض کی اور چلتے بنے۔ (نوادر قلیوبی)

(۱۲۵)

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

شیخ تقی الدین مصری فنِ قرأت و تجوید کے بہت ہی بلند پایہ امام تھے اور انتہائی خوش الحان بھی تھے اور نمازوں میں اس قدر سکون اور خصوع و خشوع کے ساتھ کھڑے رہتے تھے کہ گویا کوئی ستون کھڑا ہے ان کا ایک عجیب واقعہ منقول ہے جس کو ان کی کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ وہ یہ کہ ایک دن یہ نمازِ فجر میں سورۂ نمل پڑھنے لگے جب اس آیت پر پہنچے: وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِيْنَ ۔

تو کئی مرتبہ اس آیت کو تلاوت کیا اور لوگوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ آ کر آپ کے سر پر بیٹھ گیا اور قرأت سننے لگا' یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو وہ پرندہ ہُد ہُد تھا۔ (روح البیان' ج:۷' ص:۶۹)

☆......شیخ الاسلام محمد بن نصر فقیہ مروزی سرخ و سفید رنگ' لمبی داڑھی والے نہایت ہی وجیہ اور خوب صورت شیخ وقت تھے۔ بہت ہی جلیل القدر محدث ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی زاہد و عابد بھی تھے۔ عبادت میں ان کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ نماز کی حالت میں ان کی پیشانی پر ایک بھڑ نے اس زور سے ڈنگ مارا کہ پیشانی پر خون بہہ نکلا مگر انہوں نے حرکت بھی نہیں کی۔ ان کی مشہور کرامت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ اپنی باندی کو ساتھ لے کر مصر سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے تو ان کی کشتی طوفان کے تھپیڑوں میں ٹوٹ پھوٹ کر غرق ہو گئی اور سامان کے ساتھ دو ہزار جزو کی تصنیفات بھی دریا برد ہو گئیں اور یہ ایک تختے پر سمندر کی موجوں میں بہتے ہوئے ایک غیر آباد جزیرے میں پہنچ گئے اور ان پر پیاس کا انتہائی غلبہ ہوا۔ چنانچہ یہ اپنی باندی کی گود میں سر رکھ کر موت کے انتظار میں لیٹ گئے۔ اتنے میں

Scanned with CamScanner

اچانک ایک شخص کوزہ بھر کر پانی لایا اور ان کو اُن کی باندی کو پانی پلا کر سیراب کر دیا پھر وہ آدمی چلا گیا اور کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے آیا تھا اور کہاں چلا گیا؟

(تذکرۃ الحفاظ ج:۲، ص:۲۰۳)

☆...... امام احمد بن حنبل کے استاذ شیخ الاسلام ابوبکر بن عیاش بڑی جلالت شان والے محدث اور باعمل عالم تھے۔ چالیس برس تک زمین سے پیٹھ نہیں لگائی۔ بڑے عبادت گزار اور زاہد و شب زندہ دار تھے' اپنے مکان کے صرف ایک کونے میں اٹھارہ ہزار ختم قرآن شریف کیا۔ ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ انہوں نے زم زم شریف کے کنویں میں ایک مرتبہ ڈول ڈال کر ایک ڈول بھر کر نکالا اور دوسری مرتبہ ڈول بھر کر شہد نکالا۔ خلیفہ ہارون رشید کو آپ نصیحت فرماتے رہتے تھے وہ آپ کا بہت زیادہ معتقد تھا چنانچہ ایک مرتبہ اس نے چھ ہزار دینار آپ کی خدمت میں نذرانہ بھی پیش کیا تھا۔ ۱۹۳ھ میں ۹۲ برس کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ (تذکرۃ الحفاظ، ص:۲۴۵)

☆...... شیخ الاسلام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم تمیمی بہت ہی عظیم الشان محدث ہیں' اپنے زمانہ طالب علمی میں بڑی محنت اور عرق ریزی سے علمِ حدیث پڑھا تھا۔ یہ بہت ہی عابد و زاہد اور باکرامت بزرگ تھے اور لوگ عام پر ان کو طبقہ اولیاء اللہ کی جماعت کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے وطن میں قحط پڑ گیا اسی دوران میں ان کے ایک دوست نے اصفہان سے ایک گھوڑا ان کے پاس بھیجا اور لکھا کہ آپ اس کو فروخت کر کے اپنے شہر میں میرے لیے مکان خرید لیجیے۔ آپ نے گھوڑے کو بیس ہزار درہم میں بیچ کر ساری رقم شہر کے قحط زدہ محتاجوں پر خیرات کر دی اور اپنے دوست کو لکھا کہ میں نے تمہارے لیے جنت میں ایک محل خرید لیا ہے۔ دوست نے جواب دیا کہ اگر آپ اس کے ضامن بن جائیں تو مجھے جنتی محل کی خریداری منظور ہے۔ آپ نے فوراً ہی اپنی ضمانت کی ایک دستاویز لکھ کر اپنے دوست کے پاس بھیج دی۔ اسی رات میں آپ نے یہ خواب دیکھا کہ باری تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ کہہ رہا ہے:

''اے ابن ابی حاتم! تم نے جس جنتی محل کی ضمانت لے لی ہے' ہم نے تمہاری ضمانت

قبول فرمالی ہے مگر آئندہ کسی کے لیے ایسا مت کرنا''۔

محرم ۳۲۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج:۳، ص:۴۸)

☆...... محدث ابوبکر بن الخاضبہ بڑے باکمال محدثوں میں سے ہیں۔ شیخ ابوبکر محدث ان کے بارے میں علانیہ فرماتے تھے کہ تمام دنیا میں ان سے بہتر کوئی حدیث کی قرأت کرنے والا نہیں اگر یہ دو دنوں تک مسلسل حدیث پڑھتے ہیں جب بھی کوئی سننے والا اُکتا نہیں سکتا۔ انہوں نے سات مرتبہ مسلم شریف کو اُجرت لے کر لکھا اور اسی رقم سے اہل وعیال کی پرورش کرتے رہے۔ ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ بغداد میں ایک رئیس زادے کے ہاتھ میں چھٹی انگلی نکل پڑی اور اس کے درد سے وہ رئیس زادہ بلبلا اُٹھا۔ گھر والے حضرت ابوبکر بن الخاضبہ کو بُلا لائے۔ آپ نے اس انگلی پر اپنا ہاتھ پھیر دیا اور فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں تم لوگ اس کی فکر نہ کرو۔ یہ فرمایا کہ جیسے ہی آپ مکان سے باہر نکلے اچانک خود بخود وہ انگلی گر پڑی اور تکلیف جاتی رہی۔ ۴۸۹ھ میں آپ نے وفات پائی' آپ کا جنازہ اجتماع عظیم ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج:۴، ص:۲۴)

(۱۲۶)

نافرمان بیٹے کا عبرت ناک انجام

حضرت سیّدنا ابو حازم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں' مجھے کسی شخص نے ایک عبرت ناک واقعہ کچھ یوں سنایا: ''ایک مرتبہ جنگل بیابان میں مجھے رات ہوگئی' ہر طرف سناٹا طاری تھا' دُور دُور تک آبادی کا نام ونشان نہ تھا' کچھ دُور دو جھونپڑیاں نظر آئیں۔ میں نے وہاں پہنچ کر بلند آواز سے سلام کیا۔ جھونپڑی سے ایک نوجوان عورت اور ایک بڑھیا باہر آئی۔ میں نے کہا: ''میں مسافر ہوں' کیا رات کے کھانے کو کچھ مل سکتا ہے؟''

نوجوان عورت نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اس ویران جنگل میں ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس سے ضیافت کی جا سکے اور نہ ہی ہمارے پاس کوئی حلال جانور ہے جسے ذبح کر کے تمہاری مہمانی کی جا سکے''۔

میں نے کہا: ''پھر تم دونوں اس ویران جنگل میں کس طرح گزر بسر کرتی ہو؟''

اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی عطا اس کے نیک بندوں اور مسافروں کے سہارے ہماری زندگی کے دن گزر رہے ہیں''۔

یہ سن کر میں وہاں سے کچھ دُور ایک جگہ ٹھہر گیا جب آدھی رات گزر گئی تو اچانک ایک سمت سے گدھے کے چیخنے کی آواز آنے لگی۔ خدا تعالیٰ کی قسم! صبح تک وہ آواز مجھے سنائی دیتی رہی' نیند مجھ سے کوسوں دُور تھی۔ میں نے وہ رات جاگ کر گزاری۔ صبح ہوتے ہی میں اس سمت چل دیا جہاں سے آواز آ رہی تھی وہاں پہنچا تو ایک عجیب وغریب منظر دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ وہاں ایک قبر تھی جس میں ایک گدھا گردن تک دفن تھا اس کے سر اور پیٹھ سے مٹی ہٹ چکی تھی اس بھیانک منظر کو دیکھ کر مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔ میں وہاں سے واپس آ

گیا اور ان دونوں عورتوں کے پاس پہنچ کر گدھے اور قبر کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا: ''اگر تم اس کے متعلق نہ پوچھو تو کیا حرج ہے؟''

میں نے کہا: ''میں اس بھیانک منظر کے متعلق ضرور دریافت کروں گا۔ برائے کرام! مجھے صورتِ حال سے آگاہ کرو''۔

عورت نے کہا: ''اچھا! اگر تم سننا ہی چاہتے ہو تو سنو! خدا تعالیٰ کی قسم! وہ گدھا جو تم نے قبر میں دفن دیکھا' وہ میرا شوہر اور اس بڑھیا کا بیٹا تھا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے گزشتہ رات تمہیں یہ منظر دِکھایا۔ میرا یہ شوہر اپنی ماں کا بہت زیادہ نافرمان تھا۔ میں نے اس سے زیادہ ماں کا نافرمان دنیا میں کوئی نہ دیکھا جب بھی اس کی ماں اسے کسی بُری بات سے منع کرتی تو وہ اسے اس طرح بدکلامی کرتا اور کہتا: ''دفع ہو جا! کیا گدھی کی طرح چیخ وپکار کر رہی ہے۔ جا! مجھے تیری بات نہیں سننی''۔

آخر کار دُکھیاری ماں نے تنگ آ کر کہا: ''اللہ تعالیٰ تجھے گدھے کی طرح بنا دے''۔

جب یہ نافرمان مر گیا تو ہم نے اسے دفنا دیا اس پاک پروردگار کی قسم! جس نے ہمیں اس ویران جنگل کا مکین بنایا جس دن ہم نے اسے دفنایا اسی دن سے یہ گدھے کی شکل اختیار کر گیا۔ ماں کا نافرمان اور اپنی ماں کو گدھی کہنے والا اب روزانہ اپنی قبر میں گدھے کی طرح چیختا ہے اور ہر رات اس کی قبر سے یہ آواز سنائی دیتی ہے''۔ (الامان والحفیظ)

(عیون الحکایات)

کتنا بدنصیب ہے وہ شخص جو اپنی ماں کو بُرا بھلا کہے اور وہ بھی اس بات پر کہ اسے بُرے کام سے کیوں منع کیا جا رہا ہے ایسے نافرمانوں کا انجام بھی پھر ایسا بھیانک ہوتا ہے کہ زمانے کے لیے عبرت کی علامت بن جاتا ہے۔ بعض اوقات انسان کی عبرت کے لیے برزخ کے مناظر ظاہر کر دیئے جاتے ہیں تاکہ گناہوں پر مصر رہنے والے ان ہولناک مناظر سے عبرت حاصل کریں اور توبہ کی طرف مائل ہوں۔ والدین کا مقام و مرتبہ دینِ اسلام نے بہت زیادہ معظم بنایا۔ اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں والدین کی اطاعت کا حکم دیا' بدبخت ونامراد ہے وہ شخص جس سے اس کے والدین

Scanned with CamScanner

ناراض ہوں۔ والدین کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ والدین سے حسنِ سلوک کی بارہا تاکید کی گئی ہے بلکہ ان کو ''اُف'' تک کہنے سے منع کیا گیا ہے جو لوگ والدین کی نافرمانی کرتے ہیں' وہ آخرت میں تو سزا کے مستحق ہیں ہی لیکن دنیا میں بھی انہیں نشانِ عبرت بنا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کی نافرمانی سے محفوظ رکھے اور ان کا مطیع وفرماں بردار بنائے۔ آمین!

(۱۲۷)

ایک متکبر کی داستان

اس کا نام جبلہ بن ایہم تھا' وہ غسان کا بادشاہ تھا...... اس کے دل میں ایمان کی شمع جگمگا اُٹھی اس نے اسلام کے بارے میں سنا اس پر غور وفکر کیا پھر اسلام قبول کر لیا۔

یہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دَور کی بات ہے۔ مسلمانوں کو اس کے اسلام لانے کی خبر ملی تو بہت خوش ہوئے۔ جبلہ نے سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ وہ مدینہ طیبہ آنے کی اجازت چاہتا ہے' اسے اجازت دے دی گئی کہ تم مدینہ طیبہ آسکتے ہو۔

وَلَكَ مَالَنَا وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا ۔

''تمہارے لیے وہی کچھ ہے جو ہمارے لیے ہے اور تم پر وہی کچھ واجب ہے جو ہم پر واجب ہے''۔

جبلہ غسان سے روانہ ہوا اس کے جلو میں پانچ سو گھڑ سوار تھے' وہ مدینہ کے قریب پہنچا تو اس نے شاہی لباس پہنا جس کے دامن پر سونے کی دھاریں تھیں پھر اس نے ہیروں اور جواہرات سے مرصع تاج سر پر رکھا اس کے گھڑ سواروں نے بھی بہترین لباس پہنے جب وہ مدینہ میں داخل ہوا تو اہلِ مدینہ یہ خوب صورت منظر دیکھنے کے لیے باہر نکل آئے۔ ان میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔

جب وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے اس کی عزت افزائی کی اس کا پرتپاک استقبال کیا' اپنی مجلس میں جگہ دی اور اپنے پاس ٹھہرایا۔

اسی دوران حج کے دن آگئے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حج کے لیے روانہ ہوئے' جبلہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ جبلہ نے بیت اللہ شریف کا طواف شروع کیا۔ بنوفزارہ کا

ایک مسکین شخص طواف کر رہا تھا۔ اتفاق سے اس کا پاؤں جبلہ کی چادر پر آ گیا۔ جبلہ کو بڑا غصہ آیا اس نے اسے ایسا زوردار تھپڑ مارا کہ اس کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

فزاری کو بھی سخت غصہ آیا مگر وہ کوئی جوابی کارروائی نہیں کر سکتا تھا اس نے فوراً اپنا مقدمہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کر دیا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جبلہ کو بُلوایا اور جواب طلبی کی کہ تم نے دورانِ طواف اپنے مسلمان بھائی کو تھپڑ کیوں مارا؟ تم نے تو تھپڑ رسید کر کے اس کی ناک ہی توڑ ڈالی۔ آخر تم نے ایسا کیوں کیا؟

جبلہ نے بڑے غرور سے کہا: ''اس نے میری چادر کو اپنے پاؤں سے مسل دیا اس کی یہ مجال! اگر مجھے اس مقدس گھر کی حرمت اور عزت کی پرواہ نہ ہوتی تو میں اس کی گردن اُڑا دیتا''۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جبلہ! تم نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہے کہ واقعی تم نے اسے تھپڑ مارا ہے اب تمہاری نجات کے لیے ایک ہی حل ہے کہ کسی طریقے سے اسے راضی کر دو ورنہ.....''

جبلہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ اس سے بھی بدلہ لیا جا سکتا ہے اس نے فوراً پوچھا: ''ورنہ کیا ہوگا؟''

ارشاد ہوا: ''اس فزاری سے کہا جائے گا کہ وہ آگے بڑھے اور تمہارے منہ پر ویسا ہی تھپڑ مار کر اپنا بدلہ لے لے''۔

جبلہ کہنے لگا: ''اچھا! تو کیا وہ مجھ سے بدلہ لے گا؟..... میں ایک بادشاہ ہوں اور وہ ایک ادنیٰ سا بے حیثیت آدمی''۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اسلام نے سب کو برابر کے حقوق دیئے ہیں۔ تم اور فزاری دونوں برابر ہو۔ اسلام کی نظر میں صرف وہی شخص افضل و اعلیٰ ہے جو تقویٰ کے لحاظ سے بہتر ہے''۔

جبلہ کو اس قسم کے مساوی سلوک کا وہم و گمان بھی نہ تھا اس نے کہا: ''میں اس صورت میں دوبارہ عیسائی بن جاتا ہوں''۔

ارشاد ہوا: ''جو شخص اپنے دین یعنی اسلام سے پھر جائے' اسلام کی رو سے اس کی سزا

موت ہے اگر تم نے عیسائیت اختیار کی تو میں تمہیں قتل کر دوں گا''۔

جبلہ کہنے لگا: ''امیر المومنین! اس صورتِ حال پر غور کرنے کے لیے مجھے کل تک کی مہلت عطا فرمائیں''۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مہلت دے دی۔

رات کا کچھ حصہ گزرا تو جبلہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکل بھاگا' وہ قسطنطنیہ پہنچا جہاں اس نے دوبارہ عیسائیت قبول کر لی۔

زمانہ بیت گیا..... اس کی جوانی کا رنگ اُڑ گیا..... نقوش ماند پڑ گئے' شان و شوکت دُھندلا گئی' اسے اسلام کے ایام یاد آ گئے۔ نماز اور روزے کی لذت بے دار ہونے لگی..... اسے اسلام چھوڑنے پر ندامت ہوئی..... زیادہ ندامت اس بات پر ہوئی کہ میں اسلام میں داخل ہونے کے بعد دوبارہ مشرک ہو گیا اس احساس کے باوجود وہ آخری عمر تک عیسائیت پر قائم رہا اس نے آخری عمر میں کچھ اشعار کہے جن کا مفہوم یہ ہے:

''شریف خاندان کے ایک چشم و چراغ نے ایک تھپڑ کے بدلے تھپڑ کھانے میں سُبکی محسوس کی جس کی وجہ سے اسلام سے برگشتہ ہو کر عیسائی بن گیا حالانکہ تھوڑا سا صبر کر لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ کاش! میں عمر رضی اللہ عنہ کی بات مان لیتا۔ کاش! شام میں میری معیشت کا ادنیٰ سا سامان بھی ہوتا تو میں اپنی قوم کے افراد کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا اب تو میری سماعت بھی ختم ہو رہی ہے اور بصارت بھی''۔

مگر اس احساس کے باوجود اس نے توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول نہیں کیا۔ اسے شرک اور کفر ہی کی حالت میں موت آئی۔

(الاستقصا لأخبار دول المغرب الأقصى لأحمد بن خالد الناصري: ۱/۸۳)

(۱۲۸)

پتھر سے پانی نکل آیا

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ زادِ راہ تیار کرو اور زمین میں سیر کرو اور عجیب وغریب بات دیکھو۔ چنانچہ انہوں نے زادِ راہ تیار کیا پھر چلے حتیٰ کہ دریا کے کنارے پہنچے تو ناگاہ انہوں نے ایک حبشی غلام کو دیکھا کہ وہ بکریاں چرا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''اے بندہ! تیرے پاس پانی یا دودھ ہے؟'' اس نے کہا: ''ہاں! ان دونوں میں سے جو آپ کہیں میں وہ آپ کو پلاؤں''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''مجھے ایک گھونٹ پانی پلا دو''۔

چنانچہ وہ غلام گیا اور اس کے ہاتھوں میں ایک لاٹھی تھی، یہاں تک کہ وہ ایک پتھر کے پاس آیا اور کہا: ''اے پتھر! میں تجھ کو خلیل الرحمٰن کے حق کی قسم دیتا ہوں کہ تو اسی وقت پانی کا چشمہ جاری کر دے''۔

یہ کہہ کر اس نے پتھر پر لاٹھی ماری پس اللہ کی قدرت سے چشمہ پھوٹ نکلا اس کے بعد وہ غلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اس میں سے پانی لایا اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے نوش فرمایا پھر اس غلام کی طرف دیکھنے لگے۔ (یہ دیکھ کر) غلام نے ان سے کہا: ''کیا آپ اس سے تعجب کرتے ہیں''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''تعجب کی بات ہی ہے کیونکہ میں نے کسی کو ایسا نہیں دیکھا ہے''۔

غلام نے کہا: ''میں آپ سے اس سے زیادہ تعجب خیز بات بیان کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک کو خلیل بنایا ہے اور میں نے

اپنے رب سے اس خلیل علیہ السلام کے حق اور واسطہ سے جو چیز مانگی اس نے وہ مجھے عطا فرمائی ہے''۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ''اے شخص! وہ خلیل میں ہی ہوں''۔ اس غلام نے کہا: ''کیا واقعی وہ خلیل علیہ السلام آپ ہی ہیں؟''

حضرت خلیل علیہ السلام نے فرمایا: ''ہاں!''

(یہ سن کر) اس غلام نے ایک سخت چیخ ماری اور اسی جگہ مر گیا۔ اس کے بعد آسمان سے نور کا ایک ستون اُترا اور اس نے غلام کو اُچک لیا پھر یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ آسمان نے اس کو اُٹھا لیا یا زمین اس کو نگل گئی اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے لوٹے اور ایک پہاڑ پر چڑھے۔ پس ناگاہ انہوں نے ایک مکان دیکھا کہ اس کا ایک دروازہ ہے جس میں دو کواڑ ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک تخت بچھا ہے اور اس پر ایک مردہ پڑا ہے جس پر سبز حلے ہیں اور اس کے سر کے پاس ایک تختی ہے جس پر لکھا ہوا ہے کہ میں شداد عاد کا بیٹا ہوں۔ میں ایک ہزار برس زندہ رہا اور میں نے ہزار لشکروں کو شکست دی اور میں نے ہزار باکرہ عورتوں سے نکاح کیا اور میرے ہزار لڑکے پیدا ہوئے اور میں نے ستون والا شہر ارم بنایا۔ چنانچہ جب میں مرنے کے قریب ہوا تو میں نے اپنے تمام حیلے اور تدبیروں سے چارہ جوئی کی اور میری سلطنت میں روئے زمین کے جتنے طبیب تھے، میں نے سب کو جمع کیا لیکن وہ لوگ اس پر قادر نہ ہو سکے کہ مجھ کو موت سے بچا لیتے۔ پس جو شخص مجھے دیکھے اس کو چاہیے کہ دنیا سے دھوکہ نہ کھائے۔ اے لوگو! اس دنیا کو اپنے نفوس اور اپنی جانوں پر آسان نہ سمجھو اس لیے کہ تم لوگ مجھ سے زیادہ ملک کے مالک نہیں ہو سکتے اور نہ اس سے زیادہ زندہ رہ سکتے ہو جس قدر میں زندہ رہا اور نہ اس سے زیادہ مال جمع کر سکتے ہو جس قدر میں نے جمع کیا اور نہ اس سے زیادہ اولاد پا سکتے ہو جس قدر مجھے ملیں سنو بے شک دنیا بہت ہی مکار اور بہت ہی ہلاک کرنے والی اور اہلِ دنیا کے ساتھ بہت ہی کھیلنے والی ہے پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مکان سے باہر نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی اور ان سے فرمایا: ''تم نے کیونکر دیکھا اور کیا دیکھا؟'' پس ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ''اے میرے رب! میں نے عجیب وغریب

Scanned with CamScanner

باتیں دیکھیں''۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: ''اے ابراہیم علیہ السلام! واپس جاؤ اس لیے کہ میرے عجائبات بہت ہیں، ان کے دیکھنے کی تم کو قدرت اور طاقت نہیں ہے''۔

(انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

(۱۲۹)

ایک خواب کی عجیب تعبیر

ایک شخص نے یہ خواب دیکھا کہ میں زیتون کے درخت کی جڑ میں زیتون کا تیل ڈال رہا ہوں اس شخص نے اپنا یہ خواب مشہور محدث امام محمد بن سیرین سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کوئی باندی ہے جس سے تم صحبت کرتے ہو؟'' اس نے عرض کیا: ''جی ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لونڈی تمہاری ماں ہے اس کی تحقیق کرو''۔ چنانچہ جب اس شخص نے اس کی چھان بین کی تو یہ پتہ چلا کہ واقعی وہ لونڈی اس کی ماں نکلی۔ (مستطرف، ج:۲، ص:۸۸) یہ واقعہ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ امام محمد بن سیرین یقیناً صاحب کشف تھے۔ آپ کو خوابوں کی تعبیر میں اتنا بڑا کمال حاصل تھا کہ آپ جس خواب کی جو تعبیر بیان فرمادیا کرتے تھے، وہ سوفیصد صحیح ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنی نوجوانی میں یہ خواب دیکھا کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھود کر جسم مبارک کو اپنے سینے سے لگایا تو آپ یہ خواب دیکھ کر پریشان حال ہوگئے اور گھبرائے ہوئے امام محمد بن سیرین کے پاس تعبیر کے لیے گئے تو آپ نے فرمایا:

''ابوحنیفہ! تم بڑے خوش نصیب ہو اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو تمام عالم میں پھیلاؤ گے''۔ چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ حدیث نے تمام عالم کو علم کے نور سے پُرنور کردیا۔

(مستطرف، ج:۲، ص:۸۹)

سبحان اللہ! کیا خوب کہا ہے کسی اہلِ دل نے:

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیر الٰہی ہے

(۱۳۰)

شہزادے کی عقل مندی

حضرت سیّدنا بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کو کثرتِ مال واولاد اور بہت لمبی عمر عطا کی گئی اس کی اولاد میں یہ عادتِ حسنہ تھی کہ جب بھی ان میں سے کوئی جوان ہوتا اون کا لباس پہن کر پہاڑوں میں چلا جاتا' دنیوی رونقوں کو خیر باد کہہ کر درویشانہ زندگی اختیار کر لیتا' درختوں کے پتے اور جھاڑیاں کھا کر اپنا گزارہ کرتا اور اسی حالت میں اس دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف کوچ کر جاتا۔ سب شہزادوں نے یہی طریقہ اختیار کیا جب بادشاہ کی عمر بہت زیادہ ہوگئی اور اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو اس نے اپنی قوم کو بُلا کر کہا:

''اے میری قوم! دیکھو میری عمر اب بہت ہوگئی ہے اس عمر میں مجھے بیٹے جیسی نعمت نصیب ہوئی' میں تم لوگوں سے جتنی محبت کرتا ہوں تم خوب جانتے ہو' مجھے ڈر ہے کہ میرا یہ بیٹا بھی اپنے دوسرے بھائیوں کا راستہ اختیار نہ کر لے اگر ایسا ہوا تو ہمارے خاندان میں سے میرے بعد تمہارا کوئی حاکم نہ رہے گا اور پھر تم ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ اگر بہتری چاہتے ہو تو اس شہزادے کو چھوٹی عمر ہی میں سنبھال لو۔ اسے دنیوی نعمتوں اور آسائشوں کی طرف مائل کرو اگر ایسا کرو گے تو شاید میرے بعد یہ تمہارا حاکم بن جائے' جتنا ہو سکے اس کا دل دنیا میں لگا دو''۔

یہ سن کر لوگوں نے کئی میل لمبا چوڑا ایک خوب صورت قلعہ بنایا اس میں دنیوی آسائش کا تمام سامان شہزادے کو مہیا کیا۔ شہزادے نے کئی سال اس وسیع وعریض قلعے کی چاردیواری میں گزار دیئے یہاں اسے ہر طرح کی سہولت میسر تھی اس کے سامنے کوئی غم و

پریشانی کی بات نہ کی جاتی۔ لوگوں کو اس سے دُور رکھا جاتا' ہر وقت خدام اس کی خدمت پر مامور رہتے۔ ایک مرتبہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ایک سمت چل دیا جب آگے دیوار دیکھی تو خادموں سے کہا: ''میرا گمان ہے کہ اس دیوار کے پیچھے ضرور ایک نیا جہاں ہوگا وہاں ضرور آبادی ہوگی مجھے یہاں سے باہر نکالو تا کہ میری معلومات میں اضافہ ہو سکے اور میں لوگوں سے ملاقات کروں''۔

جب شہزادے کی یہ خواہش بادشاہ کو بتائی گئی تو بادشاہ ڈر گیا کہ باہر جا کر کہیں یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح درویشانہ زندگی اختیار نہ کر لے اسی خوف کے سبب اس نے حکم دیا کہ شہزادے کو ہر دنیوی کھیل کود کا سامان مہیا کرو جس طرح بھی ہو اسے دنیوی مشاغل میں مصروف رکھو تا کہ اسے باہر جانے کا خیال ہی نہ آئے۔

حکم کی تعمیل ہوئی اور شہزادے کو دوبارہ دنیوی عیش وعشرت میں اُلجھا دیا گیا اسی طرح ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ ایک دن وہ پھر دیوار کی طرف گیا اور کہا: ''اب تو میں ضرور باہر جا کر دیکھوں گا' مجھے جلدی سے اس دیوار کے پار لے چلو''۔

جب بادشاہ کو شہزادے کی ضد کا بتایا گیا تو اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اجازت دے دی۔ لوگ شہزادے کو ایک بہترین سواری پر بٹھا کر باہر لے گئے۔ سواری کو سونے چاندی سے خوب مزین کیا گیا' لوگ اس کے اردگرد ننگے پاؤں چلنے لگے۔ شہزادہ گردوپیش کے مناظر دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا یکایک اسے ایک بہت ہی بیمار شخص نظر آیا۔ بیماری کی وجہ سے وہ انتہائی لاغر وکمزور ہو چکا تھا۔ پوچھا: ''اس کو کیا ہوا؟''

لوگوں نے بتایا: ''یہ بیماری میں مبتلا کر دیا گیا ہے''۔

شہزادے نے پھر پوچھا: ''کیا اس کی طرح دوسرے لوگ بھی بیمار ہوتے ہیں؟ کیا تمہیں بھی بیماری لاحق ہونے کا خوف لگا رہتا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''ہاں!''

شہزادے نے پوچھا: ''کیا میں جس سلطنت میں ہوں وہاں بھی یہ بیماری آ سکتی ہے؟'' کہا: ''ہاں! بالکل آ سکتی ہے''۔

عقل مند شہزادے نے کہا: ''اے لوگو! تمہاری یہ دنیوی عیش وعشرت بدمزہ ہے''۔

Scanned with CamScanner

یہ کہہ کر شہزادہ غم والم میں واپس لوٹ آیا جب اس کی یہ حالت بادشاہ کو بتائی گئی تو اس نے کہا: ''شہزادے کو ہر طرح کا سامانِ لہو ولعب مہیا کرو' اسے دنیوی آسائشوں میں ایسا مگن کر دو کہ اس کے دل سے سب رنج وملال جاتا رہے''۔

لوگ شہزادے کو دنیوی مشاغل میں اُلجھانے کی اَن تھک کوشش کرتے رہے اسی طرح ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔شہزادے نے پھر باہر جانے کی خواہش ظاہر کی۔ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی ہیرے جواہرات اور سونے چاندی سے مرصع سواری پر سوار کر کے اسے قلعے سے باہر لے جایا گیا۔شہزادہ مختلف مناظر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔آگے پیچھے خادموں اور سپاہیوں کا ہجوم تھا' کہ یک ایک بوڑھے پر نظر پڑی' بڑھاپے نے اس کا بُرا حال کر رکھا تھا' منہ سے رال ٹپک رہی تھی' جسم کانپ رہا تھا۔شہزادے نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو پوچھا: ''کیا دیگر لوگ بھی اس مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں؟ کیا ہر شخص بڑھاپے سے ڈرتا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''ہم میں سے ہر شخص بڑھاپے سے ڈرتا ہے''۔

شہزادے نے کہا: ''تمہاری یہ عیش وعشرت کتنی بدمزہ اور کیسی بھیانک ہے کہ کسی ایک کو بھی اس کے فساد سے چھٹکارا نہیں''۔ یہ کہہ کر شہزادہ مغموم و پریشان واپس اپنے قلعے کی طرف آ گیا۔بادشاہ کو جب شہزادے کی یہ کیفیت بتائی گئی تو اس نے پھر وہی حکم دیا: ''اسے دنیوی آسائشوں میں اُلجھا دو تا کہ غم وملال اس کے دل سے جاتا رہے''۔

ایک سال پھر شہزادے نے قلعے میں گزار دیا اس کے بے قرار دل میں پھر باہر جانے کی خواہش اُبھری۔ چنانچہ خادموں اور سپاہیوں کے ہجوم میں اسے باہر لے جایا گیا' راستے میں کچھ لوگ ایک جنازہ اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لے جا رہے تھے' شہزادے نے لوگوں سے پوچھا: ''یہ شخص چارپائی پر اس طرح کیوں لیٹا ہوا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''یہ شخص موت کا شکار ہو چکا ہے''۔

شہزادے نے پوچھا: ''موت کیا چیز ہے؟ مجھے اس شخص کے پاس لے چلو''۔
شہزادے کو مردے کے پاس لے جایا گیا تو کہا: ''لوگو! اس سے کہو کہ یہ بیٹھ جائے''۔

لوگوں نے کہا: ''حضور! اس میں بیٹھنے کی طاقت نہیں''۔
شہزادے نے کہا: ''اس سے کہو کہ بات کرے''۔
لوگوں نے کہا: ''موت نے اس کی زبان بند کر دی ہے اب یہ ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا''۔شہزادے نے پوچھا: ''اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟''
لوگوں نے کہا: ''موت کے بعد ''حشر'' ہوگا''۔
شہزادے نے پوچھا: ''یہ حشر کیا ہے؟''
لوگوں نے کہا: ''حشر وہ دن ہے کہ اس دن سب لوگ خالقِ کائنات کے حضور کھڑے ہوں گے' وہ خالقِ لم یزل ہر ایک کو اس کے اچھے بُرے اعمال کا بدلہ دے گا اور اس دن ہر شخص سے ذرے ذرے کا حساب لیا جائے گا''۔
شہزادے نے کہا: ''کیا اس دنیا کے علاوہ بھی کوئی ایسا جہان ہے جہاں تم دنیا کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟''
لوگوں نے کہا: ''ہاں! دنیا میں جو بھی آیا اسے آخرت کی طرف ضرور کوچ کرنا ہے''۔

یہ سن کر شہزادہ گھوڑے سے نیچے گر کر تڑپنے لگا' وہ روتا جاتا اور اپنے چہرے کو مٹی سے رگڑتا جاتا پھر اس نے روتے ہوئے کہا: ''اے لوگو! مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ جس طرح یہ شخص موت کا شکار ہوا اسی طرح مجھے بھی اچانک موت آ جائے گی اور میں دیکھتا ہی رہ جاؤں گا اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جو بروزِ قیامت تمام لوگوں کو جمع فرما کر جزا و سزا دے گا۔میرے اور تمہارے درمیان یہ آخری عہد ہے' آج کے بعد تم مجھ سے کبھی نہ مل سکو گے''۔لوگوں نے کہا: ''ہم آپ کو واپس آپ کے والد کے پاس لے جائیں گے' ان کی اجازت کے بغیر آپ کہیں بھی نہیں جا سکتے''۔

پھر شہزادے کو بادشاہ کے پاس اس حالت میں لے جایا گیا کہ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔بادشاہ نے شہزادے سے کہا: ''میرے لال! تم اتنے خوف زدہ کیوں ہو اور یہ رونا کس لیے؟'' شہزادے نے کہا: ''ابا حضور! میں اس دن کے خوف سے رو رہا ہوں جس دن

Scanned with CamScanner

ہر ایک کو اس کے اچھے بُرے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا''۔

پھر شہزادے نے اون کا لباس منگوا کر پہنا اور کہا: ''آج رات میں اس محل کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا''۔

پھر واقعی آدھی رات کو وہ سمجھ دار شہزادہ تاج وتخت ٹھکرا کر درویشانہ لباس پہنے آخرت کی تیاری کے لیے جنگل کی طرف جا رہا تھا جب قصرِ شاہی سے نکلنے لگا تو بارگاہِ خداوندی میں اس طرح التجا کی: ''اے میرے پاک پروردگار! میں تجھ سے ایسی زندگی مانگتا ہوں جس میں میری سابقہ زندگی کی آسائشوں میں سے کچھ نہ ہو اور میں پسند کرتا ہوں کہ چاہے دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے مگر میں لمحہ بھر کے لیے بھی دنیوی آسائشوں کی طرف نظر نہ کروں''۔

پھر وہ شہزادہ تمام دنیوی آسائشوں اور نعمتوں کو خیر باد کہہ کر اُخروی نعمتوں کے حصول کے لیے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضرت سیّدنا بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''یہ شہزادہ گناہوں کے خوف سے دنیوی نعمتوں کو چھوڑ کر چلا گیا حالانکہ اسے معلوم بھی نہ تھا کہ کس گناہ کی کتنی سزا ہے؟ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو دردناک سزائیں جانتے ہوئے بھی گناہوں سے کنارہ کشی نہیں کرتا' نہ گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے اور نہ ہی توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے نفرت عطا فرما کر اپنا ڈر اور خوف عطا فرمائے''۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم (عیون الحکایات)

بھائیو! جو آخرت کے معاملے میں غور وفکر کرتا ہے اسے کامیابی کی راہیں نظر آ ہی جاتی ہیں۔ سچے دل سے جو بھی کام کیا جائے اس کے اثرات بہت جلد مرتب ہوتے ہیں۔ عقل مند شہزادے نے لوگوں کے مختلف احوال میں غور وفکر کیا تو اسے فلاح کا راستہ مل گیا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے اردگرد کے ماحول سے عبرت حاصل کریں اس نیرنگیٔ دنیا سے دل نہ لگائیں۔ یہ بظاہر تو بڑی منقش لیکن حقیقت میں بڑی خاردار و بے کار ہے۔ اکھیاروں کے لیے اس دنیا میں ہر طرف عبرت ہی عبرت ہے مگر کیا کریں دنیا کی رنگینیوں نے آنکھوں پر غفلت کا پردہ ڈال رکھا ہے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے
جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے
جو آباد تھے وہ محل اب ہیں سُونے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

(۱۳۱)

اصحابِ اقتدار کی توجہ کے لیے

سلیمان بن عبدالملک مدینہ منورہ آیا تو یہاں تین دن مقیم رہا اس نے پوچھا:

''کیا مدینہ منورہ میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت پائی ہو؟ ہمیں اس کی بات سننے کا شوق ہے''۔

اسے بتایا گیا: ''جی ہاں! یہاں ایسا ایک آدمی موجود ہے' اسے ابوحازم کے نام سے جانا جاتا ہے''۔ (ان کا نام سلمہ بن دینار تھا' فارسی الاصل تھے' معروف واعظ اور مدینہ منورہ کے شیوخ میں شمار ہوتے تھے' ان کی والدہ روم سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ بنولیث کے آزاد کردہ غلام تھے' ان کا رنگ گہرا سرخ تھا اور چلنے میں تھوڑی سی لنگڑاہٹ تھی۔ امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے اور ان کے زمانے میں ان کی مثل کوئی نہ تھا۔ حکمت و دانائی سے بھی انہیں وافر حصہ عطا ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ میں نے حکمت و دانائی میں ابوحازم سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا' ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ وہ مدینہ کی ایک مسجد میں نمازِ فجر اور عصر کے بعد وعظ کرتے تھے۔ انہوں نے ۱۴۰ھ میں ابوجعفر منصور کے دورِ حکومت میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء:۹۶/۶)

سلیمان بن عبدالملک نے ابوحازم کو بُلا بھیجا۔

ابوحازم تشریف لائے تو سلیمان نے پوچھا: ''ابوحازم! یہ کیسی بے نیازی ہے؟''

ابوحازم: ''جنابِ والا! آپ کو میری بے نیازی کی اطلاع کس طرح پہنچی؟''

سلیمان: ''مجھے مدینہ منورہ کے تمام اصحاب کے دیدار کا شرف حاصل ہوا لیکن آپ تشریف نہیں لائے؟''

ابوحازم: ''میری اور آپ کی کوئی جان پہچان نہیں' کسی قسم کا کوئی تعارف نہیں...... میں ایسی صورت میں آپ کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوتا؟''

سلیمان: ''شیخ! آپ نے سچ فرمایا۔ ذرا یہ تو بتائیے کہ ہم موت کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟''

ابوحازم: ''اس لیے کہ تم لوگوں نے دنیا کو آباد اور آخرت کو برباد کر لیا ہے اسی لیے تمہیں آباد کردہ مکان سے برباد شدہ گھر کی طرف سفر کرنا ناگوار گزرتا ہے''۔

سلیمان: ''سچ فرمایا۔ یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کیسے جانا ہوگا؟''

ابوحازم: ''نیک آدمی کی مثال مسافر جیسی ہے جو اپنے اہل و عیال کے پاس مسرت و شادمانی کے ساتھ آتا ہے اور بُرے آدمی کی مثال بھگوڑے غلام جیسی ہے جو اپنے آقا کے پاس خوف و ہراس کے عالم میں منہ لٹکائے بھیگی بلی کی طرح آتا ہے''۔

یہ سن کر سلیمان بن عبدالملک رو پڑا۔ کہنے لگا:

''کاش! مجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ کی بارگاہ میں میرا کیا انجام ہے؟''

ابوحازم: ''اپنے آپ کو اللہ کی کتاب قرآنِ کریم کی کسوٹی پر رکھو' تمہیں خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے ہاں کون سا انجام تمہارا استقبال کر رہا ہے''۔

سلیمان: ''اے ابوحازم! اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مجھے اس کا جواب کہاں مل سکتا ہے؟''

ابوحازم: ''اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ عالی میں:

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ○ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ .

''یقیناً نیک لوگ (جنت کے عیش و آرام اور) نعمتوں میں اور بدکار لوگ جہنم میں ہوں گے''۔ (الانفطار:۱۳/۸۲'۱۴)

سلیمان: ''ابوحازم! اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں ہے؟''

ابوحازم: إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ .

''بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام [illegible] والوں کے قریب ہے''۔

(الاعراف:۷:۵۶)

سلیمان: ''[illegible] زیادہ عقل مند کون ہے؟''

ابوحازم: ''جس نے حکمت ودانائی سیکھی اور اسے لوگوں کو بھی سکھلایا''۔

سلیمان: ''بے وقوف کون ہے؟''

ابوحازم: ''وہ جو ظلم وزیادتی کرنے والے کی مدد کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور دوسرے کی دنیا بناتے بناتے اپنی آخرت برباد کر بیٹھتا ہے''۔

سلیمان: ''سب سے زیادہ کن لوگوں کی دعائیں اللہ کے دربار میں سنی جاتی ہیں؟''

ابوحازم: ''اللہ کے حضور خشوع وخضوع اختیار کرنے اور اس سے ڈرنے والوں کی''۔

سلیمان: ''سب سے بہتر اور پاکیزہ صدقہ کون سا ہے؟''

ابوحازم: ''کم مایہ آدمی کا طاقت کے بقدر کیا گیا صدقہ''۔

سلیمان: ''ابوحازم! جس حال میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟'' ابوحازم: ''اس سلسلے میں اظہارِ خیال سے مجھے معاف رکھیے''۔

سلیمان: ''کوئی نصیحت فرمائیے''۔

ابوحازم: ''لوگوں نے خلافت پر قبضہ کر لیا اس سلسلے میں مسلمانوں سے کوئی مشورہ نہیں لیا گیا' نہ ان کی رائے کا اجماع ہوا۔ چنانچہ ان لوگوں نے دنیا طلبی میں خون کی ندیاں بہائیں اور اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آسمان وزمین کے خالق کو کیا جواب دیا اور ان سے کیا کہا گیا؟'' مجلس میں سے کسی آدمی نے یہ سن کر کہا:

''یا شیخ! یہ آپ نے بہت بُری بات کہی ہے''۔

ابوحازم: ''تم جھوٹے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے علماء سے عہد لے رکھا ہے کہ وہ لوگوں کو حق بات پہنچائیں گے اور سچائی کو پوشیدہ نہیں رکھیں گے۔

سلیمان: ''ابوحازم! آئیے! ہمارے ساتھ ہو جائیے اس طرح آپ ہم سے مستفید ہوں گے اور ہم آپ سے''۔ ابوحازم: ''اس بات سے اللہ کی پناہ!''

سلیمان: ''کیوں؟''

ابوحازم: ''خدشہ ہے کہ کہیں میرا میلان آپ کی طرف نہ ہو جائے پھر دنیا کے چند ٹکوں کے عوض آخرت کے کئی گنا عذاب اور الم ناک سزائیں میری چمڑی اُدھیڑ کر رکھ دیں''۔

سلیمان: ''مجھے کوئی مشورہ دیجیے''۔

ابوحازم: ''اللہ تعالیٰ کا خوف کرو کہ وہ تمہیں ایسی جگہ نہ دیکھے جہاں سے اس نے روکا ہے اور تمہیں ایسا کام نہ کرتے دیکھے جسے اس نے ممنوع قرار دیا ہے''۔

سلیمان: ''ہمارے لیے بھلائی کی دعا فرمائیے''۔

ابوحازم: ''الٰہی! اگر سلیمان تیرا ولی ہے تو اس کے لیے خیر اور بھلائی کے راستے آسان فرما اگر اس کے برخلاف ہے تو اس کی پیشانی خیر کے کاموں پر جھکا دے''۔

سلیمان: ''اے غلام! سو دینار لاؤ...... دینار پیش کر دیے گئے''۔

سلیمان: ''ابوحازم! یہ قبول فرمالیجیے''۔

ابوحازم: ''اس کی مجھے کوئی ضرورت نہیں اس مال میں میرے اور میرے علاوہ دوسروں کے لیے نمونہ ہے اگر تم نے یہ مال ہمارے درمیان عدل وانصاف سے تقسیم کیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس سے مجھے کوئی غرض نہیں''۔

بنوابوحازم نے مزید فرمایا: ''بنو اسرائیل جب خیر وبھلائی اور فلاح کے ایام بسر کر رہے تھے اس زمانے میں ان کے امراء علماء کی سخت ضرورت محسوس کرتے تھے لیکن علمائے کرام کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے دین کے بچاؤ کے لیے امراء سے دُور بھاگتے تھے جب بنی اسرائیل کے گھٹیا لوگوں نے علماء کا یہ مقام ومرتبہ دیکھا تو وہ علم سیکھنے کے لیے ٹوٹ پڑے اور اس کی بنیاد پر امراء تک ان کی رسائی ہوتی گئی۔ یہ لوگ امراء کے ساتھ معصیت پر اکٹھے ہو گئے اس طرح یہ لوگ اپنے مرتبے سے نیچے گر گئے اور امراء کی اطاعت میں سرِ تسلیم خم کرنے لگے اگر یہ علماء اپنے دین اور علم کا تحفظ کرتے اور امراء کے پھونہ بنتے تو امراء پر ان کا رعب اور دبدبہ قائم رہتا''۔

(مختصر منہاج القاصدین لابن قدامۃ' ص: ۱۶۶' معمولی تصرف کے ساتھ)

(۱۳۲)

قادر مطلق اللہ کی ذات ہے

واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر واقعات منقول ہیں کہ جن سے کتب تواریخ پُر ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے وہ کہتے ہیں ابراہیم بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ برادر ہارون رشید نے اپنے بھائی ہارون کے مرنے کے بعد اپنے بھتیجے امیرالمومنین مامون رشید کے زمانہ خلافت میں شہررے میں خلافت کا دعویٰ کیا اور اس کا مالک بن بیٹھا اور اڑھائی سال حکومت کرتا رہا پھر جب مامون رشید رے میں داخل ہوا تو اس کا چچا ابراہیم مذکور روپوش ہو گیا۔ مامون نے اس کی تلاش میں کوشش بلیغ کی اور منادی کرا دی کہ جو شخص ابراہیم کو ان کے پاس لائے گا اس کو وہ ایک لاکھ درہم یا دینار انعام دے گا۔ ابراہیم کا بیان ہے کہ اس وقت مجھے اپنی جان پر خوف ہوا اور میں اپنے معاملہ میں متحیر اور پریشان تھا۔ مجھ پر زمین تنگ ہو گئی تھی ہر وقت یہی سوچتا تھا کہ میں کہاں جاؤں۔ آخر کار بھیس بدل کر اپنے گھر سے دوپہر کے وقت نکلا اور وہ زمانہ سخت گرمی کا تھا۔ چنانچہ میں ایک ایسے راستہ میں پھنس گیا جو آر پار نہ تھا۔ پس میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا:

''میں نے بے شک اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالا اگر میں اپنے نشانِ قدم پر واپس آتا ہوں تو میرے معاملہ میں شک واقع ہو گا اور میں صورت بدلنے والے کی حالت پر تھا ناگاہ میں نے صدر راستہ میں ایک حبشی غلام کو دیکھا کہ وہ اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑا ہے۔ پس میں اس کے پاس گیا اور کہا: ''کیا تیرے پاس کوئی ایسی جگہ ہے کہ جہاں میں ایک گھڑی دن میں قیلولہ اور آرام کرلوں؟'' اس نے کہا: ''ہاں!'' چنانچہ اس نے دروازہ کھولا اور کہا: ''اندر آؤ''۔

پس میں ایک ایسے صاف ستھرے کمرے میں داخل ہوا کہ جس میں بچھونے اور فرش اور پاکیزہ چیزوں کے تکیے موجود تھے پھر اس نے مجھ پر دروازہ بند کر دیا اور چلا گیا اس کے بعد مجھے خیال ہوا کہ شاید اس نے معاوضہ اور انعام کی طمع میں مجھے یہاں قید کر دیا ہے اور خود مامون کو میری خبر کرنے گیا ہے۔ یہ خیال آتے ہی میں چنگاریوں پر لوٹنے لگا۔ میں اسی غم اور فکر میں تھا کہ دفعتہً وہ میرے سامنے آیا اور اس کے ساتھ مزدور تھا جس کے سر پر ہر قسم کی چیزیں مثلاً روٹی و گوشت و نئی ہانڈی اور نیا گھڑا اور نئے کوزے جن کی احتیاج ہوتی ہے موجود تھیں۔ پس اس نے حمال کے سر سے ان چیزوں کو اُتارا اور اس کو واپس کیا پھر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا: ''اے میرے آقا! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے میں مرد حجام ہوں اور میں جانتا ہوں کہ آپ میرے اس ذریعہ معاش کو جس کو میں کرتا ہوں خوب پہچانتے ہوں گے اور بہت ممکن ہے کہ آپ کی طبیعت اس کو نہ قبول کرے۔ پس ان چیزوں میں سے جن پر کوئی ہاتھ نہیں لگا ہے آپ کو اختیار ہے جو چاہیے لے لیجیے''۔

یہ کہہ کر اس نے مجھ سے پیٹھ پھیری اور چلتا ہوا۔ میں بہت ہی بھوکا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے لیے ایک ہانڈی پکائی جس میں ایسا مزہ تھا کہ میں نے اس سے زیادہ لذیذ کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا تھا جب میں کھانے سے فارغ ہو چکا تو اس نے مجھ سے کہا: ''اے مالک! کیا آپ کو شراب کی رغبت ہے؟ بے شک شراب غم کو دفع کرتی ہے اور طبیعت کو خوش کرتی ہے''۔ میں نے کہا: ''ہاں! میں اس کی رغبت رکھتا اور اس کو ناپسند نہیں کرتا ہوں''۔

پس وہ شیشہ کے ایسے نئے برتن جن کو کسی نے نہیں چھوا تھا اور مٹی کے گھڑے میرے پاس لایا اور کہا: ''اے آقا! اپنے لیے جس طرح آپ کو پسند ہو شراب صاف کیجیے''۔

چنانچہ میں نے نہایت ہی خوبی اور عمدگی سے شراب صاف کی اور اس نے جدید پیالہ اور پھل اور مٹی کے نئے طشت میں گل دستہ میرے پاس حاضر کیے اور کہا: ''کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں بیٹھوں اور آپ کے خوش کرنے کے واسطے میں الگ شراب نوشی کروں؟''

میں نے اس کو اجازت دی۔ چنانچہ میں نے اور اس نے شراب نوشی کی جب اس نے

محسوس کیا کہ شراب نے مجھ میں اثر کیا تو وہ اُٹھا اور اسباب کی کوٹھڑی میں جا کر ایک چوڑا بربط نکال لایا پھر مجھ سے کہا: ''اے مالک! میرا رُتبہ یہ نہیں ہے کہ آپ پر بوجھ ڈالوں اور گانے کی درخواست کروں لیکن میرے حق کی حرمت آپ کی مروت پر واجب ہے اس لیے اگر آپ اپنے غلام کو خوش کرنا چاہتے ہیں تو یہ آپ کی رائے عالی ہونے کا ثبوت ہے''۔

ابراہیم کہتے ہیں: ''میں نے اس سے کہا: تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ میں اچھا گاتا ہوں؟'' اس نے کہا: ''سبحان اللہ! اے آقا! آپ تو اس شہر میں فلاں اور فلاں سے بھی زیادہ مشہور ہیں۔ آپ تو ہمارے خلیفہ اور میرے آقا ابراہیم بن مہدی ہیں اور خلیفہ مامون رشید نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص آپ کا پتہ بتلائے گا اس کو ایک لاکھ درہم انعام ملے گا لیکن میری جانب سے آپ کو امان ہے''۔

پس جب حجام نے مجھ سے یہ کہا تو میری نظر میں اس کی عظمت اور زیادہ ہوگئی اور میرے نزدیک اس کی مروت اور جوانمردی ظاہر ہوئی اس کے بعد میں نے بربط لیا اور اس کو درست کیا اور میرے دل میں اپنے بال بچوں اور وطن کی جدائی کا خیال گزرا اور بخدا یہ ایسی بات ہے کہ کوئی شخص اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ پس میں نے یہ گایا ترجمہ اشعار:

''اور وہ ذات پاک جس نے یوسف علیہ السلام کے واسطے ان کے اہل کو ہدایت کی اور جیل میں ان کو عزت دی حالانکہ وہ قیدی تھے عنقریب ہماری دعا قبول فرمائے گا اور ہماری پراگندگی کو جمع کرے گا اور اللہ جو دونوں جہان کا پروردگار ہے' ہر چیز پر قادر ہے''۔

پس بے حد سرور حجام پر غالب ہوگیا بالخصوص لذیذ شراب کے ساتھ تو سرور کی کوئی انتہا ہی نہ رہی اور ابراہیم کی خوش آوازی کا یہ شہرہ تھا کہ جب وہ اپنے غلام سے کہتے تھے: ''اے غلام! خچری باندھ دے''۔ تو اس کے سننے والوں کو اس سے سرور حاصل ہوتا تھا جب حجام کی طبیعت خوش ہوئی اور اس میں انبساط اور مسرت نے اپنی حکومت جمائی تو اس نے کہا: ''اے میرے آقا! کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ جو کچھ میرے دل میں گزرا اور ظاہر ہوا ہے اس کو گاؤں؟ اگرچہ میں اس کا اہل نہیں ہوں''۔ پس میں نے کہا: ''بے شک

یہ کام مجھ پر تیری مروت کی زیادتی اور تیرے نفس کے کمال اور تیرے ادب کی خوبی سے ہوگا''۔ چنانچہ اس نے بربط لیا اور یہ گایا: ترجمہ اشعار

''ہم نے آپنے احباب سے اپنی رات کی درازی کی شکایت کی''۔ پس انہوں نے کہا: ''ہمارے نزدیک یہ بہت ہی چھوٹی رات تھی اور یہ کہ نیند ان کی آنکھوں کو جلد ڈھانک لیتی ہے اور ہماری آنکھوں کو نیند نہیں ڈھانکتی ہے جب وہ رات ضرر رساں اہلِ محبت کے قریب ہوتی ہے تو ہم ڈر اور گھبرا جاتے ہیں اور وہ لوگ خوش ہوتے ہیں جب ان سے وہ رات قریب ہوتی ہے۔ پس اگر وہ ایسی چیز سے ملتے جس سے ہم ملے ہیں تو البتہ وہ لوگ بھی اپنی خواب گاہوں میں ہماری طرح ہوجاتے۔

اس کے بعد مجھ میں ایسا سرور آیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہ تھا' یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ سرور کی وجہ سے عنقریب یہ گھر مجھے لے اُڑے گا اور جو کچھ مجھے خوف و گھبراہٹ تھی وہ سب کچھ جاتا رہا۔ پھر میں نے حجام سے درخواست کی کہ کچھ اور بھی گائے''۔ جس کے جواب میں اس نے کہا: ''اے میرے آقا! آپ کی محبت اور بزرگی سے مجھے یہ منظور ہے''۔ چنانچہ اس نے پڑھا: ترجمہ اشعار

میری محبوبہ مجھے عار دلاتی ہے کہ ہمارے لشکر کی تعداد کم ہے پس میں نے اس سے کہا: ''بے شک بزرگ کم ہی ہوتے ہیں اور ہم کو اس سے ضرر نہیں پہنچا کہ ہم عدد میں کم ہیں حالانکہ ہمارا پڑوسی باعزت اور خوش حال ہے اور جو لوگ کہ عدد میں زیادہ ہیں' ان کا ہمسایہ خوار ہے اور بلاشبہ ہم ایسی قوم ہیں کہ قتل کو عار اور گالی نہیں دیکھتے ہیں جبکہ قبیلہ عامر اور سلول نے قتل کو عار دیکھا اور ننگ خیال کیا۔ موت کی محبت ہماری موتوں کو ہم سے قریب کر دیتی ہے اور ان کی عمریں موت کو مکروہ جانتی ہیں۔ پس وہ دراز ہوجاتی ہیں''۔

ابراہیم کہتے ہیں: ''اس سے مجھ پر بے حد سرور ہوا اور میں سو گیا جب عشا کے بعد بیدار ہوا تو میں نے اپنا منہ دھویا اور اس حجام کی نفاست اور اس کے حسنِ ادب اور اس کی عقل مندی میں فکر کرنے لگا اس کے بعد میں نے اس کو جگایا اور ایک تھیلی نکالی جو میرے ساتھ تھی اور اس میں اشرفیاں تھیں۔ چنانچہ میں نے ان سب اشرفیوں کو اس کی طرف پھینک دیا اور

Scanned with CamScanner

اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ ودیعت کی ہے اور میں تم سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ تم اس میں تصرف کرو اور جب مجھے خوف سے امن ہو جائے گا تو تمہارے واسطے اس سے زیادہ نعمت ہوگی''۔

لیکن حجام نے وہ تھیلی مجھے واپس کر دی اور کہا: ''اے میرے آقا! بے شک ہم ایسے محتاجوں کی قدر آپ کے نزدیک نہیں ہے۔ کیا میں اس پر قیمت اور معاوضہ لوں کہ زمانہ نے آپ کا قرب اور آپ کی تشریف آوری کا فخر مجھے بخشا۔ خدا کی قسم! اگر آپ اس بارہ میں مجھ سے لوٹ پھیر کریں گے اور مجھے اس کو پھر واپس کریں گے تو میں اپنی جان کو ہلاک کر ڈالوں گا''۔

پس میں نے تھیلی لے لی حالانکہ اس کا پھر واپس لینا مجھ پر بھاری تھا۔ آخر جب میں چند دن کے بعد حجام سے رخصت ہو کر نکلا تو مجھے خیال بد زیادہ ہوا اور خوف اور وسواس نے مجھے گھیر لیا اور مجھے تجربہ ہوا کہ جو شخص مجرم ہوتا ہے اس کو بہت زیادہ خوف ہوتا ہے اور اس کا وہم اور خوف اس کے خیال اور وہم میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ ہر شخص اس کی طرف دیکھتا ہے اور ہر ایک اس کو پہچانتا ہے اور اس کا مکان جانتا ہے۔ پس اس کا نفس ایک مکان میں قرار نہیں پکڑتا ہے اور وہ پریشان ہوتا ہے اور میں تقریباً آٹھ راتیں فلاں اور فلاں مقام کی طرف رات کی اندھیریوں میں پھرتا رہا اور مجھے جو جو تکلیفیں تھیں' ان کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔

ابراہیم کہتے ہیں: ''آخر میں دریا پر آیا تا کہ بغداد کا پل عبور کروں اور اس زمانہ میں پل لوگوں کی فرحت اور سیر گاہ کا مقام تھا اور اسی بارہ میں ابوجہم شاعر کہتا ہے: ترجمہ اشعار

''گاوان دشتی یعنی حسینان جہان کی آنکھوں نے محلہ رصافہ اور پل کے درمیان میں عشق کو برانگیختہ کیا ایسی جگہ سے کہ بعض کو میں جانتا ہوں اور بعض کو نہیں جانتا ہوں''۔

اور پل بغداد پر اس قدر زیادہ چھڑکاؤ تھا کہ وہ پاؤں کو پھسلاتا تھا۔ پس ایک فوجی سپاہی نے جو میری خدمت کرتا تھا' میری طرف دیکھا اور مجھے پہچانا۔ چنانچہ اس نے کہا: ''یہ تو امیر المومنین کا مطلوب ہے۔ پھر وہ مجھ سے الجھ گیا۔ پس جان شیریں کی محبت کی وجہ

سے میں نے اس کو مع اس کے گھوڑے کے ایسا سخت دھکا دیا کہ اس کا پاؤں زمین سے اکھڑ گیا اور میں نے اس کو اس پھسلن میں پھینک دیا۔ پس وہ اس کو عبور کرنے لگا اور اس پر لوگ جمع ہو گئے اس کے بعد جلدی کرنے میں میں نے سخت کوشش کی حتیٰ کہ میں نے پل کو طے کیا اور ایک راستہ میں داخل ہو گیا پھر میں نے ایک گھر کا دروازہ کھلا ہوا پایا اور اس کے دالان میں ایک عورت کو دیکھا اور اس سے کہا: ''اے عورتوں کی سردار! مجھ پر رحم کر اور میری جان بچا اس لیے کہ میں خوف زدہ آدمی ہوں''۔ اس عورت نے کہا: ''مبارک بادی اور کشادہ روئی اور تعظیم کے ساتھ آؤ''۔

اور وہ مجھے ایک بالاخانہ پر لے گئی اور میرے واسطے فرش بچھایا اور میرے لیے کھانا لائی اور کہا: ''اپنے دل کو آرام دو۔ تم سے کوئی خبردار نہیں ہوا ہے''۔

اس کے بعد اس کا دروازہ اس زور سے کھٹکھٹایا گیا کہ گویا توڑا جا رہا تھا۔ آخر وہ عورت نکلی اور دروازہ کھولا۔ پس ناگاہ ایک شخص داخل ہوا اور وہ وہی تھا جس کو میں نے مع اس کے گھوڑے کے پل پر دھکا دیا تھا اور یہ اس کا شوہر تھا اس کے سر پر پٹی بندھی تھی اور اس کے کپڑوں پر خون جاری تھا لیکن اس کے ساتھ اس کا گھوڑا نہ تھا۔ چنانچہ اس عورت نے اس سے کہا: ''کس چیز نے تم کو بلا میں ڈالا؟ اور تم پر یہ کیا مصیبت آئی؟''

اس کے شوہر نے جواب دیا: ''آج میں مال داری پر کامیاب ہو گیا تھا لیکن وہ مجھ سے چھوٹ گیا''۔

اور اس نے اپنی عورت سے سارا قصہ بیان کیا اس کے بعد اس نے اپنے شوہر کے واسطے جلی ہوئی روئی نکالی اور اس سے اس کے زخم کو بھرا اور اس پر پٹی باندھی اور خود اس کے لیے بستر بچھایا۔ چنانچہ وہ کمزوری کی حالت میں سو گیا پھر وہ عورت میرے پاس آئی اور کہا: ''شاید میرے شوہر کے ساتھ تمہارا ہی سے جھگڑا ہوا ہے''۔ پس میں نے کہا: ''ہاں''

اس کے بعد اس نے کہا: ''تم پر کچھ ڈر نہیں ہے اور جب تک میرا شوہر علیل ہے اس وقت تک تم میری حفاظت اور مہمانی میں ہو''۔

چنانچہ تین دن تک اس کے پاس میں عزیز ترین اکرام اور مہمانی میں رہا پھر اس نے

Scanned with CamScanner

مجھ سے کہا: ''اب میرے شوہر کو آرام ہو گیا اور میں ڈرتی ہوں کہ وہ تمہاری خبر پائے اور تمہاری چغلی کھائے اس لیے تم یہاں سے چلے جاؤ' اپنی جان کو صحیح وسالم بچاؤ''۔

چنانچہ میں نے رات تک صبر کیا اور عورتوں کا لباس پہنا پھر وہاں سے نکلا اس کے بعد میں ایک عورت کے گھر آیا جو پہلے میری لونڈی تھی اور میں نے اس کو آزاد کر دیا تھا پس جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ روئی اور آہ و نالہ کیا اور میری سلامتی پر اللہ کا شکر کیا اور گھر سے باہر نکلی اور بازار جانے کا ارادہ کیا تا کہ میرے واسطے کھانا لائے۔ ناگاہ مجھے معلوم ہوا کہ اس نے میرا پتہ بتلا دیا اور ابراہیم موصلی اور اس کے سواروں اور پیدلوں کو میرے لیے حاضر کر دیا اور وہ بھی اس کے ساتھ ہے۔ چنانچہ اس نے مجھے اس کے حوالہ کر دیا اب تو مجھے ہر طرف سے موت ہی موت نظر آنے لگی اور میں اسی صورت سے کہ جس شکل میں تھا یعنی زنانہ لباس میں مامون رشید کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت مامون ایک عام دربار میں بیٹھا تھا کہ ابراہیم موصلی نے مجھے اس کے پاس داخل کیا۔ پس جب میں مامون کے سامنے کھڑا ہوا تو میں نے اس کو خلافت کے ساتھ سلام کیا یعنی میں نے کہا: ''السلام علیکم یا امیر المومنین!''

اس کے جواب میں مامون نے کہا: ''خدا تجھے سلامت نہ رکھے اور نہ تجھ کو زندہ رکھے''۔ پس میں نے کہا: ''ٹھہرو! بے شک بادشاہ قصاص اور عفو میں مختار ہے اور تم جانتے ہو کہ معاف کرنا پرہیزگاری سے بہت ہی قریب ہے اور تمہارا معاف کرنا ہر عفو سے بالاتر قرار دیا گیا ہے جس طرح میرا گناہ تمام گناہوں سے بالا مانا گیا ہے۔ پس اگر تم نے مجھے پکڑا تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنے حق سے پکڑے گا اور اگر تم نے معاف کیا تو وہ اپنے فضل اور بزرگی سے تمہیں معاف کرے گا''۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے: ترجمہ اشعار

''تیرے نزدیک میرا گناہ بڑا ہے اور تم اس سے بھی بزرگ تر ہو کہ اس گناہ سے مجھے پکڑتے ہو''۔ پس اپنے حق سے پہلے تو پکڑو پھر اپنے حلم کی وجہ سے میرے اس گناہ سے درگزر کرو اگر میں اپنے کاموں میں بزرگوں سے نہیں ہوں تو تم ان سے ہو جاؤ۔

اس کے بعد مامون نے غصہ کی صورت میں میری جانب اپنا سر اُٹھایا۔ پس میں نے جلدی کی اور کہا: ترجمہ اشعار

''میں نے بڑا گناہ کیا اور تم عفو کے اہل اور سزاوار ہو''۔

پس اگر تم نے معاف کیا تو تمہارا احسان ہے اور اگر بدلا لیا تو انصاف ہے''۔

ابراہیم کہتے ہیں: ''میرے اس کہنے سے مامون کا دل نرم ہو گیا اور میں نے اس سے رحم کی خوشبوئیں جو اس کی عادتوں میں تھیں' سونگھیں اس کے بعد مامون نے اپنے لڑکے عباس اور اس کے بھائی اسحاق اور بنی عباس وغیرہم کے خاص لوگوں میں سے جو حاضر تھے' ان سب کی طرف التفات کیا اور دیکھا اور فرمایا: تم لوگ ان کے معاملہ میں کیا رائے رکھتے ہو؟ چنانچہ ان میں سے سب نے قتل کا مشورہ دیا لیکن ان لوگوں نے اس معاملہ میں اختلاف کیا جو نیک دل تھے اور ان کی عادتیں جاری تھیں کہ وہ ان بادشاہوں کے حضور میں کلمۂ خیر سے نہیں چوکتے تھے جو لوگ کہ اس شخص کی راہ نہیں چلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیتا ہے' وہ یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ زمانہ اُلٹا پلٹا کھانے والا ہے اور لوگوں سے ان کے اعمال کے موافق بدلہ لینے والا ہے۔ اس کے بعد مامون نے احمد بن خالد سے فرمایا: ''اے احمد! تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟''

احمد بہت ہی ذہین تھا اور وہ خلفاء کے اشاروں اور ان کے مقصدوں کو بہت جلد سمجھتا تھا۔ چنانچہ احمد نے سمجھا کہ مامون کی غرض معافی ہے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس کے کلام سے موافقت کرے۔ اس کے بعد احمد نے کہا: ''یا امیر المومنین! بے شبہ اگر آپ نے ان کو مار ڈالا تو میں نے پایا اور دیکھا ہے کہ آپ جیسے شخص نے ایسا کام بہت کیا ہے یعنی خلیفہ کے کسی مجرم کو مار ڈالنے کی نظیر دنیا میں بہت موجود ہے اور اگر آپ نے ان کا گناہ معاف کر دیا تو میں آپ کی نظیر نہ پاؤں گا کہ کسی نے ایسے مجرم کے ساتھ ایسا کام کیا ہو۔ یعنی ایسے مجرم کا قصور معاف کرنا عدیم النظیر ہوگا''۔ اس کے بعد مامون نے دیر تک زمین کی طرف اپنا سر نیچا رکھا اور یہ شعر پڑھا: ترجمہ

''اے امیمہ (شاعر کی بی بی کا نام ہے) میری قوم نے میرے بھائی کو مار ڈالا''۔

پس اگر میں انتقام کا تیر مارتا ہوں تو وہ مجھی کو لگتا ہے۔

پس جب میں نے یہ دیکھا تو اپنے سر سے مقنعہ پھینک دیا اور بآوازِ بلند اللہ اکبر کہا اور اہلِ مجلس نے بھی تکبیر سے آواز بلند کی اور میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو معاف کرے''۔

Scanned with CamScanner

اس کے بعد مامون میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے میرے چچا! آپ پر کوئی ڈر نہیں ہے''۔ پس میں نے کہا: ''یا امیر المومنین! میرا گناہ اس سے بہت بڑا ہے کہ اس کے ساتھ معذرت میں میں کچھ بات کہوں اور آپ کا عفو اس سے بھی بڑا ہے کہ اس کے ساتھ شکر میں میں زبان کھولوں اور کوئی بات کہوں''۔ پھر میں نے یہ کہنا شروع کیا: ترجمہ اشعار

''بلاشبہ جس پاک ذات نے اچھے اخلاق پیدا کیے اس نے ان ساتویں امام (مامون رشید خلفائے عباسیہ کے ساتویں خلیفہ ہیں) کے واسطے آدم کی پشت میں جمع کر دیا تھا''۔

لوگوں کے دل تیرے خوف سے بھر گئے ہیں اور تو نے خدا ترس دل سے ان کی حفاظت کرنا شروع کی ہے اور میں نے تیری نافرمانی بہ نیت فرماں برداری کی ہے حالانکہ گمراہوں اور سرکشوں کے اسباب نے میری مدد کی۔ پس تو نے ایسے شخص کا گناہ معاف کیا کہ اس جیسے کے لیے معافی نہیں ہے حالانکہ تیرے پاس کسی سفارشی نے سفارش نہ کی اور تو نے میرے ان بچوں پر جو مرغ سنگ خوار یعنی لوا کے چوزوں کی طرح ہیں، رحم کیا اور میری والدہ کے دلِ بے قرار کے نالہ اور گریہ پر رحم کیا۔

اس کے بعد مامون نے کہا: ''اے میرے چچا! آپ پر کوئی خوف نہیں ہے اور میں نے آپ کے گناہ کو معاف کیا اور جو مال و دولت وغیرہ آپ سے لے لی گئی تھی وہ سب میں نے آپ کو اپنی دلی خوشی کے ساتھ واپس دی اور میں نے آپ کو اجازت دی کہ جب آپ چاہیں میرے ساتھ اور میری صحبت میں رہیں''۔ پھر فرمایا: ''اے چچا! آپ نے اپنے عذر کی زندگی سے میرے سینہ کو مردہ کر دیا''۔

یعنی آپ نے معذرت کر کے میرے کینہ کو دُور کر دیا۔ پس میں نے آپ کو معافی دی اور سفارش کرنے والوں کے احسان کی تلخی میں نے آپ کو نہ پلائی پھر مامون نے طویل سجدہ کیا اور اپنا سر اُٹھایا اور کہا: ''اے چچا! کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ سجدہ کیوں کیا ہے؟'' میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کے شکر کے واسطے کہ اس نے تم کو تمہاری دولت کے دشمن پر کامیابی اور فتح دی''۔

مامون نے کہا: ''میں نے یہ ارادہ نہیں کیا لیکن میں نے اس کا شکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گناہ کی معافی میرے دل میں ڈال دی اور میرے دل کو آپ کی طرف سے صاف کر دیا۔ پس آپ مجھ سے وہ واقعہ بیان کیجیے جو آپ کو پیش آئے''۔

چنانچہ میں نے اپنے واقعہ کی صورت اس سے بیان کی اور جو حالت مجھے حجام اور فوجی سپاہی اور اس کی بی بی اور اپنی لونڈی کے ساتھ گزری تھی اس کو بھی بیان کیا۔ پس مامون نے ان سب کی حاضری کا حکم دیا اور میری آزاد کردہ لونڈی اپنے گھر میں اس انعام کی منتظر تھی جو میری گرفتاری پر مقرر تھا۔ چنانچہ جب اس کو حاضر کیا تو مامون نے اس سے کہا:

''جو کام تو نے اپنے آقا کے ساتھ کیا اس پر تجھ کو کس چیز نے اُبھارا؟ اور مستعد کیا؟''

اس نے کہا: ''مال کی رغبت نے''۔ اس کے بعد مامون نے اس سے فرمایا: ''کیا تیرے لڑکا اور شوہر ہے؟''

اس نے کہا: ''نہیں!'' پس مامون نے اس کو دو سو کوڑے مارے اور حبس دوام کا حکم دیا پھر وہ فوجی سپاہی کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے فرمایا: ''تو حجام ہونے کی لیاقت رکھتا ہے اور اس پر ایک آدمی مقرر کیا کہ حجام کی دُکان میں اس کے ساتھ اس وقت تک لگا رہے جب تک وہ تیمیوں کی نشست گاہ میں حجامت سیکھے''۔

اور اس کی بی بی کا اکرام کیا اور اس کی عزت افزائی کی اور اس کو اپنے حرم کے محل میں داخل کیا اور فرمایا: ''یہ عورت عقل مند ہے اور یہ بڑے بڑے کاموں کی صلاحیت رکھتی ہے''۔

پھر حجام سے فرمایا: ''مجھے تیری مروت اور جوانمردی معلوم ہوئی جو تیری بزرگی میں مبالغہ اور زیادتی کی مؤجب ہے''۔

اور حکم دیا کہ فوجی سپاہی کا مکان اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب اس کے حوالہ کیا جائے اور اس کو خلعت دے کر ساتھ ساتھ بہت سا سامان اور غلہ وغیرہ انعام دیا اور ہر سال میں ایک ہزار اشرفیاں زیادہ کیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم کرے اور اگر وہ لوگ خطا واروں سے ہوں تو ان کی خطا معاف فرمائے''۔ والحمدللہ رب العالمین!

(انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(۱۳۳)

دعائے حسن انس رضی اللہ عنہما

خلیفہ دمشق ولید بن الملک نے حضرت امام حسن بن علی کے فرزند حسن مثنیٰ کو مدینہ منورہ کے جیل خانہ میں قید کر رکھا تھا پھر اچانک ولید نے مدینہ منورہ کے گورنر صالح بن عبداللہ کے پاس فرمان بھیجا کہ حسن مثنیٰ کو مسجد نبوی میں پانچ سو کوڑے لگائیں جائیں۔ چنانچہ گورنر آپ کو جیل خانے سے کوڑے مارنے کے لیے مسجد نبوی میں لایا اور خود منبر پر چڑھ کر ولید کا فرمان پڑھنے لگا۔ اتنے میں حضرت امام زین العابدین مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ مجمع آپ کو دیکھ کر پھٹ گیا اور آپ آ کر حسن مثنیٰ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور فرمایا:

''بھائی جان! آپ اس وقت دعا الکرب پڑھ کر دعا کیوں نہیں مانگتے۔ آپ یہ دعا پڑھیے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

حضرت مثنیٰ نے چند ہی بار اس دعا کا ورد کیا تھا کہ صالح بن عبداللہ گورنر کا دل بدل گیا اور اس نے منبر سے اُتر کر کہا: ''میرا خیال ہے حسن مثنیٰ بلاقصور قید کیے گئے ہیں لہٰذا میں بھی کوڑے کی سزا کو ملتوی کرتا ہوں اور امیر المومنین ولید سے ان کے بارے میں مراسلت کرتا ہوں۔ چنانچہ چند ہی دنوں کے بعد دمشق سے ولید کا فرمان آ گیا کہ حسن مثنیٰ بے قصور ہیں لہٰذا انہیں جیل سے رہا کر دیا جائے''۔ (مستطرف ج:۲، ص:۷۰)

☆......عبداللہ بن ابان ثقفی کا بیان ہے:

''مجھ کو حجاج بن یوسف نے حضرت انس صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری

کے لیے بھیجا۔ چنانچہ جب میں پیادہ وسوار فوج کا دستہ لے کر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ اپنے صحن میں نہایت اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے جب کہا: ''گورنر آپ کو دربار میں بُلا رہے ہیں''۔ تو انہوں نے تڑپ کر فرمایا: ''کون گورنر؟''

میں نے کہا: ''حجاج بن یوسف''

تو انہوں نے نہایت غضب ناک ہو کر فرمایا: ''خدا اس کو ذلیل کرے وہ باغی وسرکش ہے' وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے''۔

پھر ایک دَم چل پڑے اور حجاج بن یوسف کے روبرو حاضر ہو گئے اور دونوں کے درمیان حسب ذیل مکالمہ شروع ہوا: حجاج: ''کیا آپ کا نام انس بن مالک ہے؟''

حضرت انس: ''ہاں میرا نام انس بن مالک ہے''۔

حجاج: ''آپ ہم کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور ہمارے لیے بددعا کرتے رہتے ہیں؟''

حضرت انس: ''ہاں! بے شک تم اسی قابل ہو''۔ حجاج: ''آخر کیوں؟''

حضرت انس: ''اس لیے کہ تم اپنے رب کے نافرمان اور اپنے نبی کے مخالف ہو' تم خدا کے دشمنوں کو عزت سے سرفراز کرتے ہو اور خدا کے دوستوں کو ذلیل کرتے ہو''۔

حجاج: ''آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کس لیے آپ کو بُلایا ہے؟''

حضرت انس: ''نہیں! میں کچھ نہیں جانتا''۔

حجاج: ''میں نے اس لیے بُلایا ہے کہ نہایت بدترین طریقے سے آپ کو قتل کر دوں گا''۔

حضرت انس: ''اگر مجھے یقین آ جاتا کہ موت وحیات تیرے قبضے میں ہے جب تو میں تجھے قابلِ عبادت سمجھنے لگتا مگر میرا ایمان تو یہ ہے کہ بغیر میرے رب کے حکم کے تو میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا''۔ حجاج: ''کیوں؟ کیا میں آپ کو قتل نہیں کر سکتا؟''

حضرت انس: ''ہرگز نہیں! اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایسی دعا عنایت فرمائی ہے جو شخص صبح کو یہ دعا پڑھ لے اسے دن بھر کوئی ظالم نقصان نہیں پہنچا سکتا اور آج صبح کو میں نے یہ دعا پڑھ لی ہے''۔ حجاج: ''للہ! آپ یہ دعا مجھے بھی تعلیم فرما دیں''۔

حضرت انس: ''معاذ اللہ! جب تک تو زندہ ہے میں کسی کو بھی یہ دعا نہیں بتا سکتا''۔

Scanned with CamScanner

حجاج: ''اے دربانو! ان کو چھوڑ دو اور محل سے باہر نکال دو''۔

دربان: ''اے امیر! بڑی جانفشانی سے تو ہم ان کو گرفتار کر کے یہاں تک لائے تھے اور آپ نے ان کو یونہی چھوڑ دیا؟''

حجاج: ''میں کیا کروں؟ واللہ! میں نے یہ دیکھا کہ ان کے دونوں کندھوں پر دو شیر منہ پھاڑے ہوئے بیٹھے ہیں جو میری طرف لپک رہے ہیں اس لیے گھبرا کر میں نے انہیں دربار سے نکلوا دیا ہے''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب مرض الموت میں بیمار ہوئے تو آپ نے اپنے بھائیوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی اور دعا مبارکہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ دِیْنِیْ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَھْلِیْ وَمَا لِیْ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ اَعْطَانِیْہِ رَبِّیَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِمَّآ اَخَافُ وَاَحْذَرُ اللّٰہَ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَاءُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ وَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ وَّمِنْ شَرِّ قَضَاءِ السُّوْءِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ (مستطرف ج۲ ص۲۵۵)

حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے دعاء الکرب کا ورد کرنے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دعائے نبوی کے ورد کرنے سے جن حیرت ناک کرامتوں کا ظہور ہوا اس سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مصیبتوں کی گھڑیوں میں دعا مومن کے لیے تلوار اور ڈھال کا کام کرتی ہے اسی لیے میں ہر مسلمان مرد وعورت کو تاکید تحریر کرتا ہوں کہ وہ ان دونوں دعاؤں کو یاد کر لیں اور صبح شام ایک ایک مرتبہ ان دعاؤں کو پڑھ لیا کریں تاکہ ظالم حکام کے مظالم اور کفار و مشرکین کے شر سے محفوظ رہیں۔

ہر مسلمان کو اس کا یقین رکھنا چاہیے کہ صدق دل اور اخلاقِ قلب سے مانگی ہوئی

دعاؤں میں بڑی طاقت ہے۔ خداوند قدوس کا وعدہ ہے: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۔
''اے بندو! تم لوگ مجھ سے دعائیں مانگو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا''۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرمائے گا ہاں مگر شرط یہ ہے:

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

ہزاروں دروازوں پر رونے گڑگڑانے اور فریاد کرنے سے کہیں زیادہ بہتر یہ ہے کہ مسلمان اپنے رب کے حضور میں سربسجود ہو کر روئیں، گڑگڑائیں اور دعائیں مانگیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اخلاصِ قلب سے مانگی ہوئی دعائیں ضرور قبول ہوں گی۔ حدیث شریف کا مضمون ہے کہ جب بندہ مومن ہاتھ اُٹھا کر خدا سے دعائیں مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑی شرم آتی ہے کہ وہ اپنے بندے کو ہاتھ سے خالی اور اپنے در سے واپس لوٹا دے اس لیے نمازوں کے بعد، روزہ افطار کرتے وقت، تلاوت کے بعد، میلاد شریف اور وعظ کے جلسوں کے بعد ہر مسلمان کو چاہیے کہ خوب رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دین و دنیا کے لیے دعائیں مانگتے رہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اے مسلمان ہر گھڑی پیش نظر
آیہ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ رکھ
یہ لسانُ العصر کا پیغام ہے
اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ یاد رکھ

(روحانی حکایات)

(۱۳۴)

احکاماتِ الٰہی کو پامال کرنے کا انجام

ابراہیم بن عیسیٰ بن ابوجعفر منصور سے منقول ہے کہ میں نے اپنے چچا سلمان بن ابوجعفر منصور کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''ایک مرتبہ خلیفہ منصور کے دربار میں اسماعیل بن علی بن صالح بن علی' سلمان بن علی اور عیسیٰ بن علی موجود تھے۔ میں بھی وہیں تھا کہ بنواُمیہ کی حکومت کے زوال کا تذکرہ چھڑ گیا۔ عبداللہ نے بنواُمیہ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا بھی ذکر ہوا۔ خلیفہ نے بنواُمیہ کے متعلق کہا: ''اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرمایا' یہاں تک کہ انہوں نے ہماری حکومت کی طرف نظر اُٹھائی جیسا کہ ہماری نظر ان کی حکومت کی طرف اُٹھی جیسے ہم ان کی طرف راغب ہوئے ایسے ہی وہ بھی ہماری طرف راغب ہوئے۔ قسم ہے مجھے اپنی جان کی! انہوں نے خوش بختی کی زندگی گزاری لیکن فقیروں کی حالت میں مرے''۔

اسماعیل بن علی جو دربار میں ہی موجود تھا اس نے کہا: ''اے خلیفہ! بے شک عبیداللہ بن مروان بن محمد آپ کی قید میں ہے اس کے پاس ملکِ ''نوبہ'' کے بادشاہ کا عجیب وغریب قصہ ہے' اسے بُلا کر وہ واقعہ سنیں''۔

خلیفہ نے مسیب کو حکم دیا کہ عبیداللہ بن مروان کو ہمارے سامنے حاضر کیا جائے۔

حکم کی تعمیل ہوئی' مضبوط و بھاری زنجیروں میں جکڑے ایک نوجوان کو خلیفہ کے سامنے لایا گیا۔ نوجوان کی گردن میں بہت وزنی طوق تھا اس نے آتے ہی بآوازِ بلند ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہا۔ خلیفہ منصور نے کہا: ''اے عبیداللہ! سلام کا جواب دینا امن وسلامتی دینا ہے اور میرا نفس اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تجھے امن وسلامتی دی جائے تو زنجیروں میں جکڑا ہوا میرے سامنے کھڑا رہ''۔

پھر خدام خلیفہ کے لیے تکیہ لائے' خلیفہ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور کہا: ''اے عبیداللہ! مجھے پتہ چلا ہے کہ تیرے پاس ''نوبہ'' کے بادشاہ کا کوئی عجیب وغریب قصہ ہے' بتا! وہ کیا ہے؟''

عبیداللہ بن مروان نے کہا: ''اے خلیفہ! اس پروردگار کی قسم جس نے آپ کو مسندِ خلافت پر فائز کیا! لوہے کی یہ مضبوط و بھاری زنجیریں وضو وطہارت کا پانی لگنے کی وجہ سے زنگ آلود ہو کر بہت زیادہ تکلیف دہ ہوگئی ہیں' ان کے ہوتے ہوئے میں کس طرح کلام کرسکوں گا؟''

خلیفہ نے اسے بیڑیوں اور طوق سے آزاد کرا دیا۔

عبیداللہ نے کہا: ''ہاں! اے خلیفہ! اب میں آپ کو ''نوبہ'' کے بادشاہ کا واقعہ سناتا ہوں۔ سنیے! جب عبداللہ بن علی نے ہم پر حملہ کیا تو اس کا مطلوبِ اوّل میں ہی تھا کیونکہ اپنے والد مروان بن محمد کے بعد میں ہی ان کا ولی عہد تھا۔ چنانچہ میں نے خزانے سے دس ہزار دینار لیے' دس خادموں کو اپنے ساتھ لیا' ہر ایک کو ہزار ہزار دینار دے کر علیحدہ علیحدہ سواریوں پر بٹھایا۔ مزید پانچ خچروں پر قیمتی سامان رکھا پھر ان سب کو لے کر میں سلطنتِ ''نوبہ'' کی طرف بھاگ گیا۔ تین دن مسلسل سفر جاری رہا بالآخر ''نوبہ'' کے قریب ایک ویران قلعے میں پہنچ کر میں نے خدام کو حکم دیا کہ اسے اچھی طرح صاف کرو پھر بہترین قالین بچھادو۔ کچھ ہی دیر میں بہترین قالین بچھا دیئے گئے۔

میں نے اپنے سب سے زیادہ بااعتماد وعقل مند خادم کو بُلا کر کہا: ''تم نوبہ کے بادشاہ کے پاس جاؤ' اسے میرا سلام کہنا اور میرے لیے امان طلب کرنا پھر کچھ اناج وغیرہ شہر سے خرید لانا''۔

خادم میرا پیغام لے کر بادشاہ کے پاس چلا گیا' کافی دیر گزر گئی لیکن وہ واپس نہ آیا۔ مجھے اس کے بارے میں بدگمانی ہونے لگی پھر کچھ دیر بعد وہ آیا تو اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا اس نے نہایت ادب وتعظیم سے پیش آتے ہوئے ملاقات کی پھر میرے سامنے بیٹھ گیا اور کہا: ''ہمارے بادشاہ نے آپ کو سلام کہا ہے' وہ پوچھتے ہیں کہ تمہیں ہمارے ملک آنے کے لیے کس چیز نے مجبور کیا؟ کیا ہم سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہو یا ہمارے مذہب کی محبت تمہیں یہاں کھینچ لائی یا تم پناہ چاہتے ہو؟''

میں نے اس قاصد سے کہا: ''اپنے بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو میں اللہ تعالیٰ

Scanned with CamScanner

کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں تم سے جنگ کروں، باقی رہا دین و مذہب تبدیل کرنے کا معاملہ تو میں کبھی بھی اپنا دین چھوڑ کر تمہارا دین قبول نہ کروں گا ہاں میں پناہ کا طلب گار ہوں اگر مجھے پناہ مل جائے تو احسان ہوگا''۔

قاصد یہ پیغام لے کر بادشاہ کے پاس گیا پھر واپس آ کر کہا: ''ہمارے بادشاہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ کل میں خود تمہارے پاس آؤں گا، تم اپنے دل میں کسی قسم کا خدشہ پیدا نہ ہونے دینا اور نہ ہی غلہ وغیرہ خریدنا جس چیز کی تمہیں ضرورت ہے، وہ تمہارے پاس پہنچا دی جائے گی''۔

بادشاہ کا یہ پیغام سن کر میں نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ بہترین قسم کے قالین بچھا دو اور ان قالینوں پر بادشاہ اور میرے لیے ایک جیسی نشست گاہ بناؤ، کل میں خود بادشاہ کے استقبال کے لیے جاؤں گا''۔

خادموں نے جتنا ہو سکا، خوب سجاوٹ کی دوسرے دن میں بادشاہ کا انتظار کر رہا تھا کہ خادموں نے اس کے آنے کی اطلاع دی۔ میں ایک اونچی جگہ کھڑا ہو کر بادشاہ کو دیکھنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص دو موٹی چادروں میں ملبوس ننگے پاؤں پیدل ہی ہماری طرف آ رہا تھا اس کے ساتھ دس سپاہی تھے، تین اس کے آگے اور سات پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ میں نے جب بادشاہ کو اس حالت میں دیکھا تو وہ مجھے بہت معمولی سا آدمی لگا، میرے دل میں آیا کہ اس کو قتل کر دوں اور خود اس کی جگہ لے لوں جب وہ قریب آیا تو میں نے ایک بہت بڑا لشکر دیکھا۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' کہا: ''گھوڑوں کا لشکرِ جرار ہے''۔

اے خلیفہ! میں نے دیکھا کہ کچھ ہی دیر بعد دس ہزار گھڑ سوار اسلحے سے لیس ہمارے قلعے کی طرف آئے اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیا پھر فقیرانہ لباس میں ملبوس وہ بادشاہ اندر آیا اور پوچھا: ''وہ شخص کہاں ہے؟''

ترجمان نے میری طرف اشارہ کیا۔ بادشاہ نے میری طرف دیکھا تو میں ادب بجا لانے کے لیے اس کی طرف دوڑا۔ بادشاہ نے میرا ہاتھ چوم کر اپنے سینے پر رکھ لیا پھر اپنے پاؤں سے قالین لپیٹا اور خالی زمین پر بیٹھ گیا۔ میں نے ترجمان سے کہا: ''سبحان اللہ! ہم

نے یہ تمام چیزیں بادشاہ کے لیے بچھوائیں ہیں پھر یہ قالین پر کیوں نہیں بیٹھ رہا؟''

جب ترجمان نے بادشاہ سے پوچھا تو اس نے جواب دیا: ''میں بادشاہ ہوں اور ہر بادشاہ پر حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس کے سامنے تواضع اختیار کرے''۔

بادشاہ کافی دیر تک زمین کو اپنی انگلی سے کریدتا رہا اور کچھ سوچتا رہا پھر سر اوپر اُٹھایا اور کہا: ''تم سے یہ ملک کیوں چھن گیا؟ تم سے اقتدار کیوں جاتا رہا؟ حالانکہ دوسرے لوگوں کی نسبت تم اپنے نبی سے زیادہ قربت رکھتے ہو؟''

میں نے کہا: ''اے بادشاہ! ایک ایسا شخص آیا جو ہماری نسبت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ قریبی تھا اس نے ہم پر حملہ کیا تو ہمارا اقتدار جاتا رہا اور ہم لاوارث ہو گئے اب میں بھاگ کر تمہارے پاس پناہ لینے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد مجھے تمہارا ہی سہارا ہے''۔

بادشاہ نے کہا: ''تم لوگ شراب کیوں پیتے ہو؟ حالانکہ تمہاری کتاب (قرآنِ کریم) میں اس کو حرام ٹھہرایا گیا ہے؟''

میں نے کہا: ''یہ کام ہمارے غلاموں، عجمیوں اور دوسرے لوگوں کا ہے جو ہماری سلطنت میں ہماری رضامندی کے بغیر گھس آیا ہے''۔

بادشاہ نے کہا: ''تم لوگ سونے چاندی اور ریشم سے مزین سواریوں پر کیوں سوار ہوتے ہو؟ حالانکہ تمہارے مذہب میں یہ چیزیں جائز نہیں''۔

میں نے کہا: ''یہ بھی ہمارے غلاموں اور عجمی لوگوں کا کیا دھرا ہے، وہ ہی ایسے ناجائز امور میں مبتلا ہیں''۔

بادشاہ نے پھر کہا: ''تم لوگ کہیں سفر پر یا شکار کے لیے جاتے وقت جب کسی وادی سے گزرتے ہو تو اس کے رہائشیوں کو کیوں پریشان کرتے ہو اور ان پر بے جا ٹیکس کیوں لگاتے ہو؟ جب تک ان کی فصلوں کو اپنی سواریوں سے روند نہ دو تمہیں سکون نہیں ملتا، نصف درہم کے لیے بھی خوب نقصان کرتے اور فساد برپا کرتے ہو، آخر ایسا کیوں؟ حالانکہ تمہارے دین میں ایسا فساد حرام کیا گیا ہے؟''

Scanned with CamScanner

میں نے وہی جواب دیا: ''یہ سب کام ہمارے خدام اور غلام وغیرہ کرتے ہیں''۔

بادشاہ نے کہا: ''نہیں! بلکہ تم لوگوں نے ان چیزوں کو حلال سمجھ لیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا تھا' جن باتوں سے اس نے روکا تم نے وہی اختیار کر لیں تو اللہ تعالیٰ نے تم سے عزت چھین کر ذلت کا لباس پہنا دیا۔ خدائے بزرگ و برتر کا انتقام ابھی تمہارے متعلق پورا نہیں ہوا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر تم میرے ملک میں رہے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو کہیں وہ تمہارے ساتھ مجھے بھی اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔ بے شک عذاب کہہ کر نہیں آتا جب وہ آئے تو سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ سنو! مہمان نوازی کا حق تین دن ہوتا ہے۔ تین دن بعد تم یہاں سے چلے جانا' تمہیں جو ضرورت ہے وہ لے لو اگر تین دن کے بعد یہاں رُکو گے تو تمہارا سارا سامان چھین لوں گا''۔

اتنا کہہ کر بادشاہ وہاں سے چلا گیا۔ میں تین دن وہاں ٹھہر کر واپس آیا تو مجھے قید کر کے آپ کے پاس بھیج دیا گیا اب میں آپ کے سامنے موجود ہوں' زندگی سے زیادہ اب مجھے موت پیاری ہے۔ کاش! مجھے موت آ جائے''۔

عبیداللہ بن مروان کی یہ عبرت ناک روداد سن کر خلیفہ منصور کو اس پر ترس آنے لگا جب اسے آزاد کرنا چاہا تو اسماعیل بن علی نے منع کرتے ہوئے کہا: ''اس کی گردن میں بنواُمیہ کی بیعت ہے''۔ خلیفہ نے کہا: ''پھر تمہاری کیا رائے ہے؟''

اسماعیل بن علی نے کہا: ''اسے ہمارے قید خانوں میں ہی رہنے دیں اور جس سزا کا یہ مستحق ہے' وہ اس پر جاری کر دیں''۔

راوی کا بیان ہے: ''پھر عبیداللہ بن مروان کو واپس قید خانے میں بھیج دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ وہ منصور کی خلافت میں ہی مر گیا یا مہدی نے اسے آزاد کر دیا''۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظالموں سے محفوظ رکھے اور دنیا و آخرت میں ہمارے ساتھ عفو و کرم والا معاملہ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ (عیون الحکایات)

(۱۳۵)

لاتوں کے بُھوت باتوں سے نہیں مانتے

مؤرخ ابنِ عساکر نے اپنی تحریر کردہ ''تاریخ دمشق'' میں یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ خلیفہ ابوجعفر منصور نے عقبہ بن سلم ہنائی کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ عقبہ بن سلم ہنائی کے بارے میں بہت جلد لوگوں میں یہ بات پھیل گئی کہ وہ مسلمانوں کا ناحق خون بہاتا ہے' ان کے اموال ناجائز طور پر جھپٹ لیتا ہے اور اللہ کے حقوق کا بھی پاس لحاظ نہیں کرتا۔ عقبہ بن سلم کے بارے میں لوگوں کا یہ تاثر غلط تھا۔ ان دنوں بصرہ کے قاضی سوار بن عبداللہ تھے۔ اسی زمانے کا واقعہ ہے' ایک تاجر بحری راستے سے چند قیمتی جواہرات لے کر بغرضِ تجارت بصرہ پہنچا جب اس تاجر کے بارے میں بصرہ کے گورنر عقبہ بن سلم کو معلوم ہوا کہ اس کے پاس قیمتی جواہرات ہیں تو اس نے تاجر کو بُلوایا اور اس کے جواہرات غصب کر کے اسے قید خانے میں ڈال دیا ادھر جب تاجر کی بیوی کو معلوم ہوا کہ اس کا شوہر بصرہ کے قید خانے میں بند ہے اور اس کے جواہرات گورنرِ بصرہ نے اُڑن چُھو کر لیے ہیں تو وہ سیدھی بصرہ کے قاضی سوار بن عبداللہ کی عدالت میں پہنچی اور فریاد کی:

''قاضی صاحب! میرا شوہر تجارت کی غرض سے قیمتی جواہرات لے کر بصرہ آیا تھا جب یہاں کے گورنر عقبہ بن سلم کو معلوم ہوا کہ میرے شوہر کے پاس قیمتی جواہرات ہیں تو اس نے میرے شوہر کو گرفتار کر کے اس کے جواہرات پر قبضہ کر لیا۔ میں آپ کی عدالت میں انصاف کے لیے حاضر ہوئی ہوں''۔

خاتون کا مقدمہ سن کر قاضی سوار بن عبداللہ نے گورنر عقبہ بن سلم کو اپنے ایک قاصد کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا: اِنْ كَانَ ذٰلِكَ حَقًّا فَاَطْلِقِ الرَّجُلَ وَارْدُدْ عَلَيْهِ جَوْهَرَتَهٗ ۔

''اگر اس خاتون کا مقدمہ برحق ہے تو اس تاجر کو چھوڑ دیجیے اور اس کے جواہرات اسے واپس کر دیجیے''۔ گورنر کو قاضی سوار بن عبداللہ کا یہ پیغام ملا تو وہ طیش میں آ گیا اس نے قاصد کو بھی برا بھلا کہا اور ساتھ ہی قاضی کو بھی گالیاں سنا دیں۔

قاصد قاضی سوار بن عبداللہ کی خدمت میں واپس آیا اور گورنر سے ملاقات میں پیش آنے والی ساری صورتِ حال کہہ سنائی تو اب قاضی سوار بن عبداللہ نے گورنر عقبہ بن سلم کے پاس اپنے خاص سیکرٹریوں کی ایک ٹیم کو وہی پیغام دے کر بھیجا جو پہلے قاصد کے ذریعے بھیجا تھا۔

قاضی کے سیکرٹریوں کی یہ ٹیم پیغام لے کر گورنر عقبہ بن سلم کے پاس پہنچی اور قاضی کا پیغام پہنچایا تو وہ ان پر بھی برس پڑا۔ ان کی خوب سرزنش کی اور ساتھ ہی قاضی کی شان میں بھی نہایت گستاخانہ کلمات کہے۔ یہ ٹیم قاضی کے پاس واپس آئی اور جو کچھ ان کے ساتھ پیش آیا تھا' وہ کہہ سنایا جب قاضی نے اپنی ٹیم کی چشم دید شہادت سنی اور اسے یقین ہو گیا کہ سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا تو اب اس نے گورنر عقبہ بن سلم کے پاس یہ تحریری پیغام بھیجا:

وَاللّٰہِ! لَئِنْ لَمْ تُطْلِقِ الرَّجُلَ وَتَرُدَّ عَلَیْہِ جَوْھَرَتَہٗ لَاٰتِیَنَّکَ فِیْ ثِیَابِ بَیَاضٍ مَاشِیًا وَلَأُدَمِّرَنَّ عَلَیْکَ بِغَیْرِ سِلَاحٍ وَّلَا رِجَالٍ، وَلَأَقْتُلَنَّکَ قِتْلَۃً یَتَحَدَّثُ بِھَا النَّاسُ ۔

''اللہ کی قسم! اگر اس بار تو نے تاجر کو قید سے آزاد نہ کیا اور اس کے جواہرات واپس نہ کیے تو میں خود سفید پوشاک میں پیدل تیرے پاس آؤں گا اور کسی ہتھیار' پولیس اور فوج کے بغیر ہی تیری چمڑی اُدھیڑ کر رکھ دوں گا اور تجھے عبرت ناک طریقے سے قتل کروں گا کہ لوگ ہمیشہ یاد رکھیں گے''۔

جب قاضی سوار بن عبداللہ کا یہ دھمکی آمیز پیغام گورنر عقبہ بن سلم کو ملا' اور اس کے ہم نشینوں نے یہ پیغام سنا تو خوف کے مارے سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ گورنر سے کہنے لگے:

أَیُّھَا الْأَمِیْرُ! وَاللّٰہِ! مَا یَقُوْلُ شَیْئًا إِلَّا یَفْعَلُہٗ ۔

''امیر کی خیر ہو! اللہ کی قسم! یہ قاضی جو کچھ بھی اپنی زبان سے کہتا ہے' اسے بے باکی سے کر گزرتا ہے''۔ ہم نشینوں نے عقبہ بن سلم سے یہ بھی کہا:

''امیرِ محترم! یہ کوئی عام قاضی نہیں ہے بلکہ امیر المومنین کا قاضی ہے۔ قبیلۂ مضر' قبیلۂ تمیم اور قبیلۂ بلعنبر کے سب افراد اس کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ مناسب یہی ہے کہ آپ قاضی سوار بن عبداللہ کے پیغام کے مطابق عمل کریں اور تاجر کو اس کے جواہرات سمیت قید خانے سے آزاد کر دیں' اسی میں بھلائی ہے''۔

چنانچہ عقبہ بن سلم ہنائی نے اپنے ہم نشینوں کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے تاجر کو آزاد کر دیا اور اس کے قیمتی جواہرات بھی واپس کر دیے۔

(تاریخ دمشق' ذکر من اسمہ احمد: ۵/۵۶-۵۷)

(۱۳۶)

آدھی میں عیب پوری میں فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے (اور وہ اسخیاء کرام سے سخی تر تھے) کہ وہ ایک منزل اور مقام میں اُترے جب کہ وہ شام سے حجاز کی طرف واپس آ رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے غلاموں سے کھانا طلب کیا۔ غلاموں نے تلاش کیا لیکن ان کو کھانا نہ ملا اس کے بعد آپ نے اپنے وکیل سے فرمایا: ''تم اس میدان میں جاؤ۔ ممکن ہے کہ تم کوئی چرواہے یا کوئی قبیلہ پاؤ کہ اس میں دودھ یا کھانا ہو''۔

پس وہ وکیل غلاموں کو لے کر گیا اتفاقاً وہ سب ایک بڑھیا کے پاس ایک قبیلہ میں پہنچے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس بڑھیا سے کہا: ''کیا تیرے پاس کوئی ایسا کھانا ہے کہ ہم اس کو خریدیں؟'' اس ضعیفہ نے کہا: ''بیچنے کا کھانا تو نہیں ہے لیکن میرے پاس اس قدر کھانا ہے کہ جس سے میری اور میرے لڑکوں کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے''۔

ان لوگوں نے کہا: ''تیرے لڑکے کہاں ہیں؟''

اس نے جواب دیا: ''وہ اپنی چراگاہ میں ہیں اور یہ وقت ان کی واپسی کا ہے''۔

ان لوگوں نے کہا: ''تم نے اپنے اور اپنے لڑکوں کے لیے کیا تیار کیا ہے؟''

اس نے کہا: ''ایک روٹی ہے جو انگیٹھی کے نیچے یعنی گرم راکھ کے نیچے دبی ہے''۔

انہوں نے کہا: ''اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے''۔ اس نے کہا: ''نہیں!''

ان لوگوں نے کہا: ''آدھی روٹی ہم کو دو''۔

پس اس ضعیفہ نے کہا: ''میں آدھی نہ دوں گی لیکن تم پوری لے لو''۔

ان لوگوں نے اس سے کہا: ''تم آدھی سے انکار کرتی ہو اور پوری دیتی ہو یہ کیا بات

ہے؟'' اس نے کہا: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ آدھی روٹی دینا عیب ہے اور پوری دینا کمال اور فضیلت ہے۔ پس جو چیز مجھے پست کرتی ہے اس سے میں انکار کرتی ہوں اور جو چیز مجھے بلند کرتی ہے اس کو میں دیتی ہوں''۔ چنانچہ ان لوگوں نے پوری روٹی لی اور اس بڑھیا نے ان سے یہ بھی نہیں پوچھا:

''تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو''۔

پس جب یہ لوگ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آئے اور ان کو اس بڑھیا کی اطلاع دی تو انہوں نے اس سے تعجب کیا پھر ان سے فرمایا: ''اس کو بھی میرے پاس لاؤ''۔ چنانچہ وہ لوگ اس کے پاس واپس آئے اور اس سے کہا: ''ہمارے ساتھ ہمارے مالک کے پاس چلو کیونکہ وہ تم کو چاہتے ہیں''۔ اس نے کہا: ''تمہارے مالک کون ہیں؟''

ان لوگوں نے کہا: ''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہمارے آقا ہیں''۔

اس نے کہا: ''یہ نام کیا ہی مشہور ہے''۔

اور اس جملہ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں: ''میں اس نام کو نہیں جانتی ہوں اور یہ عباس رضی اللہ عنہ کون ہیں؟'' ان لوگوں نے کہا: ''یہ عباس رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں''۔

(یہ سن کر) اس بڑھیا نے کہا: ''میرا باپ تم پر فدا ہو' وہ تو شرفِ عالی اور بلند چوٹی کے آدمی ہیں بھلا وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟''

انہوں نے کہا: ''وہ تم کو تمہارے احسان کا بدلہ دینا چاہتے ہیں''۔

پس اس نے کہا: ''آہ! بخدا جو کام میں نے کیا ہے اگر وہ اچھا کام ہے تو میں اس کا بدلہ نہ لوں گی اور میں اس کا بدلہ کیوں کر لوں حالانکہ وہ ایسی چیز ہے کہ مخلوق پر واجب ہے کہ اس میں ایک دوسرے کی شرکت کرے''۔

پس یہ لوگ وہاں سے نہ ٹلے یہاں تک کہ اس کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے۔ چنانچہ جب وہ ان کے پاس پہنچی تو اس نے آپ کو سلام کیا اور آپ نے اس کے

Scanned with CamScanner

سلام کا جواب دیا اور اس کو مجلس کے قریب کیا پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: ''تم کس قبیلہ کی رہنے والی ہو؟'' اس نے کہا: ''میں بنی کلب سے ہوں''۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب تیرے لڑکے حاضر ہوں گے تو تو نے ان کے لیے کیا جمع کر رکھا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''میں نے ان کے لیے وہ چیز جمع کر رکھی ہے جس کو حاتم طے نے کہا ہے جب یا جہاں اس نے کہا ہے

ولقد اتيت على الطوى واظلله

''اور بے شک میں مقامِ طویٰ میں آیا اور وہاں اُترا' یہاں تک کہ میں نے اس میں اچھا کھانا پایا''۔ یا یہ معنی ہیں کہ میں نے اس کو اچھے کھانے کی جگہ پائی۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعجب اور بڑھ گیا پھر اس سے فرمایا: ''تیرے لڑکے بھوکے آئیں گے تو تو کیا کرے گی؟'' پس بڑھیا نے کہا: ''اے شخص! بے شک وہ روٹی تمہارے نزدیک بہت بڑی ہوئی حتیٰ کہ تم نے اس میں اپنی گفتگو کو بہت بڑھایا اور اپنے دل کو اس میں مشغول کیا اس سے باز آؤ اس لیے کہ یہ نفس کو خراب کرتا ہے اور نیکی میں اثر کرتا ہے''۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس کے لڑکوں کو میرے پاس حاضر کرو''۔

چنانچہ ملازمین نے ان کو حاضر کیا۔ پس جب اس کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قریب ہوئے تو انہوں نے اپنی ماں کو دیکھا اور سلام کیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے قریب بُلایا اور فرمایا:

''میں نے تم کو اور تمہاری ماں کو کسی بُرائی کے واسطے نہیں بُلایا ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری حالت درست کروں اور تمہاری پریشانی دُور کروں''۔

پس ان لڑکوں نے کہا: ''یہ آپ کی مہربانی اس سے کم نہیں ہے کہ سوال کی وجہ سے ہو یا اس کام کا بدلہ ہو جو پہلے ہو چکا ہو''۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ان میں سے کوئی نہیں ہے لیکن چونکہ میں اس

رات میں تمہارے پڑوس میں اُترا ہوں اور تمہارا پڑوسی ہوں اس لیے میں پسند کرتا ہوں کہ اپنا کچھ مال تم میں رکھوں اور تم کو دوں''۔

ان لڑکوں نے کہا: ''اے حضرت! ہم فراخی سے زندگی بسر کرتے ہیں اور بقدرِ ضرورت ہم کو روزی مل جاتی ہے اس لیے آپ اپنے مال کو اس شخص کی طرف متوجہ کیجیے جو اس کا مستحق ہو اگر بغیر اس سوال کے جو پہلے ہو چکا ہے ابتدا آپ بخشش کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ کا یہ عمدہ کام مشکور اور آپ کی نیکی اور احسان مقبول ہے''۔

پس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں! یہی بات ہے''۔

اور آپ نے ان کے لیے دس ہزار درہم اور بیس اونٹ کا حکم دیا اس کے بعد اس ضعیفہ نے اپنے لڑکوں سے کہا: ''تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اس بارہ میں کوئی شعر کہے اور تمہارے بعد اس بارے میں میں بھی کچھ کہوں گی''۔ چنانچہ بڑے لڑکے نے کہا کہ

شهدت عليك بطيب الكلام ....

''میں تم پر اچھے کلام اور اچھے کام اور عمدہ خبر کی گواہی دیتا ہوں''

اور منجھلے لڑکے نے کہا: تبرعت بالجود قبل السوال ....

''تم نے قبل از سوال بخشش سے احسان کیا یہ بڑا کام ہے اور بزرگ نشان ہے''۔

اور چھوٹے لڑکے نے کہا: وحق لمن كان ذا فعله ....

''جس کا یہ کام ہو اس کے واسطے حق اور لائق ہے کہ وہ آدمیوں کی گردنوں کو غلام بنا لے''۔

اور بڑھیا نے کہا کہ: فعمرك الله من ماجد ....

''بزرگی سے اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے اور ہر ہلاکت اور خوف سے تم بچائے جاؤ''۔ (نوادر قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(۱۴۷)

عمر بھر کا روزہ دار

جلیل القدر محدث ''ابن ابی ذئب'' اپنی علمی جلالت اور حق پر استقامت کے جوہر کے ساتھ ساتھ عبادت وریاضت میں بھی اس قدر مشہور وممتاز تھے کہ ان کی عبادتیں ان کی کرامتوں کے سوا کچھ بھی نہیں کہلا سکتی ہیں۔ درسِ حدیث کے علاوہ دن رات کے تمام اوقات قسم قسم کی عبادتوں میں بسر فرماتے تھے' یہاں تک کہ اگر ان سے کہہ دیا جاتا کہ کل ہی قیامت آنے والی ہے تو جتنی عبادت کرتے تھے اس سے زیادہ نہیں کر سکتے تھے۔ عمر بھر روزہ دار رہے اور اس قدر فقر وفاقہ اور مفلسی کی زندگی بسر کرتے تھے کہ ان کا حال پڑھ کر رقت طاری ہوجاتی ہے۔ جو کی روٹی اور زیتون کا تیل ان کی غذا تھی اور ایک کرتا ایک چادر کے سوا کوئی لباس نہیں رکھتے تھے اسی میں جاڑا گرمی گزار دیتے تھے۔ لاکھوں محدثین کے استاد تھے اور عمر بھر حدیث کا درس دیتے رہے۔ سن ۸۰ھ میں اناسی برس کی عمر پا کر وفات پائی۔

(تبصرہ تاریخ بغداد' ص:۳۱)

اللہ اکبر! جو کی روٹی اور روغنِ زیتون غذا اور ایک کرتا ایک چادر لباس' فقر وفاقہ کی زندگی اس پر دل ودماغ کی طاقت کا یہ عالم کہ لاکھوں حدیثیں زبانی یاد رکھتے تھے اور عمر بھر تمام رات تہجد گزار اور تمام دن روزہ دار رہتے تھے پھر روزانہ درسِ حدیث کا شغل بھی رکھتے تھے اس عظیم روحانی طاقت کو دیکھ کر اس حقیقت کی نقاب کشائی ہو جاتی ہے کہ جو مقدس علماء جذبۂ اخلاص کے ساتھ علمِ دین کی خدمت کرتے ہیں اور تقویٰ وتقدس کی زندگی بسر کرتے ہیں اور عبادت وریاضت میں بھی جدوجہد کرتے رہتے ہیں تو مولیٰ باوجود غذاؤں کی کمی اور عسرت وتنگ دستی اور فقر وفاقہ کی زندگی کے انہیں ایسی بلند پایہ روحانی طاقت عطا فرما دیتا

ہے کہ وہ اپنے بے مثال کارناموں اور عظیم شاہکاروں سے بڑے بڑے پہلوانوں اور طاقت وقوت کے پہاڑوں کو دریائے حیرت میں غرق کردیتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی اور عبادت وریاضت سے جو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے وہ دواؤں اور غذاؤں کی جسمانی طاقتوں سے لاکھوں درجے بڑھ کر ہوا کرتی ہے اور روحانی طاقتوں سے جو عظیم الشان کارنامے انجام پاتے ہیں جسمانی طاقتوں کو ان کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ اسی مضمون کو ڈاکٹر اقبال نے پیکرِ شعر میں اس طرح ڈھالا ہے:

تری خاک میں ہو اگر شرر تو خیالِ فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

(روحانی حکایات)

(۱۳۸)

تقویٰ کی انتہا

حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ کی ہمشیرہ محترمہ کا واقعہ اس سے پہلے بھی کسی جلد میں بیان ہو چکا اب ابنِ جوزی کے قلم سے پڑھیے: حضرت سیّدنا عبداللہ بن احمد سے منقول ہے کہ ایک دن میں اپنے والدِ محترم حضرت سیّدنا احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنے گھر میں تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میرے والد نے فرمایا: ''بیٹے جاؤ! دیکھو کون ہے؟''

میں باہر گیا تو ایک باپردہ خاتون کھڑی تھی اس نے مجھ سے کہا: ''اے عبداللہ! احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے میرے اندر آنے کی اجازت طلب کرو''۔

میں والد صاحب کے پاس آیا اور اس خاتون کے متعلق بتایا تو انہوں نے اجازت عطا فرما دی۔ وہ آئی اور سلام کر کے بیٹھ گئی پھر پوچھا: ''اے ابوعبداللہ! میں رات کو چراغ کی روشنی میں سوت کاتتی ہوں جب کبھی چراغ بجھ جائے تو چاند کی روشنی میں بھی سوت کاتتی ہوں' کیا سوت فروخت کرتے وقت خریدار کے سامنے یہ ظاہر کر دینا مجھ پر لازم ہے کہ یہ سوت چاند کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے اور یہ چراغ کی روشنی میں؟''

میرے والدِ محترم حضرت سیّدنا احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اگر آپ ان دونوں اونوں میں فرق کر سکتی ہیں تو ضروری ہے کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ فروخت کریں''۔

خاتون نے پھر سوال کیا: ''اے ابوعبداللہ! کیا شدتِ مرض کی وجہ سے مریض کا کراہنا یا آہیں بھرنا شکوہ کہلائے گا؟''

فرمایا: ''میں امید کرتا ہوں کہ یہ شکوہ نہیں لیکن تمام غموں اور مصیبتوں کی فریاد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کی جاتی ہے''۔

متقی خاتون رخصت ہو گئی۔ میرے والد نے مجھ سے فرمایا: ''میرے بیٹے! میں نے آج تک ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے اس خاتون کی مثل سوال کیا ہو۔ جاؤ دیکھو! یہ خاتون کون ہے اور کہاں رہتی ہے؟''

میں اس کے پیچھے پیچھے گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت سیّدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں داخل ہو گئی۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ تھی۔ میں نے واپس آ کر والد صاحب کو بتایا تو انہوں نے فرمایا: ''بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ کے علاوہ کوئی اور عورت اتنی متقی و پرہیزگار نہیں ہو سکتی''۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہمیں نہیں معلوم کہ حضرت سیّدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی تین بہنوں ''زبدہ' مضغہ' مُخّہ'' میں سے یہ کون سی تھی۔ زبدہ کو اُمِ علی کہا جاتا تھا' مضغہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں بڑی تھی اور آپ کی زندگی ہی میں اس کا انتقال ہو گیا تھا اس کے وصال پر آپ بہت روئے اور بہت غمگین ہوئے جب اتنے زیادہ رنج و ملال کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ جب بندہ اپنے پروردگار کی عبادت میں سستی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی سب سے زیادہ محبوب شے سے محروم کر دیتا ہے۔ میری یہ ہمشیرہ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ پیاری تھی اب وہ مجھ سے جدا ہو گئی''۔ (عیون الحکایات)

☆......حضرت سیّدنا ابوبکر احنف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ایک مرتبہ حضرت سیّدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ حضرت سیّدہ ''مخہ'' رحمۃ اللہ علیہا میرے والد کے پاس آئیں اور پوچھا: ''میرے پاس دو دانق (درہم کا چھٹا حصہ) تھے' میں نے ان کا اون خرید کر کاتا اور نصف درہم کا بیچ دیا۔ میرا کھانے پینے کا پورے ہفتے کا خرچ ایک دانق ہے۔ ہوا یوں کہ حاکم شہر ابن طاہر ہمارے گھر کے قریب سے گزرا اس کے ساتھ مشعلیں بھی تھیں۔ ہمارے گھر کے قریب کھڑا ہو کر وہ چند کارندوں سے گفتگو کرنے لگا۔ میں نے ان مشعلوں کی روشنی میں کچھ اون کات لیا تھا جب حاکم وہاں سے چلا گیا تو میرے دل میں یہ خیال آیا:

''حاکمِ شہر کی مشعلوں کی روشنی میں کاتی ہوئی اون کا حساب دینا ہوگا''۔

بس اس خیال کے آتے ہی میں پریشان ہوگئی اب آپ کے پاس اپنا مسئلے لے کر آئی ہوں، مجھے اس پریشانی سے نجات دِلائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانی دُور فرمائے۔ مجھے بتائیں کہ اب میں اس اون کی قیمت کا کیا کروں؟''

میرے والدِ محترم نے فرمایا: ''تم دو دانق رکھ لو اور نفع چھوڑ دو اللہ تعالیٰ اس نفع کے بدلے تمہیں اچھا بدلہ عطا فرمائے گا''۔ یہ سن کر وہ چلی گئی۔

میں نے اپنے والدِ محترم سے کہا: ''حضور! اگر آپ اسے یہ کہہ دیتے کہ اس روشنی میں جتنا اون کا تا وہ علیحدہ کرلو باقی اون تمہارے لیے جائز ہے تو کیا حرج تھا؟''

فرمایا: ''بیٹے! اس خاتون کا سوال اس تاویل کا احتمال نہیں رکھتا تھا''۔

پھر فرمایا: ''تم جانتے ہو وہ کون تھی؟''

میں نے کہا: ''ہاں! وہ زمانے کے مشہور ولی حضرت سیّدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ ''مخہ'' تھی''۔ فرمایا: ''جبھی تو وہ یہ مسئلہ پوچھنے آئی تھی۔ واقعی ایسی عظمت و شان والی عورت بشر حافی جیسے ولی کی بہن ہی ہو سکتی ہے''۔ (ایضاً)

(۱۳۹)

نومولود کی گواہی

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ ۔

''تاریخِ انسانی میں...... صرف تین بچوں نے گہوارے میں گفتگو کی ہے''۔

ان تین بچوں میں سے ایک تو عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرے شاہد یوسف علیہ السلام جب کہ تیسرا جریج کی گواہی دینے والا ہے اس قصے کی تفصیل یہ ہے کہ جریج بنی اسرائیل میں ایک عابد و زاہد اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ انہوں نے عبادت کے لیے آبادی سے باہر ایک جھونپڑی نما گرجا گھر بنالیا تھا۔ ایک دن وہ عبادت میں مشغول تھے، ان کی ماں آئی اور آواز دی:

''اے جریج!'' جریج نے اپنے دل میں کہا: ''اے اللہ! میری ماں پکار رہی ہے اور میں اس وقت نماز میں مصروف ہوں۔ ماں کو جواب دوں یا نماز میں مشغول رہوں؟''

بہرحال وہ اپنی صوابدید کے مطابق نماز پڑھتے رہے اور ماں کی پکار کا جواب نہیں دیا۔ ماں واپس چلی گئی۔ دوسرے دن پھر وہ گرجا گھر آئی اس وقت بھی جریج نماز پڑھ رہے تھے۔ ماں نے آواز دی: ''اے جریج!''

جریج نے اپنے دل میں کہا: ''اے اللہ! میں تیری عبادت میں مشغول ہوں ادھر میری ماں مجھے پکار رہی ہے...... میں کیا کروں؟''

بہرحال اس کشمکش کے باوجود وہ نماز میں مشغول رہے۔ ماں واپس چلی گئی۔ تیسرے دن پھر آئی اس دن بھی جریج عبادت میں مشغول تھے۔ ماں نے آواز دی: ''اے جریج!''

Scanned with CamScanner

جریج نے دل ہی دل میں کہا: ''اے میرے پروردگار! میری ماں اور میری نماز!.....''

اور وہ چپ چاپ حسب معمول نماز ہی پڑھتے رہے۔ ماں کی صدا کا جواب نہیں دیا۔

ماں کے منہ سے بددعا نکل گئی: اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلٰى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ ۔

''اے اللہ! اسے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے''۔

جریج کی ماں بددعا کر کے واپس چلی گئی۔ بنی اسرائیل میں جریج کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ وہ جریج کی عبادت پر حسد کرنے لگے......انہوں نے خود تو جریج کی بلندی تک پہنچنے کی کوشش نہ کی البتہ ان کی خواہش تھی کہ وہ جریج کو اپنی پستی تک اُتار لائیں تا کہ وہ بھی ان ہی کی طرح فسق وفجور اور فحاشی وبدکاری میں مبتلا ہو جائیں۔

بنی اسرائیل نے حدودِ الٰہی پامال کر کے پردے کی اہمیت کو فراموش کر دیا تھا لہٰذا عورتوں اور مردوں کا باہم اختلاط شروع ہو گیا۔ مردوں کی مجلسوں میں عورتیں بناؤ سنگھار کر کے شریک ہونے لگیں اور مرد بھی عورتوں سے لطف اندوز ہونے لگے اس وجہ سے ان میں زناکاری وبدکاری اور سرکشی وطغیانی کی وباء پھیل گئی۔

چنانچہ ماں کی بددعا کے بعد بنی اسرائیل جریج کی پاکیزہ زندگی کو داغ دار کرنے کی منصوبہ سازی کرنے لگے۔ ان لوگوں کی بستی میں ایک بدکار عورت رہتی تھی۔ وہ نہایت خوب صورت تھی' لوگ خوب صورتی میں اس کی مثال دیا کرتے تھے اس نے بنی اسرائیل سے کہا: ''اگر تم چاہو تو میں جریج کو اپنے دامِ فریب میں پھانس لوں؟''

انہوں نے کہا: ''ٹھیک ہے' یہ بڑی اچھی ترکیب ہے''۔

چنانچہ اس فاحشہ نے خوب بناؤ سنگھار کیا۔ جریج کی خدمت میں پہنچی اور ان پر ڈورے ڈالنے لگی لیکن انہوں نے ذرا بھی التفات نہیں کیا اب فاحشہ نے ایک اور چال چلی' وہ ایک چرواہے کے پاس گئی جو جریج کے گرجے کے پاس رہتا تھا اس چرواہے نے اس فاحشہ کے ساتھ بدکاری کی تو وہ حاملہ ہو گئی جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ بچہ جریج کا ہے۔ بنی اسرائیل جریج کو رُسوا کرنے کی تاک میں تھے' وہ ان کے پاس آئے

انہیں عبادت گاہ سے باہر گھسیٹا' اسے ڈھا دیا اور انہیں بُری طرح سے زدوکوب کرنے لگے۔

جریج نے پوچھا: ''کیا وجہ ہے' تم لوگ مجھے کیوں مار رہے ہو؟''

لوگوں نے کہا: ''تم نے اس بدکار عورت سے منہ کالا کیا ہے اس پاپ کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اس کے بطن سے تیرا بچہ پیدا ہوا ہے''۔ جریج نے پوچھا: ''وہ بچہ کدھر ہے؟''

لوگ اس بچے کو لے کر ان کے پاس آئے۔ جریج نے کہا: ''مجھے نماز پڑھ لینے دو''۔

چنانچہ وہ نماز پڑھ کر بچے کے پاس آئے اور اس کا پیٹ دبا کر پوچھا:

''اے بچے! بتا تیرا باپ کون ہے؟''

اللہ کی قدرت سے شیر خوار بچہ بول اُٹھا: ''میرا باپ فلاں چرواہا ہے''۔

بچے کی گفتگو سنتے ہی لوگ جریج کو بوسہ دینے اور بطور تبرک چھونے لگے۔

لوگوں نے کہا: ''ہم آپ کی عبادت گاہ سونے کی بنا دیں گے''۔

جریج نے کہا: ''نہیں! بلکہ مٹی کی ویسی ہی بنا دو جیسے یہ پہلے تھی''۔

چنانچہ لوگوں نے جریج کی جھونپڑی پہلے ہی کی طرح بنا دی۔

(صحیح البخاری' حدیث: ۳۴۳۶' صحیح مسلم' حدیث: ۲۵۵۰)

Scanned with CamScanner

(۱۴۰)

صدقہ حج کی راہ ہموار کرتا ہے

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک بار وہ حج کا ارادہ کر کے چلے تو شہر کوفہ میں داخل ہوئے وہاں انہوں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ کوڑے کے ڈھیر پر ایک بطخ کے پر اُکھاڑ رہی ہے۔ انہیں خیال گزرا کہ یہ بطخ مردار ہے۔ پس وہ اس عورت کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس سے فرمایا: ''اے عورت! کیا یہ بط مردار ہے یا ذبیحہ ہے؟''

عورت نے کہا: ''یہ مردار ہے اور میں چاہتی ہوں کہ میں اور میرے بال بچے اس کو کھائیں''۔ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تو مردار کو قطعاً حرام کیا ہے اور تو اس شہر میں اس کو کھائے گی؟'' اس عورت نے کہا: ''اے شخص! تم میرے پاس سے الگ ہو اور ہٹو''۔

پس عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اس سے سوال و جواب کرتے رہے' یہاں تک کہ اس نے آپ سے کہا: ''میرے بچے ہیں اور تین دن گزر چکے ہیں کہ میں نے کوئی ایسی چیز نہیں پائی جو ان کو کھلاتی''۔

(یہ سن کر) عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اس سے پھرے پھر انہوں نے غلہ اور کپڑے اور توشہ اپنے خچر پر بار کیا اور ان چیزوں کو لے کر اس عورت کے دروازے پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا جب اس عورت نے دروازہ کھولا تو انہوں نے خچر کو مارا کہ وہ دروازہ کے اندر چلا گیا پھر انہوں نے اس عورت سے فرمایا: ''یہ خچر اور کپڑا اور غلہ اور جو کچھ اس پر سامان ہے' سب تو لے لے''۔

اس کے بعد انہوں نے اقامت کی نیت کر لی اور ارادہ سفر فسخ کر دیا کیونکہ زمانہ حج کا

گزر چکا تھا' یہاں تک کہ حاجی لوگ واپس آئے۔ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ہمراہ اپنے شہر میں واپس آئے۔ پس لوگ ان کی طرف دوڑے اور ان کو حج کی مبارک باد دی۔

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: ''میں نے اس سال حج نہیں کیا''۔

(یہ سن کر) ایک شخص نے کہا: ''سبحان اللہ! یہ کیا بات ہے۔ کیا میں نے آپ کے پاس اپنا خرچ زادِراہ ودیعت نہیں رکھا تھا حالانکہ ہم مکہ معظمہ جا رہے تھے پھر میں نے اپنا خرچ آپ سے لیا''۔ اور دوسرے آدمی نے کہا: ''کیا آپ نے فلاں مقام میں مجھے پانی نہیں پلایا تھا''۔

اور تیسرے نے کہا: ''کیا آپ نے میرے لیے فلاں چیزیں نہیں خریدی تھیں؟''

پس عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: ''میں نہیں جانتا تم لوگ کیا کہہ رہے ہو اور حال یہ ہے کہ میں نے اس سال حج نہیں کیا''۔

چنانچہ جب رات ہوئی اور عبداللہ سوئے تو خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا ان سے کہتا ہے: ''اے عبداللہ! بلاشبہ اللہ نے تمہارا صدقہ قبول فرمایا اور تمہاری صورت کا ایک فرشتہ بھیجا اس نے تمہاری جانب سے حج کیا''۔ (قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(۱۴۱)

مزارات کی برکات

حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا مزار شریف جس کو آج کل کاظمین کہا جاتا ہے اس کے بارے میں مشہور محدث ابوعلی خلال کا قول ہے:

مَا هَمَّنِیْ اَمْرٌ فَقَصَدْتُ قَبْرَ مُوْسَی بْنِ جَعْفَرٍ فَتَوَسَّلْتُ بِهٖ اِلَّا سَهَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیَّ مَا اُحِبُّ

''جب بھی مجھ کو کوئی مشکل پیش آتی اور میں حضرت موسیٰ کاظم کی قبر پر حاضر ہو کر ان سے توسل سے دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ میری مراد برلاتا''۔

اسی طرح حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے بارے میں حضرت خطیب بغدادی نے فرمایا: قَبْرٌ مُجَرَّبٌ لِقَضَاءِ الْحَوَائِجِ

''حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار حاجتیں پوری کرنے کے لیے مجرب ہے''۔ چنانچہ ایک سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر جو دعا بھی ان کی قبر کے پاس مانگی جائے' وہ ضرور مقبول ہوتی ہے۔

اسی طرح امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارپُرانوار کے بارے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

اِنِّیْ اَتَبَرَّكُ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِهٖ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ زَائِرًا فَاِذَا عَرَضَتْ لِیْ حَاجَةٌ صَلَّیْتُ رَكْعَتَیْنِ وَجِئْتُ اِلٰی قَبْرِهٖ وَسَاَلْتُ اللّٰهَ تَعَالٰی الْحَاجَةَ عِنْدَهٗ فَمَا تَبْعُدُ عَنِّیْ حَتّٰی تُقْضٰی (تاریخ بغداد للخطیب)

''بلاشبہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور روزانہ

ان کی قبر کی زیارت کے لیے جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے حاجت کی دعا کرتا ہوں تو میری مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی''۔

محدث ابوعلی خلال' خطیب بغدادی' حضرت امام شافعی ان بزرگانِ اُمت اور اساطین ملت کے اقوال و معمولات سے آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ بزرگانِ دین کی قبروں کی زیارت سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ ان کے آستانوں پر دعائیں مقبول ہوتی ہیں' مرادیں ملتی ہیں اور دین و دنیا کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں اب ناظرین بہ نظر انصاف یہ فیصلہ کریں کہ علماء اہل سنت جو مزارات پر حاضری دیتے ہیں اور فاتحہ خوانی وایصالِ ثواب کرتے ہیں اور بزرگوں کے مزارات کو وسیلہ بنا کر خداوندِ عالم سے دعائیں مانگتے ہیں یہ بلاشبہ علماء سلف کے طریقے کے بالکل مطابق ہے یا نہیں؟ اب وہ مولوی صاحبان جو علماء اہلِ سنت کو قبر پرست اور بدعتی کہہ کر لعن وطعن کرتے پھرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں: ''کسی نبی یا ولی کی قبر پر دُور دُور سے قصد کر کے جانا شرک ہے''۔ یہ کہاں تک سلف صالحین کے طریق عمل کے مطابق ہے؟ للہ! انصاف کیجیے کہ ان نام نہاد علماء نے محدث ابوعلی خلال' خطیب بغدادی' امام شافعی رحمہم اللہ عنہم جیسے لاکھوں بزرگانِ ملت کو قبر پرست اور مشرک کہہ کر ہمالیہ سے بھی بڑا ظلمِ عظیم کیا یا نہیں؟ افسوس صد ہزار افسوس آہ!

یہ کیسا زہر میں تم نے ڈبو کر تیر پھینکا ہے
قیامت تک لہو ٹپکا گیا میری رگِ جاں سے

کفن بھی میلا نہیں ہوا

حافظ حدیث امام حمیدی جو ابوبکر خطیب وغیرہ محدثین کے شاگرد ہیں' بہت باکمال محدث تھے۔ تقویٰ اور پاک دامنی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی وفات کے وقت امیر مظفر بن رئیس الرؤسا کو وصیت فرمائی تھی کہ تم مجھے بشر حافی کے پہلو میں دفن کرنا مگر اس نے وصیت کے خلاف آپ کو باب النہر کے مقبرہ میں دفن کر دیا۔ آپ نے خواب میں امیر مظفر پر عتاب فرما کر اپنی وصیت یاد دلائی اس لیے دو سال کے بعد امیر مظفر نے آپ کی

Scanned with CamScanner

نعش مبارک کو قبر سے نکال کر حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن کیا مگر امام حمیدی کی یہ کرامت ہے کہ دو برس سے زائد گزر جانے کے باوجود آپ کا کفن صحیح وسالم اور بدن سلامت اور تروتازہ تھا۔ ۲۱۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج:۲ ص:۱۹)

☆......اسی طرح امام الحسن بن زاغونی سے منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل کی وفات کے دوسوتیس برس کے بعد آپ کی قبر کے پہلو میں جب ابوجعفر بن ابوموسیٰ کے لیے قبر کھودی گئی تو اتفاق سے آپ کی قبر کھل گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ دوسوتیس سال کی مدت گزر جانے کے باوجود امام احمد کا کفن صحیح وسالم اور آپ کا بدن سلامت اور بالکل تازہ ہے۔

(طبقات امام شعرانی وغیرہ)

(۱۴۲)

ذکرِ الٰہی کی مجلس میں شمولیت پہ بخشش

حضرت سیّدنا عمار بن راہب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: ''حضرت سیدتنا مسکینہ رحمۃ اللہ علیہا اجتماعِ ذکر میں پابندی سے شرکت کیا کرتی تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو کہا: ''اے مسکینہ! مرحبا''۔

مسکینہ نے کہا: ''اے عمار! تمہارا بھلا ہو۔ میں مسکین نہیں اب تو بہت زیادہ غنیٰ مل چکا ہے، محتاجی ختم ہوگئی اور کشادگی آچکی ہے''۔

میں نے کہا: ''اچھا! ان باتوں کو چھوڑو اپنا حال بیان کرو، تمہیں کیا کیا نعمتیں عطا کی گئیں؟''

مسکینہ نے کہا: ''تم اس سے سوال کررہے ہو جسے جنت اپنی کثیر نعمتوں کے ساتھ عطا کر دی گئی ہے اب وہ جہاں چاہے جنت کے درختوں کے سائے میں رہے''۔

حضرت سیّدنا عمار رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نیک بندی ہمارے ساتھ حضرت سیّدنا عیسیٰ بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ کی محفلِ ذکر میں حاضر ہوا کرتی تھی۔ میں نے پوچھا: ''اے مسکینہ! حضرت سیّدنا عیسیٰ بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟''

یہ سن کر وہ ہنسنے لگی اور دو عربی اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے: ''انہیں خوب صورت و بیش بہا جنتی لباس پہنایا گیا۔ جنتی خدام ہاتھوں میں آب خورے لیے ہر وقت ان کے اردگرد موجود رہتے ہیں پھر انہیں جنتی زیور سے آراستہ کیا گیا اور کہا گیا: ''اے قاری! تلاوت کر! بخدا تجھے تیرے روزوں نے چھٹکارا دِلا دیا''۔

Scanned with CamScanner

راوی کہتے ہیں: ''حضرت سیّدنا عیسیٰ بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر تک اس کثرت سے روزے رکھتے رہے کہ آپ کی کمر بالکل جھک گئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز بند ہوگئی۔ ان کی یہ عبادت و ریاضت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ مغفرت و بخشش کا سبب بن گئی''۔ (عیون الحکایات)

مسلمان بھائیو! ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات کا بھی خوب اہتمام کرتے تھے جیسا کہ ہم نے ابھی حضرت سیّدنا عیسیٰ بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پڑھا کہ وہ کثرت سے نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ وقتاً فوقتاً نفلی روزے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے' اپنی رضا والے کاموں پر گامزن فرمائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے اگر ہم چند روزہ زندگی میں تھوڑی سی مشقت برداشت کر کے فرض عبادت کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات پر بھی مواظبت اختیار کرتے رہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ جنت میں خدا بزرگ و برتر کی طرف سے ہماری مہمانی کی جائے گی جن خوش نصیبوں کے لیے ''نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ'' (پ۲۴، حم السجدۃ:۳۲) مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے کا مژدۂ جانفزا سنایا گیا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرمائے۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید لگائے اس یومِ عید کے منتظر ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ ہمیں جنت الفردوس میں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس عطا فرما۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا
خدا دن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

(١٤٣)

فرشتہ صفت نوجوان شیطان کے نرغے میں

راوی بیان کرتا ہے: ''ہم لوگوں نے ایک کشتی میں سوار ہو کر مختلف شہروں کا چکر لگانے کا فیصلہ کیا تاکہ اپنے لیے اللہ کی زمین کے کسی حصے میں ذریعۂ معاش تلاش کریں۔ ہمارے ساتھ ایک صالح' پاک طینت اور خوش اخلاق نوجوان بھی آ گیا اس کے چہرے پر تقویٰ اور للّٰہیت کے آثار نمایاں تھے جب بھی دیکھتے وہ باوضو ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مگن رہتا۔ مہلت پاتا تو صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتا' نماز کا وقت ہوتا تو خود اذان دیتا اور ہماری امامت وہی کرتا۔ ہم میں سے جو نماز سے پیچھے رہ جاتا یا تاخیر کرتا تو اسے سرزنش کرتا۔ ہمارے پورے سفر میں اس نوجوان کا یہی معمول رہا۔

ہم بحری سفر طے کرتے ہوئے ہند کے ایک جزیرے پر جا پہنچے وہاں کچھ عرصہ قیام کے لیے کشتی سے اُترے۔ ہم لوگ یہاں پر خرید و فروخت کرتے اور رات کو کشتی کی طرف لوٹ آتے۔ کشتی والوں میں کچھ گمراہ لوگ بھی تھے۔ وہ لہو و لعب اور خواہشاتِ نفس کی تکمیل کے لیے فسق و فجور کے اڈوں اور طوائف خانوں کے پھیرے لگایا کرتے تھے۔ ان کے برعکس اِدھر یہ نیک بخت نوجوان ہمیشہ کشتی ہی میں رہتا' کشتی سے اُتر کر باہر گھومنے پھرنے نہ جاتا بلکہ اس مدت میں اپنا سارا وقت کشتی کی مختلف چیزوں کی اصلاح و مرمت میں گزارتا تھا۔ وہ رسی بٹتا تھا اور اس سے کشتی کی لکڑیاں درست کر کے باندھتا تھا۔ بقیہ اوقات ذکر اذکار' قرأتِ قرآن اور نماز میں صرف کرتا تھا''۔

راوی آگے نہایت افسوس سے بیان کرتا ہے..... ''ایک مرتبہ ہم لوگ کشتی سے نکلے' وہ نوجوان معمول کے مطابق اپنے نیک اعمال میں مشغول تھا' کشتی میں اس کے ایک دوست

Scanned with CamScanner

نے اسے کہا: ''ارے بھائی! تم ہر وقت کشتی سے چمٹے رہتے ہو' کبھی باہر نکلو۔ گھومو پھرو' باہر کیوں نہیں جاتے؟ کشتی سے کیوں نہیں اُترتے تاکہ دنیا کی حقیقت سے آگاہ ہو سکو اور ان دنیاوی چیزوں میں غور وفکر کر سکو جو تمہارے دل کا دریچہ کھولنے اور نفس کو مانوس کرنے میں معاون ثابت ہوں؟ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ سرکشی میں مبتلا کرنے والے اڈوں اور اللہ کی نافرمانی کے لیے مخصوص ٹھکانوں پر چلو' نہ میں یہ تقاضہ کرتا ہوں کہ ان مقامات کی سیر کرو جو اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں مگر مباح چیزوں کو دیکھنے میں تو کوئی حرج نہیں''۔

پھر اس نے وہاں کے بازاروں اور طرح طرح کے کھیل تماشوں کا نقشہ کچھ اس خوب صورتی سے پیش کیا کہ وہ بے اختیار ہو کر کہنے لگا: ''کیا اس دنیا میں واقعی ایسی دلچسپ چیزیں بھی ہیں جو تم بیان کر رہے ہو؟'' بُرے ساتھی نے کہا: ''ہاں! ہاں! دنیا تو دُور کی بات ہے اسی جزیرے میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں۔ کنویں کے مینڈک نہ بنو' ذرا کشتی سے اُتر کر دیکھو پھر دیکھنا کتنا مزہ آتا ہے اور تمہیں کتنی خوشی نصیب ہوتی ہے''۔

صالح نوجوان اپنے ساتھی کے اصرار پر کشتی سے اُتر آیا۔ دونوں بازاروں کا چکر لگانے لگے۔ چلتے چلتے دونوں ایک راستے پر ہو لیے جو بہت تنگ اور چھوٹا سا تھا۔ وہ اس راستے پر چلتے رہے' راستے کے آخر میں ایک چھوٹا سا گھر تھا۔ بُرا ساتھی اس گھر میں گھس گیا اور نوجوان سے کہا: ''تھوڑی دیر انتظار کرو' میں جلد ہی واپس آ رہا ہوں لیکن خبردار! تم اس گھر کے قریب نہ پھٹکنا''۔ یہ نیک نوجوان اس گھر کے دروازے سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا اور ذکر اذکار اور قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہو گیا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک آوارہ قہقہہ گونجا۔ نوجوان حیران ہوا' نظر اُٹھائی تو سامنے ایک نہایت خوب صورت لڑکی نظر آئی نوجوان نے اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا پھر اس کا نفس امارہ حرکت میں آیا' وہ آگے بڑھا۔ دروازے کے قریب پہنچا اور دھیان سے گھر کے اندر کی گفتگو سننے لگا۔ اتنے میں پھر ایک نقرئی قہقہے کی آواز سنائی دی جس نے اس کے جذبات میں ہل چل سی مچا دی۔ اب وہ لپک کر دروازے سے چمٹ گیا اور سوراخ سے جھانکا تو ہکا بکا رہ گیا اس کی نگاہ ایسے مناظر پر پڑی جو اس کے لیے بالکل نئے تھے۔ وہ ایسے عریاں مناظر کا مشاہدہ کرتا رہا جنہیں پہلے

دیکھنا اسے ہرگز گوارا نہ تھا نہ اس قسم کی چیزیں کبھی اس نے دیکھی تھیں پھر وہ اپنی جگہ واپس آ کر بیٹھ گیا جب اس کا بُرا ساتھی دروازے سے باہر آیا تو نوجوان نے اسے لتاڑا: ''ارے! تو کیسے گھناؤنے فعل میں مبتلا تھا' تیرا ستیاناس ہو! تیری یہ حرکت اللہ کا غصہ بھڑکانے والی ہے''۔

راوی آگے بیان کرتا ہے: ''ہم رات کو دیر سے کشتی کی طرف آئے اور آتے ہی سو گئے۔ ادھر نوجوان رات بھر جاگتا رہا جو کچھ اس نے دن میں دیکھا تھا اس کے خیالوں کا رُخ بار بار انہی مناظر کی طرف مڑ جاتا تھا۔ اگلی فجر طلوع ہوئی اور روشنی نے تاریکی کا پردہ چاک کیا تو سب سے پہلے کشتی سے اُترنے والا وہی نوجوان تھا۔ وہ سیدھا فحاشی والے مکان کے پاس پہنچا اور بلا تردد اس میں داخل ہو گیا پھر وہ سب کچھ بھول کر اگلے دو دن تک شراب و شباب میں ڈبکیاں لگاتا رہا۔ ادھر کشتی ران نے کشتی سے نوجوان کو غائب پایا تو پوچھا: ''مؤذن کدھر گیا؟ ہمارا امام کہاں ہے؟ کیا وہ نوجوان چلا گیا؟''

کشتی میں موجود لوگوں میں سے کسی نے کشتی ران کے سوال کا جواب نہیں دیا اس نے لوگوں کو نوجوان کی تلاش کے لیے مختلف مقامات پر بھیجا جب کشتی ران کو اطلاع ملی کہ فلاں شخص نے نوجوان کو بہکا کر ایک بدنام زمانہ مکان کی سیر کرائی تھی تو اس نے اسے ڈانٹ پلائی اور کہا: ''تجھے اللہ تعالیٰ کا کوئی خوف نہیں' کیا تجھے اس کی دردناک سزا سے ڈر نہیں لگتا؟ جا اور نوجوان کو جلد سے جلد بُلا کر لا''۔

بہکانے والا شخص نوجوان کو بُلانے گیا لیکن نوجوان نے واپس آنے سے انکار کر دیا اس بہکانے والے آدمی نے اس سے بڑی منت سماجت سے بارہا کہا: کشتی کا کپتان تمہیں بُلا رہا ہے اب تمہیں واپس چلنا چاہیے۔ نوجوان نے اس کی ایک نہ سنی اب وہ اس رنگین دنیا سے جدا ہونے کو تیار نہ تھا اس نے واپسی کا ہر تقاضہ مسترد کر دیا۔

جب جہاز ران کو اس کے واپس آنے سے انکار کی اطلاع ملی تو اس نے چند لوگوں کو بھیجا اور کہا: ''نوجوان کو زبردستی پکڑ لاؤ''۔ چنانچہ وہ لوگ آئے اور نوجوان کو زبردستی کشتی پر لے گئے۔

Scanned with CamScanner

راوی آگے بیان کرتا ہے: ''جب کشتی اپنے شہر روانہ ہوئی اور اس میں سوار لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تو وہ نوجوان کشتی کے ایک گوشے میں جا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اس کی آہ و بکا سن کر یوں لگتا تھا جیسے اب اس کے دل کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ لوگ اس کے سامنے کھانا پیش کرتے لیکن وہ کھانے کو ہاتھ نہ لگاتا اور کسی سے کوئی بات نہ کرتا۔ وہ کئی دنوں تک اسی طرح بھوکا پیاسا آہ وزاری کرتا رہا۔ ایک رات اس کی آہ و بکا بہت تیز ہو گئی اس کے پھوٹ پھوٹ کر رونے اور سسکیاں بھرنے کی وجہ سے کشتی میں سوار تمام لوگوں کی نیند اُڑ گئی۔ بالآخر کشتی ران آیا اور اس نوجوان سے کہا: ''ارے! کیا تجھے اللہ کا خوف نہیں؟ آخر تجھے کیا ہو گیا؟ تیرے رونے دھونے کی صداؤں نے ہماری نیند اُڑا کر رکھ دی ہے۔ تیرا ناس ہو آخر ایسی کیا چیز ہے جس نے تجھے بدل کر رکھ دیا ہے؟ آخر تجھ پر کون سی آفت آن پڑی ہے؟'' نوجوان نے انتہائی افسوس کے ساتھ مریل لہجے میں جواب دیا: ''مجھے میری حالت پر چھوڑ دو' تم نہیں جانتے کہ مجھے کس آفت نے گھیر رکھا ہے''۔

کشتی ران نے پوچھا: ''بتا تو سہی تجھے کون سی مصیبت لاحق ہو گئی؟''

نوجوان نے اپنی شرم گاہ کھول کر کشتی ران کو دکھلائی اس کی شرم گاہ سے نہایت کریہہ کیڑے گر رہے تھے۔ کشتی ران نے یہ گھناؤنا منظر دیکھا تو اس کی کپکپی طاری ہو گئی' وہ بے ساختہ بولا: ''ہم ایسی حالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں''۔ یہ کہہ کر کشتی ران اس کے ہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔

فجر سے کچھ دیر پہلے ایک زبردست چیخ نے کشتی والوں کی آنکھیں کھول دیں۔ لوگ چیخ مارنے والے کی طرف لپکے تو دیکھا کہ وہ نوجوان موت کے شکنجے میں جا چکا ہے اور اپنے دانتوں سے کشتی کی لکڑی پکڑے ہوئے ہے۔

کشتی والوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور اللہ تعالیٰ سے حسنِ خاتمہ کی دعائیں کرنے لگے اس کے بعد اس نوجوان کا قصہ درسِ عبرت کے طور پر باقی رہ گیا''۔

(سنیے شیخ احمد القطان کی کیسٹ' نیز دیکھیے کتاب' مائۃ قصۃ وقصۃ للشحاوی' ص: ۲۷۰)

(۱۴۴)

انسانِ کامل

مروی ہے کہ حضرت آمنہ والدۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا ان سے کہتا ہے: ''تم مخلوقات کے سردار اور تمام عالم کے بہترین شخص کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔ پس جب وہ سردارِ دوعالم پیدا ہوں تو ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا اور ان کے گلے میں یہ تعویذ لٹکا دینا''۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں جب خواب سے بے دار ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرے سر کے پاس سونے کی ایک تختی ہے اور اس میں لکھا ہوا ہے (ترجمہ) میں اس بچہ کو ہر حاسد کے شر اور ہر زائد خواہ وہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو اور ہر دیو سرکش سے جو آنے جانے کے راستوں کی گھات کی جگہوں کو لیتا ہے۔ اللہ یگانہ کی پناہ میں دیتی ہوں اور اللہ برتر اور اعلیٰ کے ساتھ اس بچہ سے ان اشرار کو باز رکھتی ہوں اور اس کو دست بالا اور اس کف کے ساتھ جو دیکھا نہیں جا سکتا ہے' گھیرتی ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ سب ہاتھوں سے بالاتر ہے اور اللہ کا پردہ ان کے سامنے ہے جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور یہ سب اس کے پاس نہ تو رات کو آ سکتے ہیں اور نہ دن کو آ سکتے ہیں اور نہ بیٹھنے کی جگہ اور نہ کھڑے ہونے کے مقام میں اس کو ضرر پہنچا سکتے ہیں اس مدت تک کہ رات اور دن جاری رہیں یعنی راتوں اور دنوں کے چلنے کے وقتوں تک یہ اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں''۔

اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت میں ایک آواز دینے والے کو سنتی تھی کہ وہ کہتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام زمینوں اور انبیاء کی پیدائش کے مقامات میں پھراؤ اور ہر جان دار پر پیش کراؤ خواہ وہ

Scanned with CamScanner

انسانوں سے ہو یا جنوں اور فرشتوں اور پرندوں اور وحشی جانور سے ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کا خلق وشیث کی معرفت وشجاعت نوح ودوستی ابراہیم وزبان اسمٰعیل ورضائے اسحاق و فصاحت صالح وحکمت لوط وبشارت یعقوب وجمال یوسف وسختی موسیٰ وصبر ایوب وطاعت یونس وجہاد یوشع وآواز داؤد ومحبت دانیال ووقار الیاس وعصمت یحییٰ وزہد عیسیٰ ان کو عطا کرو اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے تمام اخلاق میں ان کو غوطہ دو''۔ (نوادر قلیوبی)

(۱۴۵)

دلائل الخیرات شریف کے مصنف علیہ الرحمۃ

دلائل الخیرات شریف کے مصنف حضرت محمد بن سلیمان جزولی جو سلسلہ شاذلیہ کے شیخ تھے اور چھ لاکھ بارہ ہزار پینسٹھ مریدین آپ سے فیض یاب ہوئے۔ کسی بدنصیب شقی القلب نے آپ کو زہر کھلا دیا اور نمازِ فجر کی پہلی رکعت کے بعد دوسرے سجدے میں یا دوسری رکعت کے پہلے سجدے میں آپ نے وفات پائی اور اسی دن آپ شہر سوس کی مسجد میں دفن کر دیئے گئے۔ پھر ۷۷ برس کے بعد لوگ انہیں قبر سے نکال کر مراکش لائے تو آپ کا کفن سالم اور بدن زندوں کی طرح تر وتازہ اور نرم تھا اور لوگوں نے آپ کے رخسار پر انگلی رکھ کر دبایا تو زندہ آدمیوں کی طرح بدن میں خون کی روانی کی سرخی ظاہر ہو گئی اور آپ کے سر اور چہرے پر اس خط بنوانے کا نشان بھی باقی اور ظاہر تھا جو وفات سے قبل آپ نے خط بنوایا تھا۔

۱۶ ربیع الاوّل ۸۷۰ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ مزارِ مبارک مراکش میں ہے۔ آج تک بھی آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ لوگ بکثرت آپ کی قبر کے پاس دلائل الخیرات پڑھتے رہتے ہیں۔ (مطالع المسرات، ص: ۳)

اس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بعض علماء حق کو خداوند عالم نے یہ کرامت بھی عطا فرمائی ہے کہ قبر میں ان کا بدن ہی نہیں بلکہ ان کا کفن بھی گلنے سڑنے سے محفوظ رہتا ہے۔ قبر میں مدت دراز گزر جانے کے باوجود اس طرح جسم کا تر وتازہ اور نرم رہنا کہ رخسار پر انگلی رکھنے سے بدن میں خون کی روانی کی سرخی نمودار ہو جائے۔ کیا یہ ساری باتیں جسمانی حیات کے خواص ولوازم نہیں ہیں؟ بلاشبہ اس سوال کا ایک ہی جواب ہو سکتا ہے کہ یقیناً یہ سب چیزیں جسمانی زندگی کے خواص ولوازم میں سے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ اہلِ سنت و

Scanned with CamScanner

جماعت کا یہ عقیدہ کہ بعض علماء اولیاء اور تمام شہداء کرام کو اللہ تعالیٰ ان کی قبروں میں جسمانی حیات کی کرامت سے سرفراز فرماتا ہے۔ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے اور جب اولیاء وعلماء وشہدائے کرام کی جسمانی حیات کا یہ عالم ہے کہ ان کے بدن' ان کے بدن تو بدن ان کے کفن کو بھی مٹی نہیں کھا سکتی تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام جو اپنے مراتب ودرجات کے اعتبار سے شہداء کرام پر بے شمار درجہ فضیلت رکھتے ہیں بھلا ان کے روح سے بھی زیادہ لطیف ومقدس جسموں کو قبروں میں حیاتِ جسمانی کیونکہ نہ حاصل ہوگی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ

''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمایا ہے: وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھا سکے''۔

چنانچہ یہی وہ سچا عقیدہ ہے جس کو اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا ہے

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر اتنی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن میں ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے

جب تمام انبیاء علیہم السلام کے لیے ان کے مزاراتِ طیبہ میں جسمانی حیات کا ثبوت ہے تو پھر حضور سید الانبیاء محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس حیات میں کوئی شک وشبہ کرنا آفتابِ عالم آشکار کا انکار کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حلف اُٹھا کر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ کا اعلان کیا اور فرمایا

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

(روحانی حکایات)

(۱۴۶)

گائے پہ ٹیکس

حضرت سیّدنا ہشام بن محمد بن سائب کلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ شاہِ فارس (ایران کا بادشاہ) اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ شکار کے لیے نکلا۔ گھنے جنگل میں اچانک ایک شکار نظر آیا' بادشاہ نے گھوڑا شکار کے پیچھے لگا دیا کافی دُور تک پیچھا کرنے کے باوجود بادشاہ اس جانور کا شکار کرنے میں ناکام رہا وہ جانور کے پیچھے اتنی تیزی سے آیا کہ اسے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ میں اپنے ہمراہیوں سے بہت دُور ویران جنگل میں ایک انجانی جگہ پہنچ چکا ہوں۔ آہستہ آہستہ شام اپنے سائے گہرے کر رہی تھی پھر یکا یک آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور کچھ ہی دیر بعد موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ بادشاہ کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں ایک سمت چل دیا۔ کچھ دُور ایک جھونپڑی نظر آئی جلدی سے وہاں پہنچا تو ایک بوڑھی عورت دروازے پر بیٹھی تھی۔ بادشاہ نے کہا: ''میں مسافر ہوں' کیا اس اندھیری وطوفانی رات میں مجھے تمہاری جھونپڑی میں پناہ مل سکتی ہے؟''

بڑھیا نے کہا: ''آج رات آپ ہمارے مہمان ہیں' آیئے! اندر تشریف لے آیئے''۔

بادشاہ اپنا گھوڑا لے کر بڑھیا کے ساتھ اس کی جھونپڑی میں داخل ہو گیا کچھ ہی دیر بعد بڑھیا کی بیٹی چند گائیں لے کر جھونپڑی میں داخل ہوئی وہ دن بھر اپنے جانوروں کو چراگاہ میں چراتی اور شام کو واپس آجاتی' ساری ہی گائیں' بہت فربہ اور دودھ والی تھیں۔ بادشاہ نے جب ایسی موٹی تازی دودھ والی گائیں دیکھیں تو دل میں کہا: ''ان گایوں پر ضرور کچھ ٹیکس لگایا جانا چاہیے' یہ بہت دودھ والی ہیں' ان کا دودھ دربارِ شاہی میں ضرور پہنچنا چاہیے''۔

بادشاہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بڑھیا نے اپنی بیٹی سے کہا: ''بیٹی! فلاں گائے کا دودھ نکالو''۔

جب اس کی بیٹی گائے کے پاس پہنچی تو اسے دودھ سے بالکل خالی پایا اس نے پکار کر کہا: ''اے میری ماں! خدا تعالیٰ کی قسم! آج ہمارے بادشاہ نے ہمارے بارے میں کوئی بُرا فیصلہ کیا ہے''۔ بڑھیا نے کہا: ''بیٹی کیا ہوا؟''

کہا: ''امی جان! ابھی کچھ دیر قبل جس گائے کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے اب دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں''۔ بڑھیا نے کہا: ''صبر کرو' صبح تک اس معاملے کو چھوڑ دو''۔

بادشاہ جو ماں بیٹی کی گفتگو سن رہا تھا اس نے دل میں کہا: ''اس لڑکی کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں نے ان کے بارے میں ظالمانہ فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ میں اپنے اس ارادے سے باز آیا اب میں انہیں تنگ نہیں کروں گا لیکن ان کے بارے میں تحقیق ضرور کروں گا''۔

جب صبح ہوئی تو بڑھیا نے کہا: ''بیٹی! جاؤ دودھ نکالو''۔

جب لڑکی گائے کے پاس گئی تو اسے دودھ والی پایا۔ اس نے پکار کر کہا: ''امی جان! بادشاہ نے ہمارے بارے میں جو ناانصافی والی بات سوچی تھی اب اس کے دل سے وہ نکل چکی ہے' ہماری گائے کے تھن اب دودھ سے بھر چکے ہیں''۔

پھر اس نے دودھ نکالا اور رکھ دیا۔ اتنی ہی دیر میں بادشاہ کے ساتھی اسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا: ''ان دونوں ماں بیٹی کو ہمارے دربار میں لے چلو''۔ سپاہی انہیں دربار میں لے گئے۔ بادشاہ نے ان کی خوب خاطر مدارات کی پھر پوچھا: ''تم نے کیسے جان لیا کہ بادشاہ نے کسی بُری بات کا ارادہ کیا اور پھر اس کے دل سے وہ ارادہ جاتا رہا؟''

بڑھیا نے کہا: ''ہم اس جنگل میں عرصہ دراز سے سکونت پذیر ہیں جب بھی دربارِ شاہی سے کوئی عدل و انصاف والا حکم جاری ہوتا ہے تو ہمارے شہروں' دیہاتوں اور چراگاہوں میں خوش حالی آ جاتی ہے اور ہماری زندگی خوش گوار ہو جاتی ہے لیکن جب کوئی ظالمانہ حکم جاری ہوتا ہے تو تنگ دستی اور مفلسی آ جاتی ہے اور ہماری اشیاء سے ہمارا نفع منقطع

(ختم) ہو جاتا ہے اس لیے ہم جان لیتے ہیں کہ کس وقت کس طرح کا حکم جاری ہوا ہے''۔

یہ سن کر بادشاہ بڑا حیران ہوا پھر ماں بیٹی کو انعام واکرام کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

(عیون الحکایات)

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور اچھوں کے دامن سے وابستہ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۴۷)

شیر خوار بچے کا اعلانِ حق

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور بعض دیگر کتب میں ایک روایت مروی ہے کہ ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا اتنے میں وہاں سے ایک آدمی کا گزر ہوا' وہ بہت خوبرو اور خوش پوشاک تھا اور ایک عمدہ گھوڑے پر سوار تھا۔ عورت نے اس کی شان وشوکت دیکھ کر کہا:

اَللّٰھُمَّ! اجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَ ھٰذَا ۔ ''اے اللہ! میرے بچے کو بھی اس جیسا بنا دے''۔

بچہ فوراً ماں کی چھاتی چھوڑ کر اس آدمی کی طرف دیکھنے لگا پھر بولا: ''اے اللہ! مجھے اس آدمی کی طرح ہرگز نہ بنانا''۔ اور پھر دودھ پینے لگا۔

اسی اثناء میں وہاں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ لوگ ایک لونڈی کو مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے: زَنَیْتِ سَرَقْتِ ۔

''تونے زناکاری کی ہے' تونے چوری کی ہے''۔

اور وہ لونڈی پکار پکار کر کہہ رہی تھی: حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۔

''اللہ ہمیں کافی ہے' وہ بہت اچھا کارساز ہے''۔ (آل عمران' ۳:۱۷۳)

یہ منظر دیکھ کر ماں نے کہا: اَللّٰھُمَّ! لَا تَجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَھَا ۔

''اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی طرح مت بنانا''۔

بچے نے دودھ پینا موقوف کیا اس لونڈی کی طرف دیکھا اور بولا:

''اے اللہ! مجھے اس لونڈی کی طرح بنا دینا''۔ یہ کہہ کر وہ پھر دودھ پینے لگا۔

اس کی ماں نے کہا: ''ارے میرے بچے! ایک اچھی صورت والا باوقار آدمی گزرا تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بچے کو اس کی طرح کا بنا مگر تو نے کہا: اے اللہ! مجھے اس

کی طرح مت بنانا پھر لوگ ایک لونڈی کی پٹائی کرتے ہوئے گزرے' وہ اس سے کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے' چوری کی ہے' میں نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بچے کو اس کی طرح مت بنانا مگر تو بول پڑا کہ اے اللہ! مجھے اس کی طرح بنا دینا...... آخر اس کا سبب کیا ہے؟''

بچہ کہنے لگا: ''وہ آدمی (جو شان وشوکت کے ساتھ سواری پر جا رہا تھا) ظالم و جابر تھا اس لیے میں نے کہا: اے اللہ! مجھے اس کی طرح مت بنانا اور یہ لونڈی جس کو لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے' چوری کی ہے' وہ ایک غلط اور بے اصل بات کہہ رہے تھے اس نے زنا کیا تھا نہ چوری کی تھی وہ بالکل بے گناہ تھی اس لیے میں نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اس کی طرح بنا دینا''۔

(صحیح البخاری' حدیث: ۳۴۳۶' وصحیح مسلم' حدیث: ۲۵۵۰' الفاظ مسلم کے ہیں)

(١٤٨)

عجیب ترین واقعات

بیان کرتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا گیا: ''آپ نے اپنی عمر میں سب سے عجیب تر کون سی چیز دیکھی ہے؟'' حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا: ''سب سے عجیب تر چیز میں نے یہ دیکھی ہے کہ میں ایک ایسے میدان وحشت ناک میں سے گزرا جو پیاسا کرنے والا اور بے پانی کا تھا پھر پانچ سو سال تک میرا جانا وہاں نہ ہوا اس کے بعد جو وہاں پھر گزرا تو میں نے اس کو ایسا عجیب اور عظیم الشان شہر پایا کہ جو درختوں اور نہروں سے پُر تھا۔ پس جو لوگ اس شہر میں تھے ان میں سے کسی سے میں نے کہا: ''یہ شہر کتنی مدت سے آباد کیا گیا ہے؟''

اس نے کہا: ''سبحان اللہ! ہم اور ہمارے باپ دادا اس شہر کو اسی حالت پر پہچانتے ہیں''۔ چنانچہ پھر پانچ سو برس تک میں ادھر نہ گزرا اور اس کے بعد جو ادھر گزرا تو میں نے اس کو بڑا دریا پایا اور اس میں ایک شکاری کو دیکھا اور اس سے پوچھا: ''اے شخص! جو شہر یہاں تھا کہاں ہے؟'' یہ سن کر اس نے کہا: ''سبحان اللہ! کیا یہاں کوئی شہر بھی تھا؟ ہم نے اور ہمارے باپ داداؤں نے تو اس کو نہیں سنا''۔ بعد پانچ سو برس کے پھر جو میں ادھر گیا تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک آباد شہر ہے جس طرح کہ پہلی مرتبہ تھا۔ پس اس ذاتِ بے نیاز کو پاکی ہے جس کو نہ تو زوال ہے اور نہ وہ متغیر ہوتی ہے''۔ (قلیوبی)

☆...... بیان کرتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام لڑکوں کو (جو کچھ ان کے باپ کھاتے تھے) بتلا دیتے تھے۔ پس لڑکے اپنے باپوں کے پاس آتے تھے اور ان سے وہی کھانا مانگتے تھے جو انہوں نے کھایا

تھا۔ چنانچہ وہ لوگ لڑکوں سے کہتے تھے: ''تم کو یہ کس نے بتلایا ہے؟''

لڑکے کہتے تھے: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بتلایا ہے''۔

یہ سن کر ان لوگوں نے اپنے لڑکوں کو عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے سے روک دیا اور ان کو ایک وسیع مکان میں بند کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ ان لوگوں میں سے کسی سے فرمایا: ''تمہارے لڑکے کہاں ہیں؟ کیا وہ اس گھر میں ہیں؟''

اس آدمی نے کہا: ''اس مکان میں تو صرف بندر اور سور ہیں''۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ ایسے ہی ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ!''

چنانچہ جب اس نے دروازہ کھولا تو ناگاہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ بندر اور سور ہیں''۔ (ایضاً)

☆...... نقل کرتے ہیں: ''ایک سانپ کسریٰ بادشاہ کے تخت کے نیچے داخل ہوا۔ لوگوں نے اس کو مار ڈالنا چاہا لیکن کسریٰ نے ان کو ان سے منع کیا اور اپنے سرداروں سے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اس سانپ کے پیچھے پیچھے جائے۔ چنانچہ وہ اس کے پیچھے ہو رہا پھر وہ سانپ ایک کنویں پر آیا اور اس کنویں اور اس آدمی کی طرف دیکھنے لگا۔ پس اس آدمی نے سانپ کا مقصد معلوم کیا اور کنویں میں جھانکا وہاں اس نے ایک مرا ہوا سانپ اور اس کے اوپر ایک بچھو دیکھا اس آدمی نے اس بچھو کا قصد کیا اور اس کو مار ڈالا اس کے بعد وہ سانپ شاہ کسریٰ کی طرف متوجہ ہوا اور اس سانپ نے اپنے منہ سے بادشاہ کے سامنے ایک بیج ڈال دیا۔ چنانچہ کسریٰ نے اس کو بویا اور اس سے نازبو (پودا) جما اور کسریٰ کو زکام بکثرت ہوتا تھا۔ پس اس نے نازبو استعمال کیا اور اس سے اچھا ہو گیا''۔ واللہ اعلم (ایضاً)

☆...... روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی خریدی۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نازل ہوئے اور کہا:

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس لونڈی کو اپنے گھر سے نکال دیجیے کیونکہ یہ دوزخیوں میں سے ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو گھر سے نکال دیا اور انہوں نے کچھ تھوڑا سا خرما اس کے حوالہ فرمایا۔ چنانچہ اس نے آدھا کھایا اور ابھی راستہ ہی میں تھی کہ اس پر ایک فقیر

Scanned with CamScanner

گزرا اور اس نے آدھا خرما جو باقی تھا وہ اس فقیر کو دے دیا اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئے اور آپ سے کہا: ''اس لونڈی کو واپس کر لیجیے کہ وہ اس صدقہ کی وجہ سے جنتیوں سے ہو گئی''۔ واللہ اعلم (ایضاً)

☆...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں: ''ایک بار مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واسطے ملکِ شام سے ایک قافلہ غلہ لے کر آیا جب مدینہ کے تاجران کے پاس آئے تا کہ ان سے غلہ خریدیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ''تم لوگ مجھے کیا نفع دو گے؟''

تاجروں نے آپ سے کہا: ''ہر دس درہم پر دو درہم آپ کو نفع دیں گے''۔

آپ نے فرمایا: ''مجھے اور زیادہ دو''۔

تاجروں نے کہا: ''ہر دس درہم پر چار درہم آپ کو نفع دیں گے''۔

آپ نے فرمایا: ''اور زیادہ کرو''۔

پس تاجروں نے کہا: ''ہم مدینہ کے تاجر ہیں' ہم سے زیادہ اور کون آپ کو دے گا''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مجھے ایک درہم کے عوض دس درہم زیادہ دے گا۔ بے شک میں نے یہ غلہ مدینہ کے فقیروں کے واسطے صدقہ دیا''۔

پس ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ابلق گھوڑے پر سوار ہیں اور آپ کے جسمِ اطہر پر نور کی ریشمی چادر ہے۔ چنانچہ میں نے آپ سے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کا مشتاق ہوں''۔

آپ نے فرمایا: ''اے ابن عباس عثمان رضی اللہ عنہما نے صدقہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ صدقہ قبول فرمایا ہے اور جنت میں ایک دُلہن سے ان کا نکاح کیا ہے اور میں اس کی مہمانی کے واسطے بلایا گیا ہوں''۔ (ایضاً)

(۱۴۹)

احتیاط کا عالم

مولانا جلال الدین مانک پوری مشہور بزرگ شیخ حسام الدین مانک پوری کے جد بزرگوار ہیں' بہت ہی جید عالمِ دین' مرد بزرگ' نہایت ہی صابر اور انتہائی متقی اور عابد تھے۔ ان کا معمول تھا کہ عشا کی نماز کے بعد جب تک لوگ بے دار رہتے یہ سو جاتے تھے اور جب لوگ سو جاتے تھے تو یہ اُٹھتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔ ہر روز اکتالیس بار سورۂ یٰس پڑھا کرتے تھے اور چاشت کی نماز کے بعد طلباء کو دینی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔ نہایت ہی خوش خط تھے اور کتابت کی اجرت سے گزراوقات فرماتے تھے۔ قرآن شریف لکھ کر دہلی بھیجتے تھے اور پانچ سوتنکہ ہدیہ مل جاتا تھا۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کبھی بلا وضو قلم کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے اور جب ملک میں لوٹ مار ہوا کرتی تھی تو گوشت کھانا چھوڑ دیتے کہ شاید گوشت لوٹ کے جانوروں کا ہو۔ (اخبار الاخیار' ص: ۱۸۳)

سبحان اللہ! کتنی مقدس زندگی تھی ان قدسی صفت بزرگوں کی کہ دینی کتابوں کا درس دیتے تھے اور قرآن مجید کی کتابت کی اجرت سے اپنے اہل وعیال کا خرچ چلاتے تھے۔ دن بھر حدیث وفقہ کی تعلیم اور قرآن مجید کی کتابت میں مصروف رہتے اور رات بھر نوافل اور سورۂ یٰس شریف کی تلاوت کا شغل رہتا۔ ان بزرگوں کی مبارک زندگی اور ان کے اوقات کی خیر وبرکت کا کیا کہنا؟ بلاشبہ یہ نفوسِ قدسیہ بڑی پاکیزہ اور نورانی زندگی گزار کر دنیا سے تشریف لے گئے یقیناً ان مردانِ خدا کی تنہا ذات بے شمار صفاتِ قدسیہ کا ایک قابلِ دید مرقع تھی۔ خوب کہا ہے کسی حق شناس نے

ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں

(روحانی حکایات)

(۱۵۰)

بوڑھے مجاہد کی دعا

حضرت سیدنا عُکلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مجھے بصرہ کے رہنے والے ایک شخص نے بتایا: میں نے ایک پُرکشش وبارعب شخص کو اون کا لباس پہنے دیکھا اس کا نام پوچھا تو علی بن محمد بتایا۔ میں اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا اس نے بتایا: میں ایک مرتبہ ''مصیصہ'' کی طرف جہاد کے لیے گیا وہاں مسجد میں ایک حسین وجمیل بزرگ کو دیکھا لوگ اس کے گرد بیٹھے تھے اور وہ انہیں حدیث سنا رہا تھا۔ میں بھی حلقۂ درس میں شامل ہو گیا اس نے مجھ سے میرا حال دریافت کیا تو میں نے کہا: ''میں عراق کا رہنے والا ہوں' اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی طلب میں یہاں آیا ہوں''۔ یہ سن کر بزرگ نے مجھے دعائیں دیتے ہوئے کہا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں پاکیزہ زندگی اور آخرت میں عزت والا گھر عطا فرمائے' اے بندۂ خدا! مجھے تم سے ایک حاجت ہے' میری اس حاجت کو رد نہ کرنا''۔ میں نے کہا: ''جی بتائیے! کیا حاجت ہے؟'' کہا: ''ہمارے ہاں قیام کرو اور ضیافت کا موقع دو''۔

میں اس کے پاس رُک گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے میزبان کو اللہ رب العزت نے صیام النہار وقیام اللیل (دن کو روزہ رکھنے اور رات کو عبادت کرنے) اور اعمال صالحہ کی دولت سے مالا مال کیا ہوا ہے۔ میں اس کے پاس ہی ٹھہرا رہا۔ ہمارا لشکر جہاد کے لیے روانہ ہونے لگا تو میرے اس بزرگ میزبان نے مجاہدین کے لیے کثیر سامانِ خورد ونوش فراہم کیا اور خود بھی لشکر میں شامل ہو گیا اس کے ساتھ دس ہزار مجاہدین بھی لشکر میں شامل ہوئے اس کا جوان بیٹا جو اس کے گھر کے انتظامات سنبھالتا تھا' وہ بھی مجاہدین میں شامل ہو گیا۔ ہمارا یہ لشکر دشمن کی سرحدوں کی طرف آندھی وطوفان کی طرح بڑھنے لگا جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو

ہم نے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ محسوس کی۔ کفار کو انجامِ بد تک پہنچانے کے لیے مجاہدینِ اسلام' کفار کے ٹڈی دل لشکر کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جم گئے اس بزرگ کے جوان بیٹے نے مجاہدین کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے انہیں جہاد پر خوب اُبھارا پھر اس کے بوڑھے باپ نے مجاہدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''اے نوجوانانِ اسلام! جنت کے دروازے تمہارے سامنے ہیں' اپنی شمشیروں کے ذریعے انہیں کھولو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو''۔

یہ سنتے ہی اس کا نوجوان بیٹا کمال دلیری سے تن تنہا دشمن کی صفوں میں گھس گیا اور بہادری وجوانمردی کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمنوں کی عقلیں دنگ رہ گئیں۔ بالآخر یہ مردِ مجاہد شجرِ اسلام کی آبیاری کے لیے مرتبہ شہادت پر فائز ہوا پھر اس کا بوڑھا باپ دشمنوں پر غضب ناک شیر کی طرح حملہ آور ہوا اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے یہ بھی جامِ شہادت نوش کر گیا اور اس کی روح بھی جنت کے باغات کی طرف پرواز کر گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی' دشمن پیٹھ پھیر کر خائب وخاسر لوٹا۔ ہم نے بہت سوں کو واصلِ جہنم کیا' بہت سے دشمن قید ہو گئے پھر ہم نے مجاہدین کی مبارک لاشیں سپردِ خاک کیں۔ بوڑھے مجاہد کے لیے بھی ایک قبر کھودی گئی جب اسے دفنا کر ہم واپس ہونے لگے تو زمین ہلنے لگی اور اس بزرگ مجاہد کی لاش زمین سے باہر آ گئی۔ ہم یہ سمجھے کہ شاید زلزلے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے لہٰذا ہم نے ایک اور قبر کھودی اور اسے دفن کر دیا ابھی مٹی برابر ہی کی تھی کہ دوبارہ زمین ہلنے لگی اور ایک پُرہول آواز سنائی دی۔ زمین نے پہلے کی طرح اسے پھر باہر نکال دیا۔ ہم نے تیسری قبر کھود کر اسے دفنایا تو یہ دیکھ کر ہماری عقلیں حیران ہو گئیں کہ اس مرتبہ بھی زمین نے اسے باہر نکال دیا پھر ہم نے ہاتفِ غیبی کی آواز سنی:

''اے لوگو! یہ نیک بندہ اپنی زندگی میں ہمیشہ یہ دعا کرتا رہا کہ اے اللہ تعالیٰ! میرا حشر درندوں اور پرندوں کے پیٹوں میں کرنا اس کی دعا بارگاہِ خداوندی میں قبول ہو گئی ہے لہٰذا اب یہ قبر میں دفن نہیں ہوگا بلکہ اس کی خواہش کے مطابق اس کے جسمِ نازنین کو جنگلی درندے اور پرندے کھائیں گے''۔ یہ غیبی آواز سن کر ہم اسے وہیں چھوڑ کر واپس لوٹ آ گئے''۔ (عیون الحکایات)

Scanned with CamScanner

(۱۵۱)

کامیاب حربہ

محمد بن عبدالملک ہمدانی اپنی تاریخ میں یہ واقعہ بیان کرتے ہیں: ''خلافتِ عباسیہ کے وزیرِاعظم عضدالدولہ کو کُرد قوم کے ایک گروہ کے بارے میں شکایت پہنچی کہ یہ لوگ ڈاکو ہیں' انہوں نے راہ گیروں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے' ان کا بسیرا پہاڑ کی گھاٹیوں میں ہے' یہ وہاں سے گزرنے والے قافلوں کو لوٹ لیتے ہیں اور گھاٹیوں میں چھپ جاتے ہیں۔ ان سے سب ڈرتے ہیں' کسی میں ان سے تعرض کی ہمت نہیں۔ لوگوں نے وزیرِاعظم سے درخواست کی تھی کہ وہ اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کریں اور عوام کو ان ڈاکوؤں سے چھٹکارا دِلائیں۔

عضدالدولہ نے اس شکایت کا سنجیدگی سے نوٹس لیا اور راہ گیروں کو ڈاکوؤں سے نجات دِلانے پر غور کرنے لگا۔ اسے ایک ترکیب سوجھی کہ اس نے حلوہ بنانے کا حکم دیا اس میں خوب میوہ جات شامل کرائے اور ایک خاص خوشبو ڈلوائی۔ یہ خاص قسم کا حلوہ تھا جو امراء ہی کھاتے تھے اس نے اپنے ایک خاص آدمی کو حکم دیا کہ وہ چپکے سے اس حلوے میں ایک خطرناک زہر بھی ملا دے تاکہ اسے کھانے والا فوراً مر جائے اس نے یہ حلوہ نہایت خوب صورت طشتریوں میں سجایا پھر اسے قیمتی صندوق میں بند کرنے کا حکم دیا اب اس نے ایک سمجھ دار تاجر کو بلوایا' اسے اعتماد میں لیا اور کہا: ''فلاں قافلہ روانہ ہو رہا ہے تم بھی اس میں شامل ہو جاؤ جب ڈاکو تمہارا راستہ روکیں اور تمہیں لوٹنے لگیں تو شور مچا دینا کہ میرے پاس اس صندوق میں بڑا قیمتی حلوہ ہے جو میں امراء کی بیگمات کے لیے بطورِ تحفہ لے کر جا رہا ہوں''۔ تاجر نے اس صندوق کو خچر پر لادا اور قافلے کے ساتھ شامل ہو گیا۔

تاجر ہوشیار تھا۔ عضدالدولہ کا مقصد سمجھ گیا اور قافلے کے ساتھ مہم کی تنفیذ کے لیے روانہ ہو گیا۔ تاجر آگے آگے تھا اور قافلہ اس کے پیچھے پیچھے جب یہ قافلہ اس جگہ پہنچا جہاں ڈاکوؤں کا ٹھکانہ تھا وہاں پہلے ہی سے ڈاکو گھات لگائے بیٹھے تھے۔ وہ اس قافلے کے انتظار میں تھے۔ ڈاکو ایک دَم گھاٹیوں سے نکلے اور قافلے پر ٹوٹ پڑے۔ سارا ساز و سامان لوٹ لیا اسی دوران ایک ڈاکو نے اس خچر پر قبضہ کر لیا جس پر حلوہ لدا ہوا تھا۔ تاجر نے شور مچا دیا کہ اس میں امراء کی بیگمات کے لیے حلوہ ہے۔ ڈاکو سامان لوٹ کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور غریب مسافر حیران و پریشان کھڑے رہ گئے۔

ڈاکو لُوٹ مار سے فارغ ہو گئے تو انہیں بھوک نے ستایا۔ وہ تاجر کی زبانی اس صندوق کے بارے میں پہلے ہی سن چکے تھے کہ اس میں قیمتی حلوہ ہے۔ انہوں نے صندوق کھولا تو اس میں نہایت نفیس حلوہ تھا جس سے بڑی اشتہا انگیز خوشبو پھوٹ رہی تھی اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی تو وہ سب آ گئے۔ انہوں نے خوشبودار حلوہ دیکھا تو کہنے لگے: ''یار! یہ حلوہ تو بہت اعلیٰ ہے شاید شاہی گھرانے میں جا رہا ہے''۔

انہوں نے اس سے پہلے کبھی اتنا عمدہ حلوہ نہیں دیکھا تھا چنانچہ وہ حلوے پر پل پڑے اور مزے لے لے کر کھانے لگے۔ بھوک تو پہلے ہی چمکی ہوئی تھی اس لیے وہ جلد ہی سارا حلوہ چٹ کر گئے۔ حلوے کے زہر نے اپنا اثر دِکھلایا کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا' دیکھتے ہی دیکھتے سارے ڈاکو موت کی نیند سو گئے۔

مسافروں اور تاجروں کا قافلہ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا جب انہیں ڈاکوؤں کی موت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے جلدی جلدی ان کے ان تمام اموال و سامان اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا جنہیں ڈاکوؤں نے راہ گیروں اور مسافروں کو لُوٹ لُوٹ کر ذخیرہ کیا تھا پھر یہ قافلہ ڈاکوؤں کے سامان کے ساتھ عضدالدولہ کی خدمت میں خوشی خوشی حاضر ہوا اس طرح زمین میں فتنہ و فساد پھیلانے والے ان ڈاکوؤں کا صفایا ہو گیا اور فتنہ پروری کے کانٹے جڑ سے اُکھاڑ پھینکے گئے''۔

(کتاب الأذکیاء لابن الجوزی' ص: ۹۱' ۹۲)

Scanned with CamScanner

(۱۵۲)

حضرت ہارون علیہ السلام وفات کے بعد زندہ ہوئے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''ایک مرتبہ حضرت ہارون وموسیٰ علیہما السلام جنگل میں چلے گئے۔ دراصل وہ دونوں غاروں کی طرف چل دیئے تھے۔

حضرت سیّدنا ہارون علیہ السلام پر وہاں موت واقع ہوئی' حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں دفنا دیا اور اکیلے بنی اسرائیل کے ہاں تشریف لے آئے تو سب نے آپ پر الزام لگا دیا کہنے لگے: ''آپ نے ہی انہیں قتل کیا ہے اس لیے کہ وہ ہماری طرف داری کیا کرتے تھے''۔

آپ کو ان کی اس بات کا بہت دُکھ ہوا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور میں روئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان سب کو حضرت ہارون علیہ السلام کی قبرِ انور پر لے جایئے ان کی وہاں جا کر تسلی ہو جائے گی''۔

چنانچہ آپ ان کو حضرت سیّدنا ہارون علیہ السلام کی قبرِ انور پر لے گئے اور قبرِ انور کے پاس کھڑے ہو کر کہا: ''اے ہارون (علیہ السلام)!''

یہ سنتے ہی حضرت ہارون علیہ السلام مزار سے سر جھاڑتے ہوئے باہر تشریف لے آئے۔ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''اپنی قبر میں واپس تشریف لے جایئے''۔

یہ دیکھ کر بنی اسرائیل آپ سے مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الفضائل باب ماذکر فی موسیٰ من الفضل)

(۱۵۳)

مزمار اور بوسۂ مزار کی تحقیق

ملفوظاتِ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

''مزمار اس آلہ کو کہتے ہیں جسے منہ سے بجایا جائے اور اس کا آواز اچھا ہو اس کی جمع مزامیر ہے۔ مزامیر کا استعمال شرعاً حرام ہے اعلیٰ حضرت پیر سیال رحمۃ اللہ علیہ مزامیر نہیں سنا کرتے تھے۔ چنانچہ آج تک اس دربارِ عالیہ پر مزامیر کا استعمال نہیں ہوا۔ ہاتھوں سے بجائے جانے والے آلے کو مزامیر نہیں کہا جاتا نہ ہی اس کی حرمت ہے۔ مزامیر کا مادہ زمر ہے جس کا لغوی معنی بھی ''صوت حسن'' ہے اور اچھی آواز نکالنے والے آلے کا نام مزمار ہے ہر وہ آلہ جس کے ساتھ منہ سے اچھی اور دل پسند آواز نکالی جائے وہ اس میں داخل ہے اور اس کا استعمال شرعاً ممنوع اور حرام ہے''۔

☆......فرمایا: ''ایک دیوبندی میرے پاس آیا اور مزار بوسی کا ثبوت طلب کیا۔ میں نے حدیث پاک مستدرک حاکم والی سنائی اور اسے بتایا: جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے ثابت ہے جس کا ثبوت یہ صحیح حدیث ہے تو اس کا انکار کتنا قبیح ہے۔ وہ کہنے لگا درست ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل تو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ حدیث یہ ہے

عَنْ دَاوٗدَ بْنِ صَالِحٍ قَالَ اَقْبَلَ مَرْوَانُ یَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهٗ عَلَی الْقَبْرِ فَاَخَذَ بِرَقَبَتِهٖ وَقَالَ اَتَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ قَالَ نَعَمْ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ فَاِذَا هُوَ اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ اٰتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

لَا تَبْكُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَهٗ اَهْلُهٗ وَلٰكِنِ ابْكُوْا عَلَیْهِ اِذَا وَلِیَهٗ

غَیْرُ اَهْلِهٖ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ وَلَمْ یُخْرِجَا ۔

(مستدرک حاکم‘ ج:۴‘ ص:۵۱۵)

’’داؤد بن صالح سے روایت ہے ایک دن مروان متوجہ ہوا تو ایک آدمی کو اس طرح پایا کہ وہ اپنا چہرہ قبرِ انور پر رکھے ہوئے تھے تو مروان نے اسے گردن سے پکڑا اور کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ کیا کر رہا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا ہاں (مجھے معلوم ہے) جب وہ شخص مروان کی طرف متوجہ ہوا تو وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا نہ‘‘۔ کہ کسی پتھر کے پاس پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ تم دین پر اس وقت نہ رونا جب کہ اس کا اہل اور لائق آدمی حاکم ہو البتہ اس وقت دین پر رونا جس وقت نااہل اور نالائق آدمی حاکم ہو۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور بخاری ومسلم نے اسے رقم نہیں کیا‘‘۔

مروان کا نالائق ہونا واضح فرمایا کیونکہ وہ مزار بوسی سے منع کرنے کا مرتکب ہوا۔ معلوم ہوا اس جیسا منع کرنے والا بھی نااہل اور نالائق ہے۔

پھر وہ مولوی کہنے لگا: ’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دکھائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قبر کو بوسہ دیا ہو؟‘‘ تو اسے جواب دیا: ’’حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ فضیلت والی ہستی صرف اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ جل جلالہ ہے۔ تم حی قیوم ذاتِ اقدس کی قبر دکھاؤ میں اس کے بوسہ دینے کا ثبوت پیش کروں گا‘‘۔ سنتے ہی مبہوت ہو گیا۔

فرمایا: ’’یہ لوگ سراسر جاہل ہیں‘‘۔

فرمایا: ’’مولوی محمد امین مرحوم نکوڑے کے رہنے والے تھے‘ وہ خود بیان کرتے ہیں: پہلے پہلے میں غیر مقلد تھا اور اتنا سخت کہ علماء کرام کے ہاں جا کر انہیں مسئلہ تقلید کی بحث میں لاجواب کر دیتا تھا۔ چنانچہ میں اس وقت یہ کہا کرتا تھا کہ جب خدا تعالیٰ بھی ایک ہے‘ رسول بھی ایک‘ قرآن بھی ایک‘ کعبہ بھی ایک ہے باوجود یکہ اتنی یکتائی کے پھر یہ چار مذہب کہاں سے نکل آئے؟ اسی سوال میں مقابل کو لاجواب کرتا بالآخر پھرتا ہوا سیال شریف پہنچا تاکہ لوگوں کو ہدایت کروں گا کیونکہ اس وقت میرے خیال میں غیر مقلدین کے سوا تمام مذاہب

حق پر نہ تھے جب یہاں آیا تو بنگلہ شریف کے مشرقی جانب والے کمرہ میں گیا‘ وہاں مولانا معظم الدین صاحب مرولوی موجود تھے۔ (مولانا مرولوی صاحب کی علمیت کے متعلق آپ نے فرمایا: میرے استاذ مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے اگر زیادہ فاضل تھے تو مولانا معظم الدین صاحب مرولہ شریف والے ہی تھے)

فرمایا: ’’مولانا محمد امین کا بیان ہے کہ جب مولانا مرولوی صاحب کے پاس میں پہنچا تو انہیں دیکھ کر سمجھا کہ یہی پیر سیال ہیں‘ وہیں بیٹھ کر عرض کیا کہ ایک شبہ کا ازالہ کرنا ہے۔ اجازت ہو تو کہوں؟ مولانا نے تھوڑی سی توجہ فرماتے ہوئے دبے الفاظ میں کہا ہو؟ میں نے اعتراضانہ گفتگو شروع کر دی جب اپنے اعتراض پیش کر دیئے تو مولانا صاحب جن وظائف کو پڑھ رہے تھے‘ ان میں ہاتھ رکھ کر بند کر کے نہایت تھوڑے ہی الفاظ میں آسان صورت میں جواب دیا کہ تو نے دین کو کیا سمجھا ہے‘ دین تو حقیقتاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات کا نام ہے‘ آپ کا ہر فعل اور ہر ادا کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنایا اور ان ہی اداؤں کو ائمہ اطہار مختلف صورتوں میں عمل میں لائے چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ادائیں اختیار کی جائیں کوئی بھی آپ کا عمل اور آپ کی ادا متروک نہ ہو تو ائمہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل کو اپنایا اور اختیار کیا اس کا نام دینِ اسلام میں تفرقہ نہیں بلکہ اجتماعی صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات پاک کا نام دین ہے جس ذات بابرکات سے تمام اعمالِ حسنہ کے فیض کا چشمہ جاری ہوا تمام کے تمام اس سے سیراب ہو رہے ہیں اس تھوڑی سی اور نہایت سادہ تقریر کو سنتے ہی میں لاجواب ہو گیا تو پھر فرمایا اگر زیادہ سمجھنا ہو تو اب حضرت صاحب پیر سیال خواجہ شاہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر سمجھ لیں‘‘۔

جب پیر سیال کی خدمت میں حاضری ہوئی تو دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ مولانا تو واقعی آپ کے شاگرد ہیں لیکن بات کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ مولانا مرولوی صاحب مرحوم نے فرمایا: تیرے اعتراضات کا جواب تو دے دیا گیا ہے البتہ تیرے دل کی سیاہی حضور کی توجہ سے دُور ہو گی پھر کسی خاص وقت میں موقع پا کر حاضر ہونا۔ چنانچہ میں مولانا صاحب ہی کے

Scanned with CamScanner

پاس رہنے لگا کیونکہ ان کا علم وفضل میرے دل میں گھر کر چکا تھا۔

ایک دن مولانا نے فرمایا: ''محمد امین دیکھ اب حضرت صاحب کو باگا ہندو پنکھا ہلا رہا ہے تم اس سے پنکھا لے لو کیونکہ ہندو کی موجودگی میں توجہ کامکمل طور پر ہونا ناممکن ہے۔ میں نے جا کر باگا ہندو سے پنکھا لے لیا اور اسے کہا کہ تم آرام کرو مضمون تو اپنے دل میں پہلے ہی سے بنا چکا تھا عرض کروں گا غریب نواز مجھے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے بنا دو جس طرح فلاں فلاں ہیں اور پیر پٹھان وخواجگان علیہم الرضوان کے فضائل اور عقائد حقہ سے نواز دیں لیکن جب بیان کرنے لگا تو بے اختیار منہ سے نکلا کہ غریب نواز مجھے اللہ کے نیک بندے اچھے نہیں لگتے۔ ان الفاظ کے کہنے سے مجھے اپنے آپ پر ندامت ہوئی کہ ایسا کیوں کہا ہے۔ حضور ناراض ہوں گے لیکن آپ نے ذرا بھر بھی خیال نہ فرمایا' مجھے یقین ہو گیا کہ میرے الفاظ آپ نے نہیں سنے۔ دوبارہ سوچ سمجھ کر بیان کرنے لگا تو پھر وہی الفاظ زبان سے نکلے اور بالآخر جب تیسری مرتبہ بھی یہی ناقابلِ شنید الفاظ کہہ دیئے تو حضور غریب نواز نے فرمایا: ''تجھے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اچھے نہیں لگتے تو پھر تو شیطان کا غلام ہے''۔

اس فرمان سے میرے بدن پر ایک بجلی سی کڑکی' بے ہوش ہو کر گر گیا۔ کچھ دیر بعد جب ہوش آنا شروع ہوا تو مجھے محسوس ہوا کہ کوئی شخص تھوڑا تھوڑا پانی مجھ پر چھڑک رہا ہے جس سے مجھے تسکین آ رہی ہے جب کچھ سنبھلا تو حالت یہ تھی کہ دونوں ہاتھ سامنے کو اور پاؤں پیچھے کو پھیلے ہوئے نہایت بے زیب صورت میں پڑا ہوا تھا اور آپ سے چند قدم دُور گرا تھا۔ ہاتھ پاؤں کو آہستہ آہستہ حرکت دینے لگا اور پھر بازوؤں کو اکٹھا کر کے جب اٹھا تو اس وقت حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میرے دل میں اتنی تھی کہ ان کا نام سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کو دل چاہتا۔ بعدازاں تمام عمر سیال شریف میں گزارنے کا ارادہ کر لیا۔ آپ نے فرمایا: ''مولوی محمد امین صاحب مرحوم نے پندرہ سال پیر سیال کی خدمت میں گزارے اور یہیں وصال پایا''۔

همه شب برآستانت بفغان و ناله باشم
بامید آنکه خوانی زسگان آستانت

(انوارِ قمریہ' ص: ۲۴۱ تا ۲۴۵)

(۱۵۴)

اولاد کی تربیت سے غفلت کا نتیجہ

حمید کی عمر بیس سال ہو چکی تھی مگر اسے یاد نہیں کہ اس نے اپنی بیس سالہ زندگی میں ایک دن بھی اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ سنجیدگی سے بسر کیا ہو...... ابھی اس کے والد کے انتقال کو کچھ ہی دن گزرے تھے...... باپ کی موت کے بعد وہ تنہا اپنی ماں کے ساتھ رہ رہا تھا...... مگر اس کے اور اس کی ماں کے درمیان ہم آہنگی نہیں ہو رہی تھی...... تھوڑی دیر کے لیے حمید اپنے والد کے بارے میں سوچنے لگا...... اس والد کے بارے میں جس نے کبھی بھول کر بھی اس کی اچھی تربیت کی کوشش نہیں کی تھی...... اس نے جب آنکھ کھولی تو دیکھا کہ اس کا والد دن رات اخلاق سے گرے ہوئے کاموں میں مشغول رہتا ہے...... اس کی زندگی بہت افسوس ناک تھی...... اکثر وبیشتر جب گھر آتا تو معمولی معمولی بات پر اپنی بیوی اور بچے کو فحش گالیاں بکتا...... صرف بیوی بچے ہی کو نہیں بلکہ جس غریب اور لاچار آدمی کو دیکھتا اسے گالیاں دیتا تھا......

حمید کے والد کا بیشتر وقت گھر کے پڑوس میں ایک قہوہ خانے میں گزرتا تھا...... وہ تاش کھیلنے میں مصروف رہتا...... تاش حمید کے والد کا پسندیدہ مشغلہ تھا...... اور تاش کھیلتے کھیلتے گالی گلوچ اور ہاتھا پائی کرنا اس کی عادت تھی۔

حمید کا والد رات کے آخری پہر میں تھکا ماندا گھر واپس آتا...... بیوی جب تاخیر سے پہنچنے کا سبب پوچھتی تو اس پر بُری طرح برس پڑتا اور بے تحاشہ گالیاں بکتا...... بسا اوقات بیوی پر ہاتھ بھی چھوڑ دیتا...... بیوی بھی کچھ کم نہیں تھی...... وہ بھی زبان درازی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھی...... وہ راتوں کو دیر تک آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔

حمید کی پرورش و پرداخت اسی لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ کے ماحول میں ہوئی...... اس نے کبھی اپنے والدین کو مہذب لہجے میں بات کرتے نہیں دیکھا تھا...... اس ماحول کا اثر پڑنا یقینی بات تھی چنانچہ حمید بھی اپنے والدین کا پرتو ثابت ہوا...... وہ بھی اپنے ہم عمر لڑکوں سے جھگڑا کرتا اور انہیں گالیاں بکتا...... وہ سکول میں داخل ہوا مگر جلد ہی اسے اساتذہ سے بدتمیزی کے الزام میں نکال دیا گیا......

حمید کی عمر اب چودہ سال کی ہو چکی تھی...... اس عمر میں اس نے سگریٹ نوشی شروع کر دی اس کی ماں بھی حقہ پیتی تھی...... ماں کی عمر ستر سال سے متجاوز تھی اسے حقہ نہ ملتا تو سگریٹ پی لیتی تھی اس کا والد بھی سگریٹ اور حقے کا عادی تھا...... حمید آخر ان کا بیٹا تھا' وہ بھی والدین کے نقشِ قدم پر چلنے لگا......

حمید نے کبھی شراب نہیں چکھی تھی ہاں! ایک مرتبہ اس کا والد شراب پی رہا تھا اسی دوران وہ بھی گھر میں داخل ہوا اس کے والد نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے شراب کے چند گھونٹ پیش کیے تھے پھر حمید اس گھٹیا شراب کا عادی ہوتا چلا گیا جو کم قیمت پر بازار میں دستیاب تھی...... مگر یہ شراب عام شرابوں سے زیادہ نشہ آور تھی......

حمید فسق و فجور کی راہ پر چلنے کے لیے اپنی ماں سے مال اینٹھتا رہتا تھا...... باپ کی زندگی میں تو ماں اس کی مراد پوری کرتی رہی مگر جب شوہر کا انتقال ہو گیا تو حمید کو اس کے حسب خواہش مال دینا ماں کے لیے ممکن نہ رہا...... چنانچہ اب اس نے اپنے بیٹے کو پیسہ دینا بند کر دیا اب حمید بڑی مشکل سے اپنی ماں سے لڑ جھگڑ کر مال لے پاتا...... جب بھی وہ ماں کے سامنے مال کا مطالبہ رکھتا' وہ گالیاں دینا شروع کر دیتی اور بڑی چیخ و پکار کے بعد ہی اسے کچھ مال دیتی...... اس دوران محلے کے لوگ بھی ہنگامہ سن کر اکٹھے ہو جاتے تھے......

جب حمید نے مال کے حصول میں مشکلات دیکھیں تو اس نے کچھ کام کرنے کا سوچا...... لیکن وہ کام بھی کیا کر سکتا تھا؟...... پورے محلے کے لوگ اس کے اخلاق و کردار سے واقف تھے' وہ اسے کسی قیمت پر اپنے ہاں کوئی کام دینے کو تیار نہیں تھے...... اور جہاں تک بڑی بڑی کمپنیوں یا سرکاری دفاتر کی بات ہے تو اسے وہاں بھی کام نہیں مل سکتا تھا

کیونکہ اس کے پاس کوئی ڈگری یا ڈپلومہ نہیں تھا......

بہت غور و فکر کے بعد اسے ایک کاروبار سوجھا...... واقعی وہ کام اس کے لیے مناسب تھا...... چونکہ اس کی ذہن سازی اور تربیت ہی اس انداز میں ہوئی تھی کہ وہ کسی اچھے کام کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتا تھا...... اس نے بیڑی بنانے اور بیچنے کا کام سوچا اور اپنی ماں کے پاس پیسے مانگنے پہنچ گیا' اسے اپنے کاروبار کے ارادے سے آگاہ کیا...... ماں نے کچھ پیسے دے دیئے...... اس نے بیڑی بنانے والے پتے خریدے اور نشہ آور بیڑی بنا کر اپنے باپ کے پرانے ساتھیوں کے ہاتھ بیچنی شروع کر دی...... دیکھتے ہی دیکھتے اس کی بنائی ہوئی نشہ آور بیڑی کے خریداروں میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا اور اس کی تجارت چل پڑی...... تھوڑی سی مدت میں اسے توقع سے کہیں زیادہ فائدہ ہوا...... محلے میں اس کی تجارت کا چرچا ہونے لگا اور وہ لوگوں میں مشہور ہو گیا...... اس تجارت سے اس کے پاس بہت سارو پیہ جمع ہو گیا...... ادھر جب اس کی ماں نے بیٹے کی ترقی دیکھی تو اس کی آمدنی سے وہ بھی اپنا حصہ مانگنے لگی...... اس نے بیٹے کو دھمکی دی کہ اگر تم مجھے اپنے منافع میں سے خطیر رقم نہیں دو گے تو میں پولیس کو خبر کر دوں گی کہ تم غیر قانونی طور پر نشہ آور بیڑیاں بنا کر بیچتے ہو۔

اس وقت ملک بھر میں ایک ہی کمپنی تھی جو بیڑیاں بنا کر سپلائی کیا کرتی تھی اور صرف اسی کے پاس بیڑیاں بنانے کا لائسنس تھا...... کوئی دوسرا آدمی غیر قانونی طور پر سگریٹ بیڑی کا کاروبار کرتا تھا تو اسے نہایت سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔

ادھر حمید کی تجارت زیادہ دن نہ چل سکی۔ شام سے فرانسیسی لوگوں کے نکلنے کے بعد حمید کی کمپنی ماند پڑ گئی...... مزید برآں بہت سے دوسرے لوگ بھی اس پیشے سے منسلک ہو گئے اور بیڑی بنانے لگے جس کی وجہ سے حمید کے خریداروں کی تعداد میں روز افزوں کمی ہوتی گئی...... اب حمید کو اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ اپنی ماں کے پاس موجود مال سے اپنا کام چلائے...... وہ اس مدت کے دوران اپنی ماں کو مال دیتا رہا تھا...... اسی دوران اسے ایک دوسرا کام مل گیا...... اس کے ایک دوست نے لوگوں کی شکایتیں قلم بند کرنے اور انہیں متعلقہ حکام تک پہنچانے کا دفتر کھول رکھا تھا۔ حمید بھی وہاں ملازمت کرنے لگا' کچھ عرصے

Scanned with CamScanner

کے بعد اس نے اپنا دفتر کھول لیا......

حمید کی ماں بوڑھی ہو چکی تھی......اس نے بیٹے کی شادی کرنی چاہی تا کہ گھر میں رونق ہو، بہو آئے اس کی خدمت کرے، گھر کی دیکھ بھال کرے یوں بھی وہ اب حقہ پینے کے سبب بہت کمزور تھی۔

حمید کی شادی ہوگئی......گھر میں بہو آ گئی...... ماں کو یقین تھا کہ اب گھر کے حالات بہتر ہو جائیں گے......مگر شادی کے کچھ ہی دنوں بعد حمید کی ماں کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا......اس نے دیکھا کہ اس کی بہو صرف حمید ہی کی خدمت کرتی ہے اور ساس کا کوئی خیال نہیں رکھتی......دونوں میاں بیوی ساتھ کھاتے پیتے، ہنستے، بات چیت کرتے...... مگر ماں کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا...... کوئی اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی نہ کھاتا......نہ اس کی خیریت دریافت کرتا......

حمید کی ماں کو بڑا صدمہ تھا کہ گھر میں بہو بیٹا دونوں ہنسی خوشی ہیں مگر اس پر کوئی دھیان نہیں دیتا......اب وہ اس فکر میں لگ گئی کہ اپنے بیٹے اور بہو کو ان کی بے حسی اور بے نیازی کا مزہ کس طرح چکھایا جائے......اس نے عدالت میں پیش ہو کر اپنا گھر اپنی اکلوتی بیٹی کے نام کر دیا جس کی شادی پہلے ہی ہو چکی تھی اور وہ اپنے شوہر کے گھر رہ رہی تھی......اب حمید کے لیے ماں کے گھر میں رہنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی......وہ اپنی بیوی کو لے کر اپنے باپ کی طرف سے وراثت میں ملے ہوئے ایک چھوٹے سے گھر میں منتقل ہو گیا...... ماں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ وہ اس گھر میں سے بھی اپنے حق کا مطالبہ کرنے لگی کیونکہ اس گھر میں بھی آدھا حصہ اسی کے نام تھا......چنانچہ وہ گھر کا کرایہ بھی مانگنے لگی۔

حمید کو ماں کے اس سلوک سے بڑی تکلیف ہوئی......وہ تنگ آ گیا۔ اپنی کمائی بے روک ہو کر پورے اسراف کے ساتھ اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنے لگا تا کہ نہ اس کے پاس کچھ بچے نہ ماں اس سے کوئی مطالبہ کر سکے......ادھر ماں روزانہ بیٹے کے اللوں تللوں پر جھگڑا کرتی...... ماں بیٹے کو اور بیٹا ماں کو گالیاں دیتا...... بسا اوقات ان کا شور وغل سن کر محلے والے آ جاتے اور ان کا جھگڑا رفع دفع کروا دیتے۔

اتفاق سے ایک دن حمید کی ماں بیٹے کے گھر گئی......دیکھا کہ بہو کے گھر والے اس کے بیٹے کے دسترخوان پر انواع واقسام کے پُرتکلف کھانے تناول کر رہے ہیں...... یہ صورتِ حال دیکھ کر حمید کی ماں کو بڑا غصہ آیا۔ وہ آپے سے باہر ہوگئی اور بہو کے گھر والوں پر برس پڑی...... گالیاں دینے میں وہ پہلے ہی اُتارو تھی......بس اب کیا تھا؟ اس کی زبان گالیوں کا آتش فشاں اُگلنے لگی......حمید بھی سسرال والوں کے ساتھ بیٹھا تھا اس نے بیٹے کو گالیاں دیتے ہوئے کہا: ''نکل جا میرے گھر سے اب میں ایک پل کے لیے بھی تجھے اس گھر میں نہیں رہنے دوں گی''۔

حمید سسرال والوں کے سامنے یہ ذلت برداشت نہ کر سکا......فوراً اُٹھا اور بوڑھی ماں پر برس پڑا......اس بدبخت نے اپنی ماں کو گالیاں دیں اور پھر مارنا شروع کر دیا......وہ بوڑھی بھی تھی اور کمزور بھی، ایک دَم زمین پر ڈھیر ہوگئی......اس نے شدید غصے میں اپنی ماں کو دانت مار کر کاٹ بھی لیا......اس کے خون کا اثر اس کی رگوں میں پھیل گیا......اور اس پر معاً کپکپی طاری ہوگئی......سسرال والوں نے مداخلت کرتے ہوئے حمید سے کہا:

''اللہ کے بندے! ہوش میں آؤ۔ آخر یہ تمہاری ماں ہے، اس کا احترام کرو۔ تمہیں وحشیوں کی طرح آپے سے باہر نہیں ہونا چاہیے''۔

حمید نے سسرال والوں کو جواب دیا: ''بچپن سے لے کر جوانی تک میں نے اس سے ایک بات بھی قاعدے کی نہیں سنی اس نے میری تربیت پر کبھی دھیان نہیں دیا۔ میں نے بچپن سے آج تک اسے کوئی اچھا کام کرتے نہیں دیکھا۔ یہ میرے بُرے افعال واعمال دیکھتی رہی مگر اس نے مجھے کبھی منع نہیں کیا ایسی ماں کو اپنی اولاد کے ہاتھوں یہی سزا بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت سزا ملنی چاہیے......''

پھر حمید ماں کو گالیاں بکتا ہوا گھر سے نکل گیا۔ ماں بھی فحش گالیاں دیتی رہی......اور اس کے لیے بددعائیں کرتی رہی...... یااللہ! اسے غارت کر......اسے برباد کر دے...... یہ واپس آئے تو اس کا داہنا ہاتھ اس کی پیٹھ کے پیچھے لگا کر اسے درسِ عبرت کا سب سے بڑا ذریعہ بنا دے......!

رات کے نو بج رہے تھے' اچانک حمید کے گھر کے دروازے کے سامنے ایک گاڑی آ کرُکی...... دروازے پر دستک ہوئی جونہی دروازہ کھلا چند لوگ ایک لاش اُٹھائے ہوئے گھر میں داخل ہوئے...... یہ حمید کی لاش تھی اس کی بیوی پر سکتہ طاری ہوگیا۔ وہ چلانے لگی...... ہائے میرے شوہر کو کیا ہوگیا؟...... یہ کیسے ہوگیا؟...... ادھر حمید کی ماں ''الحمدللہ! الحمدللہ!'' کا ورد کر رہی تھی کیونکہ اس کی مراد پوری ہوگئی تھی......

ہوا یہ کہ گھر سے نکلنے کے بعد حمید اپنے دوستوں کے پاس چلا گیا اور تاش کھیلنے لگا اسی دوران...... اچانک اس کے دماغ کی کوئی رگ پھٹ گئی اور وہ پیٹھ کے بل گر کر آنا فانا مر گیا...... اس کا داہنا ہاتھ اس کی پیٹھ سے جا لگا تھا...... انتہائی کوشش کے باوجود وہ ہاتھ پیٹھ سے جدا نہیں ہوا......

(ابوالقعقاع محمد بن صالح نے یہ واقعہ اپنی کتاب ''قصص من الواقع'' (۱۲۶-۱۳۲) میں بیان کیا ہے اور ہم نے اسی کتاب سے لے کر اُردو کے پیراہن میں پیش کر دیا ہے۔ فاعتبروا یا اُولی الأبصار! دیکھیے! اس واقعہ میں ہمارے معاشرے کے کتنے ہی آفات وآلام کی عکاسی کی گئی ہے جو والدین بچوں کی اچھی تربیت نہیں کرتے' وہ کیسی کیسی مصیبتیں جھیلتے ہیں اور ان کی اولاد کتنے اندوہناک انجام سے دوچار ہوتی ہے اس واقعہ میں آج کی نوجوان نسل کے لیے خاص طور پر بہت بڑا سبق موجود ہے جو اولاد ماں باپ کا ادب کرے گی' وہ ہر طرح کے مصائب ومکروہات سے محفوظ اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں محبوب وممتاز رہے گی)

غافلو! گر نیند میں یوں سوتے ہی رہو گے
جب خواب سے جاگو گے تو پھر روتے ہی رہو گے

(۱۵۵)

بت حاضرِ خدمت ہو گئے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''حضرت جرجیس علیہ السلام کے عہد میں ایک بادشاہ نہایت جابر' ظالم اور بت پرست تھا اس کے پاس ایک اقلون نام کا بت تھا جسے جواہرات سے آراستہ کر کے لوگوں کو اسے سجدہ کرنے پر مجبور کرتا تھا جو اسے سجدہ کرتا تھا' اسے چھوڑ دیا جاتا اور جو سجدہ نہ کرتا اسے مار ڈالتا۔

ایک روز وہ جنگل میں آیا اور لوگوں کو بُلا کر اس بت کو آراستہ کر کے سجدہ کرنے کے لیے حکم دے رہا تھا اور اس کے پاس ہی آگ جلا رکھی تھی جو اسے سجدہ نہیں کرتا تھا' اسے آگ میں جلاتا تھا۔

حضرت جرجیس علیہ السلام نے یہ حالت دیکھی تو غم ناک ہوئے اور دل میں سوچا کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے اچھا کام کروں اور وہ یہ کہ بادشاہ کو بت پرستی سے منع کروں اور اس پر اسلام پیش کروں جو کچھ مجھ پر گزرے گی' میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر اسے بھگت لوں گا۔

چنانچہ آپ کے پاس جو مال تھا سب راہِ خدا میں دے دیا جب کوئی چیز باقی نہ رہی تو بادشاہ کے پاس آئے اور فرمایا: ''خلقِ خدا کو کیوں ستاتے ہو؟ تم ایک کمزور اور عاجز بندے ہو تمہارا خدا قوی وقادر ہے جس نے تمہیں یہ سلطنت دے رکھی ہے کیوں شکریہ ادا نہیں کرتے؟ اور بلاوجہ اس کے بندوں کو تکلیف کیوں دیتے ہو اور بت پرستی کیوں کرتے ہو؟ پتھر کے بت کو کوئی بھی خدا نہیں کہتا۔ اللہ تعالیٰ تو کریم ورحیم اور قدیم ہے' تیرے کفر اور تیری نافرمانی کو اچھی طرح جانتا ہے اور پھر اپنے فضل وکرم سے پردہ پوشی کرتا ہے اس کی عظمت

Scanned with CamScanner

اس کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔ تم کس کھیت کی مولی ہو جو اتنا اِتراتے ہو؟''

بادشاہ نے جب یہ سنا تو حکم دیا: ''زمین میں لکڑی گاڑھ کر اسے ننگا کر کے میخیں ٹھونک دو''۔

چنانچہ آپ کا چمڑا اُکھڑ گیا اور خون بہہ نکلا لیکن آپ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔

پھر لوہے کی میخ گرم کر کے آپ کے سر پر رکھی گئی کہ دماغ پگھل کر باہر نکل جائے پھر بھی بفضلِ خدا آپ صحیح وسلامت رہے جب لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو کچھ لوگ پوشیدہ طور پر اور کچھ لوگ کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو گئے۔

بعد ازاں اس بادشاہ کے خاصوں نے کہا: ''بادشاہ سلامت! اب کام ہاتھ سے گیا اور ایسا فتنہ پیدا ہو گیا ہے جسے ہم دُور نہیں کر سکتے اگر آپ حکم دیں تو اسے جیل خانے میں قید کر دیا جائے تا کہ اسے کوئی نہ دیکھے اور یہ وہیں مر جائے''۔

چنانچہ آپ کو جیل میں لے جا کر آپ کی پشت پر بھاری پتھر رکھ دیا گیا۔ آپ علیہ السلام دن رات پتھر تلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے آپ کو پتھر کے نیچے سے صحیح وسلامت باہر نکالا دیا اور یہ کہا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور پیغمبری عطا فرمائی ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا ہے: دنیا کی رنج ومصیبت میں صبر کر اور میرے دشمنوں کو میری پرستش کی دعوت دے اور کسی قسم کا خوف نہ کر۔ تجھے چار مرتبہ بھی جان سے مار ڈالیں گے تو میں چاروں مرتبہ ہی تجھے زندہ کر دوں گا پھر اس شہادت کے بعد تجھے بہشت میں لایا جائے گا''۔

آپ علیہ السلام نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جب بادشاہ نے دربارِ عام کیا تو آپ علیہ السلام بھی وہاں تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے کہا: ''میں نے تو تجھے جیل میں ڈالا تھا وہاں سے کس نے رہائی دی؟'' آپ نے فرمایا: ''جس نے زمین وآسمان قائم کیے ہیں''۔

بعد ازاں بادشاہ نے حکم دیا: ''آرا لا کر آپ علیہ السلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے''۔

بادشاہ کے پاس سات بھوکے شیر ایک کوٹھڑی میں بند تھے جب آپ کو اس کوٹھڑی میں بھیجا گیا تو شیروں نے آپ علیہ السلام کو چیرنے پھاڑنے کی بجائے آپ کو سجدہ کیا جب رات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا جس نے آپ علیہ السلام کو نکالا اور کھانا کھلایا اور کہا: دنیاوی رنج ومصیبت پر صبر کرو جب دن ہوا تو بادشاہ نے لوگوں کو جمع کیا کہا: خوشی کرو۔

بعد ازاں حضرت جرجیس علیہ السلام بادشاہ کے پاس آئے تو بادشاہ نے پوچھا: ''آپ جرجیس ہو؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' کہا: ''میں نے تجھے مار ڈالا تھا؟''

آپ نے فرمایا: ''اپنے مارنے کی طرف کیا دیکھتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھو کہ مجھے کس طرح زندہ کیا اور مجھے ہی کیا وہ ساری خلقت کو زندہ کرے گا''۔

یہ سن کر سارے لوگ حیران رہ گئے۔

بادشاہ کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا: ''ہماری ایک التجا ہے اگر تو وہ پوری کرے تو ہم تیرے خدا کی پرستش شروع کر دیں گے''۔

حضرت جرجیس علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔

اس نے کہا: ''ہم چار لوگ کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور ہمارے سامنے مختلف قسم کے لکڑی کے بنے ہوئے تھال ہیں تو اپنے اللہ تعالیٰ کو کہہ کر یہ لکڑیاں ہری بھری اور بار آور ہو جائیں''۔

حضرت جرجیس علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سوکھی لکڑیوں کو سبز بنا دیا۔ جڑیں، شاخیں، پتے، پھل پھول وغیرہ سب کچھ نکل آیا۔ یہ دیکھ کر ملتجی نے کہا: ''یہ شخص جادوگر ہے اس کو میرے حوالے کر دو اس کو میں سخت سزا دوں گا''۔

چنانچہ اس نے ایک بت اندر سے خالی بنوایا اور آپ علیہ السلام کو اس میں رکھ کر اس کا منہ بند کر کے چند روز جلتی آگ میں رکھا۔

جب حضرت جرجیس علیہ السلام جلے تو غضبِ الٰہی جوش میں آیا تمام جہاں تیرو تار ہو گیا اور آگ برسنے لگی، تمام لوگ بے ہوش ہو گئے۔

حضرت جرجیس علیہ السلام جب اس بت سے باہر نکلے قہرِ خدا کی وجہ سے چند دن

Scanned with CamScanner

خاموش رہے۔ چند روز بعد وحی آئی کہ بادشاہ کے پاس جاؤ اور اسے میرے عذاب سے ڈراؤ۔ حضرت جرجیس علیہ السلام پھر بادشاہ کے محل میں آئے اور نصیحت شروع کی اس بادشاہ کے وزراء میں سے ایک نے کہا: ''اب ہمارے اور تمہارے درمیان ایک بات رہ گئی اگر تمہارا خدا مردوں کو زندہ کر دے تو ہم اُس کی پرستش شروع کر دیں گے''۔

قریب ہی پرانا قبرستان تھا آپ نے دعا کی تو اس میں سے سترہ آدمی اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو گئے جن میں سے نو مرد پانچ عورتیں اور تین بچے تھے۔ ان آدمیوں میں ایک بوڑھا بھی تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا: ''بابا تمہارا نام کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''مائیل''

آپ نے پوچھا: ''کب فوت ہوئے تھے؟'' اس نے بتایا: ''فلاں زمانے میں''

حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ چار سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ بادشاہ حیران رہ گیا۔

وزیر نے کہا: ''یہ مرد جادوگر نہیں ہے۔ جادوگر مردے زندہ نہیں کر سکتا۔ ہم نے اپ پر اتنی سختی کی لیکن اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچی۔ یہ آسمانی کام ہے''۔

اسے پوچھنے والے وزیر نے کہا: ''اب میں جرجیس کے خدا کی پرستش کروں گا اور یہ کہ میں ان بتوں سے بےزار ہوں''۔

یہ سن کر بادشاہ ناراض ہو گیا اور اس وزیر کے ٹکڑے ٹکڑے کروا دیئے۔ اب بادشاہ نے وزیروں سے پوچھا: ''اب کیا کیا جائے تاکہ (نعوذ باللہ) اس مرد کے شر سے رہائی پائی جائے؟''

ایک وزیر نے کہا: ''اسے کسی مفلس کے گھر رکھوا دیا جائے تاکہ بھوک کے سبب سے ہلاک ہو جائے''۔

چنانچہ آپ کو ایک مفلس بڑھیا کے گھر میں رکھا گیا جس کا ایک بیٹا جو بیمار' اندھا اور معذور تھا اور اس بڑھیا سے بڑھ کر اس شہر میں کوئی مفلس نہ تھا اور دروازے پر پہرا کھڑا کر دیا گیا تاکہ کوئی شخص ان کو روٹی پانی نہ دے سکے اور وہ بھوک پیاس سے ہی مر جائیں۔

آپ ایک کونے میں نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ دن کو روزہ رکھا ہوا تھا جب شام کا وقت ہوا تو اس بڑھیا سے پوچھا: ''تیرے گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہے؟''

اس نے کہا: ''اے جوان! میں مفلس بڑھیا ہوں اور میرا بیٹا بیمار اور اندھا ہے' میرے گھر میں کھانے کی کوئی بھی چیز موجود نہیں ہے''۔

اس بڑھیا کے گھر میں ایک لکڑی کا ستون تھا جس پر چھت قائم تھی۔ آپ نے اس پر ہاتھ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی تو وہ درخت فی الفور ہرا بھرا اور بارآور ہو گیا اور ایسا پھل لگا جو کبھی کسی نے نہ دیکھا ہو۔

حضرت جرجیس علیہ السلام نے وہ پھل کھایا اور بڑھیا سے کہا: ''اللہ تعالیٰ کو پہچان!''

پہلے وہ بڑھیا بت پرست تھی اب مسلمان ہو گئی پھر اس بڑھیا نے کہا:

''اللہ تعالیٰ کے ہاں تیری ایسی قدر و منزلت ہے تو میرے بیٹے کے لیے دعا کر کہ وہ بھی تندرست ہو جائے''۔

آپ علیہ السلام نے لڑکے کی آنکھ پر دَم کیا تو وہ بھلا چنگا ہو گیا۔ بڑھیا نے منت سماجت کی بعد ازاں آپ چند دن اس بڑھیا کے گھر میں مہمان رہے۔

ایک روز بادشاہ ادھر سے گزرا اور سرسبز درخت دیکھ کر کہنے لگا: ''میں نے یہاں پر کبھی کوئی سرسبز درخت نہیں دیکھا' یہ کیسے ہو گیا؟''

لوگوں نے کہا: ''اس جادوگر کو اس بڑھیا کے گھر میں رکھا گیا تھا جس نے یہ درخت لگایا ہے''۔

بادشاہ نے حکم دیا: ''جرجیس کو لاؤ اور ایک آہنی میخ سے زمین پر لٹا کر پارہ پارہ کر دو اور جلا دو''۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور خاکستر کو بٹور کر اس پر مہر لگائی پھر اپنے معتمدوں سے کہا: ''اسے لے جا کر ذرہ ذرہ کر کے دریا میں پھینکو تاکہ نیست و نابود ہو جائے اور ہم اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں''۔

جب اس خاکستر کو لا کر تھوڑا تھوڑا کر کے دریا میں ڈالا گیا تو آواز آئی: ''اے ہوا! زمین و آسمان کا بادشاہ حکم دیتا ہے' ان سب ذروں کو اکٹھا کر دو کیونکہ ہم اسے پھر سے زندہ کریں گے''۔

Scanned with CamScanner

ہوا نے اکٹھا کر کے پانی پر ڈھیر لگا دیا۔ چنانچہ اس بادشاہ کے معتمدوں نے دیکھا تھوڑی دیر کے بعد جنبش کرنے لگا اور بیچ میں سے حضرت جرجیس علیہ السلام پیغمبر نمودار ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کر رہے تھے جب وہ لوگ شہر میں واپس آئے تو آپ ان سے پہلے ہی بادشاہ کی کچہری میں موجود تھے۔

بادشاہ نے کہا: ''آپ تو مر گئے تھے' خاکستر ہو گئے تھے پھر کیسے زندہ ہو گئے تھے؟ واقعی آپ سچے ہو' آپ کا خدا قادر ہے اور ہمارے بت عاجز ہیں لیکن اگر اب میں تیرے خدا کی عبادت کروں تو لوگ مجھے ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ ایک آدمی کا مقابلہ بھی نہ کر سکا اب ایک کام اور ہے جس میں ہم دونوں کی بھلائی ہے وہ یہ کہ تو ایک مرتبہ ان بتوں کو سجدہ کر لے تاکہ لوگوں کی قیل وقال درمیان سے اُٹھ جائے پھر میں تیرے خدا کی عبادت کروں گا اور بتوں سے بےزار ہو جاؤں گا اور انہیں توڑ ڈالوں گا''۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا''

بادشاہ اس پر خوش ہو گیا اور آپ کے سر وچشم کو بوسہ دینے لگا اور کہا: ''آج کی رات اور کل کا دن آپ ہمارے پاس رہو تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے مابین صلح ہو گئی ہے پھر ہم دونوں بت خانہ میں جائیں گے اور ایک مرتبہ بت کو سجدہ کر دینا پھر آپ جو کہو گے ہمیں منظور ہوگا''۔

آپ ساری رات نماز میں مصروف رہے' آپ کے پیچھے ایک عورت بھی نماز میں مصروف رہی جب آپ نے اسے دیکھا تو اسے اسلام سکھایا اور وہ عورت مسلمان ہو گئی۔ مسلمان غم ناک ہو گئے اور یہودی خوش ہونے لگے۔ لوگ بت خانے کی طرف روانہ ہوئے۔ بادشاہ اور حضرت جرجیس علیہ السلام بھی اس بت خانہ کی طرف روانہ ہوئے جس میں ستر بت رکھے ہوئے تھے جو مروارید اور جواہرات سے آراستہ تھے۔ آپ دیر تک ان کی طرف دیکھتے رہے اتنے میں وہی عورت بچے کو اُٹھائے ہوئے آئی۔ آپ علیہ السلام نے اس بچے کو آواز دی: ''اے فلاں!'' اس لڑکے نے اسی وقت کہا: ''لبیک یا نبی اللہ!''

حضرت جرجیس علیہ السلام نے فرمایا: ''ماں کی گردن سے اُتر آ''۔

وہ اُتر کر اپنے پاؤں پر چلنے لگا اور آپ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

حضرت جرجیس علیہ السلام نے فرمایا: ''اندر جا کر بتوں کو کہہ دو کہ پیغمبر جرجیس علیہ السلام بُلاتے ہیں''۔ جب اس بچے نے اندر جا کر پیغام دیا تو سارے بت سر کے بل لڑھکتے ہوئے باہر آ گئے۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا تو وہ سب کے سب زمین میں نابود ہو گئے۔

بادشاہ نے کہا: ''تو نے مجھے فریفتہ کیا اور میرے دیوتاؤں کو ہلاک کیا''۔

حضرت جرجیس علیہ السلام نے فرمایا: ''اس لیے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ وہ خدا نہیں ہیں اور یہ کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے''۔

اور پھر ان میں شیطان کو پکڑ لیا اور کہا: ''اے ملعون! یہ کیا بات ہے جو تو کر رہا ہے؟ خود بھی ہلاک ہوا اور خلقت کو بھی ہلاک کر رہا ہے تو خود بھی دوزخ میں گیا اور اب خلقِ خدا کو بھی دوزخ میں لے جاتا ہے؟''

شیطان نے کہا: ''کیا آپ (علیہ السلام) کو معلوم نہیں ہے کہ میرے نزدیک ایک آدمی کو راہِ راست سے بھٹکانا تمام چیزوں سے زیادہ پیارا ہے''۔

نیز یہ کہا: ''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا تو سب نے سجدہ کیا' میں نے نہیں کیا' میں نے دوزخ جانا منظور کر لیا لیکن سجدہ نہیں کیا''۔

پھر بادشاہ کی عورت نے بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا: ''اب اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے اتنی اور کون سارہ گیا ہے یا کون سی مصیبت ہے جو تو نے نہیں کی؟ اب یہ کہو کہ وہ دعا کرے تاکہ تم غرق ہو جاؤ''۔

بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا: ''تو اس کے جادو پر فریفتہ ہو گئی ہے۔ بیس سال سے وہ مجھے کہہ رہا ہے اور مجھے فریفتہ نہ کر سکا۔'' بادشاہ کی یہ بات سن کر اس کی بیوی مسلمان ہو گئی۔ بادشاہ نے اسے مروا ڈالا اس عورت نے حضرت جرجیس علیہ السلام سے کہا: ''آپ دعا کریں''۔

آپ نے دعا کی تو فرشتے بہشتی حلے لے کر اس کی روح لے جانے کے منتظر ہوئے۔

بعد ازاں حضرت جرجیس علیہ السلام نے دعا کی: ''یا اللہ! تو جب تک انہیں میرے روبرو زمین میں غرق نہ کرے تب تک مجھے نہ اُٹھانا''۔

Scanned with CamScanner

حضرت جرجیس علیہ السلام کے یہ دعا کرتے ہی بجلی چمکی پھر جہان تاریک ہوگیا اور زلزلہ شروع ہوا جس سے زمین پھٹ گئی اور وہ بادشاہ مع لشکر کے زمین میں غائب ہوگیا جس کا پھر نام ونشان تک نہ رہا۔

(افضل الفوائد (ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء) صفحہ نمبر ۹۴ تا صفحہ نمبر ۹۸
تاریخ الرسل والملوک (طبری) الجزء الثانی باب ذکر خبر جرجیس)

(۱۵۶)

ایک بزرگ کی کرامات

حکایت ہے کہ بزرگوں میں سے ایک شخص (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) اسکندریہ کے تاجروں میں سے ایک تاجر کے یہاں تشریف لائے۔ تاجر نے مرحبا کہا اور ان کی مجلس کی تعظیم کی۔ پس اس بزرگ نے اس محل میں جہاں وہ تاجر بیٹھتا تھا بلاد روم کے دو قیمتی فرش دیکھے اور وہ فرش محل کے اندازہ کے تھے۔ یہ دیکھ کر شیخ نے دونوں فرشوں کو تاجر سے طلب کیا اس تاجر پر یہ دشوار گزرا اور اس نے کہا: ''اے میرے آقا! ان فرشوں کے عوض اور جو چیز آپ چاہیں میں آپ کو دوں''۔ پس شیخ نے انکار کیا اور فرمایا: ''ان دونوں فرشوں کے علاوہ اور کوئی چیز میں نہیں مانگتا ہوں''۔ تاجر نے کہا: ''اگر یہ ضروری ہے تو ان دونوں سے ایک لیجیے''۔

آخر شیخ نے دونوں میں سے ایک کو لے لیا اور اس کو لے کر باہر نکلے اس تاجر کے دو بیٹے تھے اور وہ دونوں ہندوستان کے شہروں میں سفر کر رہے تھے اور دونوں میں سے ہر ایک ایک کشتی میں سوار تھا۔ پس مدت کے بعد ان دونوں کی اس کو خبر پہنچی کہ ان میں سے ایک مع ایک کشتی کے اور جو کچھ اس میں سامان تھا' ڈوب گیا اور دوسرا لڑکا سلامت رہا پھر ایک زمانہ کے بعد یہ لڑکا اسکندریہ کے قریب پہنچا وہیں اس کا باپ اس سے ملنے کے واسطے خوشی خوشی شہر سے باہر نکلا جب وہ اس سے ملا تو اس نے بعینہٖ اس فرش کو جو اس بزرگ نے لیا تھا' ایک اونٹ پر لدا ہوا دیکھا اور اپنے لڑکے سے فرش کا حال پوچھا: ''تم کو یہ کہاں سے ملا؟''

لڑکے نے کہا: ''اے میرے باپ! اس فرش کا عجیب قصہ اور بڑی کہانی ہے''۔

اس کے بعد تاجر نے اس سے کہا: ''اے میرے بیٹے! مجھ سے اس کا حال بیان کر''۔

Scanned with CamScanner

لڑکے نے اس سے کہا: ''میں نے اور میرے بھائی نے موافق ہوا میں ہندوستان کے شہروں سے سفر کیا اور ہم میں سے ہر ایک ایک کشتی میں تھا۔ پس جب ہم وسط دریا میں پہنچے تو ہم پر سخت ہوا چلی اور معاملہ سخت ہو گیا اور دونوں کشتیاں پھٹ گئیں اور ہر اہلِ کشتی اپنی اپنی کشتیوں کی درستی میں مشغول ہوئے اور ان میں سے ہر شخص نے اپنا کام اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا اس کے بعد ہمارے سامنے ایک بزرگ ظاہر ہوئے' ان کے ہاتھ میں یہی فرش تھا۔ پس انہوں نے اس فرش سے ہماری کشتی کے سوراخوں کو بند کر دیا۔ چنانچہ ہم ساتھی کے ساتھ چلے اور کشتی بندرگاہوں میں سے ایک بندرگاہ میں باندھ دی گئی پھر ہم نے جو سامان کشتی میں تھا' اس کو اُلٹ پھیر کیا اور اپنی حالت درست کی''۔

پس تاجر نے اپنے بیٹے سے کہا: ''اے میرے بیٹے! اگر تم اس بزرگ کو دیکھو تو کیا ان کو پہچان سکتے ہو؟'' اس نے کہا: ''ہاں!''

چنانچہ تاجر اپنے بیٹے کو شیخ کے پاس لے گیا جب اس نے ان کو دیکھا تو سخت چیخ ماری اور بہت ہی زور سے چلایا اور کہا: ''اے میرے باپ! یہ وہی شیخ اور بزرگ ہیں اور بے ہوش ہو کر گر پڑا''۔

اس کے بعد شیخ نے اپنا ہاتھ اس پر پھیرا حتیٰ کہ اس کو ہوش آیا اور اس کے دل کو تسکین ہوئی پھر تاجر نے شیخ سے کہا: ''اے میرے سردار! آپ نے واقعہ کی حقیقت سے کیوں نہ مجھے اطلاع دی یہاں تک کہ میں دونوں فرش آپ کے حوالے کرتا''۔

اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ارادہ ایسا ہی تھا''۔ (قلیوبی)

(۱۵۷)

چالیس کا عدد

مشہور اور نامور محدث حضرت وکیع بن الجراح جو حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت ہی والہانہ عقیدت رکھنے والے شاگردِ رشید ہیں۔ یہ اپنے علم و فضل کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی اپنے وقت کے فردِ فرید تھے۔ آپ نے چالیس حج کیے اور ''آبادان'' کے جہاد میں چالیس دن تک مجاہدانہ شان کے ساتھ مقیم رہے اور جہاد کے ان چالیس دنوں میں روزانہ ایک مکمل قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے' یہاں تک کہ چالیس دنوں میں چالیس ختم پورے ہو گئے۔ اپنی زندگی میں چالیس ہزار درہم خیرات کیے اور چالیس ہزار حدیثوں کی روایت فرماتے رہے اور عمر بھر کبھی پیٹھ لگا کر نہیں سوئے۔ سفر حج سے واپس ہوتے ہوئے ۱۹۹ ہجری میں عراق کے راستے میں وصال فرمایا۔

(مستطرف' ج:۱' ص:۱۳۸ و طبقات امام شعرانی)

ایک عالمِ دین کا درسِ حدیث کے مشغلہ کے ساتھ ساتھ اس قدر قسم قسم کی عبادتوں میں دن رات مشغول رہنا پھر سفر حج اور جہاد بھی کرتے رہنا یقیناً یہ آج کل کے کم ہمت لوگوں کی سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ کراماتی زندگی بجز توفیقِ ربانی کے ممکن بھی نہیں جن نفوسِ قدسیہ پر خداوندِ عالم کا فضلِ عظیم ہو جاتا ہے وہی ان سعادتوں سے سرفراز ہوتے ہیں۔ یہ محدثینِ کرام اور علمائے سلف یقیناً فضلِ خداوندی کے مظہر ہیں کہ مولیٰ نے اپنی توفیق سے نوازا ہے کہ ان کے اسلامی کارناموں اور ان کی عبادتوں اور ریاضتوں کو دیکھ کر عقلِ انسانی دنگ اور اپنے فہم و ناقص کی نارسائی پر کفِ افسوس ملنے لگتی ہے ایسے بہت سے محدثین کرام اور فقہائے عظام گزرے ہیں جن کی عبادتوں اور ریاضتوں

کی کثرت کو کرامت کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے، مگر افسوس کہ آج کل ان نفوسِ قدسیہ کا وجود دنیا سے تقریباً ناپید ہو چکا ہے۔ آج کل ہم علماء کرام کہلانے والوں کا تو یہ حال ہے کہ نمازِ پنج گانہ باجماعت کی بھی پابندی نہیں کرتے۔ نوافل کا تو پوچھنا ہی کیا ہے؟ مولیٰ اپنا فضل فرمائے اور ہم بدبختوں کو اپنے ان محبوب بندوں کے صدقے میں توفیق خیر کی کرامتوں سے سرفراز فرمائے کہ ہم اپنے سلف صالحین کی پیروی کر کے دولتِ دارین اور نعمتِ کونین کی سعادتوں سے سرفراز ہوں ورنہ اس دور میں تو علماء وصوفیاء کے احوال کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر اقبال کے قول کی تصدیق کرنی ہی پڑتی ہے جس کو انہوں نے بڑی صاف گوئی کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال
ملا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار
شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق
افکار میں سرمست، نہ خوابیدہ نہ بیدار
وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

(روحانی حکایات)

(١٥٨)

عالمِ ربانی کی شان

(اس سے پہلے مختصراً یہ واقعہ بیان ہو چکا اب ابن جوزی کے قلم سے تفصیلاً پڑھیں)

حضرت سیّدنا عبدالجبار بن عبدالعزیز بن ابوحازم علیہم الرحمہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً میں تین دن ٹھہرا اور لوگوں سے کہا: ''کیا یہاں کوئی ایسا شخص ہے جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت کی ہو؟ ہم اس سے حدیث سننا چاہتے ہیں''۔

اسے بتایا گیا: ''یہاں ایک جلیل القدر تابعی بزرگ حضرت سیّدنا ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ رہتے ہیں''۔

چنانچہ انہیں بُلایا گیا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو خلیفہ نے کہا: ''اے ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ! آخر اتنی بے وفائی کیوں؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''آپ نے مجھ میں کون سی بے وفائی دیکھی ہے؟''

خلیفہ نے کہا: ''مدینہ منورہ کے تمام علماء ومعززین میرے پاس آئے لیکن آپ نہیں آئے؟''

فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ آپ ایسی بات کہیں جو سرے سے ہی نہ ہو، میرے اور آپ کے درمیان پہلے واقفیت ہی نہ تھی کہ جس کی وجہ سے میں یہاں آتا پھر بے وفائی کا الزام کیوں؟''

خلیفہ نے کہا: ''بے شک آپ نے سچ وحق بات کہی۔ اچھا یہ بتائیے کہ ہم موت کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟''

Scanned with CamScanner

فرمایا: ''اس لیے کہ تم لوگوں نے اپنی آخرت برباد کر ڈالی ہے اور دنیا میں خوب عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہو اب تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ عیش وعشرت کے گھر کو چھوڑ کر عذاب والی جگہ جائیں''۔خلیفہ نے کہا: ''آپ نے حق فرمایا''۔

اچھا یہ بتائیے: ''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کی کیا کیفیت ہوگی؟''

فرمایا: ''نیک لوگ تو اس پاک پروردگار کی بارگاہ میں ایسے جائیں گے جیسے برسوں کا بچھڑا ہوا اپنے اہل وعیال کی طرف خوشی خوشی جاتا ہے جب کہ گناہ گار و نافرمان اس طرح ہوں گے جیسے بھاگے ہوئے غلام کو واپس اس کے مالک کے پاس لایا جارہا ہو''۔

یہ سن کر خلیفہ سلیمان نے روتے ہوئے کہا: ''اے کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ ہمارے لیے ہمارے رب کے ہاں کیا کچھ ہے؟''

فرمایا: ''اپنے آپ کو کتاب اللہ پر پیش کرو، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے لیے کیا کچھ ہے''۔

خلیفہ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ کتاب میں کس مقام پر یہ باتیں تلاش کروں؟''

فرمایا: ''دیکھو! اللہ تعالیٰ نیکوں اور بدوں کے اُخروی مقامات کا واضح بیان فرما رہا ہے''۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝

(پ: ٣٠، الانفطار: ١٣، ١٤)

''بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں''۔

خلیفہ نے پوچھا: ''اے ابو حازم! اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں ہے؟''

فرمایا: ''اس کی رحمت محسنین کے قریب ہے''۔

خلیفہ نے کہا: ''لوگوں میں سب سے زیادہ سمجھ دار کون ہے؟''

فرمایا: ''جس نے علم وحکمت کی باتیں سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں''۔

خلیفہ نے پوچھا: ''لوگوں میں بے وقوف ترین شخص کون ہے؟''

فرمایا: ''جو ظالم کی پیروی میں لگا، ظالم کی ہاں میں ہاں ملائی اور اس کی دنیا کی خاطر

اپنی آخرت داؤ پر لگا دی''۔

خلیفہ نے کہا: ''اچھا یہ بتائیے کہ مقبول ترین دعا کون سی ہے؟''

فرمایا: ''متواضعین (عاجزی کرنے والوں) کی دعا''۔

خلیفہ نے کہا: ''اے ابو حازم! سب سے بہترین صدقہ کیا ہے؟''

فرمایا: ''تنگ دست ومحتاج کی مدد کرنا''۔

خلیفہ نے کہا: ''حضور! یہ بتائیے کہ جس حالت میں ہم ہیں اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟'' فرمایا: ''اس معاملے میں مجھے معافی دو''۔

سلیمان نے کہا: ''اچھا! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے''۔

فرمایا: ''بے شک حکمرانوں نے ظلم وزیادتی کر کے مسلمانوں کی رائے کے بغیر من مانی کرتے ہوئے خلافت حاصل کی، بے وفا دنیا کے حصول کے لیے بے گناہوں کا بے دریغ خون بہایا پھر کفِ افسوس ملتے ہوئے حکومت ومملکت کو چھوڑ کر آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔ اے کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ ان سے وہاں کیا کیا پوچھا گیا اور انہوں نے کیا جواب دیا؟ اب وہ اپنی کرنی کا پھل بھگت رہے ہوں گے''۔

یہ سن کر کسی خوشامدی درباری نے کہا: ''اے شیخ! یہ آپ نے بہت بُری بات کی''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تو نے جھوٹ کہا، میں نے وہی کیا جو مجھ پر لازم تھا، بے شک اللہ تعالیٰ نے علماء کرام سے عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے دین ظاہر کریں گے اور کچھ بھی نہیں چھپائیں گے''۔

خلیفہ سلیمان نے کہا: ''اے ابو حازم! کیا ہماری اصلاح کی کوئی صورت ہے؟''

فرمایا: ''ہاں! تم لوگ تکلفات اور ریاکاری کو چھوڑ کر مروت واخلاص کو اپنالو''۔

خلیفہ نے کہا: ''اس کی کیا صورت ہے''۔

فرمایا: ''جن سے لینے کا حق ہے ان سے لو اور مستحقین کو ان کا حق دو''۔

خلیفہ نے کہا: ''اے محترم! آپ ہمارے ہاں قیام فرمائیں تاکہ ہم آپ سے مستفیض ہوں''۔

Scanned with CamScanner

آپ نے فرمایا: ''میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں''۔

خلیفہ نے کہا: ''آپ ہم سے دُور کیوں رہنا چاہتے ہیں؟''

فرمایا: ''اگر میں تمہارے ساتھ رہوں تو اندیشہ ہے کہ کسی معاملے میں تمہاری طرف مائل ہو جاؤں، شاہی عیش وعشرت سے کچھ فائدہ اُٹھالوں اور اس طرح اپنی دنیا وآخرت برباد کر بیٹھوں لہٰذا دُوری ہی میں عافیت ہے''۔ خلیفہ نے کہا: ''مجھے کچھ نصیحت کیجیے''۔

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے خوف کر اور جس جگہ جانے سے اس نے روکا ہے وہاں ہرگز نہ جا اور ایسی جگہ سے ہرگز غیر حاضر نہ رہ جہاں حاضر رہنے کا اس پاک پروردگار نے تجھے حکم دیا ہے''۔

خلیفہ نے کہا: ''اے ابوحازم! ہمارے لیے دعا کیجیے''۔

فرمایا: ''ہاں! میں دعا کرتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ! اگر سلیمان تیرا پسندیدہ بندہ ہے تو اس کے لیے خیر کی راہ آسان فرما دے اور اگر یہ تیرے دشمنوں میں سے ہے تو اسے پیشانی سے پکڑ کر خیر کی راہ پر ڈال دے''۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ دعا سے فارغ ہوئے تو خلیفہ نے ایک ہزار دینار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بڑھاتے ہوئے عرض کی: ''حضور! یہ حقیر سا نذرانہ قبول فرمائیں''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں، میرے علاوہ اس مال کے اور بھی بہت سے حق دار ہوں گے۔ میں ڈرتا ہوں کہ یہ مال میری اس نیکی کی دعوت کا بدلہ نہ ہو جائے جو میں نے تجھے دی۔ میں نے یہ تمام باتیں رضائے الٰہی کے لیے کیں اور اسی سے اجر کا طلب گار ہوں، دنیا والوں سے ہرگز بدلہ نہیں چاہتا جیسا کہ حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب فرعون کے ملک سے مدین کی طرف تشریف لے گئے تو ایک کنویں کے قریب بیٹھ گئے وہاں دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے کھڑی تھیں، آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ''کیا کوئی مرد نہیں ہے کہ تم پانی پلا رہی ہو؟''

کہا: ''نہیں!''

یہ سن کر آپ علیہ السلام نے انہیں پانی بھر کر دیا اور پھر ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ کر بارگاہِ خداوندی میں اس طرح عرض گزار ہوئے:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝ (پ۲۰، القصص: ۲۴)

''اے میرے رب! میں اس کھانے کا جو تو میرے لیے اُتارے، محتاج ہوں''۔

اے خلیفہ! دیکھ! اللہ تعالیٰ کے نبی برحق نے اپنے رب سے دین کے بدلے کوئی دنیوی شے نہ مانگی جب وہ دونوں صاحب زادیاں اپنے والد حضرت سیّدنا شعیب علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئیں تو آپ علیہ السلام نے پوچھا: ''میری بیٹیو! آج تم خلافِ معمول جلدی کیوں آ گئیں؟'' عرض کی: ''ابا حضور! آج ایک مردِ صالح نے ہمارے جانوروں کو پانی پلا دیا اسی لیے ہم جلدی آ گئیں''۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تم نے اسے کچھ کہتے ہوئے سنا؟''

عرض کی: ''ہاں! وہ نوجوان اس طرح ملتجی (التجا کر رہا) تھا:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝ (پ۲۰، القصص: ۲۴)

''اے میرے رب! میں اس کھانے کا جو تو میرے لیے اُتارے، محتاج ہوں''۔

حضرت سیّدنا شعیب علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''وہ نوجوان ضرور بھوکا ہوگا، تم میں سے کوئی ایک جائے اور اس نوجوان سے جا کر کہے: ''بے شک میرا والد آپ کو بلاتا ہے تاکہ جو بھلائی آپ نے ہمارے ساتھ کی اور ہمارے جانوروں کو پانی پلایا، آپ کو اس کا بدلہ عطا فرمائے''۔

جب صاحب زادی نے حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے والد کا پیغام دیا تو آپ علیہ السلام زار وقطار رونے لگے۔ آپ علیہ السلام اس صحرائی علاقے میں اجنبی ومسافر تھے، کئی دنوں سے کھانا نہ کھایا تھا، آپ علیہ السلام ان کے پیچھے پیچھے ان کے گھر کی جانب چل دیئے۔ تیز ہوا کی وجہ سے ان کے کپڑے اُڑنے لگے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اے اللہ تعالیٰ کی بندی! تو میرے پیچھے چل''۔

جب آپ علیہ السلام حضرت شعیب علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے تو

Scanned with CamScanner

انہوں نے کھانا پیش کرتے ہوئے فرمایا: ''اے نوجوان! کھانا کھالیجیے''۔

حضرت سیّدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں''۔ پوچھا: ''آپ کھانے سے کیوں انکار کر رہے ہیں؟''

فرمایا: ''ہمارا تعلق ایسے خاندان سے ہے اگر ہمارے لیے ساری زمین کو سونے سے بھر دیا جائے تو پھر بھی ہم اپنا دین نہیں بیچیں گے''۔

حضرت سیّدنا شعیب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''خدا تعالیٰ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں کہ ہم آپ کی نیکی خرید رہے ہیں بلکہ ہم نے تو بطورِ ضیافت یہ کھانا پیش کیا ہے اور مہمانوں کو کھانا کھلانا ہمارے آباء و اجداد کا طریقہ رہا ہے' آپ بلا جھجک کھانا تناول فرمائیں''۔ پھر آپ علیہ السلام نے کھانا تناول فرمایا۔

اے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک! اگر آپ کی یہ دنیا میری نیکی کی دعوت کا بدلہ ہے تو 'حالتِ اضطرار میں مردار کا گوشت کھالینا مجھے ان دیناروں کے لینے سے زیادہ پسند ہے''۔

خلیفہ اس بزرگ کی شانِ بے نیازی دیکھ کر بہت متعجب ہوا۔ زُہری نے کہا: ''ابوحازم علیہ الرحمۃ میرے پڑوسی ہیں' تیس سال کا طویل عرصہ گزر گیا لیکن میں ان سے کلام کرنے کا شرف حاصل نہ کر سکا''۔

حضرت سیّدنا ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تو اپنے رب کو بھول گیا تو نے مجھے بھی بھلا دیا اگر تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں کامل ہوتا تو مجھ سے ضرور محبت کرتا''۔

زُہری نے کہا: ''کیا آپ مجھے بُرا بھلا کہہ رہے ہیں؟''

خلیفہ سلیمان نے کہا: ''اے زُہری! انہوں نے تجھے بُرا بھلا نہیں کہا بلکہ تو نے خود اپنے آپ کو بُرا بھلا کہا ہے۔ کیا تو پڑوسی کے حقوق سے آگاہ نہ تھا؟''

پھر حضرت سیّدنا ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل اس وقت تک سیدھی راہ پر گامزن رہے جب تک امراء وسلاطین' علماء کی بارگاہ میں حاضری دیتے رہے۔ وہ علماء ربانیین اپنے دین کی وجہ سے دربارِ سلاطین سے دُور بھاگتے تھے پھر بھی حکمران وامراء علماء کی بارگاہ میں حاضر ہوتے جب ذلیل لوگوں نے علماء کرام کی عزت وتوقیر دیکھی تو انہوں

نے بھی حاصل کیا پھر دین کو لے کر بادشاہوں کے درباروں میں جانے لگے اس طرح ان امراء وسلاطین نے علماء ربانیین کو چھوڑ دیا پھر وہ قوم گناہوں پر جمع ہو گئی تو ان کی عزت جاتی رہی اور تنگ دستی و مفلسی ان کا مقدر بن گئی اگر علماء اپنے دین کی حفاظت کرتے اور لالچ کرتے ہوئے اسے بادشاہوں کے دربار میں نہ لے جاتے تو سلاطین وامراء سرکش وباغی نہ ہوتے''۔

زُہری نے کہا: ''اے ابوحازم! ایسا لگتا ہے کہ تم یہ ساری باتیں مجھے سنانے کے لیے کہہ رہے ہو اور مجھے طعنہ دے رہے ہو''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں ہرگز تمہاری بے عزتی نہیں کر رہا لیکن حقیقت وہی ہے جو تم نے سنی''۔ اتنا کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار سے واپس چلے آئے۔

راوی کا بیان ہے: ''جب ہشام بن عبدالملک مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً آیا تو اس نے حضرتِ سیّدنا ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بُلایا اور کہا: ''مجھے کچھ نصیحت کیجیے''۔

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈر' دنیا سے بے رغبتی اختیار کر' بے شک اس کی حلال اشیاء کا حساب اور حرام پر عذاب ہوگا''۔

ہشام نے کہا: ''اے ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ! آپ نے مختصر مگر بہت جامع نصیحت کی''۔

اچھا یہ بتائیے: ''آپ کا سرمایہ کیا ہے؟''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین رکھنا اور اس چیز سے امید رہنا جو لوگوں کے پاس ہے''۔ کہا: ''آپ اپنی کوئی حاجت خلیفہ سے کہنا چاہیں تو کہیں''۔

فرمایا: ''افسوس صد افسوس! سنو! میں اپنی حاجتیں اسی پروردگار کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی اور حاجتیں پوری نہیں کرتا۔ پاک پروردگار کی بارگاہ سے مجھے جو عطا ہوتا ہے اسی پر قناعت کرتا ہوں اور جو چیز مجھ سے روک لی جاتی ہے اس پر صبر وشکر کرتا ہوں۔ میں نے کسب اور مال ودولت کے معاملے میں غور کیا تو میرے سامنے دو باتیں واضح ہوئیں۔

پہلی یہ کہ جو چیز میرے مقدر میں ہے وہ ضرور بالضرور مجھے مل کر رہے گی اور اپنے

Scanned with CamScanner

وقت پر ہی ملے گی وقت سے قبل ہرگز نہیں مل سکتی چاہے میں ایڑھی چوٹی کا زور لگالوں اور جو چیز میرے علاوہ کسی اور کے مقدر میں ہے، وہ مجھے کبھی بھی نہیں مل سکتی جس طرح مجھے کسی اور کا رزق نہیں مل سکتا اسی طرح کسی اور کو بھی میرے حصے کا رزق ہرگز ہرگز نہیں مل سکتا۔ میں خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلاکت و پریشانی میں کیوں ڈالوں۔ وہ خالق کائنات سب کو رزق دینے والا ہے، مجھے اسی کی ذات کافی ہے"۔

(مسلمان بھائیو! عظیم وکامیاب لوگ کبھی بھی اپنے اصولوں کی خلاف ورزی نہیں کرتے، دنیوی مال ودولت کی خاطر ہرگز اپنا سرمایہ ایمان وعلم داؤ پر نہیں لگاتے، بھوک پیاس، تنگ دستی اور لوگوں کی طرف سے کی جانے والی ظلم وزیادتی سب برداشت کرلیتے ہیں لیکن کبھی بھی حالات سے مجبور ہوکر دنیا کی حقیر دولت کے بدلے اپنے علم وعمل کا سودا نہیں کرتے ایسے باہمت بامروت اور خوددار لوگ ہی درحقیقت لوگوں کے سالار ورہنما ہوئے ہیں)

شاہین کبھی پرازہ سے تھک کر نہیں گرتا
پُردم ہے اگر تو تو نہیں خطرۂ افتاد

(۱۵۹)

قبر میں نماز وتلاوت

حضرت جبیر محدث نے قسم کھا کر بیان فرمایا: "میں اور حمید طویل محدث نے جب شیخ الحدیث ثابت اسلم بنانی کو قبر میں اُتارا اور ان کی لحد پر لوگ کچی اینٹیں جمانے لگے تو ناگہاں ایک اینٹ ٹوٹ کر گر پڑی اور قبر کھل گئی تو ہم دونوں نے یہ دیکھا کہ ثابت بن اسلم بنانی قبر کے اندر نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ پچاس برس تک نمازِ تہجد قضا نہیں ہوئی تھی اور ہر صبح کو رو رو کر صرف یہی ایک دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی! اگر تو اپنے کسی بندے کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمائے تو مجھ کو ضرور قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمانا چنانچہ آپ کی یہ دعا مقبول ہوگئی"۔ (شرح الصدور، ص: ۷۸)

(۱۶۰)

صدقہ کی برکات

حکایت کرتے ہیں کہ صالح مری (مریہ ایک شہر کا نام ہے) علیہ الرحمۃ نے کہا: ''میں جمعرات کو اس ارادہ سے گھر سے نکلا کہ جامع مسجد میں فجر کی نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ میں ایک مقبرہ میں سے گزرا پس میں نے اپنے دل میں کہا: اگر میں طلوع فجر تک یہاں ٹھہر جاؤں تو اچھا ہے بعد اس کے میں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر مجھے اونگھ آ گئی اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ اہلِ قبور اپنی اپنی قبروں سے نکلے ہیں اور ان کے جسم پر سفید کپڑے ہیں اور وہ سب حلقہ حلقہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک ایسا جوان ہے کہ اس کے کپڑے میلے کچیلے ہیں اور وہ غمگین اکیلا بیٹھا ہے۔ پس وہ مردے دیر تک نہیں ٹھہرے، یہاں تک کہ رومالوں سے ڈھکے ہوئے طباق ان کے پاس آئے۔ چنانچہ ہر ایک نے طباق لیا اور اپنی قبر میں داخل ہو گیا اور وہ جوان باقی رہ گیا اس کے پاس کچھ نہیں آیا اس کے بعد وہ بھی غمگین و پژمردہ اُٹھا تاکہ اپنی قبر کے اندر جائے۔ یہ دیکھ کر میں نے اس سے کہا: ''اے بندۂ خدا! کیا بات ہے میں تجھے غم زدہ دیکھتا ہوں؟ اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ کیا بات ہے؟'' پس اس نے مجھ سے کہا: ''اے صالح! کیا تم نے طباق دیکھے ہیں؟''

میں نے کہا: ''ہاں!'' لیکن وہ کیسے طباق ہیں؟ اس نے جواب دیا: ''وہ طباق ہیں جو زندہ لوگ اپنے مردوں کے واسطے بھیجتے ہیں۔ جب وہ لوگ مردوں کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں تو وہ جمعۃ المبارک کے دن طباقوں میں ان کے پاس آتا ہے جیسا کہ تم نے اس کو دیکھا ہے اور میں ہند کا باشندہ مسافر آدمی ہوں۔ میں بارادۂ حج اپنی ماں کو لے کر بصرہ کی جانب جا رہا تھا کہ اسی مقام پر پہنچ کر مر گیا اور میری ماں نے نکاح کر لیا اور اپنے شوہر کے ساتھ مشغول ہو گئی اور اس نے صدقہ اور دعا سے مجھے یاد نہ

کیا اور اس کی یہ حالت ہو گئی کہ گویا اس کے کوئی بیٹا تھا ہی نہیں اور اس کو دنیا نے مشغول کر رکھا ہے اس لیے مجھے یہی سزاوار ہے کہ میں غم کروں کیونکہ میرے بعد مجھے کوئی یاد کرنے والا نہیں ہے''۔

پس میں نے اس سے کہا: ''تیری ماں کا مکان کہاں ہے؟''

اس نے مجھے بتایا تو جب صبح ہوئی نماز پڑھ کر میں اس کی ماں کا مکان پوچھتا ہوا چلا، یہاں تک کہ مجھے وہ مکان مل گیا اور وہاں پہنچ گیا اس کے بعد میں نے دروازہ کھٹکھٹایا پس اس کی ماں نے کہا: ''دروازہ کھٹکھٹانے والا کون ہے؟'' میں نے کہا: ''میں صالح مری ہوں''۔

اس نے اندر آنے کی مجھے اجازت دی اور میں اندر گیا اس کے بعد میں نے اس سے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ جو بات میں تم سے کہوں اس کو کوئی دوسرا نہ سنے''۔

پس میں پردہ کے قریب ہوا پھر میں نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے، کیا تیرے کوئی لڑکا ہے؟ اس نے کہا: ''نہیں!''

پھر میں نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔ کیا تیرے کوئی لڑکا تھا؟

پس اس نے ایک ٹھنڈی لمبی سانس کھینچی اور آہ سرد نکالی پھر اس نے کہا: ''ہاں! میرا ایک لڑکا تھا اور وہ جوانی کی حالت میں مر گیا اس کے بعد میں نے اس سے قصہ بیان کیا''۔

یہ سن کر وہ روئی، یہاں تک کہ اس کے آنسو اس کے چہرے پر ڈھلکے پھر اس نے کہا: ''وہ تو میرا جگر اور میرے تن کا اندرونی عضو تھا اور یہ کیونکر نہ ہو حالانکہ میرا پیٹ اس کا ظرف اور اس کی جگہ تھی اور میری چھاتی اور میرے پستان اس کے لیے مشکیزہ تھے اور میری گود اس کے واسطے گہوارہ تھی''۔

اس کے بعد اس نے ایک ہزار درہم میرے حوالے کیے اور مجھ سے کہا: ''میرے محبوب اور میری آنکھوں کی پتلی اور آنکھوں کی ٹھنڈک پر ان کو صدقہ کرو۔ خدا کی قسم! اس کے بعد صدقہ اور دعا سے اپنی بقیہ عمر اس کو نہ بھولوں گی''۔

صالح علیہ الرحمۃ نے کہا: پس میں وہاں سے چلا اور ہزار درہم اس کے لڑکے کی طرف

Scanned with CamScanner

سے صدقہ کیے پھر جب دوسرا جمعہ ہوا تو میں جامع مسجد میں نمازِ فجر کے ارادہ سے گیا۔ چنانچہ اسی مقبرہ میں سے گزرا اور اسی جگہ میں دو رکعت نماز ادا کی پھر میں سو گیا اس کے بعد میں نے اہلِ قبور کو پہلی حالت کی طرح پھر دیکھا اور اس جوان کو دیکھا کہ اس کے بدن پر نہایت ہی صاف ستھرے کپڑے ہیں اور وہ خوش اور شادمان ہے۔ پس وہ مجھ سے قریب ہوا پھر مجھ سے کہا: ''اے صالح! (اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ کو جزائے خیر دے) بے شک ہدیہ میرے پاس پہنچا''۔

اس کے بعد میں نے اس سے کہا: کیا تم لوگ جمعہ کے دن کو پہچانتے ہو؟

اس نے کہا: ''ہاں! اور بلاشبہ پرندے بھی اس کو پہچانتے ہیں اور وہ جمعہ کو قیامت کے خوف سے سلامتی سلامتی کہتے ہیں''۔ (قلیوبی)

☆......اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون کون چیزیں ہیں جن کا منع اور انکار کرنا حلال نہیں ہے؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ پانی اور نمک اور آگ ہیں''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ پانی تو بے شک میں نے پہچانا پس نمک اور آگ کا کیا حال ہے؟''

آپ نے ان سے فرمایا: ''جس نے نمک دیا تو گویا اس نے تمام اس کھانے کو صدقہ کیا جو نمک نے مزے دار بنایا ہے اور جس نے کسی کو آگ دی تو گویا اس نے پورا اس کھانے کو صدقہ کیا جس کو اس آگ نے پکایا اور جس نے کسی کو ایک گھونٹ پانی پلایا جہاں کہیں کہ پانی ملتا ہے تو گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا اور جس نے کسی کو ایسے مقام میں پانی کا ایک گھونٹ پلایا جہاں پانی نہیں پایا جاتا ہے تو گویا اس نے اس کو زندہ کیا''۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار برکتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے زمین نازل فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں۔ پانی، نمک، آگ اور لوہا''۔ (ایضاً)

(۱۶۱)

نامِ محمد ﷺ کے میں قربان

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ زندہ کرنا چاہا، حکمِ الٰہی ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لو جب آپ علیہ السلام نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک پڑھا تو حق تعالیٰ نے اسمِ مبارک کی برکت سے مردے کو زندہ کر دیا''۔

(افضل الفوائد (ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) صفحہ نمبر ۱۳۸)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے رسالت کی چادر اوڑھی (اعلانِ نبوت تو پنگھوڑے میں ہی کر دیا تھا یہاں رسالت کی بات ہے) تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''ان یہودیوں اور کافروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں تاکہ وہ ایمان لے آئیں''۔

آپ علیہ السلام ہر روز ہی ایسا کرتے اور معجزے دکھاتے لیکن ان سنگ دلوں پر کوئی اثر نہ پڑتا وہ صرف یہ کہہ دیتے: ''ہاں اچھا جادو سیکھا ہے''۔

پھر یہودیوں نے جمع ہو کر کہا: ''اے عیسیٰ! اگر تو مردوں کو زندہ کرے گا تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے''۔

فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا:

''آپ کا یہ معجزہ ہے کہ انہیں کہو کہ مردہ لائیں پھر آپ دعا کرنا وہ زندہ ہو جائے گا''۔

آپ نے ویسا ہی کیا جب سب یہودی جمع ہوئے اور مردہ لائے تو آپ نے دوگانہ

Scanned with CamScanner

ادا کر کے سر سجدے میں رکھ کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو زندہ کر دیا۔ وہ مردہ لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ کہہ کر کھڑا ہو گیا جن کے نصیب میں ایمان تھا وہ مسلمان ہو گئے لیکن بعض نے اس روز بھی یہی کہا: ''تو نے اچھا جادو سیکھا ہے''۔

(افضل الفوائد (ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) صفحہ نمبر ۱۳۴)

(۱۶۲)

فرزندانِ عالی شان

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: میاں جیون ترکھان نے کہا:

''حضرت خواجہ فضل دین صاحب (فرزند حضرت پیر سیال شمس العارفین رضی اللہ عنہ) بہت طاقت ور تھے' عشا کی نماز باجماعت سیال شریف پڑھ کر کڑانا پہاڑ پر پیدل تشریف لے جاتے' وہاں تہجد پڑھتے' ایک ختم قرآن مجید کا جاتے وقت اور دوسرا ختم واپسی کے وقت کرتے تھے اور پھر نماز صبح باجماعت سیال شریف میں آ کر پڑھتے تھے۔ ایک بار معمولی حالت میں چار انگلی کا طمانچہ میرے پہلو پر مارا میری تین پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ بعد میں علاج کرتا رہا تو درست ہوئیں''۔ (جیون ترکھان خود بھی بڑے قد کاٹھ کا اور طاقت ور آدمی تھا)

پھر فرمایا: ''مجھے والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ حضرت خواجہ فضل دین صاحب لنگر کا نمک بھی پیستے تھے وہ اس طرح کہ عرس کے موقع پر خادمائیں نمک کوٹتی تھیں تو جب آپ گھر تشریف لاتے' نمک کے بڑے بڑے ڈھیلے دیکھ کر فرماتے: ''بچیو! مجھے بھی لنگر کی خدمت کرنے دو''۔

وہ اُٹھ کھڑی ہوتیں اور آپ بیٹھ جاتے۔ پہلے دونوں ہاتھوں سے بڑے بڑے موٹے پتھروں (نمک کے بڑے ڈھیلے) کو ریزہ ریزہ کرتے' بعد میں چھوٹی کنکریوں کی مانند جب ہو جاتے تو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان مل کر میدہ کی طرح بنا لیتے تھے لیکن نہایت معمولی اور عدم توجہی سے ملتے تھے تب بھی باریک ہو جاتا پھر فرماتے: ''کچھ تو میری بھی خدمت لنگر شریف کے کام میں ہو گئی''۔

Scanned with CamScanner

ایک بار ثانی صاحب حضرت خواجہ محمد دین صاحب سیالوی قدس سرہ العزیز نے پاکپتن شریف حاضری کا ارادہ فرمایا۔ سبز گھوڑی منگوا کر سوار ہوئے اور شہر سے باہر چل دیئے۔ خواجہ فضل دین صاحب نے پیچھے سے بلایا۔ ثانی صاحب نے خیال فرمایا: اگر میں ان کے پاس چلا گیا تو مجھے اُٹھا کر حضور غریب نواز کی خدمت میں لے جائیں گے اس لیے بجائے ان کے پاس آنے کے گھوڑی دوڑائی۔ بعد میں ثانی صاحب سے دریافت فرمایا: ''میرے پاس کیوں نہ آئے اور گھوڑی کیوں دوڑائی؟'' تو آپ نے فرمایا: ''مجھے فکر ہوئی کہ تم مجھے اُٹھا کر حضرت صاحب کی خدمت میں لے جاؤ گے''۔ انہوں نے فرمایا: ''واقعی میں بمعہ گھوڑی کے تجھے اُٹھا لیتا لیکن تم دوڑ گئے''۔

ثانی صاحب نے بعد میں لوگوں کے استفسار کرنے پر فرمایا:

''اس میں شک نہیں یقیناً بمعہ گھوڑی کے مجھے اُٹھا لاتے''۔

فرمایا: ''ایک دفعہ دریا میں طغیانی آئی یہاں پانی آ گیا۔ محل شریف میں مزارات کی مشرقی جانب خراب ہوگئی۔ تمام مزاروں سے مشرقی والی مزار کے ساتھ مغربی مزار حضرت خواجہ شعاع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (فرزند حضرت اعلیٰ پیر سیال) کا ہے اس کو خود میں نے درست کرایا۔ حضرت خواجہ شعاع الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی' بالکل جسم مکمل اسی طرح کفن والی چادر بدن پر تنی ہوئی تھی۔ کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ مزار سے کچھ مٹی غبار کی مانند چادر پر گری ہوئی تھی۔ چہرہ مبارک پورا نظر نہ آیا کیونکہ ڈھانپا ہوا تھا البتہ ریش مبارک کی زیارت میں نے کی ہے حالانکہ اس وقت وصال مبارک کو تقریباً ۸۵ سال گزر چکے تھے''۔

صاحبزادے کی نازک مزاجی

پھر فرمایا: ''حضرت خواجہ شعاع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج شریف بہت لطیف تھا۔ حکیم سید جلال صاحب فرماتے تھے کہ لوگ دہلی کے شہزادوں کی نازک مزاجی بیان کرتے ہیں' ہمارے شہزادے (شعاع الدین صاحب) کے لطیف ترین مزاج کے مقابلے میں وہ ہیچ ہیں۔ حکیم میاں سید جلال صاحب فرماتے ہیں:

''میں نے ان کے جلاب کے لیے نصف دانہ مرچ سیاہ اور دو عدد سونف نہایت صاف شدہ تجویز کیا ہوا تھا اور اس کے دینے سے بہت جلاب واسہال آتے' شہر کی شرقی جانب ایک گردنلی کا درخت ہوتا تھا جب اس کے پھل پھول کا موسم (بہار کا وقت) آتا تو آپ سیال شریف سے سرکی شریف لے جاتے کیونکہ بذریعہ ہوا اس درخت کے اثر سے آپ کو اسہال لگ جاتے تھے''۔

فرمایا: ''حضرت خواجہ شعاع الدین صاحب کے تمام حواس زبردست قوی تھے' قوتِ شامہ' باصرہ' ذائقہ' سامعہ' بہت انتہائی درجہ کی قوی تھیں۔ ساہیوال کے ٹھٹھار رات کو برتن بناتے اور تانبا وغیرہ کوٹتے تو وہ آواز آپ سنتے بلکہ ایک بار لانگری احمد دین صاحب کو فرمایا: ساہیوال جا کر ٹھٹھاروں کو کہو کہ رات کی مجھ سے مزدوری لے لیا کریں اور کام رات کو چھوڑ دیں کیونکہ مجھے نیند نہیں آتی' لانگری صاحب نے انہیں جا کر کہا: صاحبزادہ فرماتے ہیں' دُگنا کام کیا کرو کیونکہ مجھے بہت پسند آتا ہے اور لذت آتی ہے حالانکہ لانگری صاحب نے آزمائش کے لیے کہا۔ دوسری رات ہوئی تو دُگنا آواز سن کر لانگری صاحب کو جا کر جگایا اور فرمایا: ''اور گنجواو گنجو تو نے منع نہیں کیا' وہ تو زیادہ کام کر رہے ہیں' پہلے سے دُگنا ہے''۔

صاحبزادہ عبدالخالق صاحب فرماتے ہیں:

''ہمیں خواجہ شعاع الدین صاحب (جوان کے والد ماجد تھے) فرماتے کہ بازار سے بادام لاؤ اور میرے سامنے توڑ کر کھاؤ۔ ہم بادام ان کے سامنے توڑتے' ایک دو کرم کا فاصلہ ہوتا جب مغز نکلتا تو کڑوے مغز کی نسبت فرماتے کہ کڑوا ہے پھینک دو۔ چنانچہ وہ واقعی کڑوا ہوتا حالانکہ دُور سے بیٹھے ہوئے بذریعہ ہوا معلوم فرما لیتے تھے۔ قوتِ شامہ اس قدر تیز تھی۔ فرمایا حضرت خواجہ فضل دین صاحب سیاہ کپڑا دیکھتے تو آپ کو سخت بخار چڑھ جاتا۔ چنانچہ آپ کی مجلس میں جانے والے کو اس طرح کے کپڑے لے جانا ممنوع ہوتا۔ یہ آپ کی مجلس کے آداب میں سے تھا۔ آپ سیاہ بھینس گائے اور سیاہ جانوروں کو بھی نہ دیکھتے تھے''۔

فرمایا: ''خواجہ فضل دین صاحب نے میاں جیون کو فرمایا: ایک لکڑی (بگدر) بناؤ

Scanned with CamScanner

جس کو ورزش کے لیے میں اُٹھایا کروں۔ میاں جیون کہتا ہے میں نے ایک جنڈ کی لکڑی لی اس میں دستہ بنایا اور نیچے سے سوراخ کر کے اس میں دو من سکہ بھرایا اور پیش کی۔ آپ نے ایک ہاتھ سے بیٹھے بیٹھے اُٹھا کر دُور پھینک دی اور فرمایا یہ تو کچھ نہیں اس سے زیادہ وزنی ہونی چاہیے۔ میاں جیون نے عرض کیا اگر یہ کچھ نہیں تو آپ کے لیے اور وزنی لڑکی میں کہاں سے لاؤں؟''

فرمایا: ''حضور غریب نواز ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ذوق وشوق اور عشقِ الٰہی میں محو رہتے تھے' ان پر حقیقی عشق ومحبت کا غلبہ تھا۔ فرمایا خواجہ فضل دین صاحب فرماتے:

تُھلا کھاوناں' تُھلا ہنڈھاوناں اور تُھلا ایمان چاہیے''

موٹے ایمان سے مراد جو علماء کے دلائل کا محتاج نہ ہو۔ فرمایا خواجہ فضل دین صاحب عجیب طرح کے ولی اللہ تھے۔ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے' زمین سے آواز آئی' مجھے ڈھانپ دو' آپ نے وہاں لکیر کھینچ کر نشان بنا دیا اور فرمایا اس جگہ قبر بنا دو۔ چنانچہ قبر تیار کر دی گئی کیونکہ نیچے سے دفن شدہ ولی اللہ نے آواز دی تھی۔ (ولی را ولی مے شناسد)

''ولی اللہ کو ولی اللہ ہی پہچانتا ہے''۔

(انوارِ قمریہ' ص:۲۴۶ تا ۲۴۸)

(۱۶۳)

قبر والے کا اعلان

شیخ ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے ایک درویش کو قبر میں اُتارا اور اس کے سر سے کفن ہٹا کر اس کا سر اس خیال سے زمین پر رکھ دیا کہ ارحم الراحمین اس کی غربت پر رحم فرما کر اس کو بخش دے لیکن جیسے میں نے اس کا سر زمین پر رکھا اس نے آنکھیں کھول دیں اور کہا: ''اے ابو علی! تم مجھے ان دنیا دار لوگوں کے سامنے ذلیل مت کرو جو لوگ دنیا میں مجھے حقیر سمجھا کرتے تھے''۔

ابو علی رودباری فرماتے ہیں کہ میں نے حیران ہو کر عرض کیا: ''اے میرے آقا! کیا آپ مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں؟''

تو اس درویش نے فرمایا: ''بے شک میں زندہ ہوں اور صرف میں ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے اور میں اپنی خداداد صلاحیت کے سبب سے آئندہ ضرور تمہاری مدد کروں گا''۔ (شرح الصدور' ص:۸۶۰)

یہ واقعات جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر تنبیہ کرتے ہیں کہ خبردار! اس حقیقت سے غافل مت رہنا:

اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَّنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ

''اللہ تعالیٰ کے اولیاء مرتے نہیں ہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں''۔

قبر میں نماز' فجر میں تلاوت میں' قبر میں امداد کا وعدہ یہ اولیاء اُمت وعلماء ملت کی وہ روشن کرامتیں ہیں جو زبانِ حال سے یہ اعلان کرتی ہیں:

کمالات ولی مٹی میں بھی یوں جگمگاتے ہیں
کہ جیسے نور ظلمت میں کبھی پنہاں نہیں ہوتا

(روحانی حکایات)

Scanned with CamScanner

(۱۶۴)

صابرہ خاتون

حضرت سیّدنا اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ سفر پر تھا' جنگل سے گزرتے ہوئے ہم راستہ بھول گئے' کچھ دُور ایک خیمہ نظر آیا تو اس طرف گئے وہاں پہنچ کر بلند آواز سے سلام کیا تو ایک عورت خیمے سے باہر آئی اور ہمارے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' ہم نے کہا: ''ہم راستہ بھول گئے ہیں' خیمہ دیکھا تو اس طرف چلے آئے''۔

عورت نے کہا: ''تم لوگ تھوڑی دیر یہیں ٹھہرو' یہاں تک کہ میں تمہارا حق پورا کروں جس کے تم حق دار ہو''۔

ہم وہیں کھڑے رہے' وہ پردے کے پیچھے چلی گئی اور کہا: ''تم اپنا منہ دوسری طرف کرو' یہاں تک کہ تمہیں تمہارا حق دیا جائے''۔

ہم دوسری طرف دیکھنے لگے اس نے اپنی چادر اُتار کر بچھائی اور خود پردے کی اُوٹ میں ہی رہی اور کہنے لگی: ''اس چادر پر بیٹھ جاؤ' میرا بیٹا ابھی آتا ہوگا پھر تمہاری ضیافت کا اہتمام کر دیا جائے گا''۔

ہم چادر پر بیٹھ گئے کچھ دُور ایک سوار آتا دِکھائی دیا تو بولی: ''یہ اونٹ تو میرے بیٹے کا ہے لیکن اس پر سوار ہونے والا میرے بیٹے کے علاوہ کوئی اور ہے''۔

کچھ ہی دیر بعد سوار خیمے کے پاس پہنچ گیا اس نے عورت سے کہا: ''اے اُمِ عقیل! اللہ تعالیٰ تمہارے بیٹے کے معاملے میں تمہیں عظیم اجر عطا فرمائے''۔

یہ سن کر اس عورت نے کہا: ''تمہارا بھلا ہو' کیا میرا بیٹا مر گیا؟''

کہا: ''ہاں!'' پوچھا: ''اس کی موت کا سبب کیا بنا؟''

کہا: ''وہ اونٹوں کے درمیان پھنس گیا تھا' اونٹوں نے اسے کنویں میں دھکیل دیا جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی''۔

بیٹے کی موت کی خبر سن کر وہ صابرہ خاتون نہ روئی اور نہ ہی کسی قسم کا واویلا کیا بلکہ اس اونٹ والے سے کہا: ''نیچے اُترو ہمارے ہاں کچھ مہمان آئے ہیں ان کی ضیافت کا اہتمام کرو' وہ سامنے مینڈھا بندھا ہوا ہے' اسے ذبح کر کے مہمانوں کو پیش کرو''۔

چنانچہ مینڈھا ذبح کیا گیا اور اس کے گوشت سے ہماری دعوت کی گئی۔ ہم کھانا کھاتے ہوئے سوچ رہے تھے کہ یہ عورت کتنی صبر والی ہے کو جوان بیٹے کی موت پر کسی طرح کا غیر شرعی کام نہ کیا اور نہ ہی کسی قسم کا شور شرابہ کیا جب ہم کھانا کھا چکے تو صابرہ خاتون نے کہا:

''تم میں سے کوئی شخص مجھے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے کچھ آیات سنا کر مجھ پر احسان کرے گا؟'' میں نے کہا: ''ہاں! میں تمہیں قرآنی آیات سناتا ہوں''۔

صابرہ خاتون نے کہا: ''مجھے کچھ ایسی آیات سناؤ جن سے صبر وشکر کی دولت نصیب ہو''۔ میں نے سورۂ بقرہ کی درج ذیل آیات بینات کی تلاوت کی:

وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ (پ۲'البقرۃ:۱۵۵'۱۵۶)

''اور خوش خبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا''۔

خاتون نے یہ آیاتِ قرآنیہ سنیں تو کہا: ''جو تم نے پڑھا کیا قرآن میں بالکل اسی طرح ہے؟'' میں نے کہا: 'ہاں! خدا تعالیٰ کی قسم! قرآن میں اسی طرح ہے''۔

صابرہ خاتون نے کہا: ''تم پر سلامتی ہو' اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے''۔

پھر اس نے نماز پڑھی اور کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

''بے شک میرا بیٹا عقیل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ گیا ہوگا''۔

تین مرتبہ اس نے یہی کلمات کہے پھر اس طرح ملتجی ہوئی: ''اے میرے پاک

Scanned with CamScanner

پروردگار! جیسا تو نے حکم دیا میں نے ویسا ہی کیا اب تو بھی اپنے اس وعدے کو پورا فرمادے جو تو نے کیا ہے، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا''۔ (عیون الحکایات)

(سبحان اللہ! صبر ہو تو ایسا اور یقین ہو تو ایسا اس خوش بخت ماں نے اپنے جگر کے ٹکڑے، اپنے جوان بیٹے کی موت پر بے وقوف اور جاہل عورتوں کی طرح نوحہ، چیخ و پکار اور کوئی بھی غیر شرعی کام نہ کیا بلکہ حکمِ خداوندی سن کر نماز ادا کی اور وہی کیا جو حکمِ خداوندی تھا۔ وہ خوش نصیب ماں اپنے پاک پروردگار کی کتنی فرماں بردار تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مصائب و آلام پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو نیک بندے مصیبت میں حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتے اور نہ ہی مصائب سے گھبراتے ہیں۔ ان عاشقانِ رسول کا صدقہ! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دولتِ صبر و شکر سے مالا مال فرمادے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

زباں پر شکوۂ رنج و الم لایا نہیں کرتے
نبی کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

(۱۶۵)

دنیا سے بے رغبتی بہترین نیک سیرتی ہے

روایت کیا گیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک لاکھ چودہ ہزار کلمہ تین دن میں سرگوشی اور راز کے طور پر فرمائے۔ منجملہ ان کے ایک یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے موسیٰ! بہ تکلف نیک سیرتی حاصل کرنے والوں نے میرے نزدیک ایسی کوئی نیک سیرتی حاصل نہ کی جو دنیا میں زُہد اور کم رغبتی کے برابر ہو سکے۔ یعنی دنیا سے بے رغبتی کرنا بہترین نیک سیرتی ہے اور مجھ سے قربت حاصل کرنے والوں نے ایسی کوئی قربت حاصل نہ کی جو ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز کے برابر ہو سکے یعنی جو چیزیں لوگوں پر حرام کی گئی ہیں ان سے پرہیز کرنا تقربِ الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے اور جو لوگ کہ میری عبادت کرنے والے ہیں، انہوں نے ایسی کوئی عبادت نہ کی جو میرے خوف سے رونے کے برابر ہو سکے یعنی خشیتِ الٰہی سے رونا افضل ترین عبادت ہے''۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے میرے رب! وہ کیا چیز ہے جو تو نے ان کے لیے تیار کی ہے اور وہ کیا شے ہے جس کے ساتھ تو ان کو بدلہ دے گا؟''

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے موسیٰ علیہ السلام! میں نے ممنوعاتِ شرعیہ سے بچنے والے زاہدوں کے لیے اپنی جنت حلال کر دی ہے، وہ لوگ اس میں جہاں چاہیں رہیں اور اپنے پرہیزگار بندوں کو میں نے بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا اور جو لوگ میرے ڈر سے اور خوف سے رونے والے ہیں پس ان کے لیے برتر ہمراہ یعنی میں خود ہوں اس میں کوئی اُن کا شریک نہ ہوگا''۔ (قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(۱۶۶)

بادشاہ کا بیٹا زندہ ہو گیا

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو انہیں دعوتِ دین کا حکم دیا۔ بنی اسرائیل نے اس دعوتِ دین کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں وہاں سے نکال دیا۔

چنانچہ آپ اور آپ کی والدہ وہاں سے نکل پڑے اور زمین کی سیاحت کرنے لگے۔ آپ ایک بستی میں ایک شخص کے پاس اُترے اس نے ان کی مہمان نوازی کی اور ان سے بہت ہی حسنِ سلوک کیا۔

وہاں کا بادشاہ بہت ہی ظالم اور سرکش تھا۔ ایک مرتبہ آپ کا میزبان بہت ہی پریشان حالت میں گھر آیا جب کہ حضرت سیّدہ مریم علیہا السلام اس کی بیوی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے پوچھا: ''تمہارے خاوند کا کیا معاملہ ہے؟ میں اسے غمگین دیکھتی ہوں''۔

اس کی بیوی نے کہا: ''آپ نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہے''۔

حضرت سیّدہ مریم علیہا السلام نے فرمایا: ''مجھے بتاؤ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری مصیبت دُور کر دے''۔

اس عورت نے کہا: ''ہمارا ایک بادشاہ ہے اس نے ہم میں سے ہر شخص کے ذمے لگایا ہے ایک دن کا کھانا بادشاہ کو اور اس کے لشکر کو کھلائے اور انہیں شراب پلائے اگر کوئی ایسا نہ کرے تو وہ اسے سخت سزا دیتا ہے اور اس نے آج کے دن کھانا کھلانے کی ذمہ داری ہم پر کر دی ہے جب کہ ہمارے پاس اس کی طاقت ہی نہیں ہے''۔

حضرت سیّدہ مریم علیہا السلام نے فرمایا: ''پریشان نہ ہوں میں ابھی اپنے بیٹے کو حکم دیتی ہوں وہ دعا کرے گا تو تمہاری مشکل حل ہو جائے گی''۔

حضرت سیّدہ مریم علیہا السلام نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تو انہوں نے فرمایا: ''اگر میں ایسا کر دوں تو اس کا نتیجہ بعد میں اچھا نہیں ہوگا''۔

حضرت سیّدہ مریم علیہا السلام نے فرمایا: ''کوئی بات نہیں انہوں نے ہم سے حسنِ سلوک کیا اور ہماری بہت عزت کی ہے''۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس عورت سے کہا: ''جب وقت قریب آئے تو اپنی ہنڈیا اور مٹکے کو پانی سے بھر لینا پھر مجھے بتانا''۔

چنانچہ جب اسے بھر دیا گیا تو آپ کو خبر دی گئی۔ آپ نے اس پر دعا کی تو جو کچھ بھی ہنڈیا میں تھا سارے کا سارا گوشت، شوربے اور روٹیوں میں تبدیل ہو گیا اور جو کچھ مٹکے میں تھا، وہ مشروب میں تبدیل ہو گیا اور ذائقہ ایسا کہ لوگوں نے نا تو اس جیسا کہیں دیکھا اور نہ ہی چکھا۔

چنانچہ جب بادشاہ آیا تو اس نے کھانا کھایا اور شراب پی تو اس نے پوچھا: ''یہ شراب کہاں سے آئی ہے؟'' اس نے کہا: ''فلاں فلاں جگہ سے''۔

بادشاہ کہنے لگا: ''میری شراب بھی اسی جگہ سے آتی ہے لیکن اس کا وہ ذائقہ نہیں ہے جو اس شراب میں ہے''۔ اس میزبان نے جواب دیا کہ وہ دوسری جگہ سے ہے۔

جب اس کی گفتگو میں فرق آیا تو بادشاہ نے اس پر سختی کی۔

اس پر اس نے بتایا: ''میرے پاس ایک بچہ ہے وہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ بھی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتا ہے اور یہ بھی اس بچے نے ہی دعا کی تو پانی اس شراب میں تبدیل ہو گیا''۔

بادشاہ نے کہا: ''میرا ایک بیٹا تھا جسے میں اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا اور وہ کچھ دن پہلے فوت ہو گیا۔ میرا وہ بیٹا مجھے تمام مخلوق میں سے زیادہ محبوب تھا اگر ایک آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو پانی شراب میں تبدیل ہو جاتا ہے تو اگر وہ شخص دعا کرے گا تو میرا بچہ بھی زندہ ہو جائے گا''۔

چنانچہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بلوایا گیا، ان سے گفتگو کی گئی اور ان سے التجا کی

Scanned with CamScanner

گئی کہ اس کے بچے کے زندہ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو اگر وہ بچہ زندہ ہوا تو بہت ہی شر پھیلے گا''۔

بادشاہ نے کہا: ''مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے' کیا میں نے شر نہیں دیکھے؟ جو بھی ہو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے''۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اگر میں اسے زندہ کر دوں تو کیا تم مجھے اور میری ماں کو چھوڑ دو گے اور جہاں ہم جانا چاہیں تو ہمیں جانے دو گے؟''

بادشاہ نے کہا: ''ہاں ٹھیک ہے''۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو وہ بچہ زندہ ہو گیا۔

جب اہلِ مملکت نے دیکھا کہ وہ بچہ زندہ ہو گیا تو انہوں نے ایک دوسرے کو اسلحہ لانے کے لیے پکارا اور کہا: ''یہ (بادشاہ) ہمیں کھاتا رہا اور اب اپنی موت پہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنا دے اس کے بعد وہ ہمیں کھائے گا جیسا کہ اس کا باپ ہمیں کھاتا رہا''۔

چنانچہ انہوں نے اس بادشاہ اور اس کے بیٹے کو بھی قتل کر دیا۔

تفسیر ابن جریر (طبری) تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۲' تفسیر بغوی تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۲' تفسیر الکشف والبیان (ثعلبی) تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۲' تفسیر اللباب (ابن عادل) تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۹' تفسیر کبیر (رازی) تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۹' تفسیر درمنثور (سیوطی) تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۹' تفسیر نیشاپوری (احمد بن محمد نیشاپوری) تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۲' تفسیر السراج المنیر (الشربینی خطیب) تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۲' فتوح الشام (واقدی) جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۰۲' تاریخ مدینہ دمشق (ابن عساکر) جلد نمبر ۴۷ صفحہ نمبر ۳۹۶' مختصر ابن عساکر جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۲۰۷

(۱۶۷)

قبر سے آواز اور خوشبو کا آنا

باکرامت محدث حضرت صالح مری فرماتے ہیں کہ میں ایک دن سخت گرمی کے موسم میں قبرستان کے اندر داخل ہوا تو میں نے ٹوٹی پھوٹی قبروں کو دیکھ کر کہا: ''سبحان اللہ اے قبر والو! کون تمہاری روحوں اور جسموں کو دوبارہ جمع کرے گا؟ جب کہ تمہارے جسم گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو کر بکھر چکے ہیں''۔

صالح مری فرماتے ہیں: ''میری زبان سے ان جملوں کا نکلنا تھا کہ ایک شکستہ قبر سے آواز آئی: ''اے صالح! کیا تمہیں قرآن مجید کی یہ آیت یاد نہیں؟

وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ دَعْوَۃً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۔

''خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان زمین اس کے حکم سے قائم ہیں اور جب تم لوگوں کو پکارے گا تو اچانک تم لوگ زمین سے نکل پڑو گے''۔

صالح مری کا بیان ہے: ''ٹوٹی ہوئی قبر میں سے یہ آواز سن کر مجھ پر ایسا خوف طاری ہوا کہ میں وحشت سے کانپتے ہوئے منہ کے بل گر پڑا''۔ (شرح الصدور، ص: ۹۰)

☆...... امام قتادہ وغیرہ کے استاد حدیث عبداللہ بن غالب حدانی ۸۳ھ میں شہید کر دیئے گئے' دفن کے بعد ان کی قبر شریف کی مٹی سے مشک کی خوشبو آتی تھی ان کے ایک بھائی کو خواب میں ان کا دیدار ہوا تو پوچھا: ''آپ کا کیا حال ہے؟'' فرمایا: ''جنتی قرار دیا گیا ہوں''۔

میں نے پوچھا: ''کون سے عمل کے باعث؟''

فرمایا: ''ایمانِ کامل' تہجد اور گرمیوں کے روزے کے سبب سے''۔

پھر پوچھا: ''آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو کیوں آ رہی ہے؟''

جواب دیا: ''یہ میری تلاوت اور روزوں میں پیاس کی خوشبو ہے''۔

(شرح الصدور' ص:۲۵)

☆......اسی طرح حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ کی قبر کی مٹی سے بھی مشک کی خوشبو آتی تھی۔ بار بار قبر پر مٹی ڈالی جاتی تھی مگر لوگ خوشبو کی وجہ سے مٹی اُٹھالے جاتے تھے۔

(رجال حدیث)

(۱۶۸)

درسِ صبر وشکر

حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

''ایک بوڑھی عورت جو جنگل میں چراگاہ کے قریب رہتی تھی اس کے متعلق مجھے ایک شخص نے بتایا: وہ بڑھیا بہت عقل مند اور صابرہ وشاکرہ تھی۔ لوگ اس کے صبر وشکر اور دانائی کی مثالیں دیا کرتے تھے اس کا ایک بیٹا تھا جو انتہائی وجیہہ وخوب صورت تھا کافی عرصہ بیمار رہا' بوڑھی ماں نے بہت اچھے طریقے سے اس کی تیمارداری کی۔ عرصۂ دراز تک بسترِ علالت پر اپنے زندگی کے ایام گزارنے کے بعد بالآخر اس کا نوجوان جمیل وشکیل اکلوتا بیٹا اس دارِفنا سے دارِ بقاء کی طرف کوچ کر گیا اس کی موت کے بعد بڑھیا اپنے گھر کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ لوگ تعزیت کے لیے آئے تو بڑھیا نے ایک ضعیف العمر شخص سے کہا: ''کتنا اچھا ہے وہ خوش بخت جس نے عافیت کا لباس پہن لیا جس پر نعمتوں کا رنگ چڑھ گیا جسے ایسی فطرت عطا کی گئی کہ جب تک وہ اپنے مسائل حل نہ کر لے اسے توفیق وہمت دی جاتی ہے''۔

پھر بڑھیا نے دو عربی اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے: ''وہ میرا بیٹا تھا مجھے معلوم نہیں کہ اس کی وجہ سے مجھے کتنا اجر ملا' میری مدد اس کے لیے یہ تھی کہ میں نے اس کی پرورش کی اور میں اس کی دیکھ بھال کرنے والی تھی اگر میں اس کی موت پر صبر کروں تو اجر دی جاؤں گی اور اگر گریہ وزاری اور چیخ وپکار کروں تو اس رونے والی کی طرح ہو جاؤں گی جسے اس کے رونے دھونے نے کچھ فائدہ نہ دیا''۔

بڑھیا کی یہ حکمت بھری باتیں سن کر ضعیف العمر شخص نے کہا: ''اب تک تو ہم یہی سنتے آئے ہیں کہ رونا دھونا' واویلا کرنا عورتوں کی عادت ہے لیکن تم تو مردوں سے بھی زیادہ صبر

Scanned with CamScanner

والی ہو، تمہارا صبر عظیم ہے اور عورتوں میں تمہاری نظیر ملنا مشکل ہے“۔

یہ سن کر بڑھیا نے کہا: ”جب بھی کوئی شخص دو چیزوں یعنی صبر وشکر اور جزع وفزع (بے صبری) کے درمیان ہو تو اس کے سامنے دو راستے ہوتے ہیں۔ بہرحال صبر تو ہر حال میں اچھا ہے، وہ ظاہراً حسین اور اس کا انجام محمود ہے جب کہ بے صبری اس پر تو کوئی ثواب ہی نہیں ہے اگر صبر و بے صبری انسانی شکل میں ہوتے تو صبر، حسن وعادات اور دین کے معاملے میں بے صبری سے بدرجہا افضل ہوتا۔ صبر دینی معاملات اور نیکی کے کاموں میں جلدی کرنے والا ہے جسے اللہ تعالیٰ دولتِ صبر عطا فرمائے اسے اللہ تعالیٰ کا وعدہ کافی ہے۔ صبر میں بھلا ہی بھلا اور بے صبری میں نقصان ہی نقصان ہے“۔ (عیون الحکایات)

(اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کی دولت سے مالا مال فرمائے، بے صبری و ناشکری کی نحوست سے محفوظ رکھے۔ راضی برضائے الٰہی رہنے والا اور حرفِ شکایت لب پر نہ لانے والا خوش نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صابر وشاکر بنائے)

(۱۶۹)

شیطان کی تجارت

بعض لوگوں نے کہا ہے:

”ابلیس لعین ہر روز لوگوں پر دنیا کو پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی شخص ایسی چیز خریدتا ہے جو اس کو نقصان پہنچا دے گی اور نفع نہیں دے گی اور اس کو غم میں مبتلا کرے گی اور خوش نہیں کرے گی۔ پس اہلِ دنیا اور عاشقانِ دنیا کہتے ہیں کہ ہم اس کے خریدار ہیں۔ ابلیس کہتا ہے کہ دنیا کی قیمت درہم اور اشرفیاں نہیں ہیں بلکہ اس کی قیمت وہ ہے جو جنت سے تمہارا حصہ ہے اور میں نے دنیا کو جنت کے بدلے خریدا ہے اور اس سے چار چیزیں حاصل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت، اس کا غضب، اس کا غصہ اور اس کا عذاب۔ پس اہلِ دنیا کہتے ہیں کہ ہم اس پر راضی ہیں۔ اس کے بعد ابلیس کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اس میں تم پر نفع زیادہ کروں۔ یہ سن کر دنیادار کہتے ہیں کہ بہتر ہے پس دنیا کو اہلِ دنیا کے ہاتھ بیچ دیتا ہے پھر کہتا ہے کہ کیا ہی میری یہ تجارت ہے۔ واللہ اعلم

(قلیوبی)

(۱۷۰)

عیسیٰ (ؑ) کے معجزوں نے مردے جلادیئے ہیں

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے مندرجہ ذیل مشہور مردے زندہ کیے:

(۱) عازر آپ کا محبّ، اس کو مرنے کے تین دن بعد آپ نے زندہ کیا۔ کافی عرصہ تک زندہ رہا اس کی اولاد بھی ہوئی۔

(۲) عاشر کی لڑکی، یہ بھی زندہ ہو کر اپنی اولاد سے نفع یاب ہوئی۔

(۳) سام بن نوح

(۴) مدفون لڑکی کو اس کی بوڑھی ماں کے لیے زندہ کرنا

(۵) بڑھیا کا لڑکا، یہ اپنے جنازہ پر زندہ ہوا اور کافی عرصہ زندہ رہا اس کی اولاد بھی ہوئی واقعات کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

☆...... حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے عازر نامی شخص کو زندہ کیا جو حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا محبّ تھا جب وہ قریب الموت تھا تو عازر کی بہن نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کا محبّ عازر فوت ہو رہا ہے، آپ جلد تشریف لائیے۔ عازر کا گھر وہاں سے تین دن کی مسافت تھا۔ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ جب عازر کے گھر پہنچے تو عازر فوت ہو چکا تھا اور اسے مرے ہوئے تین دن بھی ہو چکے تھے۔ آپ نے پہنچتے ہی عازر کی بہن سے کہا مجھے عازر کی قبر دِکھائیں جب آپؑ عازر کی قبر پر پہنچے تو دیکھا کہ عازر کی قبر پر ایک بھاری پتھر رکھا ہوا ہے۔ آپ نے قبر پر پہنچ کر یوں دعا کی: ''اے ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے رب تو نے ہی مجھے حکم دیا تھا کہ میں بنی اسرائیل کو دین کی دعوت دوں اور ساتھ ہی فرمایا تھا کہ میں انہیں کہوں کہ میں مردوں کو زندہ

کر سکتا ہوں، میں نے انہیں دین کی دعوت دی ہے اور ساتھ ہی مردوں کو زندہ کرنے کا دعویٰ بھی کر دیا ہے اب کرم فرما اور عازر کو زندہ کر دے''۔

آپ کی دعا کی برکت سے عازر قبر سے اُٹھ کھڑا ہوا اور پانی کے قطرے اس کے جسم سے ٹپک رہے تھے۔ پھر ایک عرصہ تک زندہ رہا اس نے شادی بھی کی اور اس کے بچے بھی ہوئے۔ (تفسیر روح البیان (شیخ حقی) تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۹)

☆...... ایک دلال تھا جو کہ دلالی کا کاروبار کرتا تھا اس کی لڑکی فوت ہو گئی تو اس نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس کی بیٹی فوت ہو گئی ہے اگر اس کی بیٹی زندہ کر دی جائے تو وہ گناہوں سے توبہ کر کے نیک بن کر زندگی گزارے گا۔ آپ نے اس کے لیے بھی دعا فرمائی تو وہ زندہ ہو گئی اس کے بعد اس لڑکی نے شادی کی اس کی اولاد بھی ہوئی۔
(ایضاً)

☆...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حواریوں نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ اگر آپ بحکمِ خدا کسی ایسے مردہ کو زندہ کر دیتے جس نے حضرت سیّدنا نوح علیہ السلام کی کشتی دیکھی ہو تو ہمیں اس سے معلومات مل جاتیں۔ آپ انہیں لے کر چلے۔ ایک ٹیلہ پر پہنچ کر وہاں کی مٹی اُٹھائی اور فرمایا: ''جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟'' انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں''۔

آپ نے فرمایا: ''یہ مٹی سام بن نوح کی ایک پنڈلی کی ہے''۔

پھر آپ نے اپنی لکڑی ٹیلے پر مار کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُٹھ کھڑا ہو''۔

اسی وقت ایک بوڑھا سا آدمی اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: ''کیا تو بڑھاپے میں مرا تھا؟''

اس نے کہا: ''نہیں مرا تو جوانی میں تھا لیکن اب دل میں قیامت کی دہشت بیٹھ گئی کہ ابھی قیامت قائم ہو گئی ہے اسی دہشت نے بوڑھا کر دیا''۔

آپ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا ہمیں نوح علیہ السلام کی کشتی کے بارے میں بتلاؤ!''

اس نے کہا: ''وہ بارہ سو ہاتھ لمبی اور چھ سو ہاتھ چوڑی تھی اس کے تین درجے تھے۔

Scanned with CamScanner

ایک درجہ میں انسان تھے' دوسرے درجہ میں جانور اور چوپائے تھے اور تیسرے درجہ میں پرندے تھے جب جانوروں کا گوبر پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف حکم فرمایا: ہاتھی کی دُم ہلاؤ!''

آپ کے دُم ہلاتے ہی خنزیر نر اور مادہ نکل آئے اور وہ گوبر کھانے لگے۔ چوہوں نے جب اس کشتی کے تختے کترنا شروع کیے تو حکم ہوا کہ شیر کی پیشانی کو انگلی لگائیں اس سے بلی کا جوڑا نکلا اور وہ چوہوں کی طرف لپکا۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے سوال کیا: ''حضرت نوح علیہ السلام کو شہروں کے غرق ہو جانے کی خبر کیسے ملی؟''

اس نے جواب دیا: ''آپ نے کوا بھیجا تا کہ خبر لائے لیکن وہ جا کر ایک لاش پر بیٹھ گیا اس نے واپسی میں تاخیر کر دی۔ آپ نے اس کے لیے ہمیشہ ڈرتے رہنے کی بددعا فرمائی اسی لیے کوا گھروں سے مانوس نہیں ہوتا''۔

پھر آپ نے کبوتر بھیجا اور وہ اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ لے کر آیا اور اپنے پنجوں میں خشک مٹی لایا اس سے شہروں کی غرقابی کے بارے میں آپ کو معلوم ہوا۔

آپ نے اس کی گردن میں خصرہ کا ہار ڈال دیا اور اس کے لیے امن وانس کی دعا کی اسی لیے وہ گھروں میں رہتا سہتا ہے۔

حواریوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! آپ انہیں ہمارے ہاں لے چلیں کہ ہم بیٹھ کر ان کی اور بھی باتیں سنیں''۔

آپ نے فرمایا: ''یہ تمہارے کیسے آ سکتا ہے جب کہ اس کی روزی ہی نہیں ہے؟''

پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو جا''۔

وہ اسی وقت مٹی ہو گیا۔

تفسیر ابن جریر (طبری) تحت سورۃ ھود آیت نمبر ۳۸' تفسیر قرطبی تحت سورۃ ھود آیت نمبر ۳۸' تفسیر ابن کثیر تحت سورۃ ھود آیت نمبر ۴۰' تفسیر اللباب (ابن عادل) تحت سورۃ المومنون آیت نمبر ۳۰' تفسیر درمنثور (سیوطی) تحت سورۃ ھود آیت نمبر ۳۸'

☆ ...... حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو کہ ایک قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھی۔ آپ نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا: ''میری ایک ہی بیٹی تھی اس کے سوا کوئی اولاد نہیں ہے اور وہ بیٹی بھی فوت ہو گئی''۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اسی وقت دو رکعت نفل ادا کیے اور پھر اسے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہو جا''۔

اس کی قبر نے حرکت کی آپ نے دوسری مرتبہ یہی کہا تو اس کی قبر کھل گئی۔ آپ نے تیسری مرتبہ کہا تو وہ قبر سے نکل آئی اس حال میں کہ وہ قبر کی مٹی سر سے جھاڑ رہی تھی اس لڑکی نے ماں سے کہا: ''ماں تجھے کس چیز نے اُبھارا کہ میں موت کی تکلیف دو مرتبہ برداشت کروں؟ اے ماں! تو صبر کر اور نیکی کر مجھے دنیا میں کوئی حاجت نہیں ہے''۔

پھر حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی: ''یا روح اللہ! اپنے رب سے التجا کریں کہ وہ مجھے دوبارہ آخرت کی طرف لوٹا دے اور موت کی تکلیف مجھ پر آسان کر دے''۔ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کی روح دوبارہ قبض ہو گئی اور اس پر زمین برابر ہو گئی۔

تاریخ مدینہ دمشق (ابن عساکر) جلد نمبر ۴۷ صفحہ نمبر ۳۹۳' تفسیر درمنثور (سیوطی) تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۹' تفسیر روح المعانی (آلوسی) تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۱

☆ ...... ایک بڑھیا عورت کا بیٹا فوت ہو گیا تو لوگ اسے دفن کرنے کے لیے چارپائی پر رکھ کر کندھا دے کر قبرستان کی طرف لے جا رہے تھے۔ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے زندہ ہونے کی دعا کی تو وہ وہیں پر زندہ ہو کر اس چارپائی سے اُٹھ بیٹھا اور اُٹھتے ہی لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر چارپائی سے نیچے اُتر آیا۔ زندوں جیسے کپڑے پہنے اور اپنی چارپائی خود اپنے سر پر اُٹھائی اور گھر واپس لوٹا پھر اس کی شادی ہوئی اور اس کے بچے بھی ہوئے۔ (تفسیر روح البیان (شیخ حقی) تحت سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۹)

☆ ...... حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ ایک قبرستان سے گزرے وہاں دیکھا کہ ایک عورت ایک قبر پر بیٹھی روتے ہوئے کہہ رہی ہے:

Scanned with CamScanner

''اے قبر اور مٹی کے مکین! قبر نے تیری جوانی کے ساتھ کیا کیا؟ قبر میں رہتا ہے جہاں کوئی ہم نشین نہیں ہے اور بند لحد جس کا کوئی بھی دروازہ نہیں ہے۔ تجھے کیا ہوا کہ تو کوئی بھی جواب نہیں دے رہا؟'' حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ تمہارا کیا لگتا تھا؟''

اس عورت نے کہا: ''یہ میرا بیٹا تھا''۔

آپ نے فرمایا: ''کیا تو چاہتی ہے کہ میں اسے اللہ کے حکم سے زندہ کر دوں؟''

اس نے کہا: ''ہائے کاش ایسا ہو جاتا''۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو وہ نوجوان اپنے جسم سے مٹی جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا اس کا رنگ زرد پڑ چکا تھا' جسم کمزور پڑ چکا تھا اور بال سفید ہو چکے تھے۔ اس عورت نے جب دیکھا تو نے انکار کرتے ہوئے کہا: ''میرا بیٹا تو نوجوان تھا یہ تو وہ نہیں ہے''۔ اس لڑکے نے جوابا کہا: ''میں ہی تیرا بیٹا ہوں''۔

اس عورت نے کہا: ''تجھے کس چیز نے تبدیل کر دیا؟'' اس نے کہا: ''منکر اور نکیر فرشتوں کے ڈرنے''۔

(شرح حزب الوسیلہ (السفینہ قادریہ) صفحہ نمبر ۱۹۴)

(۱۷۱)

درویشانِ خدامست

حضرت قمر الملت والدین خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے داد باغ والے قبرستان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اس قبرستان میں بڑے بڑے مراتب اور منزلوں کے مالک پرانے درویش موجود ہیں۔ ایک مرتبہ ایک مجذوب صاحب دادا شیر کرم علی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار سے حاضری دے کر شیخ عبدالجلیل صاحب کی قبر پر آیا تو کہنے لگا میں تو اسی کو سمجھا تھا کہ تمام اہالیانِ قبرستان سے بڑے ہیں لیکن اس قبر والے تو بہت ہی زیادہ مرتبہ والے شیخ صاحب کا نام عبدالجلیل ہے۔ پیر سیال ان کو پیر پٹھان کے پاس لے گئے تھے اور عرض کیا کہ یہ ایک درویش ہیں اور ان کو میں لایا ہوں ان کی زبان بہت سست ہے' حافظہ میں بہت کمزور ہیں بلکہ اھد نا الصراط المستقیم تسبیح پر یاد کرتے ہیں۔ پیر پٹھان رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ صاحب کو فرمایا ''ارے تے جل'' یعنی میرے نزدیک آ۔ جب شیخ صاحب قریب ہوئے تو فرمایا: اب ٹھیک ہو جائے گی۔ چنانچہ شیخ صاحب واپس آئے تو قرآن مجید کے حافظ تھے اور قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا حتیٰ کہ خواجہ شعاع الدین صاحب حضرت ثانی صاحب تینوں بھائی شیخ صاحب کے پاس حافظ ہوئے۔ شیخ صاحب اتنے بڑے حافظ عالم ہوئے کہ سات سات حافظوں کی اکٹھی منزل سنا کرتے تھے۔ شیخ صاحب پیر سیال کو اتنے پیارے تھے کہ ایک بار یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ جس آدمی کا معصوم بچہ فوت ہو چکا ہو قیامت کے دن وہ بچہ ماں باپ کی شفاعت کرے گا؟ پیر سیال نے فرمایا ہم نے بھی ایک اپنا معصوم بھیجا ہوا ہے لوگوں نے دریافت کیا کون ہیں؟ فرمایا شیخ عبدالجلیل ہیں۔ پیر سیال ہمیشہ عصر کے وقت شیخ صاحب کے مزار پر آیا کرتے تھے۔ شیخ

صاحب کے مزار کے پاس قاضی احمد صاحب نوشہروی مرحوم کا مزار ہے' ان کے ساتھ غربی جانب سوختہ صاحب کا مزار ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب مولوی محمد امین صاحب نکوچی لانگری احمد دین صاحب' درویش علی منڈا صاحب' شریف حسین شاہ صاحب یہ سب پیر سیال کے پرانے درویش ہوئے ہیں۔

علی منڈا جب یہاں حاضر ہوا تو کہا بہت دُور سے اور لمبے سفر کا ارادہ کر کے آیا ہوں یہاں سے تونسہ شریف جاؤں گا۔ مہار شریف دہلی شریف اور مدینہ منورہ حاضری دوں گا۔ یہ ارادے ظاہر کیے لیکن فوت یہیں ہو گئے۔

شاہ عبدالقادر صاحب روزانہ پندرہ پارے منزل سات ختم دلائل الخیرات کے دوسری عبادات کے علاوہ کرتے تھے۔ ان کا وصال مسجد میں ہوا۔ مولوی امین نکوچی کو ان کی خدمت کے لیے مقرر فرما دیا اور فرمایا یہ خدا کا نور ہے' مسجد میں رہے گا۔ پیشاب پاخانہ انہوں نے بالکل نہیں کیا (جب تک مسجد میں رہے) جب فوت ہوئے تو جمعۃ المبارک کا دن تھا جب جنازہ کے لیے چارپائی باہر نکالتے تو بارش ہو جاتی' اندر لا کر رکھ دیتے تو رُک جاتی تھی۔ کئی بار ایسے ہی کیا گیا بالآخر حضرت خواجہ شعاع الدین صاحب نے فرمایا یہ وقت کا غوث ہے اور غوث کا جنازہ بارش میں ہوا کرتا ہے لہٰذا ان کا جنازہ بارش ہی میں پڑھایا جائے۔ چنانچہ مینہ برستا رہا اور جنازہ پڑھا گیا۔

علی منڈا پیر سیال کا پیارا درویش تھا' لنگر شریف کی لکڑیاں لایا کرتا تھا۔ ثانی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بوقتِ بیعت کہتا تھا مجھے الست بربکم والا عہد یاد آیا اور اس وقت کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے لوگوں کو بھی بوقتِ بیعت میں نے دیکھ لیا معذور ہونے کے باوجود گارے کی گھاڑیاں بناتا' بیعت کرنے سے پہلے چور تھا بارہ بھینسیں اکٹھی چوری کر کے دریا سے پار کر لاتا اور بارہ بارہ میل نیچے دریا سے باہر نکالتا۔ ایک دفعہ ثالث غریب نواز کے زمانہ میں قوالی سنتے ہوئے وجد میں آ گیا۔ سخت بارش ہوئی لیکن وجد ہی کی حالت میں بارش میں بیٹھا رہا اور بارش ذرا بھر معلوم نہ ہوئی۔ (ثانی صاحب کے ساتھ بیعت سے بعد والے ملفوظات حضرت خواجہ فخر الدین صاحب سیالوی مدظلہ العالی نے فرمائے)

قاضی احمد نوشہروی کا حال

۲۳ر جمادی الآخر ۱۳۸۸ھ آپ نے فرمایا: ''قاضی احمد نوشہروی بہت بڑے عالم تھے اس زمانے میں ڈیڑھ سو روپیہ ان کی تنخواہ تھی۔ پیر سیال اعلیٰ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔ پیر سیال کا نام بھی سننا پسند نہ کرتے تھے اگر کوئی آپ کا نام لیتا تو طرح طرح کے ناشائستہ کلمات کہتے۔ ایک بار میاں امام بخش صاحب بلوچ وہاں گئے جب سیال شریف سے روانہ ہوئے تو پیر سیال نے فرمایا: قاضی احمد کو میرے سلام دینا اس نے عرض کیا غریب نواز وہ تو آپ کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتا اور ناشائستہ کلمات کہتا ہے۔ آپ کے سلام کا جواب کیا دے گا؟ آپ نے فرمایا' تم میری طرف سے ضرور اسے سلام دینا۔ چنانچہ جب امام بخش نے وہاں پہنچ کر حضرت غریب نواز کے سلام دیئے تو قاضی احمد نے پوچھا کون ہو؟ جواب دیا میں سیال شریف کا درویش ہوں اور حضرت صاحب نے آپ کو سلام دیا ہے۔ دھیمے سے لہجہ میں بولا مجھے سلام دیا ہے' اچھا وعلیکم السلام! کچھ دیر خاموش رہا اور بعد میں استعفیٰ لکھ کر دے دیا اور یہاں سیال شریف حاضر ہو گیا پھر تمام عمر یہاں رہا۔ پیر سیال کے سلام میں وہ اثر بھرا تھا کہ سوائے حاضری کے آرام نہ آیا۔ فوراً پہنچ گیا۔ بالآخر ان کے والد یہاں حاضر ہوئے اور کہا تو پڑھاتا تھا تیرے بھائی بہنوں اور گھر کا گزارہ اخراجات وغیرہ تیری ہی تنخواہ سے ہوا کرتے تھے اب تمام گھرانہ کے اخراجات بند ہو چکے ہیں یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ اور وہاں بھی اسی ذات کی توجہ ہوگی' گھر واپس آؤ تو جواب دیا کہ سمجھنا میں مر گیا ہوں۔ بہر حال واپس نہ گئے یہیں فوت ہو گئے۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے غربی جانب متصل ہی قاضی احمد مرحوم کا مزار ہے''۔

فرمایا حاجی سجاول نے بیان کیا: ''حضرت کے زمانہ کے بعد قاضی صاحب کی خدمت میرے ذمہ لگائی گئی تھی۔ میں وضو کراتا اور دیگر ہر طرح کی خدمت میں رات دن ان کے پاس رہتا۔ ایک دن فجر کی نماز سے پہلے قاضی صاحب نے فرمایا: مانہہ تیمم کا ڈھیلہ دو''۔ ڈھیلہ پیش کیا' تیمم کر کے دوزانوں بیٹھے کے بیٹھے ہی رہے۔ میں نے کہا دن ہو چکا ہے۔

پھر عرض کیا سورج طلوع ہو گیا ہے پھر عرض کیا نصف پہر کا وقت ہو گیا ہے دیکھا تو وہ فوت ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا حدیث شریف خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام (زمانہ جاہلیت میں جو تم میں بہتر تھا اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی وہ تم سے بہتر ہے) کا یہی مطلب ہے۔

۳ جمادی الاخری ۱۳۹۳ھ بعد از نمازِ ظہر فرمایا مولوی محمد امین صاحب نکوچی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا: یہاں سیال شریف باغ میں کھٹیاں ہوتی تھیں، تھیں تو کھٹیاں لیکن سنگتروں سے زیادہ لذیذ تھیں۔ ایک بار پیر سیال نے درویشوں میں تقسیم فرمائیں۔ ایک مجھے بھی دی۔ میں چھلکا سمیت کھا گیا تو تمام کی تمام لذیذ تھیں۔ فرمایا یہ کیا تھا۔ محض اعتقاد، عشق اور محبت تھی۔ ہے کھٹی لیکن چھلکا بھی کھا لیا، اندازہ لگائیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق و محبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کس حد تک ہوگا۔ مولوی محمد امین صاحب کے پاس کیمیائے سعادت میں نے پڑھی تھی۔ وہ میرے استاد بھی تھے۔ کیمیا اصل عربی میں بھی ہے اور فارسی میں بھی۔ دونوں امام غزالی نے خود تصنیف فرمائی ہیں، ان کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

۲۳ رمضان المبارک بروز خمیس بوقتِ زوال شریف حسین شاہ صاحب کا وصال ہوا۔ یہ مجذوب فقیر عرصہ بیس سال آستانہ عالیہ سیال شریف پر رہا۔ پیر سیال کا غلام خاص تھا۔ شاہ صاحب کی فقیری کے متعلق فرمایا:

''مولوی شریف حسین شاہ مرحوم بڑے بلند مرتبہ والا ولی اللہ تھا، اسے چار پائی پر اس حالت میں پڑے ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک پاؤں نیچے لٹکا ہوا، آنکھیں پھیری ہوئی، بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا، بالکل فوت ہو چکا تھا۔ میں نے بُلایا مولوی جی کیا کیے ہوئے ہو؟''

یہ الفاظ سنتے ہی فوراً اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کہا:

''بالکل ٹھیک ہوں حالانکہ خدا کی قسم! وہ یقیناً فوت ہو چکا تھا اسی روز اس واقعہ کے بعد میں سرگودھا میں گیا تو آدمی پہنچا کہ مولوی شریف حسین شاہ صاحب فوت ہو گئے، موت تو ان لوگوں کے اپنے ہاتھ ہی میں ہوتی ہے''۔

فرمایا: ''اکثر اوقات لوگ انہیں لاہور، سرگودھا وغیرہ میں دیکھ کر سیال شریف حاضر ہوتے تو یہاں پہلے ہی سے چلتے پھرتے پاتے''۔

فرمایا: ''مولوی شریف حسین شاہ صاحب مرحوم کو دعا کے لیے کہا جاتا تو بعض اوقات کہتا کہ ہر ایک وقت دعا کے لیے نہ کہا کرو کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ دعا مانگنے پر مجھے نقصان ہوتا ہے''۔

فرمایا: ''ایک بار ہمارے گھر والے مکانات کے پیچھے جا کر روشن دان سے گھر والوں کو با آوازِ بلند کہا یہ تو پنی ہوئی چائے پیتے ہیں اور قمر الدین صاحب ''ان پنی'' چائے پی رہا ہے جب ہم دوسرے تیسرے روز گھر آئے تو گھر والوں نے دریافت کیا فلاں تاریخ فلاں وقت آپ کہاں تھے اور کیا شغل اس وقت تھا تو میں نے کہا سرکی شریف میں اسی دن فلاں وقت چائے پی رہا تھا پھر پوچھا چائے کس طرح تھی؟ بتایا: اچھی تو تھی لیکن ان پنی تھی''۔

فرمایا: ''اپنے آپ کو چھپانے کے لیے مولوی صاحب نے عجیب انداز اختیار کیے ہوئے تھے۔ اپنے معتقد لوگوں سے تو کہتا کہ سو سو روپیہ نکالو اور غیر معتقد لوگوں سے خدمت کراتا اور پھر گالیاں دیتا تا کہ مجھ سے نفرت کریں''۔

ہر کہ خود را کم زندہ مرد آں بود

فرمایا: ''جب میں نے ''مذہب شیعہ'' کتاب لکھی تو شریف حسین ایک نسخہ لے کر جہانیاں شاہ میں گیا اور وہاں جا کر شیعہ سادات صاحبان کو کہا شاہ جی یہ کتاب پڑھا کرو، بہت اچھی اور نہایت مفید ہے۔ یہ بھی تبلیغ کا کام کیا کہ اہلِ تشیع کے سرداروں کے پاس لے جا کر بغیر کسی جھجک کے یہ کام سرانجام دیا جب شاہ صاحب کی بیوہ محترمہ و دیگر رشتہ داروں نے حاضر ہو کر یہ تمنا ظاہر کی کہ ان کی نعش کو اپنے وطن میں لے جائیں تو میں نے کہا: جس نے تمام زندگی اپنے شیخ کے در پر محض اس لیے گزار دی کہ قبر کی جگہ یہاں نصیب ہو جائے تو ہم اسے کس طرح یہاں سے بھیج دیں یہ ناممکن ہے''۔

فرمایا: ''ایک مرتبہ کسی مرید نے شاہ صاحب کو نیا کمبل آ کر پیش کیا۔ انہوں نے وہ مجھے پیش کر دیا۔ میں نے کہا تو خود اس کو اوڑھ لے جب تکرار بڑھا تو شاہ صاحب نے کہا:

Scanned with CamScanner

میرے پاس پہلا کمبل بھی ہے اور یہ بھی اوڑھ لوں، میں کوئی گدھا تو نہیں کہ اتنا بوجھ اُٹھائے پھروں۔ وہ لباس وخوراک بلکہ اپنے بدن کا تو خیال ہی نہیں فرماتے تھے“۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دمبدم
آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم
اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم
دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرے ہی ہاتھوں میں ہے دل یا شکم
اے مسلماں! اپنے دل سے پوچھ ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے خالی کیوں حرم

شریف حسین شاہ کے والد ماجد محمد طیب شاہ صاحب ساکن پدھری ضلع جہلم اعلیٰ حضرت پیر سیال کے خلیفہ تھے۔ اعلیٰ حضرت کی شان میں ایک منقبت لکھی جس سے درج ذیل شعر بھی ہیں

گراں شاہے شمس الدین بیاید در نظر مارا
فدائے پاک نعلینش نمائیم دین و دنیا را
نظم کردی بایں طرزے کہ گویا گوہر سفتی
نثارت چرخ اطلس میکند عقد ثریا را
جے لکھ لعل جواہر ہوون خفت تیری وچ پائیں
قربان کراں اسمان تے تارے خاک سیالاں تائیں

شریف حسین شاہ کے چچا مولوی محمد اکرم نے بھی درج ذیل اشعار بنائے۔

کلیم اللہ کہا موسیٰ نے میں ہوں
حبیب اللہ لقب ہے مصطفیٰ کا
کلیم اللہ بصد منت و زاری
ہوا طالب دیدار لقا کا
حبیب اللہ کو واں حق نے بلایا
جہاں پر گزر ہے نہ ماسوا کا

اعلیٰ حضرت پیر سیال کے تین صاحبزادے تھے۔ حضرت خواجہ محمد الدین صاحب حضرت خواجہ فضل الدین صاحب اور حضرت خواجہ شعاع الدین صاحب تینوں کے متعلق شریف حسین شاہ صاحب کے والد ماجد سید محمد طیب شاہ صاحب نے درج ذیل اشعار لکھے ہیں:

بخدمت ہر سہ صاحب زادگان اند
زقید ما سوا آزاد گاں اند
نجوم الاہتداء ہر خاص و عام اند
دلم گوید کہ مصباح الظلام اند
مشو فارغ زمن احقر نوازا
چوں من بیچار گاں را چارا سازا
چہ سازم چارہ چندیں جدائی
کجائی خواجۂ ما تو کجائی

(انوارِ قمریہ)

(۱۷۲)

کہ آفتاب پہ غالب ہے روشنی ان کی

محدث ابونعیم نے مسلم جندی سے روایت کی ہے کہ حافظ حدیث امام طاؤس نے اپنے صاحب زادے کو یہ وصیت فرمائی تھی: ''بیٹا! تم مجھے قبر میں دفن کرنے کے بعد میری قبر میں سوراخ کر کے دیکھنا اگر تم مجھے قبر میں نہ پاؤ تو حمد الٰہی کرنا اور خدا کا شکر بجالانا اور اگر میرے بدن کو قبر میں موجود پاؤ تو پھر افسوس کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ دینا''۔

چنانچہ امام طاؤس کو دفن کرنے کے بعد ان کے صاحب زادے نے وصیت پر عمل کیا تو نہایت خوش ہو کر لوگوں سے بیان کیا: ''قبر میں ان کے والد کا بدن موجود نہیں ہے''۔

(شرح الصدور، ص:۸۲)

قبر کے اندر سے زندوں کے سوال کا بلند آواز سے جواب دینا اور قبر سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو کر چلا جانا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ خداوندِ عالم نے اہل اللہ کو ان کی قبروں میں حیاتِ جسمانی کی کرامت سے سرفراز فرمایا ہے اور تصرفات کی طاقت بھی عطا فرمائی ہے: کاش علماء سوء اس حقیقت سے آشنا ہو جاتے کہ

تصرفات ولایت وہ چاند تارے ہیں
کہ آفتاب پہ غالب ہے روشنی ان کی

(روحانی حکایات)

(۱۷۳)

قبر کے اندر مہکتے پھول

محدث ابن ابی الدنیا نے کتاب الرقۃ والکار میں تحریر فرمایا:

''داؤد عجلی محدث کی وفات کے بعد جب لوگوں نے ان کو قبر میں اُتارا تو دیکھا کہ پوری قبر میں بالکل تر و تازہ پھول بچھے ہوئے ہیں، کچھ لوگوں نے چند پھولوں کو اُٹھا لیا تو ستر دنوں تک وہ پھول بدستور تر و تازہ رہے اور بالکل نہیں مرجھائے''۔

چنانچہ جب اس کا چرچا ہو گیا تو اطراف و جوانب سے انسانوں کا ہجوم شہر میں ان پھولوں کی زیارت کے لیے آنے لگا۔ امیر شہر نے انسانی ہجوم سے خوف کھا کر ان پھولوں کو حکومت کے قبضے میں لے لیا مگر گورنمنٹ ہاؤس میں پہنچتے ہی وہ پھول ایک دم غائب ہو گئے اور کسی کو یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کب؟ کیسے اور کہاں غائب ہو گئے۔

(شرح الصدور، ص:۸۲)

(۱۷۴)

ہائے! میں تو نماز پڑھتا تھا

حضرت سیّدنا عبید اللہ بن محمد مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہمارے ایک دوست نے بتایا: ایک مرتبہ میں اپنی زرعی زمین کی طرف گیا' مغرب کا وقت ہوا تو نمازِ مغرب ادا کی۔ قریب ہی ایک طرف قبر تھی ابھی میں نماز سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اچانک رونے کی آواز آنے لگی میں نے غور سے سنا تو قبر سے یہ درد بھری آواز آئی: ''ہائے! میں تو نماز بھی پڑھتا تھا' میں تو روزے بھی رکھتا تھا''۔

یہ آواز سن کر مجھ پر لرزہ طاری ہوگیا۔ میں نے ایک شخص کو بلایا تو اس نے بھی وہی آواز سنی جو میں سن رہا تھا پھر میں خوف زدہ و متعجب ہوا۔ دوسرے دن میں نے پھر اسی مقام پر نمازِ عصر ادا کی' غروبِ آفتاب تک وہیں بیٹھا رہا اور نمازِ مغرب ادا کی' قبر سے پھر یہ درد ناک آواز سنائی دی: ''ہائے! میں تو نماز بھی پڑھتا تھا' میں تو روزے بھی رکھتا تھا''۔

مسلسل اسی طرح آواز آتی رہی۔ میں غمگین و پریشان اپنے گھر کی طرف چلا آیا' مجھے بخار چڑھ گیا اور دو مہینوں تک اسی میں مبتلا رہا''۔ (عیون الحکایات)

(اللہ تعالیٰ ہمیں تمام گناہوں سے محفوظ رکھے' نماز روزے کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ گناہوں سے بچنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ مذکورہ حکایت میں جس مردے کا ذکر ہوا وہ نماز روزے کا پابند تھا لیکن اس کا کوئی گناہ ایسا ہوگا جس کی اسے سزا مل رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عذابِ قبر سے محفوظ رکھے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے)

کب گناہوں سے کنارہ میں کروں گا یارب!
نیک کب اے میرے اللہ! بنوں گا یارب!
کب گناہوں کے مرض سے میں شفا پاؤں گا
کب میں بیمار مدینہ کا بنوں گا یارب!

(۱۷۵)

عادل حکمرانوں کے ساتھ زمین کا سلوک

بیان کرتے ہیں: ''خلیفہ مامون کو کسریٰ کے اس انصاف کی خبر پہنچی جس پر وہ عمل درآمد کرتا تھا اس نے کہا: ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عادل بادشاہوں کے جسموں کو زمین خراب نہیں کرتی اور میں نے عزم کیا ہے کہ شاہ کسریٰ کے حق میں اس کا امتحان کروں''۔

چنانچہ خلیفہ بذاتِ خود شاہ کسریٰ کے شہروں کی جانب متوجہ ہوا اور اس کی قبر کھولی اور بذاتِ خود اس میں اُترا اور اس کا چہرہ کھولا۔ پس ناگاہ وہ کیا دیکھتا ہے کہ اس کا چہرہ چمک رہا ہے اور وہ کپڑے جو اسکے جسم پر ہیں اپنی تازگی پر باقی ہیں' ان میں کچھ بھی تغیر نہیں آیا ہے اور اس کی انگلی میں یاقوت سرخ کی ایک ایسی انگوٹھی دیکھی کہ اس کی نظیر بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں تھی اور اس پر کچھ فارسی میں لکھا ہوا تھا۔ پس خلیفہ مامون کو انتہا درجہ کا تعجب ہوا اور فرمایا: ''یہ مجوسی آدمی ہے جو آگ پوجتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے انصاف کو جو یہ رعیت کے بارے میں کرتا تھا' ضائع نہیں کیا''۔

پھر مامون نے حکم دیا کہ وہ ایسے پارچۂ دیبا سے چھپایا جائے جو سونے سے مرصع اور آراستہ ہو اور اس پر اس کی قبر کو جیسے کہ وہ پہلے تھی کر دیا اور مامون کے ساتھ ایک ہیجڑا خادم بھی تھا۔ پس اس نے مامون کو غافل پا کر وہ انگوٹھی مذکورہ لے لی۔ چنانچہ جب مامون کو خبر ہوئی تو اس نے اس غلام کو سو کوڑے مارے اور سندھ کی طرف نکال دیا اور وہ انگوٹھی کسریٰ کی انگلی میں جیسی کہ پہلے تھی دوبارہ پہنا دی اور کہا: ''اس خادم نے بادشاہانِ عجم کے سامنے مجھے رسوا کرنا چاہا حتیٰ کہ وہ کہیں گے کہ مامون قبروں کا کھودنے والا اور کفن چور تھا''۔

پھر اس نے حکم دیا کہ کسریٰ کی قبر پر رانگ پگھلایا جائے یہاں تک کہ وہ اس کے بعد کھولی نہ جا سکے۔ (انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(۱۷۶)

نابینا بینا اور مردہ زندہ ہوگیا

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دو اُمتی انطاکیہ شہر میں تبلیغ کے لیے بھیجے وہاں کے بادشاہ نے انہیں قید کرلیا اس پر حضرت سیّدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اور اُمتی شمعون کو بھیجا جس نے حکمتِ عملی سے ان کو بادشاہ کے دربار میں بلوا لیا اور ان کو اپنے مذہب کے برحق ہونے پر دلائل دینے کے لیے کہا، شمعون نے فرمایا: ''تمہارا حال اس عورت جیسا ہے جس کے ہاں عرصہ دراز کے بعد بچہ پیدا ہوا اور اس نے اس خوشی میں کہ وہ جلد جوان ہوجائے اُسے روٹی کا ٹکڑا کھلا دیا۔ وہ بچہ فوراً مرگیا''۔

شمعون بادشاہ کے پاس چلا گیا اور پھر ان دونوں کو مناظرے کے لیے بُلا لیا جب وہ آئے تو بادشاہ نے کہا: ''تمہیں کس نے بھیجا ہے؟''

حضرت شمعون نے کہا: ''اس خدا نے جس نے سب کو پیدا کیا اور اس کا کوئی شریک نہیں''۔ بادشاہ نے کہا: ''اس کی کوئی صفت بیان کرو لیکن مختصر جملے میں''۔

حضرت شمعون نے کہا: ''ہمارا خدا وہ ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اس کا حکم فرماتا ہے''۔ بادشاہ نے کہا: ''اس کی کوئی دلیل دو''۔

حضرت شمعون نے کہا: ''بادشاہ جو آرزو کرے ہم بفضلہٖ تعالیٰ پوری کردیں گے یہی ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے''۔

چنانچہ بادشاہ کے حکم سے ایسا نوجوان لایا گیا جس کی آنکھوں کا نہ صرف نور ختم ہو چکا تھا بلکہ چشم خانے بھی مٹ کر چہرہ کی طرح چپٹا بن گئے تھے' چہرہ برابر ہوگیا تھا۔ انہوں نے اس نوجوان کے لیے دعا کی تو آنکھوں کی جگہ پھٹی پھر انہوں نے مٹی کے ڈھیلے بنا کر آنکھوں میں رکھ دیئے۔ بفضلہٖ تعالیٰ وہ نوجوان تندرست ہوگیا اور مکمل بینائی سے دیکھنے لگا اس پر

بادشاہ بہت متعجب ہوا تب شمعون نے بادشاہ سے کہا: ''کیا تمہارا معبود اس طرح کرسکتا ہے؟'' بادشاہ نے کہا: ''اے شمعون! آپ سے کیا چھپاؤں' حقیقت یہ ہے کہ ہمارے معبود ایسے ہیں کہ نہ کچھ دیکھ سکتے ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان''۔

بادشاہ نے مذکورہ بالا کرامت دیکھ کر کہا: ''یہاں ایک بچے کو فوت ہوئے سات دن ہو گئے ہیں اس کا باپ جاگیر پر گیا ہوا ہے' بچے کو ابھی دفن نہیں کیا گیا اس کے باپ کا انتظار ہو رہا ہے' مجھ سے مشورہ لیا گیا تو میں نے بھی اس کے انتظار کا ہی کہا ہے۔ کیا ان مبلغین کا رب اس بچے کو زندہ کرسکتا ہے؟'' مبلغین کہنے لگے: ''کیوں نہیں!'' بادشاہ کے حکم سے مردہ بچہ لایا گیا' مبلغین نے کھلم کھلا دعا کی اور شمعون نے دل میں اس پر وہ مردہ بچہ (باذن اللہ تعالیٰ) زندہ ہوگیا۔ بچہ زندہ ہوکر بتانے لگا:

''میری جان نکلی تو مجھے سات دوزخوں میں پھرایا گیا اس لیے کہ میں کفر پر مرا تھا اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ شرک سے بچو اور کفر سے توبہ کرکے ایمان لے آؤ ابھی میں آسمان کے دروازے کھلے دیکھ رہا ہوں اور حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے یاروں کی قبولیت کی سفارش کررہے ہیں اور فرماتے ہیں: ''اے اللہ! ان کی مدد فرما اس لیے کہ وہ میرے قاصد ہیں'۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ کیا سن لو میں کہتا ہوں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ عِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ
وَكَلِمَتُهٗ وَاَنَّ هٰؤُلَآءِ الثَّلَاثَةَ رُسُلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت عیسیٰ روح اللہ اور اس کے کلمہ ہیں اور یہ تینوں اللہ تعالیٰ کے رسول کے قاصد ہیں''۔

بادشاہ نے کہا: ''وہ تینوں کون ہیں؟'' بچے نے کہا: ''وہ شمعون اور اس کے دوسرے دو ساتھی ہیں''۔

بادشاہ اس پر بہت متعجب ہوا جب شمعون نے سارا معاملہ بیان کیا تو بادشاہ بہت متاثر ہوا اور ایمان لے آیا۔ (تفسیر روح البیان (شیخ حقی) تحت سورۂ یٰس آیت نمبر ۱۴)

(۱۷۷)

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں

ربیع بن حراش اور ربعیہ بن حراش یہ دونوں بھائی بہت ہی نامور تابعی محدث ہیں۔ ان دونوں بھائیوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ خدا کی قسم! ہم اس وقت تک نہیں ہنسیں گے جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ہم جنتی ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں بھائی زندگی بھر کبھی نہیں ہنسے مگر جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا تو ان کے غسل دینے والوں کا بیان ہے کہ جب تک ہم لوگ ان دونوں کو غسل دیتے رہے برابر مسکرا مسکرا کر ہنستے رہے۔

(تہذیب التہذیب و شرح الصدور، ص: ۳۰)

اسی طرح محدث ابن عساکر راوی ہیں کہ ابو عبداللہ جلاء کے والد کا جب انتقال ہو گیا اور انہیں غسل دینے کے لیے تخت پر لٹایا گیا تو وہ ہنسنے لگے۔ چنانچہ جب لوگوں کو یہ شبہ ہو گیا کہ شاید یہ زندہ ہیں تو ایک طبیب حاذق کو بُلایا گیا اور اس نے اچھی طرح معائنہ کر کے یہ کہہ دیا کہ ان کی وفات ہو چکی ہے لیکن جب کوئی انسان ان کو غسل دینے کے لیے جاتا تو یہ ہنسنے لگتے اور وہ انسان ڈر کر بھاگ جاتا۔ چنانچہ جب سب غسالوں نے غسل دینے سے انکار کر دیا تو مشہور باکرامت ولی حضرت فضل بن حسین نے غسل دیا اور نمازِ جنازہ پڑھا کر دفن کر دیا۔ (شرح الصدور)

☆...... حضرت ربعی بن حراش کا بیان ہے:

''جب میرے بھائی ربیعہ بن حراش محدث کا انتقال ہوا تو ہم سب گھر والے ان کی میت کے پاس حاضر تھے۔ اتنے میں ایک دَم انہوں نے اپنے سر سے کپڑا ہٹا دیا اور ہم لوگوں کو سلام کیا، ہم لوگوں نے ان کے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: ''آپ مرجانے کے بعد

بھی بول رہے ہیں؟''

تو انہوں نے جواب دیا: ''جی ہاں! میں مر چکا اور موت کے بعد اپنے رب کے حضور میں حاضر بھی ہو چکا اور اس نے مجھے جنت کی راحت بخشی، بہشتی خوشبو اور استبرق کا لباس عطا فرمایا ہے اور اب تم لوگ میرا جنازہ اُٹھانے میں دیر مت کرو کیونکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے جنازہ پر نماز پڑھنے کا انتظار کر رہے ہیں''۔ اتنا کہا اور پھر بالکل بے جان ہو گئے۔

لوگوں نے جب اس واقعہ کو اُم المؤمنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا: ''میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری اُمت میں ایک ایسا شخص بھی ہوگا کہ جو مرنے کے بعد گفتگو کرے گا''۔

محدث ابونعیم نے اس روایت کو حدیث مشہور بتایا اور امام بیہقی نے اس واقعہ کو دلائل النبوۃ میں نقل کر کے فرمایا: اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔ (شرح الصدور، ص ۱۳۰)

☆...... قاضی بہاء الدین شرف الدین غازی ناقل ہیں: ''شیخ امین الدین محدث کا سفر میں انتقال ہو گیا۔ ہم لوگ ان کی نعش مبارک کو چارپائی پر اُٹھا کر قاہرہ شہر میں لانے لگے۔ شہر کے باہر سے کسی میت کو لانے کی بادشاہ کی طرف سے سخت ممانعت تھی جب شہر کے پھاٹک پر ہم لوگ پہنچے تو شیخ نے چارپائی پر لیٹے ہوئے اپنا ہاتھ اُٹھا کر ایک انگلی کو بلند فرما دیا۔ یہ دیکھ کر پہرہ داروں نے یہ سمجھا کہ مریض ہیں، وہ مردہ نہیں لہٰذا انہوں نے ہم لوگوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی''۔ (شرح الصدور، ص: ۸۶)

☆...... جب شہر منصورہ پر یورپ کے فرنگیوں نے حملہ کیا تو فقیہ بن عبدالرحمٰن نوری قرآنِ کریم کی آیت: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۔ پڑھ پڑھ کر مجاہدین میں جوش و جہاد کا جذبہ پیدا کر رہے تھے۔ نیرنگی تقدیر سے مسلمانوں کو اس محاذ پر شکست ہو گئی اور فقیہ عبدالرحمٰن نوری شہید ہو گئے۔ ایک فرنگی آپ کی لاش پر نیزہ مار کر بولا: ''کیوں؟ اے مسلمانوں کے خطیب! تم تو کہا کرتے تھے کہ شہید زندہ

Scanned with CamScanner

ہیں، تمہارا یہ اعلان کہاں گیا؟''

فرنگی کے منہ سے یہ جملہ نکلا ہی تھا کہ ایک دَم فقیہ عبدالرحمٰن نویری نے اپنا سر اُٹھا کر دو مرتبہ بلند آواز سے فرمایا: ''ہاں! ہاں! کعبہ کے رب کی قسم! ہم لوگ زندہ ہیں''۔

فرنگی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس نے آپ کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور آپ کی مقدس لاش کو اُٹھا کر شہر لے گیا اور وہاں آپ کا مزار بنایا۔ (شرح الصدور، ص:۸۶)

☆...... مشہور محدث خالد بن معدان تلاوتِ قرآن مجید کے علاوہ روزانہ تسبیح کے دانوں پر گن کر چالیس ہزار مرتبہ سبحان اللہ پڑھا کرتے تھے۔ وفات کے بعد جب ان کو غسل کے تختے پر لٹایا گیا تو برابر ان کی وہ انگلی ہلتی رہی جس سے وہ تسبیح کے دانوں کو پھراتے تھے۔ (شرح الصدور، ص:۹۱)

☆...... حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ میں فرمایا: ''احمد بن نصر خزاعی اعیان محدثین میں سے ہیں جن کو امام احمد بن حنبل کی طرح خلقِ قرآن کے مسئلے میں کوڑوں کی مار اور جیل کی مصیبت اُٹھانی پڑی، یہاں تک کہ خلیفہ بغداد واثق باللہ نے آپ کو شہید کرایا اور آپ کا سر کاٹ کر سولی پر لٹکا دیا اور نگرانی کے لیے ایک پہرہ دار بٹھا دیا اس پہرہ دار کا بیان ہے:

''رات میں خود بخود آپ کا سر قبلہ رُخ ہو جاتا تھا اور نہایت خوش الحانی کے ساتھ سورۂ یٰس کی تلاوت کرتا تھا جب اس واقعہ کا بغداد میں چرچا ہو گیا تو احمد بن نصر کے بھانجے ابراہیم بن اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے جب سنا کہ میرے ماموں کا سر سولی پر رات کو تلاوت کرتا ہے تو میں خود اس سولی کے پاس رات بھر رہا۔ چنانچہ خود میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ سر نے:

الٓمّٓ ○ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ○

کی آیت تلاوت کی جس کو سن کر میرے جسم کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا۔

(شرح الصدور، ص:۸۸)

(۱۷۸)

رحمتِ الٰہی کی برسات

حضرت سیدنا ابی بن کعب حارثی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ میں اپنے گم شدہ اونٹوں کو تلاش کرنے کے لیے نکلا تو اپنے برتنوں کو دودھ سے بھر لیا پھر میں نے دل میں کہا: ''یہ میں نے اچھا نہیں کیا' سارے برتن دودھ سے بھر لیے لیکن وضو کے لیے پانی وغیرہ بھرا ہی نہیں، میرا یہ عمل غیر منصفانہ ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے برتنوں کو دودھ سے خالی کیا اور پانی بھر لیا پھر اونٹوں کی تلاش میں چل دیا۔ میرے پاک پروردگار نے ایسا کرم فرمایا: جو برتن وضو کے لیے بھرے تھے ان میں تو پانی ہی رہا لیکن جو پینے کے لیے بھرے تھے وہ سب دودھ میں تبدیل ہو گئے۔ میں تین دن اونٹوں کی تلاش میں رہا اور تینوں دن مجھ پر اسی طرح رحمتِ خداوندی کی برسات ہوتی رہی پھر میں دریا کی طرف گیا تو ایک آواز سنائی دی: ''اے ابوکعب! بھنا ہوا گوشت چاہیے یا دودھ بہتر ہے؟ بے شک وہی پاک پروردگار بھوک و پیاس سے نجات دینے والا ہے۔''

پھر میں اپنی قوم کی طرف آیا اور انہیں یہ واقعہ بتایا تو قبیلہ بنوقتان کے سردار علی بن حارث نے کہا: ''میرا خیال ہے کہ جو کچھ تو کہہ رہا ہے یہ بس کہنے کی حد تک ہے''۔

میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال کو بہتر جانتا ہے''۔

پھر میں اپنے گھر آیا اور سو گیا۔ نمازِ فجر کے وقت کسی نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں باہر آیا تو سامنے قبیلہ بنوقتان کے سردار علی بن حارث کو پایا۔ میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، مجھے حکم فرمایا ہوتا تو میں خود حاضر ہو جاتا۔ آپ نے کیوں تکلیف کی؟''

Scanned with CamScanner

کہا: ''میں اس بات کا زیادہ حق دار ہوں کہ تمہارے پاس چل کر آؤں۔ سنو! آج رات جب میں سویا تو کسی نے میرے خواب میں آ کر کہا: ''تو وہی ہے نا جس نے اس شخص کی تکذیب کی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور عطاؤں کا تذکرہ کرتا ہے؟''

میری توبہ! میں آئندہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی عطاؤں اور نعمتوں کا ذکر کرنے کی باتوں میں شک نہیں کروں گا''۔ (عیون الحکایات)

(۱۷۹)

الف لیلیٰ کی خرافات

نقل ہے: ''فارس کے بادشاہوں سے ایک بادشاہ کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی عورت سے نکاح کرتا تھا تو ایک رات اس کے پاس شب باشی کرتا تھا اور دوسرے دن اس کو مار ڈالتا تھا۔ چنانچہ اسنے شہزادیوں میں سے ایک ایسی لڑکی سے نکاح کیا جو عقل مند اور سمجھ دار تھی پس جب بادشاہ اس کے پاس آیا تو اس نے افسانوں سے ایک افسانہ اور قصہ بادشاہ سے کہنا شروع کیا اور اس نے قصہ میں دوام اور طول کیا حتیٰ کہ رات گزر گئی اور قصہ اس قدر باقی رہا جو اس کے تمام ہونے کی طلب پر بادشاہ کو برانگیختہ کرتا تھا چنانچہ جب دوسری رات ہوئی تو بادشاہ نے اپنی بیوی سے قصہ کے تمام کرنے کی درخواست کی۔ پس اس نے قصہ کہا اور کچھ باقی رکھا اور اسی طریقہ پر اس نے ہزار راتیں بادشاہ کے ساتھ زندگی بسر کیں پھر وہ لڑکی اس سے حاملہ ہوئی اس نے بادشاہ سے حمل کا اظہار کیا اور اس کو اپنے حیلہ پر مطلع کیا۔ بادشاہ نے اس لڑکی کو عقل مند شمار کیا اور دانش مند سمجھا اور اس کی جانب مائل ہوا اور اس کو باقی رکھا۔ پس وہ قصہ جمع کیا گیا اور کتاب بنائی گئی اور اس کتاب کا نام الف لیلہ ''ہزار رات'' رکھا گیا اور وہ پوری کتاب گڑھا ہوا محض جھوٹ ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ فارس میں تمام خرافات اور افسانوں کا منشاء اور اصل الف لیلہ ہی ہے''۔ واللہ اعلم

(نوادر قلیوبی)

(۱۸۰)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سرِ انور

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''حضرت سیّدنا عیسیٰ اور حضرت سیّدنا یحییٰ بن زکریا علیہما السلام اپنے بارہ حواریوں کے درمیان میں جلوہ گر ہو کر لوگوں کو مسائل سمجھاتے رہتے تھے جو باتیں وہ لوگوں کو سمجھاتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ ماموں اور حقیقی بھانجی سے نکاح کرنا بھی منع فرماتے تھے۔ ان لوگوں کے بادشاہ کی ایک بھانجی تھی جو کہ بادشاہ کو بہت اچھی لگتی تھی اور وہ اس سے شادی بھی کرنا چاہتا تھا۔ علاوہ ازیں وہ ہر روز اس سے بدکاری بھی کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس لڑکی کی ماں کو جب یہ بات پہنچی کہ آپ اس نکاح سے منع کرتے ہیں تو اس نے اپنی بیٹی سے کہا: ''جب تو بادشاہ کے پاس جائے اور تجھ سے بادشاہ پوچھے کہ تجھے کوئی حاجت ہے؟ تم اس سے کہنا کہ میری حاجت یہ کہ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو ذبح کر دو''۔

چنانچہ جب وہ لڑکی بادشاہ کے پاس آئی تو اس نے اس کی حاجت کے بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے کہا: ''میری حاجت یہ ہے کہ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو ذبح کر دو''۔ بادشاہ نے کہا: ''اس کے علاوہ کچھ اور مانگ لو''۔

اس لڑکی نے کہا: ''میں تم سے بس یہی مانگتی ہوں اور کچھ نہیں''۔

چنانچہ جب اس نے کچھ بھی اور مانگنے سے انکار کر دیا تو بادشاہ نے ایک بڑا تھال منگوایا اور حضرت سیّدنا یحییٰ علیہ السلام کو بھی بلوایا اور آپ کو وہاں بڑی بے دردی کے ساتھ ذبح کر دیا۔ آپ کے مقدس خون کے قطرے زمین پر گر کر چمکتے رہے (مضطرب رہے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بختِ نصر کو مسلط کر دیا اور اس کے دل میں یہ بات ڈال دی

کہ وہ ان کو اس خون پر قتل کرتا رہے یہاں تک کہ اس خون کو سکون آئے۔ چنانچہ اس نے ستر ہزار لوگوں کو قتل کر دیا۔

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب بادشاہ نے حضرت سیّدنا یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا تو اس لڑکی نے آپ کا سر مبارک سونے کے تھال میں رکھا اور وہ سر اس نے اپنی ماں کو تحفہ کے طور پر بھیج دیا پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا وہ سر اس تھال میں اس عورت سے کہتا ہے کہ نہ بادشاہ اس لڑکی کے لیے حلال ہے اور نہ ہی یہ لڑکی اس بادشاہ کے لیے حلال ہے۔ یہ بات حضرت سیّدنا یحییٰ علیہ السلام کے سر مبارک نے تین مرتبہ کہی۔ اس لڑکی کی ماں نے جب آپ کا سر مبارک دیکھا تو کہا: ''آج میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں اور ملک میں امن قائم ہو گیا ہے''۔

اس لڑکی نے ریشمی پوشاک زیب تن کی، ریشمی اوڑھنی اوڑھی اور ریشمی عبا پہنی پھر وہ محل کی چھت پر چڑھ گئی اس لڑکی نے کتے پالے ہوئے تھے جنہیں وہ انسانوں کا گوشت کھلاتی تھی۔ وہ اپنے محل پہ چل رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تیز آندھی بھیج دی اس آندھی نے اس کو اور اس کے کپڑوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اسے اس کے کتوں کی طرف گرا دیا جب وہ گری تو ان کتوں نے اسے مارے بغیر اس کو نوچ نوچ کر کھانا شروع کر دیا اور اس کی ماں دیکھ رہی تھی جو آخری چیز انہوں نے اس کی کھائی وہ اس کی دونوں آنکھیں تھیں اس طرح اس بدبخت کا خاتمہ ہو گیا''۔

من عاش بعد الموت (ابن ابی الدنیا) حدیث نمبر ۴۴، ۴۵

المستدرک (حاکم) جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۶۴۷

تاریخ مدینہ دمشق (ابن عساکر) جلد نمبر ۶۴ صفحہ نمبر ۲۰۷

Scanned with CamScanner

(۱۸۱)

غائبانہ مدد

حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی فرماتے ہیں: ''حضرت خواجہ ضیاء الدین علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ محمد الدین علیہ الرحمۃ (ثانی صاحب) کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے:

ٹوپی میلی صابن تھوڑا
بہہ بہہ کے توں دھو فقیرا
ہور وی نیواں ہو فقیرا
ہور وی نیواں ہو فقیرا

ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام (خواجہ قمر الدین سیالوی) نے فرمایا: ''جب ہندوستان سے جنگ شروع ہوئی تو میرے حضرت صاحب (ثالث غریب نواز) خواب میں مجھے گھوڑے پر ملے اور فرمایا: ''ہم جہاد پر جا رہے ہیں، تم بھی مکمل تیاری کر کے آؤ''۔

میں نے پوچھا: ''غریب نواز! پاکستان والے دینِ اسلام کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، ان کی طرف سے جہاد کیسے ہو سکتا ہے؟'' جواب دیا: ''مسلمانوں کے سر چھپانے کی جگہ تو ہے''۔

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب کی تمام زندگی جہاد فی سبیل اللہ میں انگریز کے خلاف گزری اب بھی مسلمانوں کی امداد میں شریکِ جہاد ہوتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں اولیاء اللہ کی نصرت و مدد سے ہی پاکستانیوں کو فتح نصیب ہوئی جو تمام عالم میں کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اکثر فوجیوں سے سنا گیا ہے:

''ہم نے اپنی آنکھوں سے بم اوپر سے آتے ہوئے اور دشمن کے گرائے ہوئے دیکھے

جو غیبی ہاتھوں کے ذریعے ہمارے سروں سے پہلے ہی ہٹا دیئے جاتے تھے''۔

نیز غائبانہ امداد کی ایک مثال بطورِ مشت نمونہ از خروارے پیش کرتا ہوں۔

حافظ شیر محمد صاحب (فوجی) نمبر ۳۰۲۳ ۱۲۷:۹۶ گوجرانوالہ آستانہ عالیہ سیال شریف حاضر ہوا۔ بتاریخ ۱۱ اپریل ۱۹۷۲ء بمطابق ۲۶ ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ اور کہا: ایک تیغ بند تعویذ کے لیے حاضر ہوا ہوں اس سے آپ نے جنگ کے حالات اور فوجیوں کی حالت دریافت کی تو اس نے بتایا: ''۱۹۶۵ء کی جنگ میں وہ بھی شامل تھا۔ مفصل حالات آپ نے استفسار فرمائے کہ یہ جو مشہور ہے کہ اس جنگ میں غائبانہ امداد ہوئی تھی، واقعی صحیح ہے یا ویسے ہی بناوٹ ہے؟ جواباً اس نے بتایا: میں صرف اپنا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ خود اندازہ لگا لینا۔ کہا:

''ہم اس جنگ میں لاہور سیکٹر پر تھے، ہماری تعداد پانچ سو تھی، انڈیا کی بمبارمنٹ اس طرح ہوئی کہ ہمارے ساتھی سو سے کم رہ گئے، خود ہماری حکومت نے بھی اعلان کر دیا کہ دشمن کی پانچ بٹالین فوج نے ہماری فوج پر کنٹرول کر لیا ہے، ہمیں بھی اپنے خاتمہ کا یقین ہو چلا تھا۔ صرف مورچوں میں موت کے منتظر تھے، دشمن کی پانچ بٹالین فوج ہم پر چھا چکی تھی تو ہمارے حوالدار نے جو خوشاب کے علاقہ کا تھا، ہم کو للکار کر کہا: ''مسلمانو! اسلام کی موت مرو، کتوں کی موت نہ مرو''۔

بس اس کا یہ کہنا تھا کہ ہم نے بیک آواز نعرۂ تکبیر لگایا اور ساتھ ہی نعرۂ حیدری لگا کر دشمن کا رُخ کیا تو تمام کے تمام دشمن واپس دوڑے، ہم نے حیرانگی ظاہر کی تو دوبارہ حوالدار نے کہا: ''اب ٹھہرو مت ورنہ ختم کر دیئے جاؤ گے''۔

پورے نو میل تک ہم نے دشمنوں کو بھگایا، ہمیں یقین تھا کہ محض غائبانہ امداد ہمارے شاملِ حال ہوئی ہے جس نے ہمیں دلیر بنایا اور دشمنوں کو موت نظر آنے لگی''۔ سبحان اللہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

''بزدل نہ بنو اور غم زدہ بھی نہ ہو تم ہی غالب ہو اگر تم مومن ہو''۔

ثالث رحمۃ اللہ علیہ کی غیرتِ اسلامی اس حد تک تھی کہ انگریز کو دیکھنا بھی پسند نہ

Scanned with CamScanner

فرماتے تھے۔ جنگِ عظیم میں کفار نے مقاماتِ مقدسہ یعنی بیت المقدس و بغداد اور دیگر مقاماتِ عالیہ پر جو حملے کیے اور مسلمانوں پر طرح طرح کے مصائب ڈھائے اس موقع پر پیر سیال رحمۃ اللہ علیہ کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

انگریز دشمنی واقعات کی روشنی میں

میرے حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ ذیل واقعات بیان فرمارہے تھے:

''آپ کے چچا صاحب زادہ محمد سعد اللہ صاحب نے فرمایا مجھ سے سنیے۔ فرمایا اس وقت انگریز حکومت کا سب سے زیادہ دشمن جس کا انہیں ہر وقت رات دن خطرہ رہتا تھا' وہ سجادہ نشین صاحب سیال شریف کی ذات بابرکات (ثالث) کا وجود تھا۔ انگریز یہ بات نہ صرف زبانی کہتے بلکہ ان کی تحریریں اخباروں اور اشتہاروں میں بھی ہوتی تھیں اور سی آئی ڈی اتنی تھی کہ جب ثالث صاحب کا وصال ہوا (جمعہ کے دن بوقتِ جمعہ) تو اتفاقیہ نواب خدا بخش انگریز گورنر کے پاس گیا تو اس گورنر نے نواب صاحب کو بتایا: سجادہ نشین سیال شریف کا وصال ہوگیا ہے۔ نواب صاحب نے حیران ہوکر پوچھا: ابھی تک ہمیں نہیں معلوم ہوا تمہیں کیسے معلوم ہوگیا بلکہ یہ خبر ہم ماننے کو تیار بھی نہیں ہے اس نے کہا ابھی میرے پاس وائرلیس ہوئی ہے اس سے یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ ہر وقت دن رات سیال شریف میں انگریز کے جراثیم رہتے تھے جن کا سوائے دشمن کے کسی کو علم نہ تھا۔

☆...... ایک مرتبہ مسٹر جکسن ڈپٹی کمشنر نے راجہ کفایت علی تحصیل دار شاہ پور کو بنگلہ نہنگ سے سیال شریف میں بخدمت جناب سجادہ نشین بھیجا کہ کم از کم خاموش ہوکر بیٹھ جائیں اور ۱۲ مربع زمین رکھنے والی جو موضع سیال شریف کے قریب ہے لنگر شریف کے خرچ کے لیے منظور فرمالیں۔ آپ نے تحصیل دار کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا پھر ڈانٹ کر کہا:

''دفع ہوجاؤ! تم لوگ میرے ایمان کا سودا کرنے آئے ہو''۔

پھر ڈپٹی کمشنر کا خود حاضر ہونا اور ۲۷ مربع زمین دینے کی خواہش کرنا مگر آنجناب نے اسے ملنے سے انکار کر دیا اور اس کے چلے جانے پر فرمایا:

''الحمد للہ! خدا نے میری آنکھوں کو فرنگی کی دید سے ہمیشہ محفوظ رکھا''۔

نیز فرمایا: ''یہاں کی تمام اراضی تو پہلے ہی سے ہماری ہے میں تو سمجھتا تھا کہ انگلستان میں مجھے اراضی دینا چاہتے ہیں''۔

☆...... علاوہ ازیں اس جنگِ عظیم میں جن لوگوں نے بھرتی ہوکر مسلمانوں سے مقابلہ کیا اور انگریزی حکومت کی خوشامد کرکے اسلام کے مخالف ہوئے تھے' ان لوگوں کے نام انگریز نے بڑے بڑے پتھروں پر کندہ کراکے بطور سند موضع کے نمبرداروں کے پاس بھیج دیے تھے۔ انہوں نے ڈیروں پر نصب کرائے۔

سجادہ نشین صاحب موضع سیال شریف سے سرکی شریف لے گئے تو وہاں نمبردار کے ڈیرہ پر ایک پتھر لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''تم لوگوں کو شرم نہیں آتی اسلام کے دشمن انگریز کے ماتحت رہ کر ایسے پتھر فخر کی صورت میں تم نے رکھے ہوئے ہیں؟''

آپ کے عبرت ناک اور غیورانہ الفاظ سن کر انہوں نے پتھر سے تمام نام کرید دیے تو سرکی شریف سے غلام محمد عرف ٹوٹھانے دار نے اس کی میل سرگودھا ڈپٹی کمشنر کو بھیج دی اور یہ لکھا کہ مولوی ظہور احمد (مرحوم) نے سجادہ نشین صاحب سیال شریف کے کہنے پر یہ نام مٹا دیے ہیں جب وہ میل ڈپٹی کمشنر کے پاس پہنچی تو واپس کرالی گئی کسی کو اُف کرنے کی طاقت نہ رہی۔ مخالف لوگوں کے منہ خاک آلود ہوئے اور خوب ذلیل و نادم ہوئے۔

☆...... نیز ۲ رجب المرجب ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر سجادہ نشین صاحب مرحوم نے ایک اعلان واجب الاذعان کتابچہ کی شکل میں چھپوا کر شائع کر دیا تھا جس کا مضمون اس طرح کا تھا کہ کوئی مسلمان فوجی نوکری اور پولیس کی بھرتی میں انگریز کی مدد نہ کرے خاص کر کے جو مسلمان آستانہ عالیہ سیال شریف سے تعلق رکھتے ہیں انہیں آگاہ فرمایا: وہ استعفیٰ دے دیں ورنہ سیال شریف سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا اور انتہا درجے کی تنبیہہ فرمائی تاکہ غیر مسلم سے بالکل تعلقات قطع کر کے انہیں کمزور کیا جائے اور وہ ذلیل و رسوا ہوں''۔

☆...... فرمایا: ''ایک دفعہ حضرت ثالث صاحب تونسہ شریف حاضری کے لیے جا رہے تھے' راستہ میں ایک جگہ قیام فرمایا وہاں کسی آدمی کی لکڑیاں' تربوز وغیرہ تھے۔ آپ کے

ساتھیوں نے توڑ توڑ کر آپ کے سامنے لا کر کھانے شروع کر دیئے۔ ایک مولوی صاحب آپ کے ساتھ تھے' ان کے دل میں غصہ آیا' کہنے لگے: ''ایک شیخ کامل ہو کر اپنے غلاموں کو غیر کے مال کھانے سے روکتے نہیں''۔

اتنے میں کھیت کا مالک آ گیا' بہت خوش ہوا اور عرض کی: ''غریب نواز! بڑا اکرم فرمایا ہے' ان سے بہترین تربوز دوسری طرف سے میں پیش کرتا ہوں''۔

اس نے اچھے اچھے تربوز چن کر پیش کر دیئے۔ آپ اس مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''مولوی صاحب! او صدیقکم (قرآن مجید کی آیت یاد دلائی' جس سے احباب کا مال کھانا جائز ہے) وہ آپ کا پیر بھائی ہوگا؟ یا غلام جس وجہ سے اسے بھی خوشی نصیب ہوئی اور آپ نے بھی اپنا مال سمجھتے ہوئے استعمال فرمایا''۔

مجاہد اعظم کا حافظہ:

حافظہ کا ذکر چھڑا تو فرمایا: ''پیر سیال کا حافظہ کمال درجہ کا تھا۔ مولانا اجمیری صاحب گھوڑے کا گوشت حلال بتاتے تھے۔ پیر سیال نے فرمایا' ممنوع ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا: ''کسی کتاب میں اس کی حرمت یا ممانعت نہیں آئی' ہم ممنوع کیسے کہہ سکتے ہیں؟''

آپ نے فرمایا: ''شمس الائمہ سرخسی کی کتاب مبسوط کی فلاں جلد لاؤ''۔

جب پیش کی گئی تو وہ عبارت سامنے نکال کر رکھ دی جہاں ممانعت کا ذکر تھا۔ فرمایا: ''عرصہ ہوا ہے' ایک مرتبہ یہ حوالہ میری نظر سے گزرا تھا اور اب تک یاد ہے حالانکہ مبسوط کی تیس جلدیں ہیں اور مطلوبہ جلد نکال کر سامنے رکھ دی۔

(المبسوط جلد ۱۱ ص ۲۳۳ میں ہے خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے' خچر اور گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا اور مقدام ابن معدیکرب سے بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر خچر' گدھے اور گھوڑے کا گوشت حرام ہے)

فرمایا: ''مولوی احمد دین گھانگی والوں کے صاحب زادہ کی شادی پر جب میرے حضرت غریب نواز تشریف لے گئے تو اس وقت مولوی صاحب کا صرف ایک ہی کوٹھا

(کمرہ) تھا جس میں رات حضور کو ٹھہرایا اور خود کچھ کانے وغیرہ کے گٹھوں کو آس پاس جمع کر کے درمیان میں بال بچوں کو رات بھر سُلا دیا۔ سردی کی رات اس حالت میں گزار دی' صبح کو جب حضرت صاحب نے استفسار فرمایا: مولوی صاحب تمہارے بال بچوں نے رات کہاں گزاری ہے تو عرض کی غریب نواز! یہیں آپ کے پڑوس میں۔ دوبارہ پوچھا: اور مکان تو تھا نہیں' کہاں رات گزاری؟ عرض کر دیا کہ بال بچوں کے ارد گرد کانوں کے گٹھے اکٹھے کر دیئے تھے چونکہ آپ نے مولوی صاحب کو نوازنا تھا اس لیے رات کو کچھ نہ فرمایا' صبح ان کی زبانی سننے پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ یہ واقعہ ۱۹۲۶ء کا ہے کیونکہ حضرت صاحب غریب نواز نے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ ۲۷ء آنے والا ہے جب دوسرے تیسرے سال ہم تونسہ شریف عرس سے واپس آئے تو اس وقت مولوی صاحب مذکورہ کے مکانات کا ایک محلّہ بن چکا تھا' پختہ مکانات اعلیٰ پیمانہ پر تعمیرات کا مکمل محلّہ بن گیا تھا۔ یہ صرف خاموشی ہی میں میرے حضرت غریب نواز نے نظرِ کرم سے نوازا''۔

پھر فرمایا: ''ایک مرتبہ میرے حضرت کھانا تناول فرما رہے تھے' چاول پکے ہوئے سامنے تھے' ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: ''میکون من عشق ڈاڈئیو''۔

آپ نے حاضرین سے پوچھا یہ کیا کہتا ہے؟ ایک نووارد درویش نے عرض کیا: ''من عشق کا مانگتا ہے''۔ آپ نے فرمایا: ''من کس طرح برداشت کر سکتا ہے' یہ ایک چاول تو برداشت کر کے دکھائے''۔

چنانچہ آپ نے ایک چاول دینے کو اُٹھایا اس نے منہ کھول دیا آپ نے اس کے منہ میں ڈال دیا۔ وہ کھاتے ہی اُٹھا اور دوڑتا ہوا کنوئیں کے کھاڈے (حوض) میں جا گرا۔ پانی میں پڑا رہا' جلن جلن کرتا رہا بالآخر وہاں سے اُٹھ کر واپس آ رہا تھا کہ کھجور کے درخت کے پاس آ کر گرا' جاں بحق ہو گیا۔ اچھی قسمت والا تھا عشقِ حقیقی ہی میں جان دی لیکن کمال تو اس کا تھا جو رکابی چاولوں کی کھا گیا اور حوصلے میں رہا۔ آفرین ہے اس کے حوصلہ کو''۔

فرمایا: ''ایک یہ واقعہ عبداللہ موچی نے مجھے سنایا تھا کہ میاں امام بخش بلوچ درویش حضرت صاحب کے پاس رہتا تھا' اس کی پنڈلی پر پھوڑا نکلا۔ پنڈلی بہت زیادہ خراب ہو گئی'

اسے ساہیوال لے گئے' ڈاکٹر نے ساتھیوں کو کہا: اس کی پنڈلی کو چیرا دینا ہے (آپریشن کرنا ہے) مضبوطی سے پکڑو اس نے کہا پکڑنے کی ضرورت نہیں جس وقت میں انگلی سے اشارہ کروں اس وقت چیرا دینا چنانچہ اپنے شیخ کے تصور میں مراقبہ کی صورت میں بیٹھ گیا اور انگلی سے اشارہ کر دیا تو ڈاکٹر نے بہت زیادہ لمبا چوڑا زخم کر دیا' خون پیپ وغیرہ سے اچھی طرح صاف کیا' بعد میں دھویا اور مرہم پٹی لگا دی' کافی کام کرنے کے بعد کہا اب کام ہو گیا ہے۔ میاں امام بخش صاحب نے پوچھا: زخم وغیرہ خوب صاف ہو گیا؟ جواب دیا بالکل درست کر لیا ہے اس وقت مراقبہ سے فارغ ہوئے''۔ (سبحان اللہ)

فرمایا: ''ایک شخص نہایت پریشانی کے عالم میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: ''غریب نواز! میرے ریوڑ میں بھیڑیا داخل ہو گیا ہے' کرم فرما دیں''۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ دیکھو امید ہے نقصان نہیں کرے گا''۔ جب اس نے جا کر دیکھا تو جس بھیڑ کو اس نے پکڑا تھا' وہ بھیڑیے کے سامنے بیٹھ کر اسے دیکھ رہی تھی۔ چنانچہ اس شخص نے بھیڑیے کے پاس جا کر بھیڑ کو پکڑ لیا''۔

فرمایا: ''احمد دین لانگری نے بتایا: ایک مائی زوجہ فتح محمد یہاں سیال شریف میں رہتی تھی اور حضرت صاحب کے حق میں سخت سست کہا کرتی تھی۔ میاں امام بخش صاحب جا کر اس کی حویلی والی دیوار پر چہرہ رکھ کر کہتے کہ سیال شریف کے لوگ پیارے ہیں لیکن اپنے مالک کا کتا جو ہوں بھونکنا تو ہے۔ یہ کہہ کر کتے کی طرح آواز نکال کر اوا کرتے' وہ گالیاں دیتی رہتی۔ یہ اسی طرح آواز نکالتے رہتے۔ آخر وہ تنگ آ کر رک جاتی تھی۔ حضرت صاحب کا اس مائی کے ساتھ معاملہ یہ تھا کہ ایک مٹھی رقم کی بھرپور کر کے اس مائی کے گھر تشریف لے جاتے' وہ خاموش ہو کر بیٹھے بیٹھے استقبال کرتی۔ آپ فرماتے' بہن کیا حال ہے؟ یہ فرما کر چارپائی پر بیٹھ جاتے' اٹھتے وقت وہ رقم وہیں رکھ دیتے' لوگ عرض کرتے غریب نواز! آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں وہ تو ناشائستہ الفاظ کہتی ہے' گالیاں دیتی ہے۔ آپ فرماتے' اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی ہے اس لیے میں یہ ضرور کرتا رہوں گا۔ خدا اسے ہدایت دے' کچھ کہتی پھرے جب آپ اس کے گھر سے باہر آتے تو وہ پھر گالیاں بکتی''۔ (انوار قمریہ)

(۱۸۲)

مگر محبت دینی کہ وہ نہیں جاتی

امام ابواسحاق فزاری کا شمار ان حدیث کے اماموں میں سے ہے جو درسِ حدیث فتاویٰ اور عبادت وریاضت کیساتھ ساتھ مصیصہ کی سرحد پر کفار سے جہاد بھی فرمایا کرتے تھے۔ بادشاہوں اور بدمذہبوں کی صحبت سے انتہائی نفرت فرماتے تھے۔ چنانچہ جب دمشق میں تشریف لائے تو ہزاروں انسان ان کے حلقۂ درس میں حاضر ہو گئے مگر آپ نے حدیث بیان کرنے سے پہلے اپنے ایک شاگرد ابومسہر کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ جتنے قدریہ مذہب والے اور بادشاہوں کے دربار میں جانے والے ہیں' سب میری درس گاہ سے نکل جائیں۔ چنانچہ جب یہ سب لوگ درس گاہ سے نکل گئے تو آپ نے حدیث کا درس شروع فرمایا۔ خلیفہ بغداد ہارون رشید کے دل میں بھی ان کی بے حد عظمت تھی چنانچہ ہارون رشید نے جب ایک زندیق کو گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا تو اس بددین نے کہا: ''آپ مجھے قتل تو کر رہے ہیں مگر ایک ہزار جھوٹی حدیثیں جو میں نے گڑھ کر مسلمانوں میں پھیلا دی ہیں' آپ ان کا کیا کریں گے؟''

اس وقت ہارون رشید نے کہا: ''بدنصیب! مجھے اس کی کیا فکر ہو گی' ابن اسحاق فزاری اور ابنِ مبارک تو موجود ہی ہیں۔ یہ دونوں محدثین چھلنی میں چھان کر تیری موضوع حدیثوں کا ایک ایک لفظ نکال پھینکیں گے''۔

مشہور بزرگ حضرت فضیل بن عیاض نے خواب میں دیکھا کہ وہ دربارِ رسالت اور شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ایک آدمی کی جگہ خالی دیکھی تو انہوں نے وہاں بیٹھنے کا ارادہ کیا مگر ارشاد ہوا کہ خبردار! یہ ابواسحاق فزاری کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ آپ کا وصال

Scanned with CamScanner

۱۸۶ھ میں ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص:۲۵۲)

ایسا مقبول محدث جس کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پہلو میں بیٹھنے کی جگہ عطا فرمائی، ان کا طرزِ عمل یہ تھا کہ دنیاداروں اور بدمذہبوں کو اپنی درس گاہ سے نکال کر حدیث کا درس شروع فرماتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء سلف کا یہی مقدس طریقہ رہا ہے کہ اللہ و رسول کے دوستوں سے دوستی اور اللہ و رسول کے دشمنوں یعنی گمراہوں اور بدمذہبوں سے دشمنی رکھی جائے جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ کسی کلمہ گو سے نفرت نہیں کرنی چاہیے، چاہے وہ کسی عقیدہ کا ہو انہیں امام ابواسحاق فزاری کے اس مبارک طرزِ عمل سے عبرت ونصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ خداوندِ کریم سب مسلمانوں کو ان سلف صالحین کے طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ درحقیقت ان بزرگوں کا طریقہ ہی سبیل المؤمنین اور صراطِ مستقیم ہے۔ کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہزار دشمنوں کا زوال ممکن ہے
مگر عداوت دینی، وہ نہیں جاتی
ہزار دوستیوں کا زوال ممکن ہے
مگر محبت دینی کہ وہ نہیں جاتی

(روحانی حکایات)

(۱۸۳)

بادشاہوں کی کھوپڑیاں

حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن بن عبداللہ خزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: ''ایک مرتبہ عظیم سلطنت کے عظیم بادشاہ حضرت سیّدنا ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جن کے پاس دنیوی سازوسامان وغیرہ کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے ایک جگہ بہت سی قبریں کھودی ہوئی دیکھیں، صبح سویرے ان قبروں کے پاس جاتے، انہیں صاف کرتے اور ان کے قریب ہی نماز پڑھتے۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ ان کی غذا درختوں کے پتے اور گھاس تھی۔ جنگل میں ان کے لیے گھاس اور سبزہ وافر مقدار میں موجود تھا، وہ اسے کھا کر اور تالابوں کا پانی پی کر گزارہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ حضرت سیّدنا ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سردار کو پیغام بھیجا کہ ہم سے آ کر ملو۔ قاصد نے بادشاہ کا پیغام دیا تو سردار نے کہا: ''ہمیں ان سے ملنے کی کوئی حاجت نہیں''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ جواب ملا تو خود سردار کے پاس گئے اور کہا: ''میں نے تمہاری طرف پیغام بھیجا تھا کہ ہم سے آ کر ملو لیکن تم نے انکار کر دیا تو میں خود ہی تمہارے پاس چلا آیا''۔

سردار نے کہا: ''اگر مجھے آپ سے کوئی حاجت ہوتی تو میں ضرور آپ کے پاس آتا، نہ مجھے آپ سے کوئی حاجت تھی نہ میں آیا''۔

حضرت سیّدنا ذوالقرنین علیہ الرحمۃ نے کہا: ''کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں ایسی خستہ حالت میں دیکھ رہا ہوں کہ کسی قوم کو ایسی حالت میں نہیں دیکھا؟''

سردار نے کہا: ''آپ نے ہمیں کس حالت میں دیکھا؟''

کہا: ''تمہارے پاس دنیوی ساز و سامان میں سے کچھ بھی نہیں، تم لوگ سونا وچاندی حاصل کر کے اس سے فائدہ کیوں نہیں اُٹھاتے؟''

سردار نے کہا: ''ہمیں دنیوی مال و دولت سے نفرت ہے کیونکہ جب بھی کسی شخص کو یہ چیزیں ملیں اس کے نفس نے لالچ کیا اور ان سے بھی اچھی چیزوں کا مطالبہ شروع کر دیا''۔

حضرت سیّدنا ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''میں نے دیکھا کہ تم لوگوں نے قبریں بنا رکھی ہیں روزانہ وہاں جھاڑو دے کر نماز پڑھتے ہو، تمہارے اس عمل کی کیا وجہ ہے؟''

کہا: ''ان قبروں کو دیکھ کر ہم عبرت حاصل کرتے ہیں، انہیں دیکھ کر ہماری لمبی لمبی امیدیں ختم ہو جاتی ہیں اور یہ ہمیں سامانِ عبرت مہیا کرتی ہیں''۔

حضرت سیّدنا ذوالقرنین علیہ الرحمۃ نے کہا: ''کیا وجہ ہے کہ تم لوگ گھاس اور پتے بطورِ غذا استعمال کرتے ہو؟ تم جانور کیوں نہیں پالتے کہ ان کا گوشت کھاؤ، دودھ پیو اور دیگر فوائد حاصل کرو؟''

سردار نے کہا: ''ہم وہ نہیں کہ ہمارے پیٹ ان کی قبر بنیں، ہم نے زمین پر گھاس اور سبزہ دیکھا تو اسی کو اپنی غذا بنا لیا۔ ابنِ آدم کو جینے کے لیے اس قدر غذا کافی ہے، لذیذ وعمدہ کھانوں کا مزہ صرف زبان کی حد تک ہوتا ہے جیسے ہی غذا حلق سے نیچے جاتی ہے، تمام مزہ ختم ہو جاتا ہے''۔ پھر سردار نے قبر سے ایک بوسیدہ کھوپڑی نکالی اور کہا: ''اے عظیم بادشاہ! کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''نہیں!''

سردار بولا: ''یہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت وطاقت عطا فرمائی، لوگوں پر اسے حاکم بنایا لیکن اس نے مخلوق خدا پر ظلم کیا اور بلا وجہ انہیں تنگ کیا جب اس کی سرکشی بڑھی تو موت کے ذریعے اس کی گرفت ہوئی پھر یہ پھینکے ہوئے بے جان پتھر کی طرح بے بس ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے تمام کاموں سے واقف ہے اب اس کے ہر عمل کا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا''۔

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے ۔۔۔ مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے ۔۔۔ جو آباد تھے وہ مکاں اب ہیں سُونے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ۔۔۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے
ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے ۔۔۔ مکیں ہو گئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے ۔۔۔ زمیں کھا گئی نوجوان کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ۔۔۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

سردار نے ایک اور کھوپڑی اُٹھائی اور کہا:

''اے عظیم بادشاہ! کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کس کی کھوپڑی ہے؟''

حضرتِ سیّدنا ذوالقرنین علیہ الرحمۃ نے کہا: ''بتاؤ! یہ کون ہے؟''

کہا: ''یہ بھی ایک بادشاہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت و بادشاہت عطا فرمائی اس نے جب دیکھا کہ مجھ سے پہلے جن بادشاہوں نے ظلم وستم سے کام لیا اور سرکشی اختیار کی وہ ذلیل وخوار ہوئے تو اس نے ان سے عبرت حاصل کی، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری اختیار کی، اللہ تعالیٰ سے ڈرا، اپنے ملک میں عدل وانصاف قائم کیا اور شریعت کی پابندی کرتے ہوئے اس دنیائے ناپائے دار سے رخصت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ وہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بروزِ قیامت اسے اس کے اعمال کا بدلہ عطا فرمائے گا''۔

پھر سردار نے حضرت سیّدنا ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ کے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''یہ بھی ان دونوں (کھوپڑیوں) کی طرح ہے۔ اے ہمارے عظیم بادشاہ! غور فرما لیں کہ آپ کا عمل اپنی رعایا کے ساتھ کیسا ہے؟''

قبر میں میت اُترنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب سردار کی فکرِ آخرت سے مملو (بھرپور) حکیمانہ گفتگو سنی تو کہا: ''کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے، میں تمہیں اپنا وزیر بناؤں گا، میرے تمام معاملات میں تم میرے ساتھ رہو گے جو مال و دولت میرے پاس ہے اس میں تم میرے برابر کے شریک رہو گے''۔

Scanned with CamScanner

سردار نے کہا: ''اے عظیم بادشاہ! آپ اپنی جگہ ٹھیک ہیں اور میں اپنی جگہ۔ ہم دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''آخر اتنے بڑے عہدے سے تم اِعراض کیوں کر رہے ہو؟'' سردار نے کہا: ''اس لیے کہ تمام لوگ آپ کے دشمن اور میرے دوست ہیں''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''لوگ میرے دشمن کیوں ہیں؟''

سردار نے کہا: ''اے عظیم بادشاہ! دنیوی مال ومتاع، حکومت وسلطنت کی وجہ سے اور اسی دنیوی دولت کے حصول کی خاطر وہ آپ کے دشمن ہو گئے ہیں اور میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے دشمنی کریں نہ لوگوں سے مجھے واسطہ پڑتا ہے اور نہ ہی وہ میرے دشمن بنتے ہیں، مجھے میری یہی زندگی پسند ہے''۔

سمجھ دار ومخلص سردار کی یہ باتیں سن کر عظیم بادشاہ حضرت سیّدنا ذوالقرنین علیہ الرحمۃ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ (عیون الحکایات) اللہ تعالیٰ ہمیں اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے، دنیوی غموں اور پریشانیوں سے نجات اور فکرِ آخرت عطا فرمائے۔

مسلمانو! اس حکایت میں ہمارے لیے عبرت کی بے شمار ہدایات ہیں۔ انسان کو گرد وپیش کے ماحول سے عبرت حاصل کرتے رہنا چاہیے، سمجھ دار وہی ہے جو موت سے پہلے اس کی تیاری کر لے، دنیوی زندگی بے حد مختصر ہے۔ ہر سانس موت کو ہم سے قریب کرتا جا رہا ہے جیسے ہی سانس کی مالا ٹوٹی ہمارا سلسلۂ عمل منقطع ہو جائے گا پھر حسرتِ افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا، اتنی بھی مہلت نہ دی جائے گی کہ ایک مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہہ کر اپنی نیکیوں میں اضافہ کر لیں۔ بس پھر ہم ہوں گے اور ہمارے اعمال۔ ہر ذی شعور پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ وقت کا ضیاع باعثِ ندامت ہے، سمجھ دار لوگ کبھی بھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں موت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

کچھ نیکیاں کما لے جلد آخرت بنا لے
کوئی نہیں بھروسہ اے بھائی زندگی کا

(۱۸۴)

اخلاصِ نیت

حکایت کرتے ہیں: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی لڑائی میں ایک شخص کو پچھاڑا اور اس کے سینہ پر بیٹھے تا کہ اس کا سر کاٹیں۔ پس اس شخص نے ان کے منہ پر تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے الگ ہو گئے اور اس کو چھوڑ دیا۔ کسی نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا چونکہ اس نے میرے منہ پر تھوک دیا اس لیے میں ڈرا کہ اب میرا اس کو مار ڈالنا کہیں غصہ کی وجہ سے نہ ہو اور پہلے تو میں خالص اور محض رضائے خداوندی کی وجہ سے اس کو قتل کرنے پر آمادہ تھا''۔ (قلیوبی)

☆...... بیان کرتے ہیں: ''ایک آدمی باارادۂ حج خراسان سے بغداد میں آیا اور اس کے ساتھ بہت مال تھا، اس نے کچھ مال زاہدوں میں سے ایک شخص کے پاس امانت رکھا اور اس سے کہا: میری واپسی تک اس کی حفاظت کرو اور چلا گیا اور حج کیا۔ پس جب واپس آیا تو وہ زاہد مر چکا تھا اس کے بعد اس نے اس کے اعزہ میں سے کسی سے اس امانت کا حال پوچھا اور کہا: کیا زاہد نے کسی کے لیے کچھ مال کی وصیت کی تھی؟ اس کے جواب میں اس کے اقرباء نے کہا: نہیں پھر اس حاجی مسافر نے اپنے مال لینے میں کوئی راہ نکالنے کے لئے بعض علماء سے دریافت کیا کہ: اس مال کے ملنے کی کیا سبیل ہے اور وہ کیونکر مل سکتا ہے؟ پس علماء نے اس سے کہا: تم کو مکہ معظمہ واپس جانا ضروری ہے اور تمہارا چاہِ زمزم پر کھڑا ہونا بھی لابدی ہے اس لیے کہ اس میں مومنوں کی روحیں ہیں اور تم اس شخص کا نام لے کر پکارو۔ پس اگر وہ جواب دے تو اس سے اپنے مال کا حال پوچھو۔ ورنہ چاہ برہوت جو شہر حضرموت میں واقع ہے وہاں جاؤ اور اس پر کھڑے ہو کر پکارو کیونکہ برہوت میں بدکاروں کی روحیں ہیں۔

Scanned with CamScanner

چنانچہ وہ شخص مکہ کی طرف گیا اور چاہ زم زم میں اس شخص کے نام سے پکارا۔ پس کسی نے اس کو جواب نہ دیا اس کے بعد وہ حضر موت گیا اور چاہ برہوت میں اس آدمی کا نام لے کر پکارا۔ پس اس نے اس کو جواب دیا پھر اس نے اس زاہد سے پوچھا: میرا مال کہاں ہے؟ اس نے کہا: فلاں مقام میں ہے۔ تم میرے لڑکوں کے پاس جاؤ اور ان کو وہ جگہ بتاؤ۔ وہ تم کو تمہارا مال دیں گے اس کے بعد اس مرد مسافر نے اس سے کہا: کیا تم عابد اور زاہد نہ تھے' کس چیز نے تم کو اس کنویں میں گرایا اس کے جواب میں زاہد نے اس سے کہا: میرے اعمال لغیر اللہ تھے اور ان میں خلوص اور للّٰہیت نہ تھی''۔ واللہ اعلم

(ایضاً)

(۱۸۵)

مردہ عورت زندہ ہوگئی

بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار تھا جو کہ ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔ اوباش لوگوں کے ایک گروہ نے سوچا کہ کسی طریقہ سے اسے اس عبادت خانہ سے نکالا جائے۔ چنانچہ وہ ایک فاحشہ عورت کے پاس گئے کہ تم اسے اپنا آپ پیش کر دو۔ وہ ایک بارش والی تاریک رات میں اس کے پاس گئی اور اس سے رات گزارنے کی استدعا کی: ''اے اللہ کے بندے! مجھے اپنے پاس رات گزارنے کا ٹھکانہ دو''۔

وہ عبادت گزار کھڑا نوافل کی ادائیگی میں مصروف تھا اور اس کے پاس چراغ جل رہا تھا اس نے اس عورت کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

اس عورت نے کہا: ''اے اللہ کے بندے! رات تاریک ہے اور بارش برس رہی ہے مجھے اپنے پاس ٹھکانہ دے دو''۔

وہ عورت اصرار کرتی رہی' یہاں تک کہ اس نے اس کو اپنے پاس ٹھکانہ دے دیا۔

وہ اس کے پاس چت لیٹ گئی اور وہ نوافل کی ادائیگی میں مصروف رہا۔

وہ عورت لیٹے لیٹے پہلو بدلتی رہی' یہاں تک کہ اس نے اپنے قابلِ مستور اعضاء ظاہر کر دیئے اور پھر اس نے اس کو اپنی طرف آنے کی دعوت دے دی۔

اس عبادت گزار نے کہا: ''اللہ کی قسم! ابھی نہیں' یہاں تک کہ میں یہ دیکھ لوں کہ میں آگ کیسے برداشت کرتا ہوں''۔

چنانچہ وہ چراغ کے قریب ہوا اور اس نے اپنی ایک انگلی جلتے ہوئے چراغ کے اوپر کر دی' یہاں تک کہ وہ انگلی جل گئی (کہ یہ آگ برداشت نہیں ہو رہی جہنم کی آگ کیسے

برداشت ہو سکے گی) پھر وہ نوافل کی ادائیگی میں مصروف ہو گیا۔

کچھ وقت کے بعد اس عورت نے پھر اسے اپنی طرف آنے کی دعوت دی وہ پھر اس کی طرف آنے کا خیال کرنے کی بجائے لوٹ کر اسی چراغ کے پاس گیا اور پھر اپنی انگلی اس چراغ پر رکھ دی، یہاں تک کہ وہ پھر جل اُٹھی۔

عورت نے یہ دیکھتے ہی ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ پس جب صبح ہوئی تو وہ اوباشوں کا گروہ اس کی طرف گیا تا کہ دیکھیں کہ رات کیا معاملہ ہوا؟

دیکھا تو وہ عورت مری پڑی تھی۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا اور کہنے لگے: ''اے دشمنِ خدا! اے ریاء کار! تو نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی اور پھر اسے قتل کر دیا''۔

وہ اسے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے اور انہوں نے اس کے خلاف گواہی دی۔

چنانچہ بادشاہ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

اس عبادت گزار نے کہا: ''ایک دفعہ مجھے دو نفل ادا کرنے کی مہلت دے دو''۔

اسے مہلت دے دی گئی اس نے دو نفل ادا کیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

''اے اللہ! میں جانتا ہوں کہ جو میں نے جرم کیا ہی نہیں اس پر تو مواخذہ نہیں فرمائے گا لیکن میں التجا کرتا ہوں کہ میں بعد میں آنے والوں میں ذلیل نہ ہوں''۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی روح اس کی طرف فوراً واپس لوٹا دی۔

اس عورت نے کہا: ''اے لوگو! اس کے ہاتھ کی طرف دیکھو''۔

جب انہوں نے اس کا ہاتھ دیکھا تو وہ اپنی جگہ سے جل چکا تھا۔

اس عورت نے کہا: ''اس قضیہ کو چھوڑ دو جب تک میں زندہ ہوں میرا اور تم لوگوں کا کوئی تعلق نہیں ہے''۔

پس وہ عورت پہاڑوں کی طرف نکل گئی اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گئی اور اس طرح وہ عابد اس عورت کی زندگی کے ساتھ بے گناہ ظاہر ہو گیا۔

(کتاب الزہد (احمد بن حنبل) صفحہ نمبر ۱۰۰)

(۱۸۶)

غازی مرید حسین شہید

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے ملفوظ میں ہے: ''۲۵ ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ شب پنج شنبہ آپ راولپنڈی سے واپس تشریف لائے، بنگلہ شریف میں بندہ (مؤلف ملفوظات) نے حاضری دی اگرچہ آپ کو درد گردہ کی بہت تکلیف تھی تاہم اس سفر کے متعلق فرمایا راولپنڈی سے چکوال کے راستہ پر ہم آ رہے تھے غازی مرید حسین شہید مرحوم کی مزار راستہ سے سات میل کے فاصلہ پر موضع بھلہ میں ہے بالکل غیر آباد جگہ ہے۔ غازی صاحب مرحوم قوم کے کھوٹ اور نسلاً قریش تھے۔ انہوں نے انگریز کے زمانہ میں ایک سکھ کو قتل کیا تھا جب کہ اس سکھ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی تو انہوں نے تلوار لے کر اسے جا کر قتل کر دیا۔ انگریز کا زمانہ تھا اس کے بدلہ میں انگریز حکومت نے انہیں شہید کر دیا۔ غازی صاحب چاچڑاں والے مولوی صاحب کے مرید تھے۔ انہوں نے اس کی مزار بنوائی وہاں مسجد بنوائی، کنواں کھدوایا اور درخت وغیرہ لگوایا جو بہت دل کش منظر ہے چونکہ وہاں آبادی نہیں تھی، رات گزارنا آرام کرنا پسند آیا۔

رو بخسپ اندر پناہ مقبلے
بو کہ آزادت کند صاحب دلے

نماز عصر وہاں جا کر ادا کی اور رات اچھی طرح گزاری صبح ناشتہ کر کے روانہ ہوئے اور سیال شریف پہنچے۔

Scanned with CamScanner

(۱۸۷)

کراماتِ اہلِ حق

ابونصر فتح بن شحرف نہایت ہی زاہد اور پارسا محدث تھے۔ تیس برس تک روٹی نہیں کھائی چند پھل پھول کھاتے رہے اور تیس برس تک کبھی سر اُٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ ایک دن بے اختیار آسمان کی طرف سر اُٹھ گیا تو ایک دَم منہ سے یہ دعا نکل پڑی: ''الٰہی! اب تیرا اشتیاق میرے لیے نا قابلِ برداشت ہو چکا لہٰذا تو جلد مجھے اپنے دربار میں بُلا لے''۔

اس کے بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ محمد بن جعفر کا بیان ہے: ''جب ہم لوگوں نے انہیں غسل دینے کے لیے ان کے کپڑوں کو اُتارا تو ان کے بدن پر لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوا تھا۔ ہم لوگوں نے سمجھا کہ کسی نے قلم سے لکھ دیا ہوگا مگر جب غور سے دیکھا گیا تو وہ حروف سیاہ رنگ کی رگیں تھیں جوان کے گوشت کے اندر پیوست تھیں''۔

بغداد کے اندر ان کی وفات ہوئی تو اہلِ بغداد کا فرطِ عقیدت سے ان کے جنازہ پر اتنا ہجوم ہوا کہ ۳۳ مرتبہ لوگوں نے ان کے جنازہ پر نماز پڑھی اور سب سے چھوٹی جماعت جس نے ان کے جنازہ پر نماز پڑھی اس کی تعداد ۲۵ سے ۳۰ ہزار تھی۔ (مستطرف ج:۱ ص:۱۳۸)

☆.....عبداللہ بن وہب محدث ایک لاکھ احادیث کے حافظ تھے اور فقہ وعبادت میں بھی بہت ہی کمال رکھتے تھے۔ خوفِ الٰہی کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ قیامت کا ذکر سن کر بے ہوش ہو گئے اور پھر کچھ نہیں بولے اور چند دنوں میں وفات پا گئے۔ مصر کے امیر عباد بن محمد نے انہیں قاضی بنانا چاہا تو غائب ہو کر روپوش ہو گئے۔ ایک چغل خور صباحی نے امیر مصر کے پاس چغلی کھائی کہ عبداللہ بن وہب نے قاضی بننے کی طمع مجھ سے ظاہر کی مگر جب آپ نے

ان کو قاضی بننے کا حکم دیا تو انہوں نے صرف آپ کے فرمان کی خلاف ورزی کرنے کے لیے روپوشی اختیار کر لی۔ امیر نے غصہ میں آ کر آپ کے مکان کو مسمار کر دیا۔ آخر آپ کو بھی جلال آ گیا تو آپ نے صباحی کے لیے اندھا ہو جانے کی دعا فرما دی۔ چنانچہ آٹھویں دن صباحی اندھا ہو گیا۔ ۱۹۷ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج:۱ ص:۲۸۱)

☆.....شیخ ابوعنوان واسطی علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ سمندری سفر میں میری کشتی طوفان کی موجوں سے ٹوٹ پھوٹ گئی اور میں اور میری بیوی ایک تختہ پر چند دنوں تک سمندر میں چکر لگاتے رہے اسی حالت میں میری بیوی کے ایک بچی بھی پیدا ہوئی۔ ایک دن بیوی نے بے چین ہو کر کہا: اب مجھے یہ پیاس مار ڈالے گی۔ میں نے بیوی کی یہ بات سن کر آسمان کی طرف سر اُٹھایا تو میں نے یہ دیکھا کہ ایک شخص ہوا میں معلق بیٹھا ہے اور اس کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر اور یاقوت کا پیالہ ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ لو تم دونوں پانی پی لو چنانچہ ہم دونوں میاں بیوی نے خوب پانی پیا جو مشک سے زیادہ خوشبودار اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا پھر میں نے اس شخص سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں خدا کا ایک نیک بندہ ہوں پھر میں نے کہا: آپ اس مرتبہ پر کس طرح فائز ہوئے؟ انہوں نے جواب دیا میں نے خدا کی رضا کے لیے اپنی تمام خواہشات کو چھوڑ دیا ہے اس کے بعد انہوں نے ہم دونوں میاں بیوی کو ہوا پر بٹھا کر خشکی میں اُتار دیا اور نظروں سے غائب ہو گئے''۔ (روح البیان ج:۲ ص:۳۰)

☆.....حفص بن عبداللہ کا بیان ہے:

''میں نے امام المحدثین ابوزرعہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ پہلے آسمان میں فرشتوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا: اے ابوزرعہ کون سی عبادت کے صلہ میں آپ کو یہ اعزاز واکرام ملا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ احادیث لکھی ہیں اور ہر حدیث میں عن النبی کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے اور تم جانتے ہو کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو مسلمان ایک مرتبہ مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ یہ درود شریف کی

Scanned with CamScanner

برکت ہے کہ خداوندِ عالم نے مجھے فرشتوں کا نماز میں امام بنادیا ہے''۔

(شرح الصدور، ص:۲۳)

اس واقعہ سے جہاں امام ابوزرعہ کی کرامت کا حال معلوم ہوتا ہے ساتھ ہی یہ مسئلہ بھی سامنے آیا کہ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا بے شمار اجر وثواب ہے جو لوگ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کے ساتھ پورا درود شریف نہیں لکھتے بلکہ صرف ''ؐ'' یا صلعم لکھتے ہیں وہ نہ صرف اس اجر سے محروم رہتے ہیں بلکہ گناہ گار بھی ہوتے ہیں۔ خداوندِ کریم اس عادتِ بد سے بچائے''۔ آمین!

☆......قدوۃ المحدثین ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد اپنے دورِ طالبِ علمی میں اتنے مفلس تھے کہ جب یہ کوفہ پہنچے تو ان کے پاس صرف ایک درہم تھا۔ انہوں نے ایک درہم کا غلہ خریدا اور تھوڑا تھوڑا کھاتے رہے اور حدیثیں لکھتے رہے، یہاں تک کہ تیس ہزار احادیث لکھتے لکھتے غلہ ختم ہوگیا اور مجبوراً انہیں شیخ کی درس گاہ چھوڑ کر آنا پڑا مگر یہ اس پائے کے محدث ہوئے کہ امام اہلِ عراق کا لقب پایا اور بادشاہِ وقت نے ان کے لیے ایک منبر تیار کرایا تھا جس پر بیٹھ کر یہ احادیث بیان فرماتے تھے اور ان کی درس گاہ میں خلقِ خدا کا کثیر ہجوم جمع ہوتا تھا۔ بہت ہی زاہد وعابد بھی تھے، ان کی یہ کرامت ہے کہ ان کے جنازہ میں تین لاکھ آدمیوں نے نماز پڑھی اور اسی مرتبہ ان کی نمازِ جنازہ ہوئی۔ ذی الحجہ ۳۱۶ھ میں دنیا سے رخصت فرمائی بوقتِ وفات ۸۷ برس کی عمر شریف تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج:۲،ص:۳۰۲)

اس حکایت سے جہاں امام ممدوح کی کرامت سمجھ میں آرہی ہے وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو اپنے علماء سے کتنی بے پناہ والہانہ عقیدت تھی۔ کاش اس دور کے مسلمان بھی اپنے علماء کی قدر کرتے!

(۱۸۸)

مردے نے بول کر کہا......

حضرت بشر بن عبداللہ بن بشار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''بنی اسرائیل کے ایک شخص پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو اس کی بیوی غمِ فرقت میں رونے لگی۔ اس نے بیوی سے کہا: ''کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ موت کے بعد بھی میں تجھ سے دُور نہ جاؤں؟'' اس نے ہاں میں سر ہلایا تو اس کے شوہر نے کہا: ''جب میں مر جاؤں تو میری لاش ایک تابوت میں رکھ دینا اور تابوت کو اپنے مکان میں رکھنا، میرا جسم گلنے سڑنے سے محفوظ رہے گا''۔

موت کے بعد اس کی بیوی نے ایسا ہی کیا اور تابوت کو اپنے کمرے میں محفوظ کرلیا۔ کچھ عرصہ بعد جب تابوت کھول کر دیکھا تو اس کے شوہر کا ایک کان گل کر ختم ہو چکا تھا۔ عورت نے کہا: ''اس شخص نے اپنی زندگی میں کبھی بھی مجھ سے غلط بیانی نہیں کی اس نے تو کہا تھا کہ میرا جسم مرنے کے بعد سلامت رہے گا لیکن اس کا تو ایک کان گل کر ختم ہوگیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟''

ابھی یہ انہی خیالات میں گم تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مردے کے جسم میں روح لوٹا دی اس نے اپنا کان گل جانے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا: ''ایک مرتبہ کسی مصیبت زدہ شخص نے مجھے مدد کے لیے پکارا میں نے اس کی آواز سنی لیکن مدد نہ کی بس اسی وجہ سے میرا وہ کان گل گیا جس سے میں نے مصیبت زدہ کی آواز سنی اور باوجود قدرت اس کی مدد نہ کی''۔

(عیون الحکایات)

Scanned with CamScanner

(۱۸۹)

مہمان کا اکرام

نیک لوگوں میں سے ایک صاحب نے فرمایا:

''میری عادت یہ تھی کہ میں عورتوں سے نہیں ملتا تھا لیکن میں نے سنا کہ فلاں شہر میں نیک بخت بیبیوں میں سے ایک عورت ہے کہ اس کی کرامت مشہور ہو رہی ہے۔ چنانچہ میں نے خواہش کی کہ اس کی ملاقات کے واسطے جاؤں تا کہ اس کرامت پر مطلع ہو جاؤں اور وہ کرامت یہ تھی کہ اس کے پاس ایک بکری تھی جو دودھ اور شہد دیتی تھی۔ پس جب میں اس گاؤں میں پہنچا جہاں وہ رہتی تھی تو میں نے ایک پیالہ خریدا اور اس کے پاس آیا اور اس کو سلام کیا پھر میں نے اس سے کہا: ''میں تیری اس کرامت کو دیکھنا چاہتا ہوں جو تیری بکری میں ہے''۔ اس عورت نے کہا: ''آپ کی محبت اور بزرگی کی وجہ سے مجھے یہ منظور ہے اور میں نے وہ پیالہ اس کے حوالے کیا''۔

چنانچہ اس عورت نے بکری سے دودھ اور شہد دوہا اور میں نے دونوں سے پیا۔ پس جب میں نے یہ دیکھا تو مجھے اس پر تعجب ہوا پھر میں نے عورت سے اس کا قصہ پوچھا۔ چنانچہ اس نے کہا: ''میرے پاس ایک ایسی بکری تھی جو میرے بچوں کے واسطے دودھ دیتی تھی اور ہمارے پاس اور کوئی چیز نہ تھی پس جب عید کا دن آیا تو میں نے اپنے شوہر سے کہا: عید کے واسطے تم اس بکری کو ذبح کرو گے لیکن پھر میں نے اس سے کہا: نہ ذبح کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ترکِ قربانی میں ہم کو رخصت دی ہے اور اس بکری کی ہم کو جو ضرورت ہے وہ اس کو خوب جانتا ہے۔ چنانچہ اس نے اس کو چھوڑ دیا اور قربانی نہ کی اور میرا شوہر نیک بخت آدمی تھا۔ پس اتفاق یہ ہوا کہ اسی دن ایک مہمان نے ہم سے مہمان نوازی کی

درخواست کی پھر میں نے اپنے شوہر سے کہا: یہ آدمی مہمان ہے اور ہمارے پاس مہمان نوازی کا کوئی سامان نہیں ہے حالانکہ ہم کو اکرام مہمان کا حکم ہے اس لیے تم اس بکری کو ذبح کرو اس کے ساتھ ہی اپنے بچوں کے رونے کا خیال بھی تھا اس لیے میں نے اس سے کہا: گھر کے باہر دیوار کے پیچھے اس کو لے جاؤ تا کہ بچے اس کو نہ دیکھیں۔ چنانچہ میرا شوہر اس کو باہر لے گیا۔ پس جب اس نے بکری کا خون بہایا اور ذبح کیا تو دیوار کے پیچھے سے ایک بکری کودی اور دوڑنے لگی۔ میں نے اپنے دل میں کہا: شاید بکری میرے شوہر سے چھوٹ گئی ہو۔ چنانچہ میں باہر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ اس کی کھال کھینچ رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا: اے مرد! یہ معاملہ عجیب ہے اور میں نے اس سے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا: شاید یہ بات ہو کہ اللہ نے ہم کو نعم البدل عنایت فرمایا ہو۔ چنانچہ میں نے وہ بکری دوہی تو اس نے دودھ اور شہد دیا۔ پس میں نے اپنے شوہر سے کہا: اے شخص! وہ بکری تو دودھ ہی دوہی جاتی تھی اور یہ تو ہمارے مہمان کی مہمان نوازی کی برکت سے دودھ اور شہد دونوں دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمام اکرام کرنے والوں سے زیادہ کریم ہے''۔

(نوادر قلیوبی)

Scanned with CamScanner

(۱۹۰)

آدم علیہ السلام کا بیٹا قابیل

ابو ایوب یمانی اپنے ایک قومی بھائی سے روایت کرتے ہیں جس کا نام عبداللہ ہے' وہ اور ان کی قوم کا ایک قافلہ سمندر میں سفر کر رہے تھے۔ اتفاقاً سمندر میں کئی دنوں تک ان پر تاریکی طاری ہوئی رہی بالآخر ان سے وہ تاریکی دُور ہوگئی اور وہ ایک گاؤں کے قریب ہو گئے۔

عبداللہ نے کہا: میں خشکی پر نکلا تا کہ پانی تلاش کر سکوں تو ایک گاؤں دیکھا جس کے تمام دروازے بند تھے جنہوں نے ہوا روک رکھی تھی۔ میں نے آواز دی لیکن کسی نے مجھے کوئی جواب نہ دیا میں اس اُدھیڑ بن میں ہی تھا کہ دو گھڑ سوار آ گئے۔ ہر ایک کے نیچے سفید زین تھی۔ انہوں نے مجھ سے میری ضرورت پوچھی۔

میں نے انہیں وہ بتایا جو کچھ ہمیں سمندر میں پیش آیا تھا اور میں پانی کی تلاش میں نکلا۔ ان دونوں نے کہا: ''اے عبداللہ! اسی راستے پر سیدھے چلتے جاؤ تم پانی کے ایک حوض تک پہنچ جاؤ گے وہاں سے پانی لے لینا اور جو کچھ دیکھنا اس سے بالکل نہ گھبرانا''۔

میں نے ان بند دروازوں کے بارے میں پوچھا' جن کے ساتھ ہوا زور زور سے ٹکرا رہی تھی۔

انہوں نے بتایا: یہ مردوں کی روحوں کے گھر ہیں چنانچہ میں نکلا اور اس حوض تک پہنچ گیا اس میں میں نے دیکھا کہ ایک آدمی پانی لینے کے لیے حوض پر اُلٹا ہوا پڑا ہے اور وہ اپنے ہاتھ سے پانی لینا چاہتا ہے اور وہ اس تک پہنچ نہیں پا رہا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو مجھے پکارا: ''اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دو''۔

میں نے پیالہ پانی میں ڈالا تا کہ میں اس میں پانی لے سکوں تو میرا کسی نے ہاتھ پکڑ لیا اور وہ مجھے کہنے لگا: ''اپنا عمامہ پانی سے تر کر کے اسے میری طرف پھینکو''۔

میں نے اپنا عمامہ گیلا کیا تا کہ میں اس کی طرف پھینک سکوں تو پھر میرے دونوں ہاتھ کسی نے روک لیے۔ میں نے کہا: ''اے اللہ کے بندے! تو نے دیکھا جو کچھ میں نے کیا' میں نے ہاتھ پیالہ میں ڈالا تا کہ تجھے پانی پلا سکوں تو میرے ہاتھ پکڑ لیے گئے اور جب میں نے اپنا عمامہ پانی سے تر کیا تا کہ تیری طرف پھینک سکوں تو بھی میرے ہاتھ روک لیے گئے' تم مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اور یہ معاملہ کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''میں حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا ہوں' میں ہی وہ ہوں جس نے سب سے پہلے زمین میں خون بہایا۔ (قابیل)''۔

من عاش بعد الموت (ابن ابی الدنیا) حدیث نمبر ۴۸

تاریخ مدینہ دمشق (ابن عساکر) جلد نمبر ۲۹ صفحہ نمبر ۵۰

شرح الصدور (سیوطی) صفحہ نمبر ۷۳

(۱۹۱)

شجاع الملک اور حضرت پیر پٹھان

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''امیر عبدالرحمٰن نے اپنے تزک جس کا نام تاج الملوک ہے' میں لکھا ہے (تزک اس تاریخ کو کہتے ہیں جو بادشاہ اپنی تاریخ اور حالات خود لکھے) مرکب آہنی را در ملک خویش نیا رند یعنی ریل کو اپنے ملک میں نہ لائیں اس نے یہ وصیت کسی حکمت کی بناء پر کی تھی۔

پھر فرمایا اسی طرح شجاع الملک اپنی تزک میں لکھتا ہے کہ جب میں بھائی سے شکست خوردہ دوڑا تو جلال آباد کے قریب آ کر میرا گھوڑا مر گیا' مجھے خوف لاحق ہوا کہ دشمن تعاقب میں ہے اور میرا گھوڑا پہچان کر مجھے اس جگہ سے تلاش کر لیں گے کیونکہ ان کے لیے یہی ثبوت میرے اس جگہ پر ہونے کے لیے کافی ہوگا تو میں ایک بہت گھنے درخت پر چڑھ گیا تا کہ اس کے پتوں میں چھپ جاؤں گا۔ چنانچہ اس دوران ایک گھڑ سوار ایرانی آیا' میرے گھوڑے کو مرا ہوا دیکھ کر اسی درخت کی طرف پہنچا اس کے پاس بندوق وغیرہ بھی تھی۔ مجھے خوف لاحق ہوا بالآخر اس نے اپنے گھوڑے کو سائے میں باندھا' اس کو نہاری کھلانے کے لیے ''توبرا' چڑھایا' اپنی خرجی سے پانی نکال کر پیا۔ ایک رومال نیچے بچھا کر بیٹھ گیا اس کے بعد ایک پیڑی مٹھائی کی بنی ہوئی نکالی اسے سامنے لے کر بولا ''تو امام حسین ہستی در معرکہ کربلا تقیہ نہ فرمودی لہٰذا ترا بکشم وترا بخورم'' یہ کہہ کر اسے کھا گیا پھر دوسری پیڑی نکال کر اسے کہا ''تو امام عالی مقام حضرت علی ہستی تو در عرصہ کربلا یتیمے را امداد نہ فرمودی حالانکہ شجاعت وجوانمردی تر از ایدتر بود لہٰذا ترا بکشم وترا بخورم''۔

اسی طرح تیسری پیڑی پر محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں گستاخی کی اور

چوتھی پیڑی نکال کر اسے متوجہ ہو کر کہا ''تو الہ العالمین ہستی......

تو شجاع الملک کہتا ہے کہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا میں نے درخت کے پتوں کو سامنے سے ہٹا کر چہرہ نیچے کر کے آواز کو زیادہ بھاری اور ہولناک بنا کر کہا ''الہ العالمین ایں رابکش ورنہ نظام عالم درہم برہم خواہد کرد'' یہ الفاظ سنتے ہی اس کی چیخ نکلی اور ہر چیز کو چھوڑ کر پہاڑ کی طرف بھاگا حتیٰ کہ پہاڑ پر بھی اس کی چیخ و پکار جاری تھی۔ میں اُترا' پانی پیا اس خرجی سے کھایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر پشاور پہنچا پھر پشاور سے لاہور آ گیا۔

آپ نے فرمایا شجاع الملک پیر پٹھان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے پاس جتنے درویش بیٹھے تھے' خوف زدہ ہو کر کئی تو باہر دوڑ گئے' بعض وہیں چھپ گئے حتیٰ کہ ایک درویش تو حضور کی چار پائی کے نیچے چھپ گیا تھا اس کا رعب اور دبدبہ بہت تھا' کہتے ہیں کہ ایک بالشت تک تو اس کا ناک تھا اور اسی طرح بڑے بڑے کان اور یہ ناک و کان اس کے چہرہ پر سجے ہوئے تھے کیونکہ چہرہ بہت کشادہ اور رعب دار تھا۔ حضور پیر سیال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اس وقت خیال کیا اب معلوم ہوگا کہ شجاع کا رعب اور ہیبت غالب ہوتی ہے یا میرے بادشاہ پیر پٹھان کی۔ چنانچہ جب وہ بیٹھا تو پیر پٹھان رحمۃ اللہ علیہ نے شجاع الملک کا کان پکڑ کر فرمایا ''پلیدیاں نہ کریں ہاں تاں شکست نہ کھاویں ہا''

ان الفاظ سے شجاع الملک کانپ گیا اور اس کے چہرہ سے دبدبہ اُٹھ گیا۔ پیر پٹھان غریب نواز نے پوچھا اب کس کی امداد تجھے حاصل ہے تو کہا: شیر دل خان کی امداد ہے اور دعا کے لیے بھی عرض کیا تو آپ نے دعا فرما کر بعد میں فرمایا خاتمہ تو ایمان پر ہوگا اور یہ شعر بھی پڑھا۔

کسے را کہ استعانت بہ درویش برد
اگر بر فریدوں برد پیش برد

(از ملفوظات خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد شمس الدین پیر سیال علیہ الرحمہ)

Scanned with CamScanner

(۱۹۲)

اللہ رے مستوں کی ''کرامات'' کا عالم

شیخ ابوعمرو جو حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مریدین میں سے بڑے ہی باکمال بزرگ ہوئے ہیں' ان کی توجہ الی اللہ اور بیعت کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک رات بستر پر لیٹے پانچ کبوتروں کی تسبیح سنی۔ ایک کبوتر نے پڑھا:

سُبْحٰنَ مَنْ عِنْدَهٗ خَزَائِنُ كُلِّ شَيْءٍ وَمَا يُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○

''پاک ہے وہ ذات جس کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور وہ اس کو ایک معین مقدار کے ساتھ نازل فرماتا ہے''۔

دوسرے کبوتر نے یہ تسبیح پڑھی:

سُبْحٰنَ مَنْ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى

''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر اس کو ہدایت دی''۔

تیسرے نے یہ پڑھا:

سُبْحٰنَ مَنْ بَعَثَ الْاَنْبِيَآءَ حُجَّةً عَلٰى خَلْقِهٖ وَ فَضَّلَ مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''پاک ہے وہ ذات جس نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی مخلوق پر دلیل بنا کر بھیجا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل بنایا''۔

چوتھے نے یوں تسبیح کی:

كُلُّ مَا فِى الدُّنْيَا بَاطِلٌ اِلَّا مَا كَانَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ

''دنیا کی ہر چیز باطل ہے بجز ان چیزوں کے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کے لیے ہوں''۔

پانچویں نے یہ صدا سنائی:

يَا اَهْلَ الْغَفْلَةِ قُوْمُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ يُعْطِى الْجَزِيْلَ وَيَغْفِرُ الذَّنْبَ الْعَظِيْمَ ○

''اے غافلو! اپنے رب کے لیے قیام کرو' وہ بڑی بڑی نعمتیں دیتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے''۔

شیخ ابوعمرو ان کبوتروں کی تسبیحات کو سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے پھر جب ان کے ہوش و حواس درست ہوئے تو ایک دَم ان کی دنیائے دل میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا اور دنیا سے نفرت و بے زاری پیدا ہو گئی اور اسی وقت انہوں نے یہ عزم کر لیا کہ اب اپنے آپ کو کسی شیخ وقت کے سپرد کر دوں گا اور ذکر و فکر اور یادِ الٰہی میں اپنی بقیہ زندگی گزار دوں گا۔ چنانچہ فوراً ہی ان کے پاس ایک بہت ہی باوقار شیخ تشریف لائے اور انہوں نے بتایا: میں ''خضر'' ہوں اور ابھی ابھی حضرت غوثِ اعظم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا تو حضرت ممدوح نے مجھ سے فرمایا:

''اے خواجہ خضر! اس وقت ایک بندۂ خدا کو جذبِ الٰہی نے اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے لہٰذا آپ تشریف لے جا کر اس کو میرے پاس لائیے تا کہ اس کو میں خدا تک پہنچنے کا راستہ بتاؤں''۔

حضرت خواجہ خضر کی گفتگو سن کر شیخ ابوعمرو کا جذبۂ شوقِ عشق کی حد تک پہنچ گیا اور وہ بغداد کے سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ چنانچہ خضر نے اپنی کرامت سے تھوڑی ہی دیر میں ان کو بغداد حضرت غوثِ اعظم کی درگاہِ معلیٰ میں پہنچا دیا جس وقت ابوعمرو بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہوئے تو ان کو دیکھتے ہی حضرت غوثِ اعظم نے فرمایا:

مَرْحَبًا بِمَنْ جَذَبَهٗ مَوْلَاهُ بِاَلْسِنَةِ الطَّيْرِ وَجَمَعَ لَهٗ كَثِيْرًا مِّنَ الْخَيْرِ

(روح البیان' ج: ۵' ص: ۱۶۴)

''خوش آمدید! اے وہ شخص کہ جس کو اس کے مولیٰ نے پرندوں کی زبان سے

نغمۂ حق سنا کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کے لیے خیر کثیر کو جمع فرما دیا''۔

اس عبرت خیز حکایت کے دامن میں بڑے بڑے نتائج کے گوہر آبدار اور بڑی بڑی عبرتوں کے دُرِّ شہوار بھرے ہوئے ہیں' ان میں سے چند موتیوں کا آپ بھی نظارہ فرمالیجیے۔

شیخ ابو عمرو کو بڑے بڑے محدثین کی درس گاہوں اور بڑے بڑے آتش بیان مقررین کے وعظوں سے خدا شناسی اور معرفتِ الٰہی کا وہ جذبہ حاصل نہیں ہوا جو پانچ کبوتروں کی تسبیحات سے ان کے دل میں پیدا ہو گیا کہ ایک دَم ان کے دل کی دنیا ہی بدل ہو گئی اور ان کے ظاہر و باطن میں ایسا عظیم انقلاب برپا ہو گیا کہ آن کی آن میں ''جذبہ الٰہیہ'' نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا اور ان کے دل و دماغ کے ہر ہر گوشے میں ربانی کشش کا ایسا برقی کرنٹ پیدا ہو گیا اور خداوند قدوس کی محبت و معرفت کی بجلیاں اس طرح ان کے ذرات وجود میں کوندنے لگیں کہ ان کے بدن کا بال بال زبانِ حال سے پکار اُٹھا:

دل ہے خیالِ یار کا محشر لیے ہوئے
قطرہ ہے بے قرار سمندر لیے ہوئے
میں کیا کہوں کہاں ہے محبت کہاں نہیں
رگ رگ میں دوڑی پھرتی ہے خنجر لیے ہوئے

یہ درحقیقت حضرت حق جل مجدہ کی توفیق کا ایک بہت روشن جلوہ ہے اس رحیم و کریم مولیٰ کے لطف و کرم کا یہی حال ہے کہ جب وہ چاہتا ہے تو غیب سے کوئی ایسا سامان پیدا فرما دیتا ہے کہ آن کی آن میں مفلس و قلاش بندہ تمام جہان کے وبال اور دنیا بھر کے جنجال سے آزاد ہو کر چشم زدن میں اس کے وصال کی دولت لازوال سے مالا مال اور اس کے فیضان جود و نوال سے نہال ہو جاتا ہے اور خدا کی اس شانِ کرم اور اس کی ذرہ نوازی کو دیکھ کر فرطِ حیرت سے اس قدرت کو یاد کرتے ہوئے بے اختیار اس طرح اس کی عظمت و کبریائی کا خطبہ پڑھنے لگتا ہے:

تو اگر چاہے تو ذرے کو بھی صحرا کر دے
اور اِک قطرۂ بے مایہ کو دریا کر دے

ادنیٰ سا کرشمہ ہے یہ قدرت کا تری
کُن کہہ کے تو کونین کو پیدا کر دے

برسوں کی عبادت و ریاضت' شب بے داری' گریہ و زاری کوئی چیز بھی بغیر اس کی توفیق اور اس کے کرم کے اس کے جامِ محبت کے آبِ حیات کے لیے خضر راہ نہیں بن سکتی۔

بہت سے مردانِ عبادت گزار اور زہدانِ شب زندہ دار اس حسرت و تمنا میں برسوں سر رگڑ رگڑ کر مر گئے کہ یارِ حقیقی کے جلوؤں کی ایک جھلک نظر آ جائے مگر توفیقِ ربانی نے جب ان کی دستگیری نہیں فرمائی تو انہیں وصالِ یار کی شرابِ طہور کے چھلکتے جام میں سے ایک قطرہ بھی نہیں ملا اور وہ ''العطش العطش'' پکارتے ہوئے پیاسے ہی دنیا سے چلے گئے اس لیے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عبادات و ریاضات' مجاہدات و مراقبات گو خداوند ذوالجلال کے وصال کے لیے وسائل و ذرائع ضرور ہیں مگر وصالِ یار کا حقیقی دار و مدار توفیقِ پروردگار اور اس کے فضل و کرم کا دریائے ناپیدا کنار ہی ہے۔ خدا کی قسم! بے اس کی توفیق اور بغیر اس کے فضل و کرم کے کوئی شخص ہرگز ہرگز کبھی خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہر شخص کو اس حقانی حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

منقول ہے کہ بادشاہ بغداد برسوں سے یہ تمنا رکھتا تھا کہ حضرت بہلول دانا علیہ الرحمۃ سے ملاقات کرے مگر اس مست الست کے استغناء و بے نیازی کی ٹھوکر سے ہمیشہ بادشاہ کی عظمتِ شہنشاہی پامال ہی ہوتی رہی اور کبھی بھی آپ نے دربارِ شاہی میں قدم رکھنا گوارا نہیں فرمایا۔ آخر ایک دن ایسا اتفاق درپیش ہو گیا کہ آپ شاہی محل والے روڈ سے گزر رہے تھے۔ بادشاہ نے محل کی چھت سے آپ کو دیکھ لیا فوراً ہی کمند ڈال کر آپ کو ایک دَم محل کی چھت پر کھینچ لیا۔ بادشاہ نے آپ سے دریافت کیا: ''بہلول بابا! یہ بتائیے کہ آپ خدا تک کس طرح پہنچے؟'' آپ نے فرمایا: ''جس طرح آپ کے پاس پہنچ گیا''۔

بادشاہ نے پوچھا: ''میرے پاس آپ کس طرح پہنچے؟''

Scanned with CamScanner

تو آپ نے جواب دیا: ''جس طرح میں خدا تک پہنچا''۔

بادشاہ نے اس جواب سے حیران ہوکر عرض کیا: ''حضور! میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکا''۔

آپ نے فرمایا: ''اے بادشاہ! میرا مطلب یہ ہے کہ اگر میں خود آپ کے پاس پہنچنا چاہتا تو میں نہادھوکر' لباسِ فاخرہ پہن کر دربان کی عنایتوں کا مرہونِ منت بنتا' محل تک پہنچتا' عرضی پیش کرتا پھر گھنٹوں بلکہ پہروں تک انتظار کرتا پھر بھی کچھ ضروری نہیں کہ میں آپ کے پاس پہنچ ہی جاتا۔ ممکن ہے کہ آپ میری درخواست کو ٹھکرا دیتے لیکن جب آپ نے مجھے بلانا چاہا تو ایک منٹ میں کمند ڈال کر مجھے اپنے دربار میں بُلا لیا بس یہی حال خدا تک پہنچنے کا ہے کہ بندہ برسوں عبادت و ریاضت میں رہ کر سجدے میں سر رگڑ رگڑ کر وصالِ خداوندی کا طلب گار ہوتا ہے' ہزاروں مجاہدات کر ڈالتا ہے مگر خدا تک نہیں پہنچ سکتا لیکن خداوندِ کریم جب خود کسی بندے کو اپنے قرب و وصال کی دولت سے نوازنا چاہتا ہے تو بس آنِ واحد میں اس کے دل کے اندر ایک جذبہ حق پیدا فرما کر بندے کو خود اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور بندۂ خدا تک پہنچ جاتا ہے''۔

اس حکایت سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ چرندوں اور پرندوں کی صدائیں بالکل مہمل اور بے معنی آوازیں نہیں ہیں بلکہ ہر چرند و پرند اپنی اپنی زبان میں خداوند سبوح و قدوس کی تسبیحات کا ورد کرتا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انسان ان کی صداؤں کی تسبیحوں اور ان کے اوراد و وظائف کو نہیں سمجھ سکتا مگر یہ ایمان رکھنا لازم ہے کہ چرندوں اور پرندوں کی بولیاں محض ایک لغو و مہمل شور و غوغا نہیں ہیں بلکہ یہ تسبیحاتِ خداوندی کے پُر کیف نغمات ہیں جو ان مستانِ شرابِ محبت کی زبانوں سے نکل رہے ہیں۔ ہرگز ہرگز کبھی ان پرندوں اور چرندوں کی آوازوں کو حقارت کے ساتھ نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی اس نصیحت کو پیشِ نظر رکھ کر عبرت حاصل کرنا چاہیے:

گفتم ایں شرط آدمیت نیست
مرغ تسبیح خوان و من خاموش

''آدمی کی آدمیت کے لیے کسی طرح سزاوار نہیں ہے کہ پرند تو خدا کی تسبیح پڑھے اور

میں خاموش رہوں''۔ اور خداوندِ قدوس کے اس فرمان پر ہمیشہ ایمان رکھنا چاہیے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ط'' (اسراء: ۴۴)

''ہر چیز خدا کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم انسان ان کی تسبیحوں کو سمجھ نہیں سکتے''۔

لیکن اگر کسی بندے پر مولیٰ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو جاتا ہے تو وہ ان بندوں کو ان کی تسبیحات سمجھا دیتا ہے اور وہ نہ صرف انہیں سن لیتے ہیں بلکہ اس کو سمجھ کر اس قدر متاثر بھی ہو جاتے ہیں کہ پہلے تو دنیائے ہوش و خرد سے بے نیاز ہو کر مدہوش اور بے ہوش ہو جاتے ہیں پھر ایسے ہوش میں آتے ہیں کہ انہیں خدا کے سوا کسی کا ہوش نہیں رہ جاتا انہیں صرف خدا خدا یاد رہتا ہے اور سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے جیسا کہ اس حکایت میں شیخ ابو عمرو کا حال ہوا۔ یہی مضمون ہے جس کو حضرت سعدی نے ایک معنی خیز شعر میں کتنے اچھے انداز میں پیش فرمایا ہے:

کسانیکہ وحدت پرستی کنند
بہ آواز دولاب مستی کنند

یعنی جو لوگ وحدتِ الٰہی کے پرستار ہو جاتے ہیں وہ خرچی کی ''چخ چوں'' ''چخ چوں'' کی آواز پر بھی مست ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ اس آواز میں بھی انہیں کسی عبرت خیز سبح ربانی کے کیف آور نغمات کی مست کرنے والی دُھن سنائی دیتی ہے۔ جس کے کیف و سرور سے ان کی دنیائے دل زیروزبر ہو جایا کرتی ہے اور وہ جذبہ حق سے سرشار ہو کر خدا سے واصل اور ماسوا اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں اور ان کا ایک ہی نعرہ ہوتا ہے۔ جس کی ہیبت و جلالت سے سارا عالم دہلنے اور لرزنے لگتا ہے کہ

یکے دان و یکے بین و یکے گوئے
یکے خواہ و یکے خوان و یکے جوئے

''بس ایک ہی ذات کو جانو' ایک ہی ذات کو دیکھو' ایک ہی ذات کی بات کرو' ایک ہی

ذات کو چاہو' ایک ہی ذات کو پڑھتے رہو''۔

حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ پر یہی حال طاری ہو گیا تھا تو انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر اپنے حال کو اس طرح لباس مقال پہنایا:

ان آنکھوں کو جب سے بصارت ملی ہے
سوا تیرے کچھ میں نے دیکھا نہیں ہے

اور اصغر گونڈوی مرحوم نے انہیں باخدا بزرگوں کے حال کی ترجمانی فرماتے ہوئے اس حقیقت کو اپنے ایک شعر کے قالب میں ڈھال دیا:

ردائے لالہ و گل پردۂ مہ انجم
جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے

اس حکایت سے اس حقیقت کا بھی انکشاف ہو گیا کہ سینکڑوں میل دور ابو عمرو کے دل میں خدا شناسی کا جذبہ پیدا ہو گیا اور انہوں نے اپنے آپ کو بھی کسی شیخ کامل کے سپرد کرنے کا صرف دل میں ارادہ ہی کیا تھا کہ ان کے دل کے تمام خیالات اور ان پر گزرے ہوئے تمام حالات بغداد میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ پر ظاہر و منکشف ہو گئے اور آپ نے حضرت خواجہ خضر کو ان کے پاس بھیج کر انہیں دربارِ غوثیت میں طلب فرما کر منزلِ مقصود پر پہنچا دیا اس سے اندازہ لگایئے کہ اولیاء اللہ کی چشم بصیرت کی حد نگاہ کی کیا منزل ہوا کرتی ہے؟ طویل صحراؤں' گھنے جنگلات' گہرے سمندروں' اونچے پہاڑوں' گھٹا ٹوپ تاریکیوں کے کوئی حجابات بھی اولیاء اللہ کی حق شناسی اور حقیقت بین نگاہوں کے سامنے رکاوٹ بن کر دیکھ لینے سے حاجب و مانع نہیں ہو سکتے۔ تمام عالم اور جہاں بھر کے کوائف و احوال آٹھوں پہر ان کے پیشِ نظر رہتے ہیں اور وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے کائنات ملک و ملکوت کا معائنہ اور مشاہدہ فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ خود حضرت غوثِ اعظم نے اپنے قصیدہ غوثیہ میں ارشاد فرمایا:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللهِ جَمْعًا   کَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَال

''میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھ لیا جس طرح کوئی رائی

کے دانے کو دیکھ لے اور میرا یہ مشاہدہ اور معائنہ صرف کبھی کبھی نہیں ہوتا بلکہ میں ہمیشہ اور لگاتار اسی طرح دیکھتا رہتا ہوں''۔

سبحان اللہ! اللہ والوں کی نگاہِ معرفت اور چشمِ بصیرت کا کیا کہنا؟ دیکھتے سب ہیں مگر ہمارا دیکھنا؟ اور کہاں اللہ والوں کا دیکھنا؟ واللہ بڑا فرق ہے بخدا بے انتہا تفاوت ہے کیوں نہ ہو؟ یہ ایک بڑی سچی حقیقت ہے:

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج
بندے کو عطا کرتے ہیں چشم نگراں اور
احوال و مقامات پر موقوف ہے سب کچھ
ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
''ملا'' کی اذاں اور ''مجاہد'' کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

(روحانی حکایات)

Scanned with CamScanner

(۱۹۳)

سعید وشقی کی پہچان کا انوکھا طریقہ

حضرت سیّدنا عبیداللہ احلافی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''بنی اسرائیل میں جب کوئی قاضی (جج) مرجاتا تو وہ اسے بڑے کمرے میں چالیس سال تک رکھتے اس دوران اگر اس کا جسم گل سڑ جاتا تو وہ سمجھتے کہ اس نے ضرور کسی فیصلے میں ناانصافی اور ظلم وستم سے کام لیا ہے اسی لیے اس کا جسم خراب ہوگیا جب ایک عادل قاضی کا انتقال ہوا تو حسبِ طریقہ انہوں نے میت کو ایک کمرے میں رکھ دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کمرے کی دیکھ بھال پر مامور نگران جب کمرے میں آیا تو خادم کمرے کی صفائی کررہا تھا کہ اچانک اس کے جھاڑو کا ایک تنکا میت کے کان میں لگا، کان سے پیپ اور خون بہنے لگا جب لوگوں کو یہ بات بتائی گئی تو وہ بڑے پریشان ہوئے کیونکہ وہ قاضی بظاہر بہت عادل وصالح تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دور کے نبی علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی:

''میرا یہ بندہ واقعی عدل وانصاف پسند تھا لیکن ایک مرتبہ اس کے پاس دو شخص اپنا فیصلہ کروانے آئے تو ایک شخص کی بات اس نے زیادہ توجہ سے سنی اور دوسرے کی طرف کچھ کم توجہ دی اسی لیے ہم نے اسے یہ سزا دی ہے''۔

(عیون الحکایات)

اے ہمارے پاک پروردگار! ہم پر رحم وکرم فرما، تیرے عذاب سہنے کی ہم میں طاقت نہیں، ہمارے بدن جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کیسے برداشت کریں گے۔ اے ہمارے مالک و مولیٰ! ہماری خطاؤں سے درگزر فرما، ہمیں متقی وپرہیزگار، والدین کا فرماں بردار اور سچا پکا عاشقِ رسول بنا، دنیا وآخرت میں اپنی ناراضگی سے بچا۔ ہم سے سدا کے لیے راضی ہوجاؤ۔

اے ہمارے مالک! تیری قسم! اگر تو ہم سے ناراض ہوگیا تو ہم تباہ وبرباد ہوجائیں گے پھر جہنم کی وہ بھڑکتی ہوئی آگ جس کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا جارہا ہے:

الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ ۔ (پ:۳۰، الھمزۃ:۷)

''جو دلوں پر چڑھ جائے گی''۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہم سے سدا کے لیے راضی ہوجا۔

گر تو ناراض ہوا میری ہلاکت ہوگی
ہائے میں نارِ جہنم میں جلوں گا یارب!
عفو کر اور سدا کے لیے راضی ہو جا
یہ کرم کر دے تو جنت میں رہوں گا یارب!

(۱۹۴)

امام ابوحنیفہ اور کمال احتیاط

بیان کرتے ہیں: ''ایک شخص نے اپنے لڑکے کو امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کیا تاکہ آپ اس کو علم سکھائیں۔ ایک دن ایک شخص مرگیا۔ لوگوں نے امام صاحب کو بُلایا تاکہ اس میت پر نماز پڑھیں۔ پس آپ تشریف لائے اور وہ لوگ بھی جمع ہوئے اتفاقاً وہ دن سخت گرمی کا تھا اور لوگوں نے ایک جگہ کے علاوہ کوئی دوسری ایسی جگہ نہیں پائی کہ جس میں آفتاب کی دھوپ سے بچاؤ کریں اور اس کے سایہ میں بیٹھیں۔ پس لوگوں نے امام صاحب سے کہا: آپ اس جگہ بیٹھیے۔ امام صاحب نے اس مقام کا حال دریافت فرمایا: یہ کس کی جگہ ہے؟ لوگوں نے آپ کو خبر دی کہ یہ جگہ اس لڑکے کے باپ کی ہے جس کو آپ تعلیم دیتے ہیں۔ پس امام صاحب نے وہاں بیٹھنے سے انکار کردیا اور فرمایا: شاید میرے متعلق یہ گمان کیا جائے کہ میں اس کے لڑکے کو اس سایہ سے فائدہ لینے کے بدلے پڑھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے''۔ (نوادر قلیوبی)

☆...... بیان کرتے ہیں: ''ایک شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس گزرا۔ پس اس نے دیکھا کہ امام صاحب لوگوں کو وعظ فرما رہے ہیں۔ چنانچہ وہ شخص بھی بیٹھ گیا تاکہ کچھ سنے۔ امام صاحب نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی قضاء حاجت کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنا ہاتھ اپنی ناک پر رکھ لے۔ ناقل کہتے ہیں کہ پس اس نے اس مسئلہ کو یاد کرلیا پھر وہاں سے چلا گیا۔ ایک دن وہ راستہ چل رہا تھا کہ دفعتاً اس کو پیشاب کی ضرورت ہوئی چنانچہ اس نے ایک جگہ دیکھی اور اس میں داخل ہوا تاکہ اس میں اپنی حاجت پوری کرے۔ پس اس کو امام صاحب کا مسئلہ یاد آگیا اور اس نے اپنا ہاتھ اپنی ناک پر رکھ لیا اور

اس مقام میں اس آدمی کا ایک دشمن تھا اس دشمن نے چاہا کہ اس کو تیر سے مارے تاکہ اس کو ہلاک کردے پھر اس میں اس کو شک ہوا اور کہا ممکن ہے کہ وہ نہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا ہو اس خیال سے وہ ٹھہر گیا اور اس میں غور کرنے لگا۔ پس اس وجہ سے کہ اس نے اپنا ہاتھ اپنی ناک پر رکھا تھا' وہ دشمن اس کو نہ پہچان سکا اس کے بعد وہ واپس گیا اور اس سے کچھ نہ کہا اور وہ مسئلہ ہلاکت سے اس کی نجات کا سبب بنا''۔ واللہ اعلم بالصواب

(ایضاً)

(۱۹۵)

حضرت زید بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

ہشام عبدالملک اموی بادشاہ کا عراقی گورنر یوسف بن عمر ثقفی بڑا ظالم تھا اس نے ۱۲۶ھ میں حضرت امام زین العابدین کے فرزند حضرت زید کو بغاوت کا الزام لگا کر بالکل ننگے بدن سولی پر لٹکا دیا مگر فوراً ہی ایک مکڑی نے آپ کی شرم گاہ پر اتنا کثیر جالا تن دیا کہ کسی نے بھی آپ کی شرم گاہ کو نہیں دیکھا۔ آپ اسی طرح چار روز تک سولی پر لٹکے رہے۔ ظالم گورنر نے آپ کو سولی پر چڑھایا تو اسی وقت آپ کا چہرہ روبقبلہ ہوگیا تو ظالم گورنر نے جل بھن کر آپ کی لاش مبارک اور سولی کی لکڑی کو جلا دیا۔

(روح البیان، ج:۳، ص:۴۳۳)

....

مکڑی ایک حقیر جانور ہے مگر اس کے شان دار کارناموں میں سے یہ ہے کہ اس نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اس وقت جالا تن کر چھپا لیا تھا جب کہ جالوت بادشاہ آپ کو قتل کرنے کے لیے تلاش کر رہا تھا اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے وقت غارِ ثور میں تشریف لے گئے تو غارِ ثور کے منہ پر مکڑی نے جالا تن کر آپ کو کفارِ مکہ کی نظروں سے بچا لیا۔ (روحانی حکایات)

(۱۹۶)

مخدوم سمنان علیہ الرحمۃ

منقول ہے: ''حضرت مخدوم جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار شریف کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد (انڈیا) میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے چین کی سرحد کے قریب ایک قصبہ میں کسی امیر کے مہمان ہوئے۔ امیر نے بغرض امتحان دو مرغ مسلم تیار کرائے۔ ایک حلال کمائی کا اور دوسرا حرام کمائی کا۔ تمام کھانوں کے ساتھ دونوں مرغ بھی دسترخوان پر رکھے گئے۔ آپ ہر کھانے میں سے تناول فرماتے رہے مگر مرغ کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ امیر نے جب بار بار اصرار کیا کہ حضورِ والا! مرغ مسلم بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں تو آپ نے حلال کمائی کا مرغ مسلم اُٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا اور حرام کمائی والا مرغ امیر اور اس کے ہم نوالہ و ہم پیالہ لوگوں کی طرف بڑھا دیا اور فرمایا: درویش صرف لقمۂ حلال کھاتے ہیں اس واقعہ سے امیر اپنے دل میں بہت نادم ہوا اور یہ حقیقت آفتاب بن کر اس کے دل میں چمک اُٹھی کہ اللہ والوں کی حق بین نگاہوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ وہ انسانوں کے دل میں چھپے ہوئے خیالات و خطرات کو بھی اس طرح دیکھ لیا کرتے ہیں جس طرح عام لوگ چودھویں رات کے چاند کو دیکھا کرتے ہیں''۔

(تذکرہ مخدوم، ص:۳۳)

(۱۹۷)

مال کا حق اور ایک دعا

نقل کرتے ہیں: ''ایک بزرگ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک بہت ہی بڑھیا کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہے اور اس کو لے کر گھومتا ہے۔ ان بزرگ نے اس سے اس بڑھیا کا حال پوچھا: یہ کون ہے؟ اس نے کہا: یہ میری ماں ہے اور میں سات برس کی مدت سے اس کو لادے پھرتا ہوں۔ اے شیخ! کیا میں نے اس کا حق ادا کیا اور اپنے فرض سے سبکدوش ہوا؟ بزرگ نے اس سے فرمایا: نہیں نہیں اگر چہ تیری عمر ہزار برس کی ہو تو بھی راتوں میں سے ایک رات میں تیرے لیے اس کی خبر گیری اور اس کی چھاتی سے تیرے ایک مرتبہ دودھ پینے کے برابر نہیں ہوسکتا۔ (یہ سن کر) وہ شخص رویا اور واپس گیا''۔ (قلیوبی)

☆...... بیان کرتے ہیں: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت وہب سے فرمایا: وہ کتنی کتابیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا؟ وہب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایک سو چار پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا ان میں سے کچھ کتابیں اُٹھائی گئیں؟ وہب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں ان میں سے بارہ کتابیں اُٹھالی گئیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان میں سے تم نے کتنی کتابیں پڑھی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو باقی رہ گئی تھیں ان سب کو میں نے پڑھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم نے ان کتابوں میں کوئی ایسی دعا بھی پائی ہے جو رنج اور تکلیف میں نفع دے؟ وہب نے کہا: ہاں میں نے ان میں اس کے لیے جس کی نیت پاک ہو دعاء نافع اور کافی شافی پائی ہے اور وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ يَامَنْ يَمْلِكُ حَوَائِجَ السَّائِلِيْنَ وَيَعْلَمُ ضَمَائِرَ الصَّامِتِيْنَ فَاِنَّ لَكَ فِيْ كُلِّ مَسْأَلَةٍ سَمْعًا حَاضِرًا جَوَابًا عَتِيْدًا وَاِنَّ لَكَ بِكُلِّ

صَامِتٍ عِلْمًا مُحِيْطًا مَوَاعِيْدُكَ الصَّادِقَةُ وَاَيَادِيْكَ الْفَاضِلَةُ وَرَحْمَتُكَ الْوَاسِعَةُ .

''اے اللہ اور اے وہ ذات جو سوال کرنے والوں کی ضرورت کی مالک ہے! اور خاموش و بے زبان جانوروں کے دل کے بھیدوں کو جانتی ہے! پس بے شک تیرے لیے ہر سوال میں شنوائی حاضر ہے اور جواب موجود ہے اور بے شک تیرے واسطے ہر خاموش کے واسطے علم محیط ہے اور تیرے وعدے سچے اور تیرے احسانات بزرگ ہیں اور تیری رحمت وسیع ہے''۔

وہب نے فرمایا: میں نے بے شک یہ دعا خواب میں پائی ہے اور بارہا اس کو آزمایا ہے اور میں اس دعا کی حسن وخوبی کے برابر کسی دعا کو خیال نہیں کرتا۔

(ایضاً)

Scanned with CamScanner

(۱۹۸)

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب

مشہور عالمِ ربانی شیخ ابوبکر کتانی کا بیان ہے:

''مجھ سے حضرت خضر علیہ السلام نے بیان فرمایا: میں صنعاء کی مسجد میں تھا اور وہاں محدث عبدالرزاق احادیث بیان فرما رہے تھے اور ہزار ہا سامعین ان کی احادیث سن رہے تھے مگر ایک نوجوان مسجد کے ایک کونے میں بیٹھا مراقبہ کیے ہوئے تھا۔ میں نے ان سے کہا: سب لوگ تو عبدالرزاق محدث کا درس سن رہے ہیں اور تم یہاں منہ چھپائے الگ کیوں بیٹھے ہو؟ تم بھی جا کر درسِ حدیث سنو۔ نوجوان نے بگڑ کر کہا میں رزاق کا کلام سن رہا ہوں اور تم مجھے بندۂ رزاق کے درس میں بھیج رہے ہو۔ حضرت خضر نے فرمایا: میں نے بطورِ امتحان اسے کہا: تم سچے ہو تو بتا دو کہ میں کون ہوں؟ اس نے برجستہ جواب دیا آپ حضرت خضر علیہ السلام ہیں''۔ (روح البیان ج:۴، ص:۲۶۲)

سبحان اللہ! اللہ والوں کی باطنی نگاہِ بصیرت کی روشنی کا کیا کہنا؟ اسی لیے کسی اہلِ دل نے کیا خوب کہا ہے:

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں
اَرِنی میں بھی کہہ رہا ہوں مگر
یہ حدیثِ کوہِ طور نہیں

نجات کا راستہ

اس دَور میں نجات کا راستہ مندرجہ ذیل سات نکاتی پروگرام میں ہے:

(۱) مذہب اہلِ سنت وجماعت پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم وثابت قدم رہیں جس پر علمائے حرمین شریفین اور ہندوستان میں حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی وحضرت مولانا بحرالعلم لکھنوی وحضرت مولانا فضلِ حق خیر آبادی وحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم رہے ہیں۔ اہلِ سنت وجماعت کے جتنے مخالف ہیں سب سے جدا رہیں اور سب کو اپنا دشمن ومخالف جانیں' ان کا وعظ نہ سنیں' ان کی صحبت میں نہ بیٹھیں' ان کی کتابوں کو نہ پڑھیں کہ شیطان کو معاذ اللہ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ آدمی کو جہاں اپنی جان ومال یا آبرو کا اندیشہ ہو وہاں ہرگز نہ جائے۔ دین وایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہے لہٰذا اس کی مخالفت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے۔ مال اور دنیا کی عزت دنیا کی زندگی ہی تک ہیں۔ دین وایمان سے آخرت کی دائمی زندگی میں کام پڑنا ہے لہٰذا ان کی فکر سب سے لازم وضروری ہے۔

(۲) نمازِ پنج گانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے' مردوں کو مسجد وجماعت کی حاضری بھی لازم ہے' بے نمازی اور بلا عذر جماعت چھوڑنے والے فاسق وگناہ گار ہیں۔ بے نمازی وہی نہیں جو کبھی نماز نہ پڑھے بلکہ جو ایک وقت کی نماز بھی قصداً چھوڑ دے' بے نمازی ہے۔ کسی کی نوکری ملازمت یا تجارت وغیرہ کسی حاجت کے لیے نماز قضا کر دینی سخت ناشکری اور بہت بڑی نادانی ہے۔ کوئی آقا' یہاں تک کہ کافر کا بھی اگر نوکر ہو تو اپنے ملازم کو نماز سے نہیں روک سکتا اور اگر کوئی آقا ملازم کو نماز سے منع کرے تو ایسی نوکری قطعی حرام ہے۔ یاد رکھو کہ نماز چھوڑ کر کوئی رزق کا ذریعہ برکت نہیں لا سکتا۔ رزق تو اسی کے قبضہ میں ہے جس نے نماز فرض کی ہے اور وہ نماز چھوڑنے پر سخت غضب فرماتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۳) جتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں' بالغ ہونے کے وقت سے سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں کوئی نماز نہ رہ جائے' زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں اور وہ سب بقدرِ طاقت رفتہ

رفتہ بہت جلد ادا کریں' کاہلی نہ کریں کہ موت کا وقت معلوم نہیں اور جب تک فرض ذمہ پر باقی ہوتا ہے کوئی نفل قبول نہیں ہوتا۔

جب چند نمازیں قضا ہوں مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر بار یوں نیت کریں کہ سب سے پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں سب سے پہلی ہے' میں وہ پڑھ رہا ہوں اسی طرح ظہر وعصر وغیرہ ہر نماز میں نیت کریں۔ فقط فرض و وتر یعنی ہر دن کی بیس رکعتیں قضا میں پڑھی جائیں گی' سنتوں اور نفلوں کی قضا ضروری نہیں۔

۴) جتنے روزے بھی قضا ہوئے ہوں' دوسرا رمضان آنے سے پہلے ادا کر لیے جائیں کیونکہ جب تک پچھلے رمضان کے روزوں کی قضا نہ کر لی جائے اگلے روزے قبول نہیں ہوتے۔

۵) جو صاحب مال ہیں وہ زکوٰۃ بھی دیں۔ جتنے برسوں کی نہ دی ہو تو فوراً حساب لگ کر کے ادا کریں۔ ہر سال کی زکوٰۃ سال تمام ہونے سے پہلے دے دیا کریں' سال تمام ہونے کے بعد دیر لگانا گناہ ہے لہٰذا شروع سال سے رفتہ رفتہ دیتے رہیں۔ سال تمام ہونے پر حساب کریں اگر ادا ہو چکی تو بہتر ورنہ جتنی باقی ہو فوراً دے دیں اور اگر کچھ زیادہ نکل گیا تو آئندہ سال میں مجرا کر لیں۔

۶) صاحب استطاعت پر حج بھی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فرضیت بیان کر کے فرمایا: وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۔

''جو کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج چھوڑ دینے والے کو فرمایا ہے: چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

۷) کذب' فحش' چغلی' غیبت' زنا'' لواطت' ظلم' خیانت' بدکاری اور تکبر وغیرہ ہر گناہ اور ہر بُری خصلت سے بچیں جو ان باتوں کا عامل رہے گا اللہ ورسول کے وعدے سے اس کے لیے جنت ہے۔

(آئینہ عبرت)

(۱۹۹)

خبردار! یہ معمولی گناہ نہیں

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ''ایک مرتبہ میں سفر پر روانہ ہوا تو میرا گزر زمانۂ جاہلیت کے قبرستان سے ہوا۔ اچانک ایک مردہ قبر سے باہر نکلا اس کی گردن میں آگ کی زنجیر بندھی ہوئی تھی میرے پاس پانی کا ایک برتن تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا: ''اے عبداللہ! مجھے تھوڑا سا پانی دو''۔

میں نے دل میں کہا: ''اس نے میرا نام لے کر مجھے پکارا ہے یا تو یہ مجھے جانتا ہے یا عربوں کے طریقے کے مطابق عبداللہ کہہ کر پکار رہا ہے''۔

پھر اچانک اسی قبر سے ایک اور شخص نکلا اس نے مجھ سے کہا: ''اے عبداللہ! اس نافرمان کو ہرگز پانی نہ پلانا' یہ کافر ہے''۔

دوسرا شخص پہلے کو گھسیٹ کر واپس قبر میں لے گیا۔ میں نے وہ رات ایک بڑھیا کے گھر گزاری' اس کے گھر کے قریب ایک قبر تھی میں نے قبر سے یہ آواز سنی: ''پیشاب! پیشاب کیا ہے؟ مشکیزہ! مشکیزہ کیا ہے؟''

جب اس آواز کے متعلق بڑھیا سے پوچھا تو اس نے کہا: ''یہ میرے شوہر کی قبر ہے' اسے دو خطاؤں کی سزا مل رہی ہے۔ پیشاب کرتے وقت یہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا' میں اس سے کہتی کہ تجھ پر افسوس! جب اونٹ پیشاب کرتا ہے تو وہ بھی اپنے پاؤں کشادہ کر کے پیشاب کے چھینٹوں سے بچتا ہے لیکن تو اس معاملے میں بالکل بھی احتیاط نہیں کرتا' میرا شوہر میری ان باتوں پر کوئی توجہ نہ دیتا پھر یہ مرگیا تو مرنے کے بعد آج تک اس کی قبر سے روزانہ اسی طرح کی آوازیں آتی ہیں''۔ میں نے پوچھا: ''مشکیزہ کیا ہے؟''

Scanned with CamScanner

بڑھیا نے کہا: ''ایک مرتبہ اس کے پاس ایک پیاسا شخص آیا اس نے پانی مانگا تو کہا:

''جاؤ! اس مشکیزے سے پانی پی لو' وہ پیاسا بے تابانہ مشکیزے کی طرف دوڑا جب اُٹھایا تو وہ خالی تھا۔ پیاس کی شدت سے وہ بے ہوش ہو کر گر گیا اور اس کی موت واقع ہو گی پھر میرا شوہر بھی مر گیا اس کی وفات سے آج تک روزانہ اس قبر سے آواز آتی ہے' مشکیزہ! مشکیزہ کیا ہے؟'' حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمادیا''۔

(عیون الحکایات)

(۲۰۰)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے مجھے فرمایا: ''اے علی! جب میں مر جاؤں تو تم مجھے اپنے اس ہاتھ سے غسل دینا جس ہاتھ سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا اور مجھے خوشبو لگانا اور مجھے وہاں لے جانا جس گھر میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ وہاں دفن ہونے کی اجازت طلب کرنا اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے وہاں داخل کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان (جنت البقیع) میں دفن کر دینا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے (قیامت قائم ہو جائے)''

حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''آپ کو غسل اور کفن دے دیا گیا تو وہ پہلا میں ہی تھا جس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ مبارکہ پر کھڑے ہو کر اجازت طلب کی۔ میں نے عرض کی:

يَا رَسُوْلَ اللهِ! هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ مُسْتَأْذِنٌ فَرَاَيْتُ الْبَابَ قَدْ تُفْتَحُ وَسَمِعْتُ قَائِلًا يَقُوْلُ: اَدْخِلُوا الْحَبِيْبَ اِلٰى حَبِيْبِهٖ فَاِنَّ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ مُشْتَاقٌ .

''یہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں جو کہ دفن ہونے کی اجازت کے طلب گار ہیں۔

حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ دروازہ خود بخود کھل گیا اور میں نے آواز سنی حبیب کو حبیب کے پاس داخل کر دو کیونکہ حبیب سے ملاقات کے لیے حبیب بہت ہی خواہش مند ہیں''۔

Scanned with CamScanner

تاریخ مدینہ دمشق (ابن عساکر) جلد نمبر ۳۰' صفحہ نمبر ۴۳۶' لسان المیزان (عسقلانی) جلد نمبر ۳' صفحہ نمبر ۳۹۱' الخصائص الکبریٰ (سیوطی) جلد نمبر ۲' صفحہ نمبر ۴۹۲' جامع الاحادیث (سیوطی) حدیث نمبر ۲۷۲۷۹' کنز العمال (علی متقی) حدیث نمبر ۳۵۷۲۹' حضرت القدس (بدرالدین سرہندی) صفحہ نمبر ۵۵' تبلیغی نصاب فضائل الحج نمبر ۳۶' صفحہ نمبر ۱۳۶

☆...... حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنازہ مبارکہ لے کر چلے' ہم نے اجازت کے لیے دروازہ پر دستک دی اور عرض کیا تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور ہم نہیں جانتے کہ دروازہ ہمارے لیے کس نے کھول دیا جب کہ اس وقت حجرۂ مبارکہ کے اندر کوئی بھی نہیں تھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی انہیں داخل کردو اور دفن بھی کردو''۔

سمط النجوم العوالی فی انباء الاوائل والتوالی (العصامی) جلد نمبر ۱' صفحہ نمبر ۴۴۳' دلائل النبوۃ (مستغفری) باب کرامات الاولیاء حق' نفحات الانس (جامی) صفحہ نمبر ۵۰ (مترجم)' تکریم المؤمنین (بھوپالی) صفحہ نمبر ۳۷ (الفاظ ضُمُّوا الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ)

☆...... حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کہنے لگے کہ ہم انہیں شہداء میں دفن کریں گے اور جنت البقیع میں لے جائیں گے۔ میں نے کہا: اپنے حجرہ میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کروں گی اس اختلاف میں تھے کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا' میں نے آواز سنی کہ کوئی شخص کہتا ہے: ضُمُّوا الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ ۔

''دوست کو دوست کے ساتھ ملادو''۔

جب میں بے دار ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس آواز کو سب نے سنا تھا' یہاں تک کہ مسجد میں بھی لوگوں نے سن لیا۔

(شواہد النبوۃ (جامی) صفحہ نمبر ۲۶۳' حضرات القدس (بدرالدین سرہندی) صفحہ نمبر ۵۴)

☆...... حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''جب ان کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے کہا: جب میں انتقال کر جاؤں اور تم میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہو جاؤ تو اس مکان کے دروازے کے سامنے لے جانا

جس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں' وہاں جا کر رُک جانا اور عرض کرنا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!

یہ ابوبکر صدیق ہیں جو کہ اجازت کے طلب گار ہیں اگر اجازت مل جائے اور بند دروازہ کھل جائے تو تم مجھے وہاں داخل کر دینا اور دفن کر دینا اور اگر تمہیں اجازت نہ مل سکے تو تم مجھے جنت البقیع کی طرف لے جانا اور وہاں مجھے دفن کر دینا۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ایسا ہی کیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس پر حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے تو تالہ خود بخود گر گیا اور دروازہ خود بخود کھل گیا اور حجرۂ مبارکہ کے اندر سے آواز آئی: ''حبیب کو حبیب کے پاس داخل کر دو کیونکہ حبیب سے ملاقات کے لیے حبیب بہت ہی خواہش مند ہیں''۔

(الشریعہ (آجری) کتاب جامع فضائل اہل البیت باب مذہب امیر المؤمنین علی (۱۸۰۸)
(شواہد النبوۃ (جامی) صفحہ نمبر ۲۶۳)

☆...... اَمَّا اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمِنْ كَرَامَاتِهٖ اَنَّهٗ لَمَّا حُمِلَتْ جَنَازَتُهٗ اِلٰى بَابِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَنُوْدِيَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ بِالْبَابِ ۔ فَاِذَا الْبَابُ قَدِ انْفَتَحَ وَاِذَا بِهَاتِفٍ يَهْتِفُ مِنَ الْقَبْرِ: اَدْخِلُوا الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ ۔

جہاں تک حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات ہے تو آپ کی کرامات میں سے یہ بھی ہے جب آپ کا جنازہ اُٹھا کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ پُرانوار کے دروازہ کے سامنے رکھا گیا اور عرض کیا گیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!

یہ ابوبکر صدیق ہیں جو کہ اجازت کے طلب گار ہیں تو بند دروازہ خود بخود کھل گیا اور قبرِ انور کے اندر سے آواز آئی:

''حبیب کو حبیب کے پاس داخل کر دو''۔

(تفسیر کبیر (رازی) تحت سورۃ الکہف آیت نمبر ۹' تفسیر نیشاپوری (احمد بن محمد نیشاپوری) تحت سورۃ الکہف آیت نمبر ۹' جمال الاولیاء (تھانوی) صفحہ نمبر ۳۵)

Scanned with CamScanner

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ذِی الْمَجْدِ وَالنَّوَالِ لَا رَآدَّ لِمَآ اَعْطٰی وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَلَالِ اَخْرَجَنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ فَهُوَ ذُوالنِّعْمَةِ وَالْاَفْضَالِ فَسُبْحَانَهٗ مِنْ اِلٰهٍ عَظِيْمٍ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ رَحْمَةً وَّعِلْمًا وَّ تَعَالٰی مِنْ اِلٰهٍ رَّحِيْمٍ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اَخْذًا وَّ اِبْقَآءً وَّاِعْطَآءً وَّ مَنْعًا اَحْمَدُهٗ سُبْحَانَهٗ وَبِحَمْدِهٖ يَلْهَجُ اُولُو النُّهٰی وَالْاَحْلَامِ وَاَشْكُرُهٗ عَلٰی نِعْمَةِ الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ شَهَادَةً تَكُوْنُ لِیْ وَلَكُمْ مِّنَ الْعَذَابِ جُنَّةً وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمَبْعُوْثُ اِلٰی جَمِيْعِ الْخَلَآئِقِ مِنْ اِنْسٍ وَّجِنَّةٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ دُعَاةِ الْخَلْقِ اِلَی الْجَنَّةِ ۔ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ